6

علوم ومعارف اور تحقیقات نادرہ کا گنج گراں مایہ

المکرمۃ النبویۃ فی الفتاوی المصطفویۃ

فتاویٰ مفتیٔ اعظم

تصنیف منیف

امام الفقہاء اولمشائخ تاجدار اہل سنت شہزادہ اعلیٰ حضرت
حضور مفتی اعظم ابوالبرکات محی الدین حضرت علامہ شاہ
محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہٗ

سکینہ برادرز
اردو بازار ○ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن وسنت کا عظیم ادارہ مرکز العلوم الاسلامیہ اکیڈمی (Boys & Girls)

جہاں اسلامی وعصری علوم کا عظیم امتزاج

01 April 2021

مختصر تعارف

طلباء وطالبات

- شعبہ حفظ: 150
- شعبہ ناظرہ: 386
- شعبہ درسِ نظامی: 150
- شعبہ تجوید: 14

اور انہی شعبہ جات میں 400 سے زائد طلباء اسکول کی تعلیم انٹر تک حاصل کر رہے ہیں نیز کم وبیش 100 طلباء جامعہ میں رہائش پذیر ہیں جن کے طعام، قیام اور میڈیکل کا مکمل خرچ مدرسہ برداشت کرتا ہے

جامعہ کا اسٹاف

- شعبہ حفظ وناظرہ 19 اساتذہ
- شعبہ عصری علوم یعنی اسکول کالج وکمپیوٹر 17 اساتذہ
- شعبہ درسِ نظامی وتجوید 17 اساتذہ
- باورچی 3 خادم 5 چوکیدار 2

کُل طلباء کم وبیش 650 اور مکمل اسٹاف 60 افراد پر مشتمل ہے

مرکز العلوم الاسلامیہ اکیڈمی (بادامی مسجد) گوگل میپ کراچی پاکستان

Account Detail:

Account Title: **Markaz ul alum Islamia(Trust)**
Account: **0050025657003** Branch Code: **0050**
Bank: **Habib Bank Limited Barness Street Branch**

ادارے کے زیرِ اہتمام جامعہ کی تین عمارتیں (طلباء وطالبات کے لئے) اور دو مسجدیں چل رہی ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر: فرمان حضور مفتی اعظم علامہ محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ

من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین (حدیث)

علوم و معارف اور تحقیقات نادرہ کا گنج گراں مایہ

المکرمۃ النبویۃ فی الفتاوی المصطفویۃ

مسمی بہ

فتاویٰ مفتی اعظم

جلد ششم

تصنیف منیف

امام الفقہاء والمشائخ تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت

حضور مفتی اعظم ابو البرکات محی الدین حضرت علامہ شاہ

محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ

(متوفی: ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء)

شبیر برادرز ®

زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

Shabbirbrother786@gmail.com

www.waseemziyai.com

هو القادر

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

جمیع حقوق الطبع محفوظ للناشر

All rights are reserved

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب:	المكرمة النبوية في الفتاوى المصطفوية
عرفی نام:	فتاوی مفتی اعظم نمبر 6
مصنف:	تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری قدس سرہٗ
تقدیم وترتیب جدید:	محمد حنیف خاں رضوی بریلوی صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف
تخریج وترجمہ:	محمد حنیف خاں رضوی، مولانا محمد جابر خاں مولانا محمد عرفان، مولانا اویس قرنی، مولانا محمد ندیم
تصحیح کتابت وفہرست:	مولانا عبد السلام صاحب رضوی، محمد حنیف خاں رضوی
میوزنگ وسیٹنگ:	محمد حنیف رضا خاں برکاتی، مولوی محمد زاہد علی شاہدی مولوی محمد نعیم نوری، محمد عفیف رضا برکاتی
سنہ اشاعت:	(۱۴۳۶ھ/۲۰۱۴ء)
باہتمام:	ملک شبیر حسین
ہدیہ عام:	Rs. 3200/- (مکمل سیٹ)

شبیر برادرز®

نبیہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

Shabbirbrother786@gmail.com

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار رہے گا۔

www.waseemziyai.com

اس جلد کا اجمالی تعارف

اس جلد کا ایک عنوان ''رد ومناظرہ'' ہی ہے اور اس میں علمی وفنی تحقیقات کا سیل رواں دکھائی دیتا ہے۔ قارئین ان مباحث دقیقہ اور تحقیقات رائقہ کا انداز مطالعہ کے دوران خود ہی لگالیں گے۔

اس جلد میں اپنے موضوع پر مندرجہ ذیل سات رسائل ہیں:

۱۔ رسالہ وقایۃ اھل السنۃ عن مکر دیوبند والفتنۃ (۱۳۳۲ھ) (۶)

اس رسالہ میں مولوی اشرف علی تھانوی وہابی کی ایک تحریر کا رد ہے جس میں تھانوی صاحب نے اذاب خطبہ سے متعلق ابوداؤد شریف کی حدیث کو ضعیف ومردود قرار دیا تھا اور اس کے ایک راوی محمد بن اسحاق تابعی کو غیر ثقہ اور ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس رسالہ میں حضرت نے نہایت تفصیل سے ہر گوشہ کا جائزہ لیا ہے۔

(۲) رسالہ الٰہی ضرب بہ اہل حرب (۱۳۳۲ھ) (۱۲۵)

یہ رسالہ گویا پہلے کا تتمہ اور اس کا حصہ دوم ہے۔

(۳) رسالہ النکتۃ علیٰ مراء کلکتہ (۱۳۳۲ھ) (۱۳۹)

یہ رسالہ اذان ثانی کے تعلق سے بعض علمائے کلکتہ کے شکوک وشبہات کا جواب ہے۔

(۴) طرق الہدیٰ والارشاد الیٰ احکام الامارۃ والجہاد (۱۳۴۱ھ) (۱۵۵)

www.waseemziyai.com

اس رسالہ میں جہاد، خلافت، ترک موالات وغیرہ کے سلسلہ میں چھ سوالات کے جوابات ہیں۔ کتاب کے شروع میں حضرت علامہ ابوالشرف محمد الدین جالسی کا ایمان افروز پیش لفظ ہے۔ اور بہت سے علما کے تائیدی دستخط ہیں۔

(۵) شفاء العی فی سوال بمبئی (رد غیر مقلدین) (۱۹۹)

بمبئی سے آئے ہوئے چند سوالات کے جوابات ہیں جس میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ اہل قرآن اور اہل حدیث (غیر مقلدین) اہل سنت سے نہیں، کہ قرآن پر بغیر حدیث اور حدیث پر وعلما وائمہ کی تشریحات کے بغیر اس پر عمل نہیں ہوسکتا، اسی طرح مجتہدین کے اصول مذہب کی رعایت اور اجماع امت قیاس کے بغیر اسلامی احکام کی توضیح وتعمیل ممکن نہیں۔

(۶) رسالہ وقعات السنان الیٰ حلق المسماۃ بسط البنان (۱۳۳۰ھ) ص (۲۶۲)

اس رسالہ میں مولوی اشرف علی تھانوی کی ''بسط البنان'' اور مولوی قاسم نانوتوی کی ''تحذیر الناس'' پر واضح انداز میں تنقید ہے، اور تھانوی صاحب کو بھیجے گئے ۱۳۲ سوالات بھی اس میں درج ہیں جو بذریعہ رجسٹری ان کو بھیجے گئے تھے۔ مگر وہ پوری زندگی اس کے جواب نہ دے سکے۔

(۷) رسالہ ادخال السنان الیٰ حنک الحلقی بسط البنان (۱۳۳۱ھ) (۳۳۳)

یہ رسالہ بھی بسط البنان کا دوسرا رد ہے۔ اس میں تھانوی صاحب سے ایک سو ساٹھ سوال کیے گئے ہیں جو درحقیقت تھانوی صاحب کے سر پر ایک سو ساٹھ جبال ہیں۔ اور آج تک لاجواب ہیں۔

www.waseemziyai.com

کتاب الرد والمناظرۃ

ابواب

۱۔ رسالہ وقایۃ اھل السنۃ عن مکر دیوبند والفتنۃ (۱۳۳۲ھ) (۶)

۲۔ مفتی اعظم کا محدثانہ منصب (۷)

۳۔ مسئلہ اذان ثانی میں دیوبندی جہالتوں کا رد (۳۱)

۴۔ رسالہ الٰہی ضرب بہ اہل حرب (۱۳۳۲ھ) (۱۲۵)

۵۔ رسالہ النکتہ علیٰ مراء کلکتہ (۱۳۳۲ھ) (۱۳۹)

۶۔ وہابیہ کی تقیہ بازی (۱۴۹)

۷۔ طرق الہدیٰ والارشاد الیٰ احکام الامارۃ والجہاد (۱۳۴۱ھ) (۱۵۵)

۸۔ شفاء العی فی سوال بمبئی (رد غیر مقلدین) (۱۹۹)

۹۔ رسالہ وقعات السنان الیٰ حلق المسماۃ بسط البنان (۱۳۳۰ھ) (۲۶۲)

۱۰۔ رسالہ ادخال السنان الیٰ حنک الحلقیٰ بسط البنان (۱۳۳۱ھ) (۳۳۳)

www.waseemziyai.com

مسئلہ اذان ثانی میں دیوبندی جہالتوں کا رد

وقاية اهل السنة

عن

مكر ديوبند والفتنة

۱۳۳۲ھ

www.waseemziyai.com

مفتی اعظم کا محدثانہ منصب

وقایۃ اہل السنہ کی روشنی میں

از رئیس القلم علامہ ارشد القادری مصباحی علیہ الرحمہ
نائب صدر ورلڈ اسلامک مشن، بریڈفورڈ لندن

یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ حدیث کے ساتھ فقہ کا تعلق لازم وملزوم کی طرح ہے۔ لہٰذا مفتی کے لیے اگر فقیہ ہونا ضروری ہے تو فقیہ کے لیے محدث ہونا بھی لازمی ہے۔ لیکن محدث کے لیے فقیہ ہونا قطعاً ضروری نہیں ہے۔ یہ بات ذہن نشین ہوگئی ہو تو فن حدیث میں مفتی اعظم کے رسوخ وتبحر کی نہ بھی صراحت کی جائے جب بھی یہ بات اپنی جگہ پر ثابت ہے کہ فن حدیث میں بھی ان کا مقام وہی ہے جو فقہ میں انھیں حاصل تھا۔ میرا موضوع سخن مفتی اعظم کے فقہی مقام کی وضاحت نہیں ہے ورنہ ان کے فتاوے کے مجلدات سے میں ان مباحث کی نشان دہی کرتا جن سے مہر نیم روز کی طرح واضح ہو جاتا کہ فقہ میں ان کے رسوخ وتبحر، ان کی مجتہدانہ بصیرت اور ان کی ذکاوت واستحضار کی شان کتنی بلند ہے۔ لیکن مجھے اپنے عنوان کے مطابق حضور مفتی اعظم کے محدثانہ منصب پر ایک حیرت انگیز بحث کا آغاز کرنا ہے۔ اس لیے میں اصل موضوع کی طرف اپنے قلم کا رخ پھیرتا ہوں۔

علمی بحث کی ایک عظیم تاریخ:

۱۳۳۲ھ کی بات ہے کہ اذان خطبہ کے مسئلے پر اعلیٰ حضرت امام اہل سنت نے ایک فتویٰ دیا علمائے بدایوں ورام پور نے اختلاف کیا۔ اس مسئلے میں اعلیٰ حضرت کا موقف یہ تھا کہ اذان خطبہ خارج مسجد منبر کے سامنے دی جائے اور مخالفین کا کہنا تھا کہ یہ اذان مسجد کے اندر منبر کے سامنے دی جائے۔

اعلیٰ حضرت نے اپنے موقف کی تائید میں اقوال ائمہ احناف کے علاوہ جن احادیث کریمہ سے استدلال فرمایا تھا ان میں سنن ابوداود کی وہ حدیث بھی تھی جو حضرت سائب بن یزید سے مروی ہے اور جس میں اس بات کی صراحت ہے کہ اذان خطبہ عہد رسالت سے لے کر صحابہ تک مسجد کے باہر دروازے پر دی جاتی تھی جس سے ثابت ہوتا تھا کہ اذان خطبہ کا خارج مسجد ہونا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی سنت ہے اور خلفائے راشدین کی بھی۔

www.waseemziyai.com

کہ وہ کتاب میں موجود ہے۔ البتہ جب ان کے لیے کوئی چارہ نہیں رہ گیا تو اس حدیث کو بے اثر کرنے کے لیے مولانا اشرفعلی تھانوی نے ایک نیا شوشہ چھوڑا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اپنے ضعف کی وجہ سے وہ قابل استدلال نہیں ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب تھانوی صاحب کانپور میں رہتے تھے۔ ضعف کی وجہ سے انھوں نے یہ بیان کی کہ اس حدیث میں محمد بن اسحاق نام کے ایک راوی ہیں جو ائمہ جرح وتعدیل کے نزدیک یا تو کذاب ہیں یا متہم بالکذب ہیں۔

ایک جلیل القدر تابعی کی ذات پر تھانوی صاحب کا یہ جارحانہ حملہ حضور مفتی اعظم کی غیرت دینی برداشت نہیں کرسکی۔ انھوں نے اسی عالم کرب میں قلم اٹھایا اور تھانوی صاحب کے استدلال کی دھجی اڑادی۔ وقایۃ اہل السنۃ کے نام سے حضور مفتی اعظم کی یہ گراں قدر تصنیف آج بھی اہل علم کے کتب خانوں میں موجود ہے۔ کتاب کھولتے ہی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور مفتی اعظم کے نوک قلم کا ہر قطرہ علم وتحقیق کا بحر زخار بن کر کتاب کے صفحات پر پھیلتا چلا جارہا ہے۔ جو ورق الٹیے فن حدیث کے نت نئے جلووں سے آنکھیں خیرہ ہونے لگتی ہیں۔ عقل حیران ہے کہ صرف جرح وتعدیل کے ایک مسئلے میں جس کی وسعت معلومات اور دقت نظر کا یہ عالم ہے، فن حدیث میں اس کے احاطہ علم وفکر کے وسعتوں کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

اب آیئے! دیدہ شوق وا کیجیے اور علم وفن کے ایک مہکتے ہوئے گلشن کی سیر کیجیے۔ تاکہ حضور مفتی اعظم کے متعلق میرا یہ دعویٰ کہ جس شان کے وہ مفتی تھے اسی شان کے وہ محدث بھی تھے۔ شنیدہ سے دیدہ کی منزل میں آجائے۔

حضور مفتی اعظم اس بحث کا آغاز کرتے ہوئے تھانوی صاحب کے خلاف ان لفظوں میں الزام عائد کرتے ہیں۔

جان توڑ کر یہ کوشش کی کہ کسی طرح مدینہ طیبہ کے ایک جلیل القدر تابعی امام المغازی محمد بن اسحاق کو کذاب یا متہم بالکذب ثابت کرے۔

الزام کی وضاحت کے بعد اب جواب کے مراحل کا آغاز یوں کرتے ہیں۔

بحث کا پہلا مرحلہ: سنّی بھائیو! آپ کو معلوم ہے کہ حنفیوں کے امام مذہب تین ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے دو مصاحب امام ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ عنہم۔

اس تمہید کے بعد اب ضرب ملاحظہ ہو۔

یہ محمد بن اسحاق جن پر تھانوی صاحب نے کذاب ہونے کی تہمت باندھی ہے یہ امام اعظم کے استاد بھائی اور امام ابو یوسف کے استاد اور امام محمد کے استاذ الاستاذ ہیں۔ یوں ہی امام اعظم کے تلمیذ رشید اور محدثین و فقہا کے متفق علیہ امام حضرت عبداللہ بن مبارک نے بھی ان کی شاگردی کی ہے۔

www.waseemziyai.com

(۲)

امام ابو یوسف نے اپنی مشہور تصنیف کتاب الخراج میں بہت سی حدیثیں محمد بن اسحاق سے روایت کی ہیں۔ کتاب کے صرف پہلے حصے میں یہ سات حدیثیں مروی ہیں۔

۱ ۔ حدثنی محمد بن اسحق حدثنی عبداللہ بن المغیرہ

مجھ سے محمد بن اسحاق نے بیان کیا وہ عبداللہ بن مغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔

۲ ۔ حدثنی محمدبن اسحق عن عبداللّٰہ عن الزھری

مجھ سے محمد بن نے بیان کیا، وہ عبداللہ سے اور ابن شہاب زہری سے روایت کرتے ہیں

۳ ۔ حدثنی محمد بن اسحٰق عن یزید بن یزید بن جابر

مجھ سے محمد بن اسحاق نے بیان کیا، وہ یزید بن یزید بن جابر سے روایت کرتے ہیں۔

٤ ۔ اخبرنی محمد بن اسحٰق عن ابی جعفر

مجھے محمد بن اسحاق نے خبر دی وہ ابو جعفر سے روایت کرتے ہیں۔

٥ ۔ حدثنی محمد بن اسحق عن الزھری

مجھ سے محمد بن اسحاق نے بیان کیا وہ زہری سے روایت کرتے ہیں۔

٦ ۔ حدثنی محمد بن اسحق عن الزھری

مجھ سے محمد بن اسحاق نے بیان کیا وہ ابن شہاب زہری سے روایت کرتے ہیں۔

۷ ۔ حدثنی محمد بن اسحق عن الزھری

مجھ سے محمد بن اسحاق نے بیان کیا وہ ابن شہاب زہری سے روایت کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ کتاب الخراج کے صرف پہلے حصہ سے یہ سات حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ جنھیں حنفی مذہب کے رکن رکین امام ابو یوسف نے محمد بن اسحاق سے روایت کی ہیں۔

(۳)

حنفیہ کے محدث اجل واکبر حضرت امام جعفر طحاوی کہ تیسری صدی میں تھے اور اس وقت سے آج تک حدیث وفقہ کا ایسا جامع امام شاذ و نادر ہی پیدا ہوا، وہ بھی محمد بن اسحاق کی روایت کردہ حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں۔

چنان چہ کتاب الحجۃ علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکۃ عنوۃ نامی کتاب کی دوسری جلد میں ان سے ایک حدیث روایت کر کے فرماتے ہیں۔

ہذا حدیث متصل الاسناد صحیح۔ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی اسناد متصل ہے۔

www.waseemziyai.com

(۴)

مذہب حنفی کے رکن جلیل القدر محقق علی الاطلاق امام ابن الہمام فتح القدیر شرح ہدایہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

اما ابن اسحق فثقة ثقة لا شبهة عندنا في ذلك ولا عند المحققين۔

ابن اسحاق ثقہ ہیں ثقہ ہیں اس بات میں نہ ہمیں کوئی شبہ ہے اور نہ محققین محدثین کو کوئی شک ہے۔

نیز اسی کتاب کے ص ۹۲ر پر تحریر فرماتے ہیں۔

توثيق ابن اسحق هو الحق الابلج ومانقل عن كلام مالك فيه لا يثبت ولو صح لم يقبله اهل العلم وقد قال شعبة فيه هو امير المومنين في الحديث۔

(ج۔ا ص ۲۳۱ فصل فی استحباب التجمیل، مرکز اہل سنت برکات رضا، پور بندر)

ابن اسحاق کو ثقہ ماننا ہی نہایت روشن حق ہے اور امام مالک سے جو ان پر طعن منقول ہوا یا تو وہ ثابت اور صحیح نہیں اور صحیح بھی فرض کرلیں تو اہل علم نے وہ طعن قبول نہیں کیا۔ اور کیوں کر قبول ہو جب کہ امام شعبہ نے فرمایا کہ محمد بن اسحاق حدیث میں سارے مسلمانوں کے سردار ہیں۔

نتیجہ استدلال :

پہلے مرحلے کی ان ساری عبارتوں سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ تھانوی صاحب کے الزام کے مطابق اگر ابن اسحاق واقعی کذاب یا متہم بالکذب ہوتے تو ان سارے ائمہ احناف نے نہ ان کی شاگردی کی ہوتی اور نہ اپنی اپنی کتابوں میں ان سے حدیثیں روایت کی ہوتیں۔ اس لیے دوسرے لفظوں میں تھانوی صاحب کا الزام صرف ابن اسحاق کے خلاف نہیں بل کہ سارے احناف کے خلاف ہے اور انھوں نے غیر مقلدین وہابیہ کو موقع فراہم کیا ہے کہ وہ حنفی مذہب پر طعن کریں کہ اس مذہب کے ائمہ جھوٹے اور غیر ثقہ لوگوں کے شاگرد ہیں اور انھیں جھوٹے راویوں کی حدیثوں پر حنفی مذہب کی اساس ہے۔

بڑے شرم کی بات ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو حنفی بھی کہتے ہیں اور حنفی مذہب کی بنیاد پر تیشہ بھی چلا رہے ہیں۔ اس لیے ہمیں کہنے دیا جائے کہ محمد بن اسحاق کے خلاف تھانوی صاحب کا طعن ایک بار نہیں ایک ہزار بار رد کر دیا جائے گا لیکن ان کے حق میں امام اعظم سے لے کر اکابر ائمہ احناف تک سارے اساطین کی رائے ہرگز ہرگز مسترد نہیں کی جاسکتیں۔

(۵)

تھانوی صاحب کے طعن سے خود حنفی مذہب پر جو ضرب پڑتی ہے اس کی تفصیلی بحث سے فارغ ہونے

www.waseemziyai.com

کے بعد اب حضور مفتی اعظم بحث کا ایک دوسرا رخ اختیار کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

تھانوی صاحب کی یہ عنایت فقط ائمہ احناف ہی پر نہیں ہے بل کہ انھوں نے صحاح ستہ کو بھی نہیں بخشا ہے۔ کیوں کہ محمد بن اسحاق کی روایت کردہ حدیثیں صحاح ستہ کی ساری کتابوں میں موجود ہیں۔ صحیح بخاری میں تعلیقاً اور صحیح مسلم وسنن اربعہ میں مسنداً ہیں۔

امام ترمذی نے ابن اسحاق کی حدیثوں کو صحیح کہا ہے اور ابو داود نے ان کی راویت کردہ حدیثوں پر سکوت فرمایا ہے۔ خود یہ حدیث کہ زمانہ اقدس میں اذان جمعہ دروازہ مسجد پر ہوتی تھی اسے بھی ابوداود نے روایت کر کے سکوت فرمایا ہے۔ اور اسی کتاب میں ان کی یہ عادت بھی منقول ہے کہ وہ انھیں حدیثوں پر سکوت فرماتے ہیں جو ان کے نزدیک صحیح یا حسن ہوتی ہیں۔

علاوہ ازیں اکابر ائمہ حدیث جیسے امام عبدالعظیم منذری، امام ابوعمرو، ابن الصلاح، امام اجل ابوزکریا نووی، امام جمال الدین زیلعی امام علاوالدین ترکمانی، امام ابن ہمام، امام ابن امیر الحاج اور علامہ ابراہیم حلبی نے بھی ان کی اس عادت کے بارے میں اسی طرح کی تصریحات فرمائی ہیں۔

بطور نمونہ ان اکابر کی چند عبارتیں ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) امام حافظ الحدیث عبدالعظیم کتاب الترغیب والترہیب کے خطبہ (ج۔ ص ، مطبعۃ السعادۃ، مصر) میں تحریر فرماتے ہیں:

کل حدیث عزوت الی ابی داود وسکت فھو کما ذکر ابوداود لا ینزال عن درجۃ الحسن وقد یکون علی شرط الصحیحین۔

(اپنی اس کتاب میں) جس حدیث کی نسبت میں ابوداود کی طرف کروں اور خاموش رہوں تو ابوداود کی صراحت کے مطابق وہ حسن ہے اور کبھی صحیحین کی شرط پر بھی ہوتی ہے۔

(۲) امام ابن الصلاح مقدمہ اصول حدیث (ص) میں تحریر فرماتے ہیں:

وماوجدناہ فی کتابہ مذکورا مطلقا عرفنا انہ حسن عندابی داود۔

ان کی کتاب میں جو حدیث مجھے بغیر کسی صراحت کے ملی، اس کے متعلق میں نے یہی سمجھا کہ وہ حسن ہے ابوداود کے نزدیک۔

(۳ امام نووی تقریب نوع ثانی فرع اول (مع شرح التدریب ص۔، مصری) میں تحریر فرماتے ہیں۔

ماوجدنا فی کتابہ مطلقا فھو حسن عندابی داود۔

ان کی کتاب میں جو حدیث بغیر کسی تبصرہ کے ملے وہ ابوداود کے نزدیک حسن ہے۔

(۴ امام زیلعی نصب الرایہ جلد اول (ص۰) میں فرماتے ہیں:

www.waseemziyai.com

ان اباداود روی حدیث القلتین وسکت عنہ فہو حسن عندہ علی عادتہ فی ذلک

ابوداود نے قلتین کی حدیث روایت کی اور اس پر خاموش رہے تو وہ تو وہ ان کی عادت کے مطابق حسن ہے۔

(۵ امام ابن الترکمانی جوہر النقی کی جلد اول (ص) میں فرماتے ہیں:

اخرجہ ابوداود وسکت عنہ فاقل احوالہ ان یکون حسنا عندہ علی ما عرف۔

اس حدیث کی تصریح ابوداود نے فرمائی اور خاموش رہے تو ایسی حدیث کا کم سے کم درجہ حسن کا ہے جیسا کہ ان کی مشہور عادت ہے۔

(۶ امام ابن الہمام فتح القدیر جلد اول (ص) میں فرماتے ہیں :

سکت علیہ ابوداود فہو حجۃ۔

اس حدیث پر داود خاموش رہے تو ایسی حدیث حجت ہے۔

(۷ امام زین الدین عراقی استاذ امام حافظ الشان عسقلانی ، پھر شمس الدین سخاوی مقاصد حسنہ (ص) میں تحریر فرماتے ہیں:

یکفینا سکوت ابی داود فہو حسن۔

ابوداؤد کا اس حدیث پر خاموش رہنا اس بات کے لیے کافی ہے کہ وہ حسن ہے۔

(۸ امام ابن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ میں قبیل صفۃ الصلوٰۃ تحریر فرماتے ہیں:

رواہ ابوداؤد وسکت علیہ فیکون حجۃ علی ما ہو مقتضی شرطہ۔

یہ حدیث ابوداود نے روایت کی اور اس پر خاموش رہے تو ان کی شرط کے مقتضیٰ کے مطابق وہ حجت ہے۔

(۶)

بحث کا دوسرا رخ:

یہاں تک تو محمد ابن اسحاق کے خلاف تھانوی صاحب کے طعن کا الزامی جواب تھا۔ اب تحقیقی جواب ملاحظہ فرمایئے۔ حضور مفتی اعظم طعن کی علمی اور فنی حیثیت پر بحث کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :

تھانوی صاحب نے جتنے طعن محمد بن اسحاق پر نقل کیے ہیں یا تو وہ سرے سے طعن ہی نہیں ہیں، یا قائل کی طرف سے ان کی نسبت غلط ہے، یا قائل نے اس سے رجوع کرلیا ہے، یا وہ طعن مبہم غیر مفسر ہے۔

مطاعن ابن اسحاق میں جتنے اوراق انھوں نے اپنے نامہ اعمال کی طرح سیاہ کیے ہیں وہ ان چار وجوہ سے خالی نہیں ہیں۔ پہلی تین قسمیں تو کسی بھی عاقل کے نزدیک طعن ہی نہیں ہیں۔ اب رہ گئی چوتھی قسم تو تمام

www.waseemziyai.com

احناب کا اجماع اور جمہور اکابر ائمہ محدثین کا اتفاق ہے کہ چوتھی قسم بھی زنہار مقبول و مسموع نہیں ہے۔ خصوصیت کے ساتھ محمد بن اسحاق جیسے مشہور محدث کے حق میں جن کو جماہیر ائمہ حدیث و جملہ ائمہ حنفیہ نے مقبول و مستند اور ثقہ و معتمد مانا ہے۔

بحث کا دوسرا مرحلہ:

محمد بن اسحاق کے دفاع میں بہت سی ذیلی مباحث سے فارغ ہونے کے بعد اب حضور مفتی اعظم نے ان مآخذ کی طرف اپنے قلم کا رخ پھیرا ہے جہاں سے تھانوی صاحب نے طعن کے مواد فراہم کیے ہیں۔

مآخذ کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

جن کتابوں سے دیوبندی مصنف نے محمد بن اسحاق کے خلاف ضعیف و سخیف اور نا قابل التفات جرح کے مواد جمع کیے ہیں وہ چار ہیں۔ میزان الاعتدال۔ تہذیب التہذیب۔ الترغیب والترہیب اور جواہر النقی۔

پیارے بھائیو! اب ہم انھی کتابوں سے جن کے نام دیوبندی مصنف نے لیے ہیں محمد بن اسحاق کی مدح و توثیق میں وہ روشن عبارتیں نقل کرتے ہیں جنھیں از راہِ خیانت چھپا لیا گیا ہے۔ اسے کمالِ بددیانتی کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ انھی کتابوں میں محمد بن اسحاق کی مدح و ستائش اور صلاح و تقویٰ کے بیان میں جو ورق اکابر ائمہ کے ارشادات سے چمک رہے ہیں، ان کا تو کوئی ذکر نہیں ہے۔ البتہ چند بے بنیاد اور نا مقبول مطاعن کو بنیاد بنا کر ان الفاظ میں مضحکہ خیز قیاس آرائی کی گئی ہے۔

ان ائمہ محدثین کی جرح بالکل معدوم نہ ہو جائیں گی اس لیے اگر محمد بن اسحاق کذاب نہ ہوگا تو متہم بالکذب ضرور ہوگا۔ بدعتی نہ ہوگا تو متہم بالبدعۃ ضرور ہوگا۔

کسی کے خلاف الزام ثابت کرنے کے لیے اگر دلیل کا معیار یہی ہے تو چھوٹوں کی بات تو درکنار، ائمہ حدیث و فقہ کے اکابر میں بھی کوئی ایسا نہیں ملے گا جن کے خلاف نحیف و سخیف قسم کے دو چار طعن کتابوں میں منقول نہ ہوں۔ اس لیے کسی کے بارے میں فیصلے کا مدار دراصل یہ ہے کہ جمہور اکابر ائمہ کی رائے اس کے بارے میں کیا ہے؟

اتنی تمہید کے بعد اب مذکورہ بالا چاروں کتابوں سے محمد بن اسحاق کے حق میں جمہور اکابر ائمہ حدیث کے کلمات توثیق و تحسین ملاحظہ فرمائیں ماتھے کی آنکھوں سے اس حقیقت کا مشاہدہ کریں کہ محمد بن اسحاق کو مطعون کرنے کے لیے تھانوی صاحب کو تنکے تو نظر آ گئے لیکن ان کی دیانت و ثقاہت اور فضل و تقویٰ کے یہ بڑے بڑے پہاڑ نظر نہیں آئے۔

(۱) میزان الاعتدال، جلد دوم کے اقتباسات

www.waseemziyai.com

نوٹ : عوام کی سہولت اور طوالت سے بچنے کے لیے کتاب کے عربی اقتباسات کے صرف ترجمے پیش کیے جارہے ہیں۔

(۱) مصنف کتاب ارشاد فرماتے ہیں کہ محمد بن اسحاق مدنی، مشاہیر ائمہ حدیث میں سے ایک مشہور امام ہیں۔ انھوں نے جلیل القدر صحابی رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا ہے۔

(میزان الاعتدال، ج۔۳ص ۴۵۲۔۴۵۳، دار الفکر، بیروت)

(۲) امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ محمد بن اسحاق کی روایت کردہ حدیث حسن ہے۔

(ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۳)

(۳) امام بخاری کے استاد حضرت امام یحیٰی بن معین نے فرمایا کہ ابن اسحاق ثقہ ہیں۔ ہاں اس پایہ کے نہیں ہیں جنھیں محدثین کی اصطلاح میں حجت کہا جاتا ہے۔

(ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۳)

(۴) امام بخاری کے استاد امام علی بن مدینی نے فرمایا کہ ابن اسحاق کی حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔

(ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۳)

(۵) یحیٰی بن کثیر وغیرہ کہتے ہیں کہ ہم نے امام شعبہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابن اسحاق حدیث میں سب مسلمانوں کے سردار ہیں۔ (ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۳)

(۶) امام شعبہ نے فرمایا کہ ابن اسحاق بہت ہی راست گو اور سچے ہیں۔

(ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۳)

(۷) محمد بن عبداللہ بن نمیر کہتے ہیں کہ بعض لوگوں نے ابن اسحاق پر قدریہ مذہب کی تہمت رکھی ہے حالاں کہ وہ اس سے بہت دور تھے۔ (ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۳)

(۸) امام ابن مدینی نے فرمایا کہ میں نے ابن اسحاق کی صرف دو حدیثیں غیر محفوظ پائیں۔

(ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۳)

فائدہ :

انھوں نے وہ دو حدیثیں بھی بیان کردیں جن میں اذان خطبہ کی حدیث نہیں ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اذان خطبہ کی حدیث ان کے نزدیک صحیح ہے۔ اب رہ گیا ان کی روایت کردہ حدیثوں میں سے صرف دو حدیثوں کا غیر محفوظ ہونا، تو دنیا میں ایسا کوئی محدث نہیں ملے گا جس کی روایت کردہ ہزاروں حدیثوں میں سے دو چار حدیثیں بھی غیر محفوظ نہ ہوں۔ جیسا کہ ائمہ حدیث نے امام مالک اور امام بخاری کی روایت کردہ بعض حدیثوں کو بھی غیر محفوظ بتایا ہے۔ اس کے باوجود یہ حضرات سب کے نزدیک ثقہ ہیں۔

www.waseemziyai.com

(۹) (امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو نہ سنا کہ ابن اسحاق پر کسی بات میں کچھ طعن کرتا ہو سوائے قول قدر کے۔ (حالاں کہ وہ بھی صحیح نہیں ہے)

(ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۴)

(۱۰) امام بخاری نے کتاب الضعفاء میں سارے ضعیف راویوں کا ذکر فرمایا ہے۔لیکن اس میں محمد بن اسحاق کا ذکر نہیں ہے۔اس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ امام بخاری کے نزدیک وہ ضعیف نہیں ہیں۔

(ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۵)

(۱۱) حضرت عباس دوری امام ابن معین سے روایت کرتے ہیں کہ امام لیث بن سعد نے فرمایا کہ یزید بن ابی حبیب کی احادیث میں محمد بن اسحاق سے زیادہ کوئی قابل اعتماد نہیں ہے۔

(ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۵)

فائدہ:

امام اجل لیث بن سعد خود یزید بن ابی حبیب کے تلامذہ میں سے ہیں اور ان کے متعلق ابن یونس کہتے ہیں کہ روی عنہ الاکابر من اہل مصر یعنی اہل مصر کے اکابر نے ابن حبیب سے حدیثیں روایت کی ہیں۔اس سے ثابت ہوا کہ امام لیث بن سعید، محمد بن اسحاق کو ان سارے اکابر پر ترجیح دیتے ہیں۔

(۱۲) ابوزرعہ کہتے ہیں کہ میں نے امام یحیٰ بن معین سے پوچھا کہ کیا محمد بن اسحاق حجت ہیں؟ جواب میں فرمایا وہ نہایت سچے ہیں حجت جسے کہتے ہیں وہ عبیداللہ بن عمرو وغیرہ فلاں فلاں اکابر ہیں۔

(ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۵)

(۱۳) ابوجعفر بن نفیل کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن قائد نے بیان کیا کہ ہم محمد بن اسحاق کے پاس بیٹھتے تھے جب وہ کسی علم وفن کے بارے میں گفتگو کرتے تو پوری مجلس اسی پر تمام ہو جاتی۔

(ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۶)

(۱۴) امام شافعی، امام سفیان ثوری، امام اجل ابن شہاب زہری سے روایت کرتے ہیں کہ مدینہ میں علم اس وقت تک باقی رہے گا جب تک ابن اسحاق اس میں موجود ہیں۔

(ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۶)

(۱۵) امام شعبہ فرماتے ہیں اگر میری سلطنت ہوتی تو میں ضرور محمد ابن اسحاق کو تمام محدثین پر سردار بنا دیتا۔

(ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۶)

(۱۶) ابن مبارک نے محمد بن اسحاق سے ایک حدیث روایت کی ہے جس کا تعلق باب احکام سے ہے اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔اور ہماری معلومات کے مطابق محمد بن

www.waseemziyai.com

اسحاق اس حدیث کے تنہا راوی ہیں۔ (ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۷)

(۱۷) امام ابن عدی فرماتے ہیں کہ ابن اسحاق سے حدیثیں روایتیں کرنے میں ائمہ اور معتمدین نے کبھی کسی طرح کا تامل نہیں کیا اور ان میں کوئی عیب نہیں ہے۔ (ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۷)

(۱۸) یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابن المدینی سے محمد بن اسحاق کے متعلق دریافت کیا تو انہو ں نے جواب دیا کہ میرے نزدیک ان کی حدیث صحیح ہے اس پر میں نے کہا کہ امام مالک نے ان کے بارے میں جو کلام کیا ہے وہ کیا ہے؟ فرمایا کہ مالک کو نہ ان کی صحبت ملی اور نہ مالک نے انھیں پہچانا۔

(ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۸)

(۱۹) احمد بن عبداللہ عجلی فرماتے ہیں کہ ابن اسحاق ثقہ ہیں۔

(ایضاً، ج۔۳ص ۴۵۸)

یہ عبارتیں نقل کرنے کے بعد حضور مفتی اعظم ارشاد فرماتے ہیں:

مسلمانو! خدارا انصاف کرو۔ محمد بن اسحاق کی توثیق واعتماد اور مدح وستائش میں میزان الاعتدال کی ان روشن عبارتوں کو تھانوی صاحب نے کتنی دیدہ دلیری کے ساتھ چھپا لیا ہے! کیا اسی کا نام دینداری اور دیانتداری ہے؟

(۲) تہذیب التہذیب

تہذیب التہذیب فن اسماء الرجال کی دوسری عظیم کتاب ہے۔ اس میں اکابر ائمہ حدیث کی زبانی محمد بن اسحاق کے بارے میں کیسی کیسی تعریفیں اور توثیقیں منقول ہیں! ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) مفضل غلابی کہتے ہیں کہ میں نے امام ابن معین سے ابن اسحاق کے متعلق پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ وہ ثقہ ہیں اور ان کی روایت کردہ حدیث حسن ہے۔

(تہذیب التہذیب ج۔۹ص، ۳۹ دار صادر، بیروت)

(۲) امام ابن المدینی فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثوں کا مدار چھ اماموں پر ہے۔ پھر ان چھ کا علم بارہ اشخاص کے پاس آیا ہے ان بارہ میں سے ایک محمد بن اسحاق بھی ہیں۔

(ایضاً ج۔۹ص۔۴۰)

(۳) ابن ابی خیثمہ نے امام ابن معین سے نقل کیا کہ امام عاصم بن عمر بن قتادہ نے فرمایا کہ جب تک ابن اسحاق زندہ ہیں ہمیشہ لوگوں میں علم باقی رہے گا۔

(ایضاً ج۔۹ص۔۴۰)

www.waseemziyai.com

(۴) ابن ابی خیثمہ ہارون بن معروف سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابو معاویہ کو کہتے سنا کہ محمد بن اسحاق اعلیٰ درجہ کے حافظہ والوں میں تھے۔ اگر کسی کے پاس پانچ یا زیادہ حدیثیں ہوتیں تو وہ انھیں ابو اسحاق کے سپرد کر دیتا تا کہ وہ آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ ہو جائیں۔

(ایضاً ج۔۹ص۔۴۰)

(۵) امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ ستر برس سے زائد ہوئے جب سے میں ابن اسحاق کے پاس بیٹھتا ہوں میں نے اہل مدینہ میں سے نہ کسی کو ان پر کسی بات کی تہمت لگاتے دیکھا اور نہ ان پر کسی کو طعن کرتے ہوئے پایا۔ (ایضاً ج۔۹ص۔۴۰)

(۶) امام اثرم نے امام احمد سے روایت کی کہ محمد بن اسحاق کی روایت کردہ حدیث حسن ہے۔

(ایضاً ج۔۹ص۔۴۱)

(۷) امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں نے علی بن عبداللہ کو دیکھا کہ وہ ابن اسحاق کی حدیث کو حجت قرار دیتے ہیں۔ (ایضاً ج۔۹ص۔۴۱)

(۸) امام بخاری فرماتے ہیں کہ امام ابن المدینی نے فرمایا کہ میں نے کسی کو نہ دیکھا کہ وہ ابن اسحاق کو کسی بات میں متہم سمجھتا ہو۔ (ایضاً ج۔۹ص۔۴۱)

(۹) امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں نے اسماعیل بن اویس کو دیکھا (جو امام مالک کے بھانجے اور سب سے زیادہ ان کے پیرو ہیں) کہ انھوں نے غزوات کے سلسلے میں ابن اسحاق کی چند کتابیں مجھے دکھائیں جن سے میں نے بہت سی حدیثیں اخذ کیں۔ (ایضاً ج۔۹ص۔۴۱)

فائدہ: ان کے کہنے کا مدعا یہ ہے کہ اگر امام مالک کو ابن اسحاق کی حدیثوں پر اعتراض ہوتا تو ان کے شاگرد رشید اور بھانجے ابن اسحاق کی کتابوں سے حدیثیں نقل نہ کرتے۔

(۱۰) امام بخاری فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابراہیم بن حمزہ نے کہا کہ امام ابراہیم بن سعد کے پاس ابن اسحاق سے مغازی کے علاوہ خاص باب احکام میں سترہ ہزار کے قریب حدیثیں تھیں۔ ابراہیم بن سعد مدینہ طیبہ کے کثیر الحدیث محدثین میں سے تھے۔ (ایضاً ج۔۹ص۔۴۱)

(۱۱) امام بخاری فرماتے ہیں کہ امام شعبہ نے فرمایا کہ محمد بن اسحاق اپنی قوت حفظ میں سب مسلمانوں کے سردار ہیں۔ (ایضاً ج۔۹ص۔۴۲)

(۱۲) امام بخاری فرماتے ہیں کہ مجھ سے امام علی بن عبداللہ نے فرمایا کہ ابن اسحاق کی کتابیں میں نے دیکھیں تو صرف دو حدیثوں پر مجھے ناگواری ہوئی اور ممکن ہے کہ وہ دو حدیثیں بھی صحیح ہوں۔

(۱۳) امام ابی زرعہ دمشقی فرماتے ہیں کہ بے شک اکابر اہل علم نے ابن اسحاق کی شاگردی پر اجماع کیا۔ اور

www.waseemziyai.com

بے شک محدثین نے انھیں جانچا تو ان کے اندر صدق اور خیر نظر آیا۔ پھر ان کے استاد امام زہری نے ان کی مدح کی۔ (ایضاً ج۔۹ص۔۴۲)

(۱۴) یعقوب ابن شیبہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن نمیر کو کہتے سنا کہ ابن اسحاق جب پہچانے ہوئے استاذوں سے حدیث روایت کریں تو ان کی وہ حدیث حسن ہے۔ اور وہ صدوق یعنی بہت سچے ہیں۔

(ایضاً ج۔۹ص۔۴۲)

(۱۵) ابن اسحاق کی حدیث میں صدق روشن ہے۔ جن اساتذہ سے بہ کثرت حدیثیں خود سنی ہیں ان میں بعض حدیثیں ایک واسطہ سے روایت کرتے ہیں اور بعض دو واسطوں سے۔

(ایضاً ج۔۹ص۔۴۳)

(۱۶) امام علی نے فرمایا میں نے ابن اسحاق کی کوئی حدیث غیر معروف نہ پائی سوائے دو کے۔ ایک یہ کہ جب کسی کو جمعہ کے دن اونگھ آئے۔ دوسری جب تم میں کوئی اپنی شرم گاہ چھوئے۔

(ایضاً ج۔۹ص۔۴۳)

(۱۷) محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابن المدینی سے ابن اسحاق کا حال پوچھا فرمایا صالح ہیں۔ اوسط درجہ کے۔ (ایضاً ج۔۹ص۔۴۳)

(۱۸) ایوب ابن اسحاق نے کہا کہ امام علی، محمد بن اسحاق کے مداح تھے اور انھیں مقدم رکھتے تھے۔

(ایضاً ج۔۹ص۔۴۴)

(۱۹) یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابن معین سے پوچھا کہ کیا آپ کے دل میں ابن اسحاق کے سچے ہونے میں کوئی شبہہ ہے۔ فرمایا نہیں، وہ بہت سچے ہیں۔

(ایضاً ج۔۹ص۔۴۴)

(۲۰) امام ابوزرعہ دمشقی کہتے ہیں کہ میں نے امام یحییٰ بن معین کے سامنے فن حدیث کے اس اعلیٰ پایہ کا ذکر کیا جسے محدثین کی اصطلاح میں حجت کہتے ہیں۔ اور میں نے کہا کہ کیا محمد بن اسحاق اسی درجہ بلند پر تھے۔ اس پر امام ابن معین نے فرمایا کہ ابن اسحاق ثقہ تھے۔ حجت تو امام مالک اور عبید اللہ بن عمرو ہیں۔

(ایضاً ج۔۹ص۔۴۴)

(۲۱) امام سفیان ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شعبہ کو فرماتے سنا کہ محمد ابن اسحاق حدیث میں امیر المومنین ہیں۔ کسی نے پوچھا کیوں؟ فرمایا اپنے حفظ کے سبب اور فرمایا اگر حدیث میں کسی کو سردار بنایا جاتا تو محمد ابن اسحاق سب کے سردار ہوتے۔ (ایضاً ج۔۹ص۔۴۴)

(۲۲) امام ابن سعد نے کہا کہ محمد ابن اسحاق ثقہ تھے۔ امام ابن علی نے کہا کہ محمد ابن اسحاق کی حدیث کثیر

www.waseemziyai.com

ہے۔ اور بے شک مسلمانوں کے اماموں نے ان سے حدیثیں روایت کیں اور اپنی اس فضیلت میں تو وہ بالکل منفرد ہیں کہ انھوں نے امرا اور سلاطین کو بے کار اور فضول کتابوں سے پھیر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جہادوں اور نعت شریف اور ابتدائے آفرینش کے واقعات کے مطالعہ میں مشغول کر دیا۔

یہ وہ فضیلت ہے کہ وہی اس میں سابق رہے بعد کے علما نے ان کی پیروی کی۔ مگر ان کے مرتبے تک نہ پہونچے۔ اور اب تک میں نے ان کی روایت کردہ حدیثوں کی جو نہایت کثیر اور وافر ہیں۔ تفتیش کی تو ان میں ایک حدیث بھی ایسی نہ ملی جس میں ضعف کا یقین ہو سکے۔ ہاں کبھی اتفاقاً بعض باتوں میں خطا یا وہم واقع ہوا ہے جیسا کہ اوروں سے بھی ہوتا ہے اور اس طرح کی باتوں میں ہرگز کوئی برائی نہیں۔

(ایضاً ج۔۹ص۔۴۵۔۴۴)

(۲۳) امام ابن المدینی نے فرمایا کہ محمد بن اسحاق ثقہ ہیں۔ صرف اس بات سے ان کا مرتبہ گھٹ گیا کہ وہ اہل کتاب سے روایت کرتے ہیں مگر امام ذہبی نے کہا کہ بنی ابرائیل کے وقائع اہل کتاب سے روایت کرنے کو کس نے منع کیا۔ حالاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل سے روایت کرو، اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ (ایضاً ج۔۹ص۔۴۵)

(۲۴) امام اجل سیدی عبداللہ بن مبارک سے ابن اسحاق کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ بے شک ہم نے انھیں سچا پایا، بیشک ہم نے انھیں بہت سچا پایا، بے شک ہم نے انھیں بہت سچا پایا۔

(ایضاً ج۔۹ص۔۴۶)

(۲۵) امام ابن حبان نے کہا کہ تمام مدینے بھر میں کوئی ایسا نہ تھا جو علم میں ابن اسحاق کے قریب یا جمع احادیث میں ان کا ہم سر ہو۔ وہ نہایت خوبی سے احادیث روایت کرتے ہیں۔

(ایضاً ج۔۹ص۔۴۶)

(۲۶) امام یحییٰ بن یحییٰ کے سامنے ابن اسحاق کا تذکرہ ہوا تو فرمایا وہ ثقہ ہیں۔

(ایضاً ج۔۹ص۔۴۶)

(۲۷) امام ابویعلیٰ خلیلی نے کہا کہ محمد ابن اسحاق بڑے عالم ہیں۔ ان کی روایت اور ان کا علم وسیع ہے۔ وہ ثقہ ہیں۔ (ایضاً ج۔۹ص۔۴۶)

(۲۸) امام ابن البرقی نے کہا کہ میں نے علماے حدیث میں سے کسی کو نہ دیکھا کہ ابن اسحاق کے ثقہ اور ان کی روایت کردہ حدیث کے حسن ہونے میں اختلاف کرتے ہوں۔ ہاں نافع سے ان کی روایت کے بارے میں کچھ منقول ہے۔ (ایضاً ج۔۹ص۔۴۶)

(۲۹) امام ابوزرعہ نے فرمایا کہ ابن اسحاق بہت صادق ہیں۔

www.waseemziyai.com

(ایضاً ج۔۹ص۔۴۶)

(۳۰) حاکم نے کہا کہ امام محمد بن یحییٰ نے فرمایا کہ ابن اسحاق کی روایت کردہ حدیث حسن ہے۔ان کے بعد بعض حدیثیں درجہ افراد میں ہیں۔اورانھوں نے امام زہری سے روایت کی تو بہت اچھی روایت کی۔

(ایضاً ج۔۹ص۔۴۶)

فائدہ : واضح رہے کہ حدیث اذان جمعہ انھوں نے زہری ہی سے روایت کی ہے اب اس کے اچھے ہونے میں کیا شبہہ ہے۔

(۳۱) حاکم نے کہا کہ امام ابوشیخی سے منقول ہے کہ محمد بن اسحاق ہمارے نزدیک ثقہ ہیں۔

(ایضاً ج۔۹ص۔۴۶)

تبصرہ :

جلیل القدر اکابر فن حدیث کی ان فکر انگیز توثیقات وکلمات مدائح کے بعد بھی اگر کوئی محمد ابن اسحاق میں عیب تلاش کرتا ہے تو وہ خود شقاوت قلب کے مرض میں مبتلا ہے۔کیوں کہ اکابر کی یہ رائیں حقائق پر مبنی ہیں۔

(۳) کتاب الترغیب والترہیب

(۱) محمد ابن اسحاق مشاہیر ائمہ حدیث سے ہیں۔

(کتاب الترغیب والترہیب ص۷۳۰،دار ابن حزم، بیروت)

(۲) ابن اسحاق کی روایت کردہ حدیث حسن ہے۔

(ایضاً ص۷۳۰)

(۳) امام ابن حنبل نے فرمایا کہ ان کی روایت کردہ حدیث حسن ہے۔

(ایضاً ص۷۳۰)

(۴) امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ ابن اسحاق ثقہ ہیں۔

(ایضاً ص۷۳۰)

(۵) امام علی ابن المدینی نے کہا کہ ابن اسحاق کی حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔

(ایضاً ص۷۳۰)

(۶) امام شعبہ نے کہا کہ ابن اسحاق حدیثوں میں مسلمانوں کے بادشاہ ہیں۔

(ایضاً ص۷۳۰)

(۷) بے شک امام مسلم نے اپنی صحیح میں ابن اسحاق کی روایت کردہ بہت ساری حدیثوں سے استشہاد کیا ہے

www.waseemziyai.com

اورامام ترمذی نے حکم مذی میں سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث محمد ابن اسحاق سے روایت کر کے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (ایضاً ص ۳۰۷)

(۸) امام الائمہ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں ابن اسحاق کو حجت مانا ہے۔ (ایضاً ص ۳۰۷)

(۹) خلاصہ بحث یہ ہے کہ محمد ابن اسحاق کے بارے میں اختلاف ہوا لیکن قولِ فیصل یہ ہے کہ ان کی حدیث حسن ہے۔ (ایضاً ص ۳۰۷)

تبصرہ : ملاحظہ فرمایئے محمد ابن اسحاق کے بارے میں اکابر ائمہ حدیث کے یہ باوزن اور گراں قدر کلمات ! محمد ابن اسحاق کی ثقاہت وعدالت کے لیے کیا اتنی باوقار شہادتیں تھانوی صاحب کو کافی نہیں تھیں؟

(۴) جوہر النقی

(۱) محمد ابن اسحاق ثقہ ہیں۔

(۱) بے شک امام ترمذی نے ابن اسحاق سے روایت کر کے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۱) امام ابوداود نے بھی ابن اسحاق سے روایت کر کے اس پر سکوت فرمایا اور ان کی عادت یہ ہے کہ وہ اسی حدیث پر سکوت فرماتے ہیں جو ان کے نزدیک حسن ہوتی ہے۔

تبصرہ : جوہر النقی کی یہ شہادتیں بھی محمد ابن اسحاق کی روایت کردہ حدیثوں پر اعتماد کے لیے بہت کافی ہیں۔ لیکن سوائے توفیق ایزدی کے اس غبار کا علاج کسی کتاب میں نہیں ملے گا جو کسی کی طرف سے کسی کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔

بحث کا تیسرا مرحلہ

محمد ابن اسحاق کی مدح وتوثیق اور ان کی جلالت شان کے اعتراف میں اکابر ائمہ حدیث کے روشن اور گراں مایہ ارشادات میزان الاعتدال ،تہذیب التہذیب ، کتاب الترغیب والترہیب اور جوہر النقی کے حوالوں سے پچھلے اوقات میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ محمد ابن اسحاق کی عظمت سے آپ کے دل کا گوشہ گوشہ منور ہو گیا ہوگا۔ لیکن یہ معلوم کر کے آپ حیران رہ جائیں گے کہ بجائے اس کے کہ اکابر ائمہ حدیث کے ان ارشادات کی روشنی میں محمد ابن اسحاق کی جانب سے دیوبندی مصنف کے دل کی کدورت دور ہوتی اور وہ اپنے سوءِ اعتقاد سے تائب ہوتا الٹے انھیں اکابر ائمہ حدیث پر الزام رکھ دیا کہ یہ لوگ ان جروح کی تاویلات رکیکہ کرتے ہیں یعنی بالفاظِ دیگر امام احمد، امام ابن المدینی ، امام بخاری ، امام ابن حبان ، امام ترمذی ،

www.waseemziyai.com

امام ذہبی، امام عسقلانی، امام ابن ہمام حنفی وغیرہم جیسے اکابر ائمہ رکیک اور لچر پوچ بناوٹوں سے زبردستی ابن اسحاق کو سچا بتاتے ہیں۔

ان اکابر کے خلاف یہ الزامات جتنے سنگین ہیں وہ محتاج بیان نہیں ہیں۔

وجوہِ طعن کی بحث

ابن اسحاق کے خلاف وجوہ طعن کی بحث کا آغاز کرتے ہوئے حضور مفتی اعظم ارشاد فرماتے ہیں:

پہلا طعن : ابن اسحاق کے خلاف سب سے پہلا طعن کذب کا ہے۔ اب اس کی تفصیل سنیے۔ ان پر کذب کا طعن کرنے والے چند حضرات ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔

سلیمان تیمی، یحییٰ، وہیب، مالک اور ہشام۔ سلیمان تیمی کے طعن کا رد ائمہ حدیث نے دو وجہوں سے کیا ہے۔

پہلی وجہ تو یہ ہے کہ انھوں نے اپنے لگائے ہوئے الزام کی نہ کوئی دلیل دی ہے اور ان کے کذب کے بارے میں کوئی مثال پیش کی ہے۔

جیسا کہ تہذیب التہذیب میں ان کے طعن کا رد کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

واما سلیمان التیمی فلم یتبین لی لای شی تکلم فیه۔

یعنی یہ بات مجھ پر ظاہر نہیں ہوئی کہ سلیمان تیمی نے کس بنیاد پر یہ الزام عائد کیا ہے؟

ائمہ کی صراحت کے مطابق کسی کے خلاف اس طرح کے گول مول الزام کو طعن مبہم کہتے ہیں اور وہ تعدیل کے مقابلے میں رد کر دیے جانے کے قابل ہے۔ خصوصاً ایسے امام کبیر کے حق میں جن کی ثقاہت اور جلالت شان کی شہادت کثیر ائمہ حدیث نے دی ہو۔

امام جلال الدین سیوطی تدریب الراوی (ص ۲۰۲، مدینہ) میں

ولا یقبل الجرح الامبین السبب

(یعنی طعن قابل قبول نہیں جب تک اس کا سبب واضح طور پر بیان نہ کیا جائے)

کے تحت ارشاد فرماتے ہیں:

قال الصیر فی وکذا اذا قالوا فلان کذاب لابد له من بیانه لان الکذب یحتمل الغلط۔

امام صیرفی نے کہا ہے کہ اصحاب جرح اگر کسی کو کذاب کہیں تو اس کی وجہ بیان کرنی ضروری ہے کیوں کہ کذب نادانستہ غلطی کو بھی کہتے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ سلیمان التیمی جرح وتعدیل کے اہل ہی نہیں ہیں۔ جیسا کہ امام حافظ الشان تہذیب التہذیب کی نویں جلد کے صفحہ پر فرماتے ہیں ہیں۔

www.waseemziyai.com

سلیمان التیمی لیس من اھل الجرح والتعدیل۔
یعنی سلیمان تیمی جرح وتعدیل کے اہل نہیں ہیں۔

باقی حضرات کا تنقیدی جائزہ

سلیمان التیمی کے عائد کردہ الزام پر بحث ختم ہوئی۔اب یحیٰ، مالک، وہیب اور ہشام کی جرح کا جائزہ لیجیے:

گنتی میں یہ چار آدمی ہیں لیکن سب کی بات ہشام پر منتہی ہوتی ہے۔ہشام کے علاوہ تینوں حضرات نے اقرار کیا ہے کہ ہم کو خود اپنے طور پر ابن اسحاق کا کوئی کذب معلوم نہیں ہے بل کہ ہم نے فلاں کو کہتے سنا ہے۔

دعوے کی مضحکہ خیز دلیل

میزان الاعتدال کی جلد نمبر ۶ ،صفحہ ۳۴۵ پر ہے کہ سلیمان بن داود کہتے ہیں کہ یحیٰ بن قطان نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ ابن اسحاق کذاب ہیں۔میں نے ان سے سوال کیا کہ یہ بات آپ کو کیوں کر معلوم ہوئی انھوں نے کہا کہ مجھ سے وہیب نے کہا تھا۔پھر جب میں نے وہیب سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ مجھ سے مالک بن انس نے کہا تھا۔اور جب میں نے مالک سے دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ مجھ سے ہشام بن عروہ نے بیان کیا تھا۔پھر جب میں نے ہشام بن عروہ سے استفسار کیا تو انھوں نے ابن اسحاق کے کذب کے ثبوت میں کہا کہ وہ میری بیوی فاطمہ بنت المنذر سے حدیث روایت کرتا ہے حالاں کہ فاطمہ جب میرے گھر میں آئیں تو ان کی عمر نو برس کی تھی اور اس کے بعد تا دم مرگ انھیں کسی نے نہیں دیکھا۔اس سے ثابت ہوا کہ ابن اسحاق نے ان کی طرف اپنی روایت کی جو نسبت کی ہے وہ جھوٹ ہے۔

یہی ہے علم واستدلال کی وہ ساری پونجی جس پر تھانوی صاحب نے ابن اسحاق کے خلاف اتنا بڑا طوفان کھڑا کیا ہے۔اب ائمہ حدیث نے ہشام کے اس قول کے جو رد کیے ہیں۔اس کی حیرت انگیز تفصیل ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

پہلا رد : امام بخاری ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ قول ہشام سے ثابت ہی نہیں ہے۔
(جزء القراءۃ)

دوسرا رد : ہشام سے جو قول مروی ہوا کہ فاطمہ بنت المنذر جب میرے پاس بیاہ کر آئی تھیں تو وہ ان کی عمر نو برس کی تھی۔یہ صریحاً غلط ہے۔کیوں کہ وہ اپنے شوہر ہشام سے تیرہ سال بڑی ہیں۔اس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ جب وہ نو برس کی تھیں تو ہشام ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے بل کہ اس کے چار برس بعد پیدا ہوئے۔

چنان چہ میزان الاعتدال کی جلد ۲، صفحہ ۳۴۵ پر اور تہذیب التہذیب کی جلد ۹ صفحہ ۴۶ پر ہے۔

www.waseemziyai.com

قولہ وھی بنت تسع غلط لانھا اکبر من ھشام بثلث عشرۃ سنۃ۔

ہشام کا یہ کہنا کہ وہ نو برس کی تھیں غلط ہے کیونکہ وہ ہشام سے تیرہ سال بڑی تھیں۔

جیسا کہ خود ہشام نے بھی اس کو بیان کیا ہے۔ چنان چہ تہذیب التہذیب کی جلد ۹۔ صفحہ ۴۴۴ پر ہے۔

قال ھشام بن عروۃ کانت اکبر منی بثلث عشرۃ سنۃ۔

ہشام بن عروہ نے کہا کہ وہ مجھ سے تیرہ سال بڑی تھیں۔

تیسرا رد : فاطمہ پردہ نشین ضرور تھیں اور انھیں غیر شخص نے نہیں دیکھا مگر اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ کوئی نامحرم ان سے روایت بھی نہ کرے۔ حالاں کہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زائد کس کا پردہ ہوگا؟ پھر بھی سینکڑوں راویوں نے ان سے حدیثیں سنیں اور دوسروں سے روایت کی۔ چنان چہ ابن حبان کتاب الثقات میں ارشاد فرماتے ہیں:

اما قول ھشام فلیس مما یجرح بہ الانسان و ذلک ان التابعین سمعوا من عائشۃ من غیران ینظروا الیھا۔

(تہذیب التہذیب ج۔۹ ص۴۵، دار صادر، بیروت)

ہشام کا قول جرح نہیں ہے کیوں کہ تابعین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیثیں سنیں بغیر اس کے کہ انھیں دیکھا ہو۔

چوتھا رد : ہشام رجل کی نفی کرتے ہیں کہ کسی مرد نے انھیں نہ دیکھا جب کہ رجل مرد بالغ کو کہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ابن اسحاق نے اپنی نابالغی میں فاطمہ سے حدیثیں سنیں ہوں یہ جواب امام بخاری کے استاذ اجل حضرت امام ابن المدینی نے افادہ فرمایا۔ جیسا کہ تہذیب التہذیب میں ہے۔

قال علی الذی قال ھشام لیس بحجۃ لعلہ دخل علی امراتہ وھو غلام فسمع منھا۔

علی ابن المدینی نے فرمایا کہ ہشام کا قول حجت نہیں ہے کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ نابالغی میں ابن اسحاق ان کے پاس گئے ہوں اور ان سے حدیث سنی ہو۔

پانچواں رد : ہشام عمر بھر کی نفی کیوں کر کر سکتے ہیں جب کہ ہر وقت ان کا گھر میں رہنا متعذر ہے۔ یہ تسلیم کرنے میں کیا قباحت ہے کہ ابن اسحاق حاضر ہوئے ہوں اور ان سے اذن طلب کیا ہو اور فاطمہ نے پردہ کے اندر سے انھیں حدیث سنائی ہو؟ یہ جواب امام احمد، امام بخاری اور امام ابن حبان نے افادہ فرمایا۔ جیسا کہ تہذیب التہذیب (ج۹۔ص۴۱) میں ہے۔

لعلہ جاء فاستاذن علیھا فاذنت لہ ولم یعلم

ہوسکتا ہے ابن اسحاق نے آکر اجازت طلب کی اور فاطمہ نے اجازت دی اور ہشام کے علم میں یہ

www.waseemziyai.com

بات نہ آئی ہو۔

اور ابن حبان کی کتاب الثقات میں ہے۔

کذلك ابن اسحاق کان سمع من فاطمة والستر بینهما مسبل۔ (تهذیب التهذیب ج۔۹ ص ٤١)

ایسے ہی ابن اسحاق نے فاطمہ سے سنا ہو دونوں کے درمیان پردہ حائل ہو۔

چھٹا رد : مسلمانوں کی تاریخی اور تہذیبی روایات کے مطابق پردہ نشیں بیبیاں اس زمانے میں بھی نقاب کے ساتھ مساجد میں نماز کے لیے حاضر ہوتی تھیں۔ ہوسکتا ہے مسجد ہی میں انھیں موقعہ مل گیا ہو اور انھوں نے فاطمہ سے حدیث سنی ہو۔ اس کی خبر ہشام کو بھی ہو جائے کیا ضروری ہے۔ جیسا کہ امام ذہبی فرماتے ہیں۔

وما یزری هشام بن عروة فلعله سمع منها فی المسجد۔

(میزان الاعتدال ج۔۳ ص ۴۴۵، بیروت)

ہوسکتا ہے کہ انھوں نے مسجد میں حدیث سنی ہو اس کی ہشام کو کیا خبر

ساتواں رد : بہت ممکن ہے کہ فاطمہ سے ابن اسحاق نے بذریعہ کتابت روایت کی ہو۔ کہ اہل مدینہ بذریعہ کتابت روایت کو جائز جانتے ہیں جیسا کہ امام بخاری جزء القراءۃ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

ولو صح عن هشام جائز ان تکتب الیه فان اهل المدینة یرون الکتاب جائزاً و جائز ان یکون سمع منها و بینهما حجاب۔

(تہذیب التہذیب جلد۹ ص: ۴۲)

اولاً تو ہشام سے یہ اعتراض ثابت ہی نہیں اگر بالفرض ثابت بھی ہو تو جائز ہے کہ فاطمہ نے حدیث ابن اسحاق کو لکھ کر بھیجی ہو کہ اہل مدینہ روایت کو بذریعہ کتابت جائز جانتے ہیں اور یہ بھی کہ ابن اسحاق نے پردے کی آڑ سے حدیث لی ہو۔

آٹھواں رد : یہ ساری باتیں نظر انداز بھی کردی جائیں تو ہشام کے قول کو غلط ہونے کے لیے یہ بہت کافی ہے کہ ابن اسحاق کے علاوہ محمد بن سوقہ کوفی نے بھی فاطمہ سے حدیث روایت کی ہے۔ اور خوشی کی بات یہ ہے کہ اس کے باوجود ابن سوقہ کوفی ثقہ سمجھے جاتے ہیں اور صحاح ستہ کے رجال میں سے ایک جانے پہچانے راوی ہیں۔ آخر انھوں نے فاطمہ سے کیسے حدیث سنی؟ اس کے باوجود اگر ان کے خلاف کذب کا الزام نہیں ہے تو اس بنیاد پر ابن اسحاق کو کذب کے ساتھ متہم کیوں کیا جائے بل کہ تہذیب التہذیب اور میزان الاعتدال کی صراحت کے مطابق محمد بن اسماعیل بن یسار نے بھی فاطمہ سے حدیث روایت کی ہے۔ میزان اور

www.waseemziyai.com

تہذیب کے الفاظ یہ ہیں:

قد روی عنها ایضا غیر محمد بن اسحاق من الغرباء محمد بن سوقه۔

(میزان ص ۳۴۵۔تہذیب ۹/۴۶)

فاطمہ سے محمد ابن اسحاق کے علاوہ اور بھی لوگوں نے حدیث روایت کی ہے جیسے محمد بن سوقہ وغیرہ

نواں رد : ہشام تو دیکھنے کے منکر ہیں کہ فاطمہ کو کسی غیر نے نہیں دیکھا اور ابن اسحاق کے مدعی نہیں ہیں۔صرف ان سے روایت کرتے ہیں۔حالاں کہ روایت اور رویت میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔پھر اعتراض کا ہے کا۔جیسا کہ امام ذہبی فرماتے ہیں۔

فما قال انه رآها فبمثل هذا یعتمد علی تکذیب رجل من اهل العلم هذا مردود ۔

(میزان الاعتدال، ج۔۳ص ۴۵۵)

ابن اسحاق کب کہتے ہیں کہ میں نے فاطمہ کو دیکھا کیا ایسی بے علاقہ بات سے ایک عالم کی تکذیب پر اعتماد ہوگا۔ہرگز نہیں بل کہیہ رد کر دیا جائے گا۔

دسواں رد : سب سے قطع نظر کر لیجیے پھر بھی ابن اسحاق کی ثقاہت وراست گوئی کا یہ پہاڑ اپنی جگہ سے کیسے ہٹے گا کہ کذب کے طعن کو ائمہ نے قبول ہی نہیں کیا۔پھر ایسی بات جو ائمہ ناقدین کے حضور میں پیش ہو کر رد ہو چکی ہو اسے دستاویز بنانا کیوں کر جائز ہوگا؟ اس طرح کے چلتے پھرتے مطاعن سنے جائیں تو سلف وخلف میں شائد کوئی امام بچے۔سب سے ہاتھ دھونے پڑیں۔

یہ جواب امام بخاری نے ارشاد فرمایا۔جیسا کہ وہ اپنی کتاب جزء القراءۃ میں تحریر فرماتے ہیں:

ولم ینج کثیر من الناس من کلام بعض الناس فیهم نحو ما یذکر عن ابراهیم من کلامه فی الشعبة و کلام الشعبه فی عکرمة ولم یلتفت اهل العلم فی هذا النحو الا ببیان وحجة ولم تسقط عدالتهم الا ببرهان وحجة ۔ (تہذیب التہذیب جلد ۹ص ۴۱)

ائمہ حدیث میں اکثر ایسے حضرات ملیں گے جن پر کسی نہ کسی نے طعن کیا ہے۔جیسے امام اجل ابراہیم نخعی سے امام اجل شعبہ کے بارے میں کلام منقول ہے اور امام شعبہ سے عکرمہ کے بارے میں لیکن علما ایسی باتوں کی طرف التفات نہیں فرماتے جب تک وہ دلیل وحجت سے ثابت نہ ہو جائے ایسی بے دلیل وحجت، طعن سے کسی کی عدالت ساقط نہیں ہوتی۔

حضرت ابن اسحاق کے دفاع میں دلائل وبراہین کا انبار لگانے کے بعد حضور مفتی اعظم ارشاد فرماتے ہیں:

مسلمانو! یہ ہیں وہ قاہر رد جنھیں دیوبندی مصنف نے رکیک تاویلات سے تعبیر کیا ہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔آدمیاں گم شدند

www.waseemziyai.com

ابن اسحاق کے خلاف دوسرا طعن

ابن اسحاق کے خلاف دوسرا طعن دجل کا ہے جسے امام مالک کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

ائمہ کرام نے اس کے چھ ردار شاد فرمائے ہیں۔

پہلا رد : امام بخاری فرماتے ہیں کہ امام مالک سے اس کا ثبوت متحقق نہیں ہے بل کہ ثابت نہ ہونا ہی قرین قیاس ہے۔ کیوں کہ اس کے بطلان پر قرینہ موجود ہے جیسا کہ تہذیب التہذیب کے حوالے سے امام بخاری کے ارشادات پچھلے اوراق میں نقل کیے جا چکے ہیں۔ ثبوت کے لیے اقتباس نمبر اور ملاحظہ فرمائیں۔

دوسرا رد : امام مالک نے اپنے اس الزام سے رجوع فرمالیا ہے جیسا کہ فتح القدیر جلد اول کے صفحہ پر امام ابن ہمام نے ارشاد فرمایا ہے۔

ذکرہ ابن حبان فی الثقات وان مالکا رجع عن الکلام فی ابن اسحق و اصطلح معہ و بعث الیہ ھدیۃ ذکرھا ابن حبان۔

ابن حبان نے ابن اسحاق کو ذکر کیا ہے اور یہ کہ امام مالک نے ابن اسحاق کے خلاف اپنے طعن سے رجوع کرلیا ان سے صلح فرمائی اور انھیں ہدیہ بھیجا جس کی تفصیل بھی ابن حبان نے بیان کی ہے۔

ابن حبان نے کتاب الثقات میں اس واقعہ کی مزید تفصیل لکھی ہے کہ امام مالک نے ایک بار ابن اسحاق پر طعن کیا تھا پھر ابن اسحاق کی طرف اچھے برتاو کے ساتھ رجوع فرمایا۔ مالک کا طعن ان پر حدیث کے سلسلے میں نہ تھا۔ بل کہ انھیں یہ بات ناپسند تھی کہ غزوہ خیبر کے واقعات وہ یہود کی نومسلم اولاد سے روایت کرتے تھے۔ حالاں کہ ابن اسحاق کا یہ پوچھنا بھی اس طور پر نہ تھا کہ وہ ان لڑکوں کا بیان حجت سمجھتے تھے۔

(تہذیب التہذیب جلد، ۹ص ۴۵)

تیسرا رد : بالفرض امام مالک کا رجوع نہ بھی ثابت ہو جب بھی ائمہ حدیث کے یہاں اس طرح کی مثالیں موجود ہیں کہ امام ناقد کسی خاص وجہ سے کسی خاص امر میں کسی پر طعن کرتا ہے لیکن وہ طعن اتنی ہی بات پر مقتصر رہتا ہے باقی امور میں وہ بھی اسے مقبول رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ اس سے حدیثیں بھی اخذ کرتا ہے۔ یہ جواب امام بخاری نے ارشاد فرمایا۔ جیسا کہ جزء القراءۃ میں فرماتے ہیں:

لوصح عن مالك تناوله من ابن اسحق فلربما تكلم الانسان فيه فى صاحبه بشى ولا يتهمه فى الامور كلها۔ (تہذیب التہذیب جلد ۹، ص ۴۱)

اول تو امام مالک سے ابن اسحاق پر طعن ثابت نہیں اور اگر بالفرض صحیح بھی ہو تو ایسا بارہا ہوتا ہے کہ آدمی اپنے کسی رفیق پر ایک خاص بات میں طعن کرتا ہے اور سب باتوں میں اسے متہم نہیں سمجھتا۔

چوتھا رد : امام مالک کو ابن اسحاق سے کوئی واقفیت نہ تھی۔ کیوں کہ ابن اسحاق مدینہ طیبہ میں

www.waseemziyai.com

زیادہ دنوں قیام پذیر نہ رہے۔ابتداہی میں کوفہ رہے اور پھر بغداد کی طرف کوچ کیا۔اور بغداد شریف ہی میں قیام پذیر ہوئے یہاں تک کہ وہیں وفات پائی۔ انھوں نے مدینہ طیبہ میں کونسی حدیث روایت کی کہ امام انھیں جانچتے؟ یہ رد امام بخاری کے استاد امام علی بن عبداللہ نے ارشاد فرمایا۔(تہذیب التہذیب، میزان)

پانچواں رد : امام مالک کا اعتراض ابن اسحاق پر روایت حدیث کے رخ سے نہیں ہے بل کہ مذہب قدر کے ساتھ تہمت کے سبب سے ہے جیسا کہ عسقلانی جلد صفحہ پر ہے۔

قال ابو ذرعة الدمشقی ذاکرت رحیما قول مالك فیه فرای ان ذلك لیس للحدیث انما هو لانه اهمه بالقدر۔

ابو ذرعہ دمشقی فرماتے ہیں کہ ابن اسحاق پر امام مالک کے طعن کی بابت رحیم سے میرا مذاکرہ ہوا انھوں نے خیال ظاہر کیا کہ امام مالک کا طعن روایت حدیث کی جہت سے نہیں بل کہ مذہب قدر کے ساتھ تہمت کی وجہ سے ہے۔

اور پچھلے اوراق میں میزان الاعتدال کے حوالہ سے گزر چکا کہ مذہب قدر کی طرف ان کی نسبت محض لوگوں کا خیال ہی خیال ہے ورنہ وہ سب سے زیادہ مذہب قدر سے دور تھے۔

چھٹا رد : امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں ارشاد فرمایا ہے کہ ابن اسحاق پر امام مالک کا طعن اول تو ثابت نہیں ہے اور اگر صحیح بھی فرض کرلیں تو علما نے اسے قبول ہی نہیں کیا بل کہ مسترد کردیا اور کیوں کر اسے مسترد نہ کرتے جب کہ امام شعبہ نے ابن اسحاق کو فن حدیث میں مسلمانوں کا بادشاہ لکھا ہے اور امام اجل سفیان ثوری، ابن ادریس، حماد بن زید، یزید بن زریع، ابن عتبہ، عبدالوارث اور امام اجل عبداللہ بن مبارک اور عامہ علمائے محدثین نے ان کو مقبول رکھا۔

(فتح القدیر ج۔اص،۲۳۱ فصل فی استحباب التجمیل مرکز اہل سنت، پوربندر)

یہاں تک ابن اسحاق پر امام مالک کے طعن اور اس کے جواب کی بحث تھی اس مدلل بحث سے یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ ابن اسحاق کا دامن دجل کے طعن سے پاک ہے۔

ابن اسحاق پر تیسرا طعن

ابن اسحاق پر تیسرا طعن تشیع کا ہے۔تھانوی صاحب نے امام ابن حجر کے حوالہ سے ان پر تشیع کا الزام عائد کرتے ہوئے بدترین قسم کی فریب کاری سے کام لیا ہے۔ ہندوستان کے محاورہ میں شیعی رافضی کو کہتے ہیں ۔لیکن ائمہ جرح وتعدیل کے یہاں شیعی وہ ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل مانتا ہے ۔ اس اصطلاح کو دیدہ و دانستہ نظر انداز کرکے انھوں نے سادہ لوح عوام کو اس فریب میں مبتلا کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ ابن اسحاق کو رافضی سمجھیں۔ معاذ اللہ رب العلمین۔

www.waseemziyai.com

حضرت علی کو حضرت عثمان سے افضل سمجھنا، اگر چہ جمہور اہل سنت کے مذہب کے خلاف ہے لیکن اہل سنت کی ایک جماعت، خصوصاً ائمہ کوفہ جیسے امام سفیان ثوری اور امام مسلمین حضرت اعمش وغیرہما اسی کے قائل ہیں۔ ایسے تشیع کو بدعت اور بدمذہبی بھی نہیں کہہ سکتے۔ شرح مقاصد (ج۔۵ ص ۲۹۱) میں ہے۔

قال اهل السنة الا فضل ابوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي قد مال البعض منهم الى تفضيل علي على عثمان رضي الله تعالى عنهما والبعض الى التوقف فيما بينهما۔

علمائے فی اہل کینسب سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر ہیں پھر عثمان ہیں پھر علی ہیں۔ پھر ان میں سے کچھ لوگوں کا مذہب ہے کہ حضرت علی حضرت عثمان سے افضل ہیں اور بعض لوگوں نے توقف سے کام لیا ہے۔

اور امام ابن حجر اپنی گراں قدر تصنیف ہدی الساری (ص ۵۴۱) میں محدثین کے اصطلاحات کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

التشيع محبة علي و تقديمه على الصحابه فمن قدمه على ابى بكر و عمر فهو غال تشيعه و يطلق عليه رافضى والافشيعى فان انضاف الى ذلك السب او التصريح بالبغض فغال فى الرفض۔

حضرت علی سے محبت کرنا اور انھیں صحابہ پر فضیلت دینا شیعیت ہے لیکن جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے انھیں افضل سمجھتا ہے وہ رافضی ہے۔ پھر اسی کے ساتھ اگر وہ تبرا بھی کرتا ہے تو وہ غالی رافضی ہے۔

ائمہ جرح وتعدیل کی اصطلاح میں چوں کہ محبّ علی کو شیعی کہا جاتا ہے اسی بنیاد پر حضرت امام اعمش جو امام اعظم کے استاد ہیں ان کے بارے میں تہذیب التہذیب میں ہے کہ کان فیہ تشیع ان میں شیعیت تھی یعنی وہ محبّ علی تھے۔ اتنی تفصیل کے بعد یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ ائمہ حدیث کی اصطلاح میں رافضی اور شیعی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ حضرت ابن اسحاق پر امام ابن حجر نے تشیع کا طعن کیا ہے۔ رفض کا طعن نہیں کیا ہے صرف اس طعن سے اگر ابن اسحاق کی ثقاہت مجروح ہوتی ہے تو خود بخاری شریف اور مسلم شریف کے رجال کے سینکڑوں راوی ہیں جنھیں شیعی کہا گیا ہے لیکن اس کے باوجود کسی نے بھی ان کی حدیث قبول کرنے سے انکار نہیں کیا ہے۔

الحمدللہ کہ شیعیت بمعنی رفض کے الزام سے بھی حضر ابن اسحاق کا دامن پاک اور بے داغ ثابت ہوگیا۔

ابن اسحاقؒ پر چوتھا طعن

حضرت ابن اسحاق پر چوتھا طعن تدلیس کا ہے۔ تھانوی صاحب نے ان کے خلاف یہ الزام عائد کرتے ہوئے امام ابن حجر کی کتاب طبقات المدلسین کا حوالہ دیا ہے۔ ذرا بھی انھیں فن حدیث سے واقفیت ہوتی تو وہ اس کتاب کا ہرگز حوالہ نہ دیتے۔ کیوں کہ امام ابن حجر نے مدلسین کو پانچ طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔ اول جارحہ ہیں جن میں وصف تدلیس ہی نہیں کوئی اور وجہ ضعف نہیں ہے۔ ان میں امام بخاری، امام مسلم اور ان سے

www.waseemziyai.com

اعلیٰ درجہ کے ائمہ داخل ہیں۔ پانچواں طبقہ وہ ہے جن میں تدلیس کے سوا کوئی دوسری وجہ ضعف بھی ہے۔ امام ابن حجر نے ابن اسحاق کو چوتھے درجہ میں رکھا کہ بر بنائے اصول شافعیہ جن کی حدیث بے تصریح سماع حجت نہیں جب کہ ہم حنفیہ، مالکیہ اور حنبلہ کے نزدیک مطلق حجت ومقبول ہے۔ صرف تدلیس کی وجہ سے اگر ابن اسحاق کی حدیث نا قابل حجت ہے تو تھانوی صاحب کو امام بخاری اور امام مسلم کی حدیثوں کا بھی انکار کر دینا چاہیے۔ کیوں کہ امام ابن حجر نے انھیں بھی مدلسین میں شمار کیا ہے۔ بہر حال امام ابن حجر کی تحریر سے اتنی بات بالکل صاف ہوگئی کہ ابن اسحاق میں اور کوئی ضعف نہیں ہے اب وہ لوگ جو ان پر کذب یا دجل کا الزام رکھتے تھے۔ اپنے ہی منہ پر تھپڑ ماریں۔

اتمام حجت

اتنی تشفی بخش اور مدلل بحث کے بعد بھی اگر تھانوی صاحب ابن اسحاق کے عنعنہ کو قابل استناد نہیں سمجھتے تو اب میں اتمام حجت کے طور پر مسند امام احمد کے حوالہ سے ابن اسحاق کی وہ حدیث پیش کر رہا ہوں جس میں حدثنی کے ذریعہ امام زہری سے سماع کی صراحت ہے۔ سلسلہ سند ملاحظہ فرمائیے۔

حدثنا یعقوب حدثنا ابی عن ابن اسحاق قال حدثنی محمد بن مسلم عبیداللہ الزھری عن السائب بن یزید۔

ثانیاً تہذیب کی روایت کے مطابق محمد ابن اسحاق امام زہری سے کثیر المصاحبۃ کثیر السماع اور کثیر الروایۃ ہیں۔ چنان چہ امام زہری نے اپنے دربان کو حکم دیا تھا کہ ابن اسحاق جس وقت بھی آئیں انھیں نہ روکا جائے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں کہ ایسے شیخ سے کسی بھی حدیث کی روایت سماع پر محمول ہے اگر چہ بہ لفظ عن ہو۔

☆☆☆

فن حدیث میں حضور مفتی اعظم کے رسوخ وتبحر کو سمجھنے کے لیے وقایۃ اہل السنۃ کے اتنے اقتباسات ہی بہت کافی ہیں۔ ورنہ اس دریائے ناپیدا کنار کے تلاطم کا تو یہ حال ہے کہ بحث کے جس نکتے پر قلم اٹھتا ہے مختلف سمتوں میں اتنی دور تک پھیل جاتا ہے کہ اس کا سمیٹنا مشکل ہے۔ ابن اسحاق کی حدیث پر حضور مفتی اعظم نے فن حدیث کے ایسے ایسے علمی ذخائر ونوادر کا انبار لگا دیا ہے کہ عقل حیران ہے کہ ہم کس کس رخ سے اس جلوے کا تماشا دیکھیں اور اس چمکتے ہوئے نگار خانے میں کس کس گوہر تاب دار کی نشان دہی کریں۔

حضور مفتی اعظم کو اب تک اپنے وقت کے ایک فقیہ اعظم اور مجتہدانہ بصیرت رکھنے والے ایک فقید المثال اور وحید العصر کشور افتا کی حیثیت سے جانتے تھے لیکن وقایۃ اہل السنۃ کے مطالعہ کے بعد ہر انصاف پسند کو یہ اعتراف کرنا پڑے گا کہ وہ صرف مفتی اعظم نہیں تھے بل کہ اپنے دور میں فن حدیث کے امام اعظم بھی تھے۔

☆☆☆☆☆

www.waseemziyai.com

مسئلہ اذان ثانی میں دیوبندی جہالتوں کا رد

وقاية اهل السنة عن مكر ديوبند والفتنة

۱۳۳۲ھ

جس میں اپنے بھائیوں اہل سنت سے خطاب اور کان پوری دیوبندی تحریر کی اصل بنیادوں کی بیخ کنی اور اس امر کا روشن اظہار ہے کہ وہ عیار تحریر اہل سنت کے صحاح ستہ وائمہ اربعہ ومذہب حنفی سب کو باطل وبے اعتبار کردینے کی خواست گار ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الواحد القهار ، والصلاة والسلام على الحبيب المختار ، قاهر كل ضليل كفار ، وعلى اله الأطهار ، وصحبه الأخيار ، وأهل سنته ياعزيز ياغفار ، آمين.

اس وقت مسئلہ اذان جمعہ میں ایک دیوبندی تحریر ہمارے پیش نظر ہے جسے کان پوری تحریر ظاہر کیا جاتا ہے، اگرچہ وہ کسی ذی علم عاقل کے نزدیک اصلاً قابل التفات نہیں، نہ اس میں کوئی بات عالمانہ طرز پر ہے، مگر عوام کو دھوکے دینے کے لیے چار ورق سیاہ کیے ہیں۔ علمی راہ سے وہ تحریر ویسے بھی ہرگز لائق توجہ نہ تھی کہ اذان کا مسئلہ ہمارے دین کا ایک فرعی مسئلہ ہے، دیوبندی کہ دین ہی سے خارج ہیں ان سے اور مسائل سے کیا نسبت۔

بھلا خیال تو کیجیے! اگر لکھنؤ کے کوئی مجتہد صاحب اس میں موافق یا مخالف کسی قسم کی کچھ تحریر کریں تو کیا کوئی سنی عاقل اسے دستاویز بنائے گا، ان سے یہی گزارش ہوگی کہ یہ ہم اہل سنت کا فقہی مسئلہ ہے آپ اپنی مہربانی دور رکھیں۔

افسوس! کہ وہ مجتہد تو یوں الگ کردیا گیا کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں گستاخ ہے، اور دیوبندی کہ خود حضور پرنور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخ ہیں، ان کی تحریر فتوی سمجھی جائے، اور دستاویز بنائی جائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اسی لیے ہمارے یہاں کے فتوے میں پہلے ہی لکھ دیا تھا کہ ''حضرات علمائے اہل سنت سے

www.waseemziyai.com

معروض" مگر افسوس ہمارے عوام بھائیوں کی حالت پر کہ اب تک انہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دوست دشمن میں تمیز نہ ہوئی۔ الٰہی ہمارے بھائیوں کے دل میں اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی عظمت ڈال کہ ان کے بدگویوں سے دور بھاگیں، انھیں اپنے دین کا دشمن جانیں، نہ کہ معاذ اللہ الٹا عالم دین مانیں اور مانتے رہیں۔

اس رد کو دو حصوں پر منقسم کرتا ہوں: پہلا حصہ اپنے سنی بھائیوں سے گزارش کہ انشاء اللہ تعالیٰ انہیں یہی کافی ووافی ہوگا۔ دوسرا حصہ دیوبندیوں پر قہر کی بارش کہ انشاء اللہ تعالیٰ وہ ان کی اوندھی مت پر قہر الٰہی ہوگا۔ وباللہ التوفیق۔

حصہ اول

سنی مسلمان بھائیوں سے گزارش

پیارے بھائیو! اللہ تعالیٰ تمھیں ہر گم راہ بد دین کی طرف رغبت سے بچائے، اور کیسا ہی خفیف وسہل معاملہ ہو، مگر اس کی بات سننے سے محفوظ رکھے۔

پیارے بھائیو! یہ خیال دل میں نہ لائیو کہ اذان جمعہ کا مسئلہ تو ایک فرعی مسئلہ ہے، اس میں ہم اگر مثلاً کسی وہابی یا نجدی یا دیوبندی سے مدد لیں گے تو ہمارے دین کا کیا نقصان ہوگا۔ ہیں ہیں، دیکھو تمہارے پیارے محبوب اکرم حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم [کہ واللہ تم پر تمہارے ماں باپ اور تمہاری جان سے بھی زیادہ مہربان ہیں] کس طرح صاف ارشاد فرماتے ہیں:

((فإياكم وإياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم))(۱)

ان سے دور بھاگو اور انھیں اپنے سے دور کرو، کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کر دیں، کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

گمراہ کرنے والا تو ایسے موقع کی تاک میں رہتا ہے کہ کسی سہل بحث میں جسے اس کی بدمذہبی سے علاقہ نہ ہو تمھیں اپنی طرف راغب کر لے، تمھیں اپنے کسی عالم سے کشیدہ کر دے، کہ آئندہ ڈور ڈالنے کا موقع ملے۔

پیارے بھائیو! نہیں دیکھتے کہ اپنوں سے نفرت اور غیروں سے رغبت کسی وجہ سے ہو تمھارے حق

---

(۱) [صحيح مسلم: باب في الضعفاء والكذابين، ۱۰/۱۲]

میں کتنی مضر اور اس کا انجام کتنا خطرناک، اور وہ کس درجہ تمہارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس پیارے ارشاد کے خلاف ہے کہ ان سے دور بھاگو اور انہیں اپنے سے دور کرو۔

پیارے بھائیو! مسئلہ اذان جمعہ میں کان پوری چوورقی دیوبندی عقیدے والوں کی تحریر ہے۔ دیوبندی عقیدے والوں کی نسبت علمائے کرام حرمین شریفین کا فتویٰ ''حسام الحرمین'' کتنے برسوں سے شائع ہے کہ وہ اسلام سے قطعاً خارج ہیں۔ اور خارج بھی ایسے کہ "من شك فی كفره وعذابه فقد كفر"(۱)

جو ان کے کفر میں شک کرے خود کافر ہے۔

پھر بھائیو! ایسوں کی مدد کی معاذ اللہ تمھیں کیا حاجت ہے۔ کیا تمہارے علمائے اہل سنت تمھیں بس نہیں؟۔ کہ ایک فرعی دینی مسئلہ ہے، سنی بھائی آپس میں سمجھ سمجھالیں گے، ہمارے رام پوری بھائیوں سے ہمارا مکالمہ جاری ہے، بیچ میں غیر مذہب والوں کو دخل کا کیا منہ۔

پیارے بھائیو! اذان باہر دینی حق ٹھہرے۔ یا اندر؟۔ کچھ بھی سہی، کیا اس سے ہم دونوں بھائیوں میں کسی کی سنیت میں معاذ اللہ کچھ فرق آسکتا ہے؟۔ یا دیوبندیوں کے ماتھے سے ان گالیوں کا داغ مٹ سکتا ہے جو انھوں نے منہ بھر کر اللہ واحد قہار اور اس کے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دی ہیں؟۔

تو پیارے بھائیو!

اولاً: تمھیں یہی دیکھ لینا تھا، خدا نہ کرے کہ تم میں کسی کو اپنی ضد کے آگے دوست دشمن کی تمیز نہ رہے، اذان مسجد کے اندر ہونے کو کوئی تحریر مل جائے اگرچہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدگویوں کے اذناب کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بھائیو! خدارا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت کا لحاظ کیے ہوئے۔

ع: اپنا بے گانہ ذرا پہچان کر

تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾(۲)

---

(۱) [حسام الحرمین:]

(۲) [سورۃ ھود: ۱۱: ۱۱۳]

www.waseemziyai.com

ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمہیں جہنم کی آگ چھوئے گی۔

کان پور کے علمائے اہل سنت یہ حضرات ہیں:

جناب مستطاب حامی السنہ ماحی الفتنہ مولانا مولوی عبید اللہ صاحب الہ آبادی

جناب مولانا مولوی محمد سلیمان صاحب مدرس اول مدرسہ دار العلوم

جناب مولانا مولوی محمد عبد الرزاق صاحب مدرس مدرسہ بانس منڈی

جناب مولانا مولوی فقیر محمد صاحب مدرس مدرسہ احسن المدارس

جناب مولانا مولوی مشتاق احمد صاحب

خلف ارشد حضرت مولانا مولوی احمد حسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

جناب مولانا مولوی حافظ شاہ حبیب الرحمٰن صاحب

خلف ارشد سجادہ نشین والاحضرت مولانا مولوی محمد عادل صاحب قدس سرہ الشریف وسلمھم اللہ تعالی جمیعًا.

ان حضرات سے بھی کسی کے دستخط لیے گئے؟۔

فتوے کے کاتب ہوئے تو دیوبندی۔ دستخط ہوئے تو دیوبندیوں کے۔ اسی قدر سے سمجھ لیا ہوتا کہ یہ محض بغض مذہبی اور کھسیانی بلی کا کھمبا نوچنا ہے۔

ثانیاً: اس تحریر کی ردی حالت اگر عام بھائی خود نہ سمجھ سکے تو اتنا تو دیکھ لیتے کہ فتوائے بریلی میں صاف تصریح تھی کہ جو صاحب خلاف کریں ان پندرہ سوالوں کے جواب دیں۔ ان سوالوں کے جواب کا بھی کہیں نام لیا۔ آخر کچھ تو ہے کہ ان سے بچ کر نکلے۔

ثالثاً: بھائیو! ایک ذرا سی بات یہ سمجھ لینے کی ہے کہ فتوی مبارکہ بریلی میں صاف صریح حدیث اور مستند کتب فقہ حنفی کے حوالے مع نشان صفحہ وترجمہ درج تھے کہ زمانہ اقدس میں یہ اذان دروازہ مسجد اطہر پر ہوتی تھی۔ مسجد کے اندر اذان دینی منع ہے۔ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے۔ خدا انصاف دے تو اس کا جواب تو یہ تھا کہ حدیث کے مقابل ویسی ہی معتمد حدیث دکھاتے کہ زمانہ اقدس میں یہ اذان مسجد کے اندر منبر سے ملی ہوئی ہوتی تھی۔ کتابوں کے مقابل ویسی ہی مستند کتب فقہ حنفی سے بحوالہ صفحہ پیش کرتے کہ مسجد کے اندر اذان کہنا سنت ہے۔ یا اسی قدر کہ کچھ مکروہ نہیں۔ یا صرف اتنا ہی ہوتا کہ جہاں تمام کتب معتمدہ میں مسجد کے اندر اذان دینے کو ممنوع ومکروہ بتایا ہے ان میں اذان خطبہ کا استثنا فرما دیا ہوتا۔ یا جانے دو، سب مطلق حکم لکھتے، دو چار تو استثنا کر دیتے کہ مگر اذان خطبہ اس حکم میں داخل نہیں۔ شراح ومحشین تو ایسی

www.waseemziyai.com

قیود واضح کرنے کے عادی ہیں، بلکہ ان کا کام ہی یہ ہے۔ اگر اذان خطبہ کا یہ حکم نہ ہوتا تو کوئی تو لکھتا کہ وہ اس حکم سے خارج ہے۔

رابعاً: خارج لکھنا درکنار محقق مذہب حنفی امام ابن الہمام نے تو ''شرح ہدایہ'' میں عموم کو خوب جمادیا۔ خطبہ میں طہارت سنت ہونے کو جو اذان پر قیاس کیا گیا تھا کہ وہ بھی اذان کی طرح مسجد میں ذکر الٰہی ہے تو اس میں اذان کی مانند طہارت ہونی چاہیے، یہاں تو خاص جمعہ وخطبہ کا ذکر تھا، اگر اذان خطبہ مسجد کے اندر ہوتی تو یہاں "فی المسجد" کے لفظ میں کیا حرج تھا، ضرور اس کو قائم رکھتے۔ مگر انہوں نے فوراً اس کی مراد بتادی کہ مسجد میں ہونے کا مطلب حدود مسجد میں ہونا ہے۔ نہ کہ خاص مسجد میں، اس لیے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے۔ انتہی

انصاف ہو تو کتنی روشن تصریح ہے کہ اذان خطبہ بھی مسجد کے اندر ممنوع ہے، ورنہ خطبہ کا اس پر قیاس کرنے کو یہ کہنا بہت صحیح تھا کہ وہ بھی مسجد میں ذکر الٰہی ہے۔ غرض نہ حدیث کے مقابل حدیث دکھاسکیں۔ نہ عبارات کثیرہ کے مقابل ایک عبارت لاسکیں۔ اور یہ سمجھ لیں کہ جواب ہوگیا۔

للہ انصاف! جن جن صاحب کو اس قابل سمجھو کہ بات انسانیت سے سنیں اور انسانیت سے جواب دیں گے، ان سے پوچھ تو دیکھو کہ صاحبو! بالفرض اگر معاملہ بالعکس ہوتا، یعنی آپ تو صریح حدیث دکھاتے کہ یہ اذان زمانۂ اقدس میں داخل مسجد ہوتی تھی، اور فقہ حنفی کی معتمد کتابوں کی تصریحیں پیش کرتے کہ مسجد کے اندر اذان کہنا سنت ہے، اور ادھر سے اس کے جواب میں نہ کوئی حدیث دکھائی جاتی، نہ کسی کتاب فقہ کی تصریح۔ بلکہ بالائی آئیں بائیں شائیں لکھ کر دعویٰ کیا جاتا کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے۔ تو ایمان سے کہنا اس وقت آپ حضرات کتنا اچھلتے کودتے کہ: ہیں ہم تو حدیث صریح اور اتنی کتب فقہ کی صاف تصریح دکھاتے ہیں، اور تم نہ حدیث کے جواب میں حدیث لاسکے، نہ کتب کثیرہ کے جواب میں ایک کتاب، پھر کیوں کر تمھارے جواب کو جواب سمجھیں، یہ تو جواب نہیں، عقل وحیا ودیانت سب کو جواب ہے۔

خدا کو ایک جان کر کہنا: کیا اس وقت آپ حضرات جامہ سے باہر ہوکر بڑھ بڑھ کر یوں طعن نہ کرتے: اب اپنی باری کو وہ سب حلال وشیر مادر ہے۔ یہ کیسا ظلم اکبر ہے؟۔

ایک یہی حضرات نہیں، ان سے پہلے بھی جو حضرات رام پوری جواب دہ ہوئے ہیں ان سے بھی یہی سوال کر دیکھیے۔ دیکھیے کیا جواب ملتا ہے، مگر ہے یہ کہ سخن پروری کا لپکا آدمی سے ہرنا کردنی کراتا ہے۔ اللہ ہمارے سنی بھائیوں کو حق وباطل میں امتیاز بخشے۔ غیر مذہب والے تو ہمیشہ سے ایسی ہی گاتے آئے

www.waseemziyai.com

ہیں، اس کے بغیر ان کا مذہب ایک قدم چل نہیں سکتا۔ مگر افسوس تو ان سنیوں کا ہے جنھوں نے ایسا جواب دیا، اور ان سنی عام بھائیوں کا جنھوں نے ان کے جواب اور ان سے بدر جہا بدتر اس کان پوری جواب کو فتوے مبارکہ کا جواب سمجھا۔ **ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔

خامساً: تحریر کانپور آپ نے دیکھی بھی کیسی اعجوبہ جہالتوں اور نہانی ضلالتوں کا مجموعہ ہے، اس کی جہالتوں حماقتوں سفاہتوں خرافتوں کی تفصیل تو بعونہ تعالیٰ حصہ دوم میں آتی ہے، اس کی ضلالتوں کا نمونہ سنیے:

پیارے بھائیو! اذان تو بالائے طاق رہی، وہ زہریلی تحریر یہ خفیہ بیچ چلی ہے کہ سنیوں کا حنفی مذہب، اور سنیوں کی کتب حدیث، اور سنیوں کے ائمہ اربعہ، سب کو پوچ لچر وگمراہ "معتہ" ثابت کرے۔

ضلالت نمبر (۱) جان توڑ کر یہ کوشش کی کہ کسی طرح مدینہ طیبہ کے ایک بلبل عالم تابعی امام المغازی محمد بن اسحاق کو کذاب یا کم از کم متہم بالکذب ثابت کرے۔

سنی حنفی بھائیو! آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ کے امام مذہب تین ہیں: امام اعظم ابوحنیفہ، اور ان کے دونوں مصاحب امام ابو یوسف وامام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یہ محمد بن اسحاق آپ کے امام اعظم کے ہم استاذ اور امام ابو یوسف کے استاذ اور امام محمد کے استاذ الاستاذ ہیں۔ یوں ہی امام المحدثین امام الفقہا امام الاولیا عبداللہ بن مبارک شاگرد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ابن اسحاق کی شاگردی کی۔ امام ابو یوسف نے اپنی کتب میں بہت حدیثیں ان سے روایت فرمائیں۔

کتاب الخراج مطبع مصر صفحہ ۵ میں فرماتے ہیں:

صفحہ ۵ ((حدثنی محمد بن إسحٰق ثنی عبیداللہ بن المغیرہ))

صفحہ ۶ ((حدثنی محمد بن إسحٰق عن عبدالسلام عن الزھری))

صفحہ ۱۱ ((حدثنا محمد بن إسحٰق عن یزید بن یزید عن جابر))

صفحہ ۱۱ ((اخبرنی محمد بن إسحٰق عن ابی جعفر))

صفحہ ۱۱ ((حدثنی محمد بن إسحٰق عن الزھری))

صفحہ ۱۲ ((حدثنی محمد بن إسحٰق عن الزھری))

صفحہ ۱۵ ((حدثنی محمد بن إسحٰق عن الزھری))

یہ پہلے ہی جز میں ابن اسحٰق سے سات حدیثیں روایت فرمائیں، اور سب اجزا کا تتبع کیجیے تو خدا جانے کس قدر ہوں۔

www.waseemziyai.com

ضلالت نمبر (۲) حنفیہ کے محدث اجل واکبر امام ابوجعفر طحاوی کہ تیسری صدی میں تھے، اور جب سے آج تک ایسا جامع امامت حدیث وفقہ شاذ ونادر ہی ہوا۔ محمد بن اسحاق کی حدیثوں سے احتجاج فرماتے ہیں، اور ''کتاب الحجۃ'' ج ۲ ص ۱۹۰ میں ان سے حدیث روایت کر کے فرمایا:

"هذا حديث متصل الاسناد صحيح" یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی اسناد متصل ہے۔

ضلالت نمبر (۳) مذہب حنفی کے رکن جلیل القدر محقق علی الاطلاق امام ابن الہمام فتح القدیر شرح ہدایہ صفحہ ۱۸۱ میں فرماتے ہیں:

"أماابن اسحق فثقة ثقة ، لاشبهة عندنا في ذلك ولاعند محققي المحدثين"(۱)

ابن اسحاق ثقہ ہیں ثقہ ہیں، اس میں نہ ہمارے نزدیک کوئی شبہ ہے نہ محققین محدثین کے نزدیک۔

ص ۹۲ میں فرماتے ہیں:

"توثيق ابن اسحٰق هوالحق الابلج ، وما نقل عن كلام مالك فيه لايثبت ولو صح لم يقبله أهل العلم ، كيف وقد قال شعبة فيه: هو أمير المؤمنين في الحديث"(۲)

ابن اسحاق کو ثقہ ماننا ہی نہایت روشن حق ہے، اور امام مالک سے جو ان پر طعن منقول ہوا وہ نقل ثابت نہیں، اور اگر صحیح بھی فرض کرلیں تو اہل علم نے وہ طعن قبول نہ کیا، اور کیوں کر قبول ہو حالاں کہ امام شعبہ نے فرمایا کہ محمد بن اسحاق حدیث میں سب مسلمانوں کے سردار ہیں۔

بالجملہ ائمۂ حنفیہ کا ان کے قبول پر اجماع ہے، تو انہیں کذاب ومتہم ٹھہرانے میں یہ بیچ ہے کہ حنفیہ کے ائمۂ مذہب جھوٹے کذابوں کی شاگردی کرتے، اور ایسوں کی حدیثیں اپنی کتابوں میں بھرتے، اور ان کو ثقہ اور دین خدا میں معتمد بتاتے ہیں، تاکہ دیوبندیوں کے عینی بھائی غیر مقلدوں کا اعتراض حنفیہ پر چسپت ہو کہ حنفیوں کی حدیثیں ایسی کھوٹی ہیں، اور ان کے محدث ایسے جھوٹے۔

ضلالت نمبر (۴) دیوبندی تحریر نے فقط حنفیہ پر عنایت نہ کی بلکہ صحاح ستہ پر بھی، کہ محمد بن اسحاق سے ان سب میں روایات واحادیث ہیں۔

صحیح بخاری میں تعلیقاً اور صحیح مسلم وسنن اربعہ میں مسنداً امام ترمذی نے ابن اسحاق کی حدیثوں کو

---

(۱) [فتح القدير لابن الهمام: باب صلاة الوتر، ۱/ ٤٢٤]

(۲) [فتح القدير : لابن الهمام فصل يستحب الاسفا ر بالفجر، ۱/ ۲۲۸]

www.waseemziyai.com

صحیح کہا۔ابوداود نے ان پر سکوت کیا۔اور خود یہ حدیث کہ اذان جمعہ زمانہ اقدس میں دروازہ مسجد پر ہوتی تھی اسے بھی ابوداود نے روایت کر کے سکوت فرمایا۔اور وہ اس کتاب میں اُسی حدیث پر سکوت کرتے ہیں جو ان کے نزدیک صحیح یا حسن ہو۔اکابر ائمہ وعلما مثل امام عبدالعظیم منذری، وامام ابوعمرو ابن الصلاح، وامام اجل ابوزکریا نووی، وامام جمال الدین زیلعی، وامام علاء الدین ترکمانی، وامام محقق علی الاطلاق، وامام ابن امیر الحاج، وعلامہ ابراہیم حلبی نے اس کی تصریحیں فرمائیں کہ عنقریب آتی ہیں۔انشا اللہ تعالیٰ۔

ضلالت نمبر(۵) دیوبندی تحریر نے جتنے طعن محمد بن اسحاق پر نقل کیے یا تو وہ سرے سے طعن ہی نہیں۔یا قائل سے ثابت نہیں۔یا قائل نے خود ان سے رجوع کیا۔یا وہ طعن مبہم غیر مفسر ہے۔مطاعن ابن اسحاق میں جتنے ورق اپنے نامۂ اعمال کی طرح سیاہ کیے ان چار وجوہ سے خالی نہیں جسے ہم بعونہ تعالیٰ حصہ دوم میں کھول کر دکھادیں گے۔پہلی تین قسمیں تو کسی عاقل کے نزدیک طعن نہیں ہوسکتیں۔اور تمام ائمہ حنفیہ کا اجماع اور جمہور اکابر ائمہ محدثین کا اتفاق ہے کہ چوتھی قسم بھی زنہار مقبول ومسموع نہیں، خصوصاً امثال محمد بن اسحاق میں جن کو جماہیر ائمۂ حدیث وجمیع ائمہ حنفیہ نے مقبول ومستند وثقہ ومعتمد مانا ہے۔اور اس بد ذات تحریر نے بکمال بددیانتی ظلم یہ کیا کہ جن کتابوں سے نقل کا نام لیا، انھیں میں وہیں ورق کے ورق محمد بن اسحاق کی کمال مدح وتوثیق میں اجلۂ اکابر ائمہ سے مذکور ہیں، ان سب کو اوڑا گئی، خال خال جو بے ثبوت ونامقبول طعن حکایت کیے تھے وہ سب میں سے چن لائی، اور اس خیانت مجرمانہ پر کمال بے حیائی کا پردہ ڈال کر بولی کہ:

''ان ائمہ محدثین کی جروح بالکل منعدم نہ ہوجائیں گی، اس لیے اگر محمد بن اسحاق کذاب نہ ہوگا تو متہم بالکذب ضرور ہوگا۔بدعتی نہ ہوگا تو متہم بالبدعۃ ضرور ہوگا''۔

پیارے بھائیو! اولاً: ہم انھیں کتابوں سے جن کے نام اس بے حیا بددیانت تحریر نے لیے ان کی وہ عبارات توثیق ومدائح ابن اسحاق نقل کردیں جن کو یہ بد ذات اوڑا گئی۔ان میں ''میزان الاعتدال'' و''تہذیب التہذیب'' و''ترغیب'' و''ترہیب'' و''جوہر النقی'' بفضلہٖ تعالیٰ ہمارے پاس ہیں۔''عیون الاثر'' اس نقالہ طعن کے پاس بھی نہیں، بلکہ اس نے تو ''ترغیب'' و''ترہیب'' و''جوہر نقی'' سے بھی ایک مجہول رسالے کے حوالے سے نقل کی ہے، ضرور ہے کہ ''عیون الاثر'' میں بھی صرف مطاعن نہ ہوں گے بلکہ توثیقات جلیلہ ہوں گی کہ خود ''عیون الاثر'' کا بڑا دارومدار محمد بن اسحاق ہی کی روایات پر ہے۔خیر کتب مذکورہ کی جو جو عبارات مدح وتوثیق ابن اسحاق اس نقالہ مطاعن نے چھوڑی ہیں انھیں سنیے اور وہ

www.waseemziyai.com

بھی باختصار کہ زیادہ طول نہ ہو۔

میزان الاعتدال میں دیوبندی خیانتیں

(۱) میزان الاعتدال جلد دوم صفحہ ۳۴۳:

"محمد بن إسحاق المدنی أحدالائمة الأعلام رأی أنساً"(۱)

محمد بن اسحاق مدنی مشاہیر ائمہ سے ایک ہیں، انھوں نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا۔

(۲) صفحہ ۳۴۴:

"قال أحمد بن حنبل هو حسن الحديث"(۲)

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ابن اسحاق کی حدیث حسن ہے۔

(۳) "قال ابن معين: ثقة وليس بحجة"(۳)

امام یحیٰ بن معین استاذ امام بخاری نے فرمایا: ابن اسحاق ثقہ ہیں، ہاں! اس پائے کے نہیں جن کو محدثین کی اصطلاح میں حجت کہتے ہیں:

(۴) "قال علی بن المديني: حديث ابن إسحاق عندی صحيح"(۴)

امام علی بن مدینی استاذ امام بخاری نے فرمایا: ابن اسحاق کی حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔

یہ ابن المدینی وہ ہیں جن کو امام بخاری فرمایا کرتے کہ میں سوا ان کے کسی کے پاس اپنے آپ کو چھوٹا نہ سمجھتا، یعنی ان کے علم سے مجھے اپنا علم کم نظر آتا۔

(۵) "قال يحيي بن كثير وغيره: سمعنا شعبة يقول: ابن إسحاق أمير المؤمنين في الحديث"(۵)

یحیٰ بن کثیر وغیرہ کہتے ہیں: امام شعبہ کو کہتے سنا کہ ابن اسحاق حدیث میں سب مسلمانوں کے

---

(۱) [ميزان الاعتدال: محمد بن إسحاق بن يسار، ۲/۳۴۳]

(۲) [ميزان الاعتدال: محمد بن إسحاق بن يسار، ۲/۳۴۴]

(۳) [ميزان الاعتدال: محمد بن إسحاق بن يسار، ۲/۳۴۴]

(۴) [ميزان الاعتدال: محمد بن اسحاق بن يسار، ۳/۴۷۵]

(۵) [ميزان الاعتدال: محمد بن اسحاق بن يسار، ۳/۴۶۹]

www.waseemziyai.com

سردار ہیں۔

یہ امام شعبہ وہ ہیں جن کو امام بخاری ''امیر المؤمنین فی الحدیث'' کہتے۔اور یہ ابن اسحاق کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہتے۔

(۶) "وقال شعبة أيضاً: هو صدوق"(۱)

نیز امام شعبہ نے فرمایا: ابن اسحاق بہت راست گو ہیں۔

(۷) "قال محمد بن عبدالله بن نمير :رمي بالقدر وكان أبعدالناس منه"(۲)

محمد بن عبداللہ بن نمیر کہتے ہیں: بعض نے ابن اسحاق پر مذہب قدر کی تہمت رکھی حالانکہ وہ سب لوگوں سے زیادہ اس سے دور تھے۔

(۸) "قال ابن المديني: لم أجد له سوى حديثين منكرين"(۳)

یعنی امام ابن المدینی نے فرمایا: میں نے ابن اسحاق کی صرف دو حدیثیں غیر محفوظ پائیں، اور وہ دو حدیثیں بھی بیان کردیں جن میں یہ اذان جمعہ کی حدیث نہیں، تو بحمداللہ تعالیٰ یہ صحیح ومحفوظ ہے۔اور وہ کون سا ہے کہ ہزار ہا حدیثیں ابن اسحاق کی طرح روایت کرے اور ان میں دو ایک بھی غیر محفوظ نہ ہوں۔ ائمہ نے امام مالک و بخاری کی بعض احادیث کو بھی تو غیر محفوظ بتایا ہے۔

(۹) "قال علي: سمعت ابن عيينة يقول: ماسمعت أحداً يتكلم في ابن اسحاق الا في قوله: في القدر"(۴)

امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں: میں نے کسی کو نہ سنا کہ ابن اسحاق پر کسی بات میں کچھ طعن کرتا ہو سوا قول قدر کے۔

(۱۰) صفحہ ۳۴۵:

"لم يذكر ابن اسحاق أبوعبدالله البخاري في كتاب الضعفاء له"(۵)

---

(۱) [ميزان الاعتدال:محمد بن إسحاق بن يسار،۳/۴۶۹]

(۲) [ميزان الاعتدال:محمد بن إسحاق بن يسار،۳/۴۶۹]

(۳) [ميزان الاعتدال:محمد بن إسحاق بن يسار،۳/۴۶۹]

(۴) [ميزان الاعتدال:محمد بن إسحاق بن يسار،۳/۴۷۰]

(۵) [ميزان الاعتدال:محمد بن إسحاق بن يسار،۳/۴۷۱]

www.waseemziyai.com

امام بخاری نے جو کتاب ضعیف راویوں کے بیان میں لکھی ان میں ابن اسحاق کو ذکر نہ فرمایا۔

(۱۱) "روى عباس عن ابن معين قال الليث بن سعد: لاأثبت في يزيد بن أبي حبيب من محمد بن إسحاق"(۱)

عباس دوری امام ابن معین سے راوی کہ امام لیث بن سعد نے فرمایا: یزید بن ابی حبیب کی احادیث میں محمد بن اسحاق سے زائد کوئی معتمد نہیں۔ یہ امام اجل لیث بن سعد خود بھی تلامذۂ یزید بن ابی حبیب سے ہیں۔ اور ابن یونس نے کہا:

"روى عنه الأكابر من أهل مصر"(۲)

اکابر اہل مصر نے ابن ابی حبیب سے حدیثیں روایت کیں، تو امام لیث بن سعد، محمد بن اسحاق کو ان سب اکابر پر ترجیح دیتے ہیں۔

(۱۲) "قال ابوزرعة: سألت يحيىٰ بن معين عن ابن إسحٰق أهو حجة؟۔ قال: هو صدوق، الحجة عبيدالله بن عمر الخ"(۳)

امام ابوزرعہ کہتے ہیں: میں نے امام یحییٰ بن معین سے پوچھا: کیا محمد بن اسحاق حجۃ ہیں؟۔ فرمایا: وہ نہایت سچے ہیں، حجت جسے کہتے ہیں: وہ عبیداللہ بن عمر وغیرہ فلاں فلاں اکابر ہیں۔

(۱۳) "ابوجعفر النفيلي حدثني عبدالله بن فائد قال: كنا نجلس إلى ابن إسحاق، فإذا أخذ في فن من العلم ذهب المجلس بذلك الفن"(۴)

"لايزال بالمدينة علم مادام بها" ابوجعفر نفیلی کہتے ہیں: مجھ سے عبداللہ بن فائد نے بیان کیا: ہم محمد بن اسحاق کے پاس بیٹھتے، جب وہ علم کے کسی فن میں کلام شروع کرتے تو ساری مجلس اسی فن میں ختم ہو جاتی۔

(۱۴) امام شافعی و امام سفیان ثوری امام اجل زہری سے روایت فرماتے ہیں:

یعنی مدینہ طیبہ میں ہمیشہ علم باقی رہے گا جب تک محمد بن اسحاق اس میں ہیں۔ یہ روایت خلاصۂ

---

(۱) [میزان الاعتدال: محمد بن إسحاق بن يسار، ۳/۴۷۲]

(۲) [تهذيب التهذيب: محمد بن اسحاق بن يسار، ۱۱/۳۱۹]

(۳) [میزان الاعتدال: محمد بن اسحاق بن يسار، ۳/۴۷۲]

(۴) [میزان الاعتدال: محمد بن إسحاق بن يسار، ۳/۴۷۲]

www.waseemziyai.com

تذہیب میں ان الفاظ سے ہے:

"لایزال بالمدینة علم جم ما کان فیها ابن اسحق"(۱)

مدینہ طیبہ میں علم کثیر رہے گا جب تک ابن اسحاق اس میں ہیں۔

(۱۵) "قال یزید بن هرون: سمعت شعبة یقول: لو کان لی سلطان لأمّرت ابن اسحق علی المحدثین"(۲)

امام شعبہ فرماتے ہیں: اگر میری سلطنت ہوتی تو میں ضرور محمد بن اسحاق کو تمام محدثین پر سردار بناتا۔

(۱۶) "ابن المبارك عن ابن اسحق (فذکر بسنده عن سهل بن حنیف رضی الله تعالیٰ عنه)(فذکر الحدیث ثم قال:) فهذا حکم تفرد به محمد، قال الترمذی هذا حدیث صحیح لانعرفه الامن حدیث ابن إسحاق"(۳)

یعنی یہ حدیث باب احکام کی ہے، اور تنہا ابن اسحاق نے روایت کی، بایں ہمہ امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے، ہمارے علم میں محمد بن اسحاق کے سوا اسے کسی نے روایت نہ کیا۔

(۱۷) امام ابن عدی کہتے ہیں:

"لم یتخلف فی الروایة عنه الثقات والائمة وهو لا بأس به"(۴)

ائمہ اور معتمدین ابن اسحاق سے روایت کرنے سے نہ ہٹے، اور ابن اسحاق میں کوئی عیب نہیں۔

(۱۸) "قال یعقوب بن شیبة سألت ابن المدینی عن ابن إسحق قال: حدیثه عندی صحیح، قلت: وکلام مالك فیه، قال: مالك لم یجالسه ولم یعرفه"(۵)

یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں: میں نے امام ابن المدینی سے محمد بن اسحاق کی نسبت پوچھا، فرمایا: میرے نزدیک ان کی حدیث صحیح ہے، میں نے کہا: "امام مالک نے جو ان میں کلام کیا ہے، فرمایا:

---

(۱) [تذهیب التهذیب]

(۲) [میزان الاعتدال: محمد بن اسحاق بن یسار، ۳/۴۷۳]

(۳) [میزان الاعتدال: محمد بن اسحاق بن یسار، ۳/۴۷۴]

(۴) [میزان الاعتدال: محمد بن اسحاق بن یسار، ۳/۴۷۴]

(۵) [میزان الاعتدال: محمد بن اسحاق بن یسار، ۳/۴۷۵]

www.waseemziyai.com

مالک کو ان کی صحبت نہ ملی، نہ مالک نے انھیں پہچانا۔

(۱۹) انھیں امام علی کا قول کہ نمبر ۳۹ میں آتا ہے۔

(۲۰) "قال أحمد بن عبدالله العجلي :ابن إسحاق ثقة"(۱)

امام احمد عجلی کہتے ہیں: ابن اسحاق ثقہ ہیں۔

تہذیب التہذیب میں دیوبندی خیانتیں

(۲۱) "قال المفضل الغلابي سألت ابن معين عنه فقال: كان ثقة وكان حسن الحديث"(۲)

مفضل غلابی کہتے ہیں: میں نے امام ابن معین سے ابن اسحاق کی نسبت پوچھا، فرمایا: ثقہ تھے اور ان کی حدیث حسن ہے۔

(۲۲) "قال علي بن المديني: مدار حديث رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم على ستة ، فذكرهم ثم قال :فصار علم الستة عن اثنى عشر ، فذكر ابن إسحاق فيهم"(۳)

امام ابن مدینی فرماتے ہیں: حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مدار چھ اماموں پر ہوا، پھر ان چھ کا علم بارہ کے پاس آیا، ان میں سے ایک محمد بن اسحاق ہیں۔

(۲۳) "قال ابن أبي خيثمة عن ابن معين قال :قال عاصم بن عمر بن قتادة: لايزال في الناس علم مابقي إبن اسحاق"(۴)

ابن ابی خیثمہ نے امام ابن معین سے نقل کیا کہ امام عاصم بن عمر بن قتادہ نے فرمایا: جب تک ابن اسحاق زندہ ہیں، ہمیشہ لوگوں میں علم باقی رہے گا۔

(۲۴) "وقال ابن أبي -خيثمة عن هارون بن معروف سمعت أبامعاوية يقول: كان ابن إسحٰق من أحفظ الناس ، فكان إذاكان عندالرجل خمسة أحاديث أو أكثر استوعد ابن

---

(۱) [ميزان الاعتدال:محمد بن اسحاق بن يسار،۳/۴۷۵]

(۲) [تهذيب التهذيب : الالف في الآباء ، ۹/۳۸]

(۳) [تهذيب التهذيب : الالف في الآباء ، ۹/۲۷]

(۴) [تهذيب التهذيب : الالف في الآباء ، ۹/۴۰]

www.waseemziyai.com

اسحق"(۱)

ابن ابی خیثمہ ہارون بن معروف سے روایت کرتے ہیں: میں نے ابومعاویہ کو کہتے سنا: محمد بن اسحاق اعلیٰ درجے کے حافظہ والوں میں تھے، تو اگر کسی کے پاس پانچ حدیثیں بھی ہوتیں یا زیادہ انھیں ابن اسحاق کو سپرد کر دیتا، یعنی ان کے سامنے روایت کر دیتا کہ وہ احادیث ان کے واسطے سے امت میں محفوظ رہیں۔

(۲۵) ابن فائد کا قول مذکور نمبر ۱۳۔

(۲۶) "وقال صالح بن أحمدعن علي بن المديني عن ابن عيينة قال: جالست ابن إسحاق منذ بضع وسبعين سنة ، ومايتهمه أحدمن أهل المدينة ولايقول فيه شيئاً"(۲)

امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں: ستر برس سے زیادہ ہوئے جب سے میں ابن اسحاق کے پاس بیٹھا ہوں، اہل مدینہ میں سے کوئی نہ انھیں متہم کرتا، نہ ان پر کسی طرح کا طعن کرتا، یعنی ستر برس سے زائد کی تو مجھے خبر ہے، میری ان کی معرفت آج کی نہیں۔

(۲۷) "قال الاثرم عن أحمد :هو حسن الحديث"(۳)

اثرم نے امام احمد سے روایت کیا کہ فرماتے: محمد بن اسحاق کی حدیث حسن ہے۔

(۲۸) قال البخاري: رأيت علي بن عبدالله يحتج بحديث ابن إسحاق"(۴)

امام بخاری فرماتے ہیں: میں نے علی بن عبداللہ کو دیکھا کہ ابن اسحاق کی حدیث کو حجت قرار دیتے۔

(۲۹) "وقال علي : مارأيت أحداًيتّهم ابن إسحق "(۵)

امام بخاری فرماتے ہیں: امام ابن المدینی نے فرمایا: میں نے کسی کو نہ دیکھا کہ ابن اسحاق کو متہم سمجھتا ہو۔

---

(۱) [تهذيب التهذيب : الالف في الآباء ، ۹/ ٤٠]

(۲) [تهذيب التهذيب : الالف في الآباء ، ۹/ ٤٠]

(۳) [تهذيب التهذيب : الالف في الآباء ، ۹/ ٤١]

(٤) [تهذيب التهذيب : الالف في الآباء ، ۹/ ٤١]

(٥) [تهذيب التهذيب : الالف في الآباء ، ۹/ ٤١]

www.waseemziyai.com

(۳۰) والذی یذکر عن مالك في ابن إسحق :لایکاد یتبین"(۱)

امام بخاری فرماتے ہیں: ابن اسحاق کے بارے میں امام مالک سے جوطعن ذکر کیا جاتا ہے وہ ثبوت تک پہنچتا نہیں معلوم ہوتا۔

(۳۱) "وکان اسمعیل بن أبي أویس من اتبع من رأینا لمالك أخرج إلی کتب ابن إسحق في المغازي وغیرها فانتخبت منها کثیراً"(۲)

امام بخاری فرماتے ہیں: ہم نے اسمعیل بن ابی اویس (امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھانجے نیز امام کے چچازاد بھائی کے پوتے) سے زیادہ امام مالک کا پیرو کسی کو نہ دیکھا، انھوں نے مغازی وغیرہا میں ابن اسحاق کی کتابیں مجھے دکھائیں، میں نے ان میں سے بہت کچھ فائدے چنے۔ یعنی اگر امام مالک کو محمد بن اسحاق کی حدیث پر اعتراض ہوتا تو ان کے شاگرد اور بھانجے اور پوتے کہ سب سے زیادہ ان کے پیرو تھے ابن اسحاق کی کتابیں روایت نہ کرتے۔

(۳۲) "وقال لي إبراهیم بن حمزة: کان عندإبراهیم بن سعد عن ابن إسحاق نحواً من سبعة عشر ألف حدیث في الأحکام سوی المغازي ، وإبراهیم بن سعد من أکثر أهل المدینة حدیثاً"(۳)

امام بخاری فرماتے ہیں: مجھ سے ابراہیم ابن حمزہ نے کہا کہ امام ابراہیم بن سعد کے پاس ابن اسحاق سے مغازی کے سوا خاص باب احکام میں سترہ ہزار حدیث کے قریب تھیں، ابراہیم بن سعد مدینہ طیبہ کے کثیر الحدیث محدثین میں تھے۔

(۳۳) "وقال عبیدبن یعیش: ثنا یونس بن بکیر، سمعت شعبة یقول: ابن إسحاق أمیر المؤمنین لحفظه"(۴)

امام بخاری فرماتے ہیں: امام شعبہ نے فرمایا: محمد بن اسحاق اپنی قوت حفظ میں سب مسلمانوں کے سردار ہیں۔

---

(۱) [تهذیب التهذیب : الالف في الآباء ، ۹/۴۱]

(۲) [تهذیب التهذیب : الالف في الآباء ، ۹/۴۱]

(۳) [تهذیب التهذیب : الالف في الآباء ، ۹/۴۱]

(۴) [تهذیب التهذیب : الالف في الآباء ، ۹/۴۲]

www.waseemziyai.com

(۳۴) "وقال لی علی بن عبدالله: نظرت في كتب ابن إسحٰق فماوجدت عليه إلا في حديثين ، ويمكن أن يكونا صحيحين"(۱)

امام بخاری فرماتے ہیں: مجھ سے امام علی بن عبداللہ نے فرمایا: میں نے ابن اسحاق کی کتابیں دیکھیں تو صرف دو حدیثوں پر مجھے ناگواری ہوئی ،اور ممکن ہے کہ وہ دو بھی صحیح ہوں۔

(۳۸) "قال أبوزرعة الدمشقي: ابن إسحٰق قدأجمع الكبراء من أهل العلم على الأخذ عنه ، وقد اختبره أهل الحديث فرأوا صدقاًوخيراً مع مدحة ابن شهاب له"(۲)

امام ابوزرعہ دمشقی فرماتے ہیں: بے شک اکابر اہل علم نے ابن اسحاق کی شاگردی پر اجماع کیا ،اور بے شک محدثین نے انھیں جانچا تو صدق وخیر نظر آئے، پھر خود ان کے استاذ امام زہری نے ان کی مدح کی۔

(۳۶) محمد بن عبداللہ کا قول کہ نمبر ۷ میں گزرا۔

(۳۷) "قال يعقوب بن شيبة: سمعت ابن نمير يقول: إذا حدّث عمّن سمع منه عن المعروفين فهو حسن الحديث صدوق"(۳)

یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں: میں نے ابن نمیر کو کہتے سنا: ابن اسحاق جب پہچانے ہوئے استاذوں سے حدیث روایت کریں تو ان کی حدیث حسن ہے، وہ صدوق ہیں۔

(۳۸) امام ابن المدینی کا قول کہ نمبر ۱۸ میں گزرا۔

(۳۹) یہی امام فرماتے ہیں:

"إن حديث إبن إسحاق ليتبين فيه الصدق ، يروى مرة حدثني أبوالزناد ، ومرة ذكر ابو الزناد وهو من أروى الناس عن سالم بن أبي النضر ، وروى عن رجل عنه وهو من أروى الناس عن عمرو بن شعيب ، وروى عن رجل عن أيوب عنه"(۴)

ابن اسحاق کی حدیث میں صدق روشن ہے، جن اساتذہ سے بکثرت حدیثیں خود سنی ہیں بعض

---

(۱) [تهذيب التهذيب : الالف في الآباء ، ۹/۴۲]

(۲) [تهذيب التهذيب : الالف في الآباء ، ۹/۴۲]

(۳) [تهذيب التهذيب : الالف في الآباء ، ۹/۴۲]

(۴) [تهذيب التهذيب : الالف في الآباء ، ۹/۴۳]

www.waseemziyai.com

حدیثیں ان سے ایک واسطہ سے روایت کرتے ہیں، اور بعض دو واسطہ سے۔

(۴۰) "قال يعقوب بن سفيان: قال علي: لم أجد لابن إسحق إلا حديثين منكرين عن ابن عمر عن النبي. صلى الله تعالىٰ عليه وسلم. إذا نعس أحدكم يوم الجمعة، وعن زيد بن خالد إذا مس أحدكم فرجه"(۱)

امام علی نے فرمایا: میں نے ابن اسحاق کی کوئی حدیث غیر معروف نہ پائی سوا دو کے، ایک یہ کہ جب کسی کو جمعہ کے دن اونگھ آئے۔ دوسرے جب تم میں کوئی اپنی شرم گاہ کو چھوئے۔

(۴۱) "قال محمد بن عثمان بن أبي شيبة سألت علياً عنه فقال: صالح وسط"(۲)

محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کہتے ہیں: میں نے امام ابن المدینی سے ابن اسحاق کا حال پوچھا فرمایا: صالح ہیں اوسط درجہ کے ہیں۔

(۴۲) "قال أيوب: وكان علي ابن المديني يثني عليه ويقدمه"(۳)

ایوب ابن اسحاق نے کہا: امام علی ابن مدینی، ابن اسحاق کے مداح تھے اور انہیں مقدم رکھتے۔

(۴۳) امام ابن معین کا ارشاد کہ نمبر ۳ میں گزرا۔

(۴۴) "قال يعقوب بن شيبة سألت ابن معين عنه، فقلت: في نفسك من صدقه شيء؟۔ قال: لاهو صدوق" (۴)

یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں: میں نے امام ابن معین سے پوچھا، کیا آپ کے دل میں ابن اسحاق کے سچے ہونے میں کوئی شبہ ہے؟۔ فرمایا نہیں۔ وہ بہت سچے ہیں۔

(۴۵) "قال أبوزرعة الدمشقي: قلت لابن معين وذكرت الحجة، ومحمد بن اسحٰق منهم، فقال: كان ثقة، إنما الحجة مالك وعبيد الله بن عمر"(۵)

امام ابوزرعہ دمشقی کہتے ہیں: میں نے امام یحییٰ کے سامنے اس اعلیٰ پایہ کا ذکر کیا جسے محدثین کی

---

(۱) [تهذيب التهذيب: الالف في الآباء، ۴۳/۹]

(۲) [تهذيب التهذيب: الالف في الآباء، ۴۳/۹]

(۳) [تهذيب التهذيب: الالف في الآباء، ۴۳/۹]

(۴) [تهذيب التهذيب: الالف في الآباء، ۴۴/۹]

(۵) [تهذيب التهذيب: الالف في الآباء، ۴۴/۹]

www.waseemziyai.com

اصطلاح میں حجت کہتے ہیں اور میں نے کہا: محمد بن اسحاق اسی درجہ بلند پر تھے، اس پر امام ابن معین نے فرمایا: ابن اسحاق ثقہ تھے، حجت تو مالک وعبیداللہ بن عمر ہیں۔

(۴۶) قول امام عجلی کہ نمبر ۲۰ میں گزرا۔

(۴۷) "قال ابن عيينة سمعت شعبة يقول: محمد بن إسحق أمير المؤمنين في الحديث، وفي رواية عن شعبة فقيل له: لِمَ؟۔ قال: لحفظه، وفي رواية لو سوّد أحد في الحديث لسوّد محمد بن اسحق"(۱)

امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں: میں نے امام شعبہ کو فرماتے سنا کہ محمد بن اسحاق حدیث میں امیر المؤمنین ہیں، کسی نے پوچھا کیوں؟۔ فرمایا: اپنے حفظ کے سبب۔ اور فرمایا: اگر حدیث میں کسی کو سردار بنایا جاتا تو محمد بن اسحاق سب کے سردار ہوتے۔

(۴۸) "قال ابن سعد: كان ثقة"(۲)

امام ابن سعد نے کہا: محمد بن اسحاق ثقہ تھے۔

(۴۹) "قال ابن عدى: محمدبن إسحق له حديث كثير، وقد روى عنه ائمة الناس، ولو لم يكن له من الفضل إلا أنه صرف الملوك عن الاشتغال بكتب لايحصل منها شيء إلى الاشتغال بمغازى رسول الله. صلى الله تعالىٰ عليه وسلم. وبعثة ومبدء الخلق لكانت هذه فضيلة سبق إليها، وقد صنفها بعده قوم فلم يبلغوا مبلغه، وقد فتشت أحاديث لكثير فلم أجد فيها مايتهيؤ أن يقطع عليه بالضعف، وربما أخطأوا وهم في الشيء بعد الشيء كما يخطي غيره وهو لابأس به" (۳)

امام ابن عدی نے کہا: محمد بن اسحاق کی حدیث کثیر ہے، اور بے شک مسلمانوں کے اماموں نے ان سے حدیث روایت کی، اور اگر ان کی اور کوئی فضیلت نہ ہوتی سوا اس کے کہ انھوں نے بادشاہوں کو بے کار کتابیں دیکھنے سے پھیر کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جہادوں اور بعثت شریفہ اور ابتدائے آفرینش کے مطالعہ میں مشغول کر دیا تو ضرور یہ وہ فضیلت ہے کہ وہی اس میں سابق رہے، ان کے بعد اور

---

(۱) [تهذيب التهذيب: الالف في الآباء، ۹/۴۴]

(۲) [تهذيب التهذيب: الالف في الآباء، ۹/۴۴]

(۳) [تهذيب التهذيب: الالف في الآباء، ۹/۴۴]

www.waseemziyai.com

علما نے اس میں تصنیفیں کیں مگر ان کے مرتبہ تک نہ پہنچے، اور بے شک میں نے ان کی احادیث کی جو کثیر ووافر ہیں تفتیش کی تو ان میں ایک حدیث بھی ایسی نہ پائی جس پر ضعف کا یقین ہو سکے، ہاں کبھی اتفاقاً بعض باتوں میں خطا یا وہم واقع ہوتا ہے جیسے اوروں سے ہوتا ہے، ان میں اصلا کوئی برائی نہیں۔

(۵۰) "قال ابن المدینی :ثقة لم یضعه عندی إلا روایته عن أهل الکتاب"(۱)

امام ابن المدینی نے فرمایا: محمد بن اسحاق ثقہ ہیں، انھیں اسی نے نیچا کیا کہ وہ اہل کتاب سے روایت کرتے ہیں۔

امام ذہبی نے کہا:

"ماالمانع من روایة الاسرائیلیات عن أهل الکتاب مع قوله .صلی الله تعالیٰ علیه وسلم. حدثوا عن بنی إسرائیل ولاحرج"(۲)

بنی اسرائیل کے وقائع اہل کتاب سے روایت کرنے کو کس نے منع کیا حالانکہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: بنی اسرائیل سے روایت کرو اس میں کچھ حرج نہیں۔

(۵۱) "لما سئل ابن المبارك قال: إنا وجدناه صدوقًا ثلث مرات"(۳)

امام اجل سیدی عبداللہ بن مبارک سے ابن اسحاق کو پوچھا گیا فرمایا: بے شک ہم نے انہیں بہت سچا پایا، بے شک ہم نے انہیں بہت سچا پایا، بے شک ہم نے انہیں بہت سچا پایا۔

(۵۲) "قال ابن حبان: ولم یکن أحد بالمدینة یقارب ابن إسحاق في علمه ولایوازیه في جمعه، وهو عن أحسن الناس سیاقا للأخبار"(۴)

امام ابن حبان نے کہا: تمام مدینے بھر میں کوئی ایسا نہ تھا کہ علم میں ابن اسحاق کے قریب یا جمع احادیث میں ان کا ہم سر ہو، وہ نہایت خوبی سے احادیث روایت کرتے ہیں۔

(۵۳) "یحییٰ بن یحییٰ ذکر عنده محمد بن إسحاق فوثقه"(۵)

---

(۱) [تهذیب التهذیب : الالف في الآباء ، ۹/۴۵]

(۲) [میزان الاعتدال:محمد بن اسحاق بن یسار،۳/۴۷۰]

(۳) [تهذیب التهذیب : الالف في الآباء ، ۹/۴۶]

(۴) [تهذیب التهذیب : الالف في الآباء ، ۹/۴۶]

(۵) [تهذیب التهذیب : الالف في الآباء ، ۹/۴۶]

www.waseemziyai.com

امام یحییٰ بن یحییٰ کے سامنے ابن اسحاق کا تذکرہ ہوا، فرمایا: وہ ثقہ ہیں۔

(۵۴) "قال ابويعلى الخليلي : محمد بن إسحٰق عالم كبير واسع الرواية والعلم ثقة" (۱)

امام ابویعلی خلیلی نے کہا: محمد بن اسحاق بڑے عالم ہیں، ان کی روایت اور ان کا علم وسیع ہے، ثقہ ہیں۔

(۵۵) "قال ابن البرقي : لم أر أهل الحديث يختلفون في ثقته ، وحسن حديثه، وروايته ، وفي حديثه عن نافع بعض الشيء" (۲)

امام ابن البرقی نے کہا: میں نے علمائے حدیث کو نہ دیکھا کہ ابن اسحاق کے ثقہ اور ان کی حدیث وروایت کے حسن ہونے میں اختلاف کرتے ہوں، ہاں نافع سے ان کی روایت میں کچھ ہے۔

(۵۶) "قال أبوزرعة صدوق" (۳)

امام ابوزرعہ نے فرمایا: ابن اسحاق بہت صادق ہیں۔

(۵۷) "قال الحاكم: قال محمد بن يحيىٰ : هو حسن الحديث ، عنده غرائب، وروى عن الزهري فأحسن الرواية" (۴)

حاکم نے کہا: امام محمد بن یحییٰ نے فرمایا: ابن اسحاق کی حدیث حسن ہے، ان کے پاس بعض افراد ہیں، اور انھوں نے زہری سے روایت کی تو بہت اچھی روایت کی۔ حدیث اذان جمعہ زہری ہی سے روایت کی ہے۔

(۵۸) "قال الحاكم :وذكر عن البوشنجي أنه قال : هو عندنا ثقة ثقة" (۵)

حاکم نے کہا: امام بوشنجی سے منقول ہوا کہ محمد بن اسحاق ہمارے نزدیک ثقہ ہیں ثقہ ہیں۔

کتاب الترغیب والترہیب میں دیوبندی خیانتیں

(۵۹) "محمد بن إسحٰق أحدالائمة الأعلام" (۶)

---

(۱) [تهذيب التهذيب : الالف في الآباء ، ۴۶/۹]

(۲) [تهذيب التهذيب : الالف في الآباء ، ۴۶/۹]

(۳) [تهذيب التهذيب : الالف في الآباء ، ۴۶/۹]

(۴) [تهذيب التهذيب : الالف في الآباء ، ۴۶/۹]

(۵) [تهذيب التهذيب : الالف في الآباء ، ۴۶/۹]

(۶) [ميزان الاعتدال: محمد بن اسحاق بن يسار ، ۴۶۸/۳]

www.waseemziyai.com

محمد بن اسحاق مشاہیر ائمہ سے ہیں۔

(۶۰) "حديثه حسن "(۱)

ابن اسحاق کی حدیث حسن ہے۔

(۶۱) "قال أحمد بن حنبل: هو حسن الحديث"(۲)

امام احمد نے فرمایا: ان کی حدیث حسن ہے۔

(۶۲) "قال أحمد العجلي: ثقة"(۳)

امام احمد عجلی نے کہا: ابن اسحاق ثقہ ہے۔

(۶۳) "قال علی بن المديني: حديثه عندي صحيح"(۴)

امام علی بن مدینی نے کہا: ابن اسحاق کی حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔

(۶۴) "قال شعبة: ابن إسحاق أمير المؤمنين في الحديث "(۵)

امام شعبۃ نے کہا: ابن اسحاق حدیث میں مسلمانوں کے بادشاہ ہیں۔

(۶۵) "قداستشهد به مسلم في صحيحه بجملة من حديث ابن إسحٰق ، وصحح له الترمذی حديث سهل بن حنيف في المذي"(۶)

بے شک امام مسلم نے اپنی صحیح میں ابن اسحاق کی کتنی ہی حدیثوں سے شہادت لی، اور امام ترمذی نے جامع ترمذی میں سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث محمد بن اسحاق سے روایت کر کے فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

(۶۶) "احتج به ابن خزيمة في صحيح"(۷)

---

(۱) [تهذيب التهذيب : الالف في الآباء ، ۹/۴۱]

(۲) [ميزان الاعتدال: محمد بن اسحاق بن يسار ، ۳/۴۶۹]

(۳) [تاريخ الاسلام للذهبي : محمد بن اسحاق بن يسار، ۴/۱۹۳]

(۴) [تاريخ الاسلام للذهبي : محمد بن اسحاق بن يسار، ۴/۱۹۳]

(۵) [تهذيب التهذيب : الالف في الآباء ، ۹/۴۴]

(۶) [ميزان الاعتدال : محمد بن اسحاق بن يسار، ۳/۴۷۴]

(۷) [ميزان الاعتدال : محمد بن اسحاق بن يسار، ۳/۴۷۴]

www.waseemziyai.com

امام الائمہ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں ابن اسحاق کو حجت مانا۔

(۶۷) "وبالجملة فهو ممن اختلف فيه وهو حسن الحديث"(۱)

غرض ان میں اختلاف ہوا، اور قول فیصل یہ ہے کہ ان کی حدیث حسن ہے۔

جوہر النقی میں دیوبندی خیانتیں

(۶۸) جلد اول ص ۲۳۶

"ابن اسحٰق ثقه اه ملتقطاً"(۲)

محمد بن اسحاق ثقہ ہیں۔

(۶۹) "قد أخرجه الترمذي من جهة ابن إسحاق وقال: حسن صحيح"(۳)

بے شک امام ترمذی نے ابن اسحاق سے حدیث روایت کر کے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۷۰) "وأخرجه أبوداؤد أيضاً من جهته وسكت عنه"(۴)

امام ابوداود نے بھی ابن اسحاق سے روایت کر کے اس پر سکوت فرمایا۔

یعنی تو کم از کم ان کے نزدیک ابن اسحاق کی حدیث حسن ہے جیسا کہ خود جوہر النقی سے آگے منقول ہوگا، بعون الله تعالیٰ ولله الحمد

مسلمانو! یہ ہیں وہ قاہر باہر روشن ظاہر توثیقیں جنھیں اجمال واہمال کے پردہ میں چھپا کر صرف چند ضعیف ونحیف ومبہم ونامسلم طعن تمہیں دکھائے، اس لیے کہ چاند پر خاک ڈالے اور عوام کو اندھیری میں گم راہ بنالے۔ اگر وہ عیارہ دیوبندی تحریران کتب کی تمام عبارات امانت کے ساتھ نقل کر لاتی تو اکابر ائمہ عظام کی ان عظیم جلیل توثیقوں کے آفتاب روشن کے حضور طعن بے ثبات کی تاریکی آپ ہی دھواں بن کر اڑ جاتی، یا کم از کم محمد بن اسحاق کی بے وقعتی وہم وگمان کو بھی مسلمانوں کے دل میں نہ آنے پاتی۔ خیر چار ہی کتابوں میں ستر خیانتیں تو یہ ہوئیں، آگے چلیے۔

---

(۱) [تهذيب الكمال : محمد بن اسحاق بن يسار، ۲۴/۴۱۴]

(۲) [الجوهر النقي : ۳/۲۳۸]

(۳) [الجوهر النقي : ۳/۲۳۸]

(۴) [السنن لأبي داؤد :]

www.waseemziyai.com

ثانیاً:! ابھی آپ نے اس عیارہ مکارہ تحریر کی تھاہ کہاں پائی ہے وہ اس سے..... میں خباثتوں میں ۴۴۲ درجے اور بڑھ کر خباثتوں تک پہنچی ہے۔ ابن اسحاق پر بڑا طعن کذب کا ہے، اجلۂ ائمہ نے اس کے وہ قاہر جواب ارشاد فرمائے جن کے حضور ہر طالب حق کی گردن جھک جائے، اور ایک امام کبیر العلم جلیل الشان کا دامن صدق اس بدنما داغ سے پاک وصاف نظر آئے، وہ عالی جوابات انھیں ''میزان الاعتدال'' و''تہذیب التہذیب'' کے انھیں ورقوں میں آفتاب روشن کی طرح چمک رہے ہیں، اور یہ دونوں کتابیں اس کے پاس بھی ہیں کہ ان سے بلاوساطت نقل کی ہے، عیارہ تحریر ان جوابوں کو نقل کرلاتی تو اپنے ہی گھر کا گھروندا بناتی، ساری مکروفریب کی بناڈھ جاتی، اور خدا جانے کیا مصیبت کیسی کٹھن پڑی کہ جوابوں کی بالکل نفی بھی نہ بن پڑی، ورنہ ایسے حیاداروں کو یہ کہتے کیا لگتا تھا کہ طعن کذاب کا کسی نے جواب نہ دیا، بلکہ یہ کہتے کیا باک تھا کہ سب نے قبول کرلیا۔ مگر امام اجل احمد بن حنبل وامام بخاری وغیرہما اکابر کی برکت کہ اس نے ایسی عیارہ کو نرا انکار نہ کرنے دیا، بلکہ شرمائی ہوئی نظر جھینپی ہوئی نگاہ سے یہ کھسیانی ادا دکھائی کہ:

''دیگر محدثین ان جروح کی تاویلات رکیکہ کرتے ہیں''

یعنی امام احمد وامام ابن المدینی وامام بخاری وامام ابن حبان وامام مزی وامام ذہبی وامام عسقلانی وامام ابن الہمام حنفی وغیرہم جیسے اکابر ائمہ شان رکیک لچر پوچ بناوٹوں سے زبردستی ابن اسحاق کو سچا بناتے ہیں۔

او عیارہ مکارہ کذابہ خام کارہ! ''میزان'' و''تہذیب'' تیرے سامنے ہے، کیوں عوام مسلمین کو دھوکے دیتی ہے، بے ایمانی کی پٹی دیوبندیت کی آنکھ سے اٹھا کر سوجھ کہ ائمۂ حدیث نے تاویلیں کی ہیں، یا حق دکھایا ہے، رکیک بناوٹیں کی ہیں یا قاہر فرمایا ہے۔

مسلمانو! ائمہ دین نے محمد بن اسحاق پر طعن کذب کے بارہ قاہر رد فرمائے ہیں، جن کو یہ عیارہ تحریر یکسر اڑا کر رکیک تاویلوں کا آنچل ڈال کر چھپانا چاہتی ہے، یہاں اس نے جو جو عبارتیں ''میزان الاعتدال'' و''تہذیب التہذیب'' کی اوڑائی ہیں، ستر کے بعد ہم ان کا شمار حاشیہ پر کردیں گے۔

مسلمانو! ابن اسحاق پر یہ طعن دو وجہ پر منقول ہوا۔

ایک: سلیمان تیمی سے: اس کے دو کھلے رد ہیں۔

رد اول:

اس کی کوئی وجہ انہوں نے نہ بتائی۔

(۷۱) تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۴۵:

www.waseemziyai.com

"إمام سليمان التيمي: فلم يتبين لي لأي شيء تكلم فيه"(۱)

یہ تو جرح مبہم ہے، اور تعدیل کے مقابل مبہم بات مردود، خصوصاً ایسے امام کبیر کے حق میں۔ اس کا واضح بیان انشاء اللہ المنان حصہ دوم میں آئے گا۔ یہاں اس قدر کافی کہ امام جلال الدین سیوطی ''تدریب الراوی شرح تقریب امام نووی'' میں قول مصنف: "ولا يقبل الجرح الا مبين السبب" کی مثالوں میں فرماتے ہیں:

"قال الصيرفي وكذا إذا قالوا: فلان كذاب، لابد من بيانه؛ لأن الكذب يحتمل الغلط"(۲)

یعنی طعن مقبول نہیں جب تک اس کا سبب بیان نہ کیا جائے، امام صیرفی نے کہا: مثلاً اگر جرح کرنے والے کسی کو کذاب کہیں تو ضرور ہے کہ اس کی وجہ بیان کریں کہ کذب نادانستہ غلطی کو بھی کہتے ہیں۔

ردِ دوم:

سلیمان تیمی اس فن جرح وتعدیل کے اہل ہی نہیں، تو اس میں ان کی بات کا کیا لحاظ۔

(۷۲) امام حافظ الشان ''تہذیب التہذیب'' جلد ۹ ص ۴۵ میں فرماتے ہیں:

"سليمان ليس من أهل الجرح والتعديل"(۳)

سلیمان تیمی جرح وتعدیل کے اہل نہیں۔

دوم: یحییٰ ووہیب ومالک وہشام سے اس میں مدار صرف بیان ہشام پر ہے، باقی تین نے ایک دوسرے کی تقلید کی اور اقرار فرمادیا کہ خود ہم کو کوئی وجہ ابن اسحاق کے کذب کی معلوم نہیں، بلکہ ہم نے فلاں کو ایسا کہتے سنا۔

''میزان الاعتدال'' جلد ۲ ص ۳۴۵ میں ہے:

سلیمان بن داود کہتے ہیں: یحییٰ قطان نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ کذاب ہے، میں نے کہا آپ کو کیا خبر۔ کہا: مجھ سے وہیب نے کہا تھا۔ اور میں نے وہیب سے پوچھا کہ تم نے کیوں کر جانا تو کہا: مجھ سے مالک بن انس نے فرمایا تھا۔ اور میں نے مالک سے دریافت کیا تھا کہ آپ کو کیا معلوم تو فرمایا: مجھ

---

(۱) [تهذيب التهذيب: الألف في الآباء، ۹/۴۵]

(۲) [تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي: الرابعة هل يقبل التعديل دون ذكر السبب، ۱/۳۶۰]

(۳) [تهذيب التهذيب: الألف في الآباء، ۹/۴۵]

www.waseemziyai.com

سے ہشام بن عروہ نے کہا تھا۔ اور میں نے ہشام سے استفسار کیا تھا کہ تم کیا جانو تو کہا:

"حدث عن امرأتي فاطمة بنت المنذر وأدخلت علي وهي بنت تسع ومارأها رجل حتى لقيت الله تعالىٰ"(۱)

وہ میری زوجہ فاطمہ بن منذر سے حدیث روایت کرتا ہے، اور فاطمہ نو برس کی تھیں جو میرے گھر بیاہ کر آئیں اور تادم مرگ کسی مرد نے انہیں نہ دیکھا۔

بس یہ ہے وہ شور وغل جس پر یہ عیارہ دیوبند کی زمین سر پر اٹھائے لیتی ہے۔ سارا نچوڑ ہشام کے بیان پر ہے، اور وہ اصلاً مفید نہیں۔ ائمہ حدیث نے اس کے دس رد فرمائے:

(۷۳) رد اول: امام بخاری اشارہ فرماتے ہیں کہ:

"یہ قول ہشام سے ثابت ہی نہیں"۔ "کما سیأتي۔

رد دوم: ہشام سے جو قول مروی ہوا صریح غلط ہے، اس میں ہے کہ فاطمہ بنت المنذر جب میرے پاس بیاہ کر آئیں نو برس کی تھیں، حالانکہ وہ اپنے شوہر ہشام سے تیرہ برس بڑی ہیں، تو جب وہ نو برس کی تھیں ہشام ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے، اس کے چار برس بعد ان کی ولادت ہوئی۔

(۷۴) امام ذہبی میزان جلد۲ ص۳۴۵:

(۷۵) وتہذیب التہذیب جلد۹ ص۴۶:

"قوله وهي بنت تسع غلط بين لأنها أكبر من هشام بثلث عشرة ستة"(۲)

خود ہشام نے اسے بیان کیا ہے:

تہذیب جلد۱۲ ص۴۴۴:

"قال هشام بن عروة كانت أكبر مني بثلاث عشرة سنة"(۳)

ہشام نے فرمایا: فاطمہ مجھ سے تیرہ برس بڑی تھیں۔

رد سوم: فاطمہ ضرور پردہ نشین تھیں، اور انھیں کسی غیر شخص نے نہ دیکھا، مگر اس سے یہ کب لازم آیا کہ کوئی نامحرم ان سے روایت بھی نہ کرے، ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زائد کس کا پردہ

---

(۱) [میزان الاعتدال: محمد بن اسحاق بن یسار، ۳/۴۷۱]

(۲) [تهذيب التهذيب: الألف في الآباء، ۹/۴۶]

(۳) [تهذيب التهذيب: الألف في الآباء، ۹/۴۶]

www.waseemziyai.com

ہوگا، پھر صدہا نے ان سے حدیثیں سنیں اور روایت کیں۔

(۷۶) ابن حبان کتاب الثقات میں فرماتے ہیں:

"أما قول هشام فليس ممايجرح به الانسان، وذلك أن التابعين سمعوا من عائشة من غير أن ينظروا إليها"(۱)

رد چہارم: ہشام تو رجل کی نفی کرتے ہیں کہ کسی مرد نے ان کو نہ دیکھا "رجل" مرد بالغ کو کہتے ہیں، ممکن کہ ابن اسحاق نے اپنی نابالغی میں فاطمہ سے حدیثیں سنی ہوں۔

(۷۷) یہ جواب امام بخاری کے استاذ اجل امام ابن المدینی نے افادہ فرمایا۔

"قال علي: الذي قال هشام ليس بحجة، لعله دخل على امرأته وهو غلام فسمع منها"(۲)

رد پنجم: ہشام عمر بھر کی نفی کیوں کر کر سکتے ہیں، ہر وقت تو گھر میں رہتے نہ تھے، کیا دشوار ہے کہ ابن اسحاق حاضر ہوئے اور اذن طلب کیا، فاطمہ نے اذن فرمایا اور پردے کے اندر سے انھیں حدیث سنائی۔

یہ جواب امام المسلمین امام احمد وامام بخاری وامام ابن حبان نے افادہ فرمایا۔

(۷۸) امام مزی وتہذیب التہذیب ص ۴۱:

"قال عبدالله فحدثنا أبي بذلك فقال: ولم ينكر هشام، لعله جاء فاستاذن عليها فأذنت له، قال: أحسبه قال: ولم يعلم"(۳)

(۷۹) ثقات ابن حبان میں ہے:

"كذلك ابن اسحاق كان سمع من فاطمة والستر بينهما مسبل"(۴)

(۸۰) امام بخاری کی عبارت آتی ہے۔

رد ششم: آخر اس زمانے میں بیبیاں نقاب کے ساتھ مساجد میں آتی جاتی تھیں۔ ممکن کہ ابن

---

(۱) [تهذيب التهذيب: الألف في الآباء، ۹/۴۵]

(۲) [تهذيب التهذيب، الألف في الآباء، ۹/۴۳]

(۳) [تهذيب التهذيب: الألف في الآباء، ۹/۴۱]

(۴) [تهذيب التهذيب: الألف في الآباء، ۹/۴۵]

www.waseemziyai.com

اسحاق نے مسجد میں ان سے حدیث سنی ہو، اس کی خبر ہشام کو ہونی کیا ضرور۔

ا۔ تین بار کوفے گئے اور دیگر بلاد کا بھی سفر کیا ۱۲ منہ

(۸۱) امام ذہبی:

"قلت : ومايدري هشام بن عروة ،فلعله سمع منهافي المسجد" (۱)

رد ہفتم: ممکن کہ ابن اسحاق نے فاطمہ سے بذریعہ کتابت روایت کی ہو۔

(۸۲) امام بخاری "جزء القرأة" میں فرماتے ہیں:

"لو صح عن هشام جائز أن تكتب إليه فإن أهل المدينة يرون الكتاب جائزاً وجائز أن يكون سمع منها وبينهما حجاب"(۲)

یعنی ہشام سے یہ اعتراض ثابت ہی نہیں، اور اگر بالفرض صحیح ہو تو جائز ہے کہ فاطمہ نے حدیث ابن اسحاق کو لکھ بھیجی ہو کہ اہل مدینہ بذریعہ کتاب روایت کو جائز جانتے ہیں۔ جائز ہے کہ ابن اسحاق نے پردے کی آڑ سے حدیث سنی ہو۔

رد ہشتم: کچھ بھی سہی محمد بن سوقہ کوفی ثقہ عابد کہ تمام صحاح ستہ کے رجال سے ہیں، یہ بھی تو فاطمہ سے حدیث روایت فرماتے ہیں، انھوں نے کیسے سنی۔

أقول: یونہی محمد بن اسماعیل بن یسار نے بھی فاطمہ سے حدیث سنی "كما في التهذيب من ترجمتها" تو ہشام کا انکار رد ہو گیا۔

(۸۳،۸۴) امام ذہبی وامام عسقلانی:

"قدروى عنها أيضاً غير محمد بن إسحق من الغرباء محمد بن سوقة"(۳)

رد نہم: ہشام تو دیکھنے کے منکر ہیں کہ فاطمہ کو کسی غیر نے نہ دیکھا، اور ابن اسحاق ان سے حدیث روایت کرتے ہیں، رویت وروایت میں زمین آسمان کا فرق ہے، پھر اعتراض کیا ہوا۔

(۸۵) امام ذہبی:

"الرجل . فما قال إنه رأها ، أفبمثل هذا يعتمد على تكذيب رجل من أهل العلم؟

---

(۱) [ميزان الاعتدال: محمد بن اسحاق بن يسار، ۳/۳٤٤]

(۲) [تهذيب التهذيب :۹/٤۲]

(۳) [ميزان الاعتدال: محمد بن اسحاق بن يسار، ۹/٤٠٦]

www.waseemziyai.com

هذا مردود"(۱)

یعنی ابن اسحاق کب کہتے ہیں کہ میں نے فاطمہ کو دیکھا، کیا ایسی بے علاقہ بات سے ایک عالم کی تکذیب پر اعتماد ہوگا؟۔ یہ مردود ہے۔

رد دہم: سب سے قطع نظر سہی تو ائمہ نے ان پر طعن مقبول نہ رکھا پھر ایسی بات کہ ائمۂ ناقدین کے حضور پیش ہوکر رد ہو چکی ہو، اسے دستاویز بنانا کیوں کر جائز ہو۔ ایسے مطاعن سنے جائیں تو سلف وخلف میں شاید ہی کوئی امام سلامت بچے، سب سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔

(۸۶) یہ جواب امام بخاری نے ارشاد فرمایا۔ ''جزء القرأۃ'' میں فرماتے ہیں:

"ولم ينج كثير من الناس من كلام بعض الناس فيهم نحو مايذكر عن إبراهيم من كلامه في الشعبي، وكلام الشعبي في عكرمة، ولم يلتفت أهل العلم في هذاالنحو إلا ببيان وحجة، ولم يسقط عدالتهم إلا ببرهان وحجة"(۲)

یعنی اکثر ائمہ وہی ہیں جن پر کسی نہ کسی نے طعن کیا ہے، جیسے امام اجل ابراہیم نخعی سے امام جلیل شعبی میں کلام منقول ہے، اور امام شعبی سے عکرمہ میں۔ علما ایسی باتوں کی طرف التفات نہیں فرماتے جب تک دلیل وحجت سے ثابت نہ ہو، اور نہ ایسا ہے کہ جن پر طعن ہوا بے دلیل وحجت ان کی عدالت ساقط ہوئی۔(۳)

مسلمانو! یہ قاہر رد ہیں جن کو یہ عیارہ دیوبندی تحریر یک تاویلیں بتاتی ہے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون. آدمیان گم شدند۔

ثالثاً: دوسرا طعن دجل کا ہے کہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہوا ائمۂ کرام نے اس کے چھ ردار شاد فرمائے۔

رد اول: امام بخاری فرماتے ہیں: امام مالک سے اس کا ثبوت متحقق نہیں، بلکہ ثابت نہ ہونا ہی قرین قیاس ہے۔ اس کے بطلان پر قرینہ موجود ہے جیسا کہ نمبر ۳۰ و ۳۱ میں گزرا۔ امام محقق حنفیہ شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں: امام مالک سے محمد بن اسحاق پر طعن ثابت نہیں جیسا کہ گزارش سوم میں گزرا۔

رد دوم: امام مالک نے اس سے رجوع فرمایا، امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا

---

(۱) - [ميزان الاعتدال: محمد بن اسحاق بن يسار، ۳/ ۴۷۱]

(۲) [تهذيب التهذيب: الألف في الآباء، ۹/ ۴۱]

(۳) (تهذيب امام مزى وتهذيب التهذهب ۹ ص ۴۱)

www.waseemziyai.com

"ذكره ابن حبان في الثقات ، وإن مالكا رجع عن الكلام في ابن إسحاق واصطلح معه وبعث إليه هدية وذكرها "(۱)

ابن حبان نے محمد بن اسحاق کو ثقات میں ذکر کیا اور یہ کہ امام مالک نے ابن اسحاق پر طعن سے رجوع کیا اور ان سے صلح فرمالی اور انھیں ہدیہ بھیجا، ابن حبان نے وہ ہدیہ بھی بتایا ہے۔

(۸۷) ابن حبان کتاب الثقات میں فرماتے ہیں:

"إمام مالك فإن ذلك كان منه مرة واحدة ، ثم عادله، إلى مايحب ولم يكن يقدح فيه من أجل الحديث ، إنما كان ينكر تتبعه غزوات النبي .صلى الله تعالىٰ عليه وسلم. من أولاد اليهود الذين أسلموا وحفظوا قصة خيبر وغيرها ، وكان ابن إسحٰق يتتبع هذا منهم من غير أن يحتج بهم وكان مالك لايرى الرواية إلاعن متقن"

امام مالک نے ایک بار ابن اسحاق پر طعن کیا تھا، پھر ابن اسحاق کے محبوب برتاؤ کی طرف رجوع فرمایا۔ مالک کا طعن ان پر حدیث میں نہ تھا بلکہ یہ بات ناپسند تھی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غزوات کے قصے یہود کی اولاد سے پوچھتے ہیں جو اسلام لے آئے اور ان کو خیبر وغیرہ کے غزوے یاد تھے۔ ابن اسحاق کا یہ پوچھنا بھی اس طور پر نہ تھا کہ ان لڑکوں کا بیان حجت سمجھتے، مگر امام مالک روایت ایسوں ہی سے روا رکھتے تھے جو نہایت ضبط ومتانت والے ہوں۔ ابن اسحاق کی صرف اس بات پر امام مالک کو انکار تھا۔(۲)

ردسوم: بالفرض رجوع نہ بھی سہی، تو امام ناقد کبھی کسی امام پر کسی وجہ خاص سے ایک امر خاص میں طعن فرماتا ہے اور وہ طعن اتنی ہی بات پر مقتصر رہتا ہے، باقی امور میں وہ بھی اسے مقبول رکھتا یہاں تک کہ خود اس سے احادیث اخذ کرتا ہے۔

(۸۸) یہ جواب امام بخاری نے ارشاد فرمایا، "جزء القرأة" میں فرماتے ہیں:

"ولوصح عن مالك تناوله من ابن إسحاق فلربما تكلم الانسان فيرمي صاحبه بشيء ولايتهمه في الأمور كلها ، قال إبراهيم بن المنذر عن محمد بن فليح :نهاني مالك عن شيخين من قريش وقد أكثر عنهمافي المؤطا وهما ممن يحتج بهما"(۳)

---

(۱) [فتح القدير :جلد اول صفحه ۹۲]

(۲) (تهذيب التهذيب جلد ۹ ص ٤٥)

(۳) [تهذيب التهذيب : الألف في الآباء، ٤١/٩]

www.waseemziyai.com

یعنی اگر یہ بات درست ہو کہ امام مالک نے ابن اسحاق سے اخذ حدیث کیا [تو اس اعتراض کا کہ وہ تو ان پر طعن کرتے ہیں تو ان سے حدیث کیسے لی، جواب یہ ہے] کہ کسی آدمی میں آدمی کا کلام کرنا کسی امر خاص میں ہوتا ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ سارے امور میں اس کو متہم سمجھتا ہے۔ محمد بن فلیح کہتے ہیں: انھیں امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے دو قریشی عالموں سے روایت کو منع فرمایا اور خود موطا میں ان سے بکثرت روایات فرمائیں، اور فی الواقع وہ دونوں حجت ہیں۔

رد چہارم: امام مالک کو ابن اسحاق سے واقفیت نہ تھی، ابن اسحاق مدینہ طیبہ میں نہ رہے۔ ابتدا ہی میں کوفہ و جزیرہ و رے و بغداد کی طرف کوچ کیا اور بغداد شریف ہی میں قیام پذیر ہوئے۔ وہیں وفات پائی۔ انھوں نے مدینہ طیبہ میں کون سی حدیث روایت کی کہ امام مالک انہیں جانچتے۔ یہ رد امام بخاری کے استاذ امام علی بن عبداللہ نے ارشاد فرمایا:

(۸۹) ان کا یہ قول میزان الاعتدال سے نمبر ۱۸۔ اور

(۹۰) تہذیب التہذیب سے نمبر ۳۸ میں اس کا حوالہ گزرا۔ دونوں میں اس کے بعد ہے: ”وأي شيء حدث بالمدينة“

تہذیب التہذیب میں امام ابن سعد سے ہے:

”كان خرج من المدينة قديماً فأتى الكوفة والجزيرة والرى وبغداد وأقام بها حتى مات بها ۱۵۱“۔ (۱)

رد پنجم: امام کا اعتراض ان کی حدیث پر نہیں بلکہ مذہب قدر کی تہمت کے سبب ہے۔ یہ جواب امام عبدالرحمٰن بن ابراہیم استاذ امام بخاری نے ارشاد فرمایا، اور امام مصعب زبیری استاذ الاستاذ امام بخاری و استاذ امام ابن معین نے تو مطلق فرمایا کہ ابن اسحٰق پر جس نے طعن کیا بوجہ حدیث نہ تھا۔

(۹۱) مزی و عسقلانی، ج ۹ ص ۴۲:

”قال أبوزرعة الدمشقي: ذاكرت وحيما قول مالك فيه فرأى أن ذلك ليس للحديث، إنما هو لأنه اتهمه بالقدر“ (۲)

ایضاً صفحہ مذکورہ:

---

(۱) [تهذيب التهذيب: الألف في الآباء، ۹/۴۴]

(۲) [تهذيب التهذيب: الألف في الآباء، ۵/۲۷]

www.waseemziyai.com

"قال إبراهيم الحربي :حدثني مصعب قال: كانوا يطعنون عليه لشيء من غير جنس الحديث"(۱)

اور نمبرے میں گزرا کہ مذہب قدر کی ان کی طرف نسبت بھی محض خیال ہی خیال تھی، وہ سب سے زیادہ اس سے دور تھے۔ اور اس سے مفصل جواب حصۂ دوم میں آتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

رد ششم: وہی جو طعن کذب کا رد وہم تھا کہ سب جانے دو، آخر علمائے کرام نے طعن کو مقبول نہ رکھا تو اس سے استناد جہل وخرط القتاد۔

یہ جواب امام محقق علی الاطلاق نے ارشاد فرمایا، اور رد وہم میں امام بخاری کا ارشاد اس کے موافق ہے۔

فتح القدیر کا کلام گزارش سوم میں گزرا، اور اس کا تتمہ یہ ہے:

"وروى عنه مثل الثوري وابن ادريس وحماد بن زيد ويزيد بن زريع وابن علية وعبدالوارث وابن المبارك، واحتمله أحمد وابن معين وعامة أهل الحديث"(۲)

اگر ابن اسحاق پر امام مالک کا طعن کرنا ثابت فرض کرلیں تو علما نے اسے مقبول نہ رکھا، اور کیوں کر قبول ہو حالاں کہ امام شعبہ، ابن اسحاق کو حدیث میں مسلمانوں کا بادشاہ کہتے: اور ان سے امام اجل سفیان ثوری وابن ادریس وحماد بن زید ویزید بن زریع وابن علیہ وعبدالوارث وامام اجل عبداللہ بن مبارک جیسے اکابر نے حدیث روایت کی، اور امام اجل احمد بن حنبل وامام ابن معین اور عامہ علمائے محدثین نے ان کو مقبول رکھا۔

مسلمانو! یہ وہ جلیل ارشادات ہیں جن کو یہ عیارہ دیوبندی تحریر تاویلات رکیکہ کہتی ہے۔ ولا حول ولاقوة إلا بالله العلي العظيم.

فائدہ: یہ اٹھارہ رد ہیں کہ اکابر ائمہ نے ارشاد فرمائے۔ کان پوری تحریر کو متعدد ثقات نے بیان کیا کہ جناب مولوی اشرفعلی تھانوی صاحب کی ہے جو کسی نامعروف شخص سے نسبت کردی ہے،

جناب تھانوی صاحب کے رد میں اکثر "بیس" کا عدد ملحوظ رہا ہے جیسا کہ رسائل "ظفر الدین الجید" و"ظفر الدین الطیب" و"کین کش پنجہ پیچ" و"بارش سنگی" و"پیکان جاں گداز" وغیرہا سے ظاہر ہے، لہذا مناسب کہ دو ۲، رد انھیں کی طرز کے اور اضافہ کریں کہ "بیس" کا عدد کامل ہو۔

---

(۱) [تهذيب التهذيب : الألف في الآباء، ۵/۲۷]

(۲) [تهذيب التهذيب : الألف في الآباء، ۵/۲۶]

www.waseemziyai.com

ردنوزدہم: یحیٰی القطان سے ہشام کی حکایت مذکورہ کے راوی ابوداود طیالسی ہیں، ان کی نسبت ائمہ محدثین کے یہ خیالات ہیں:

حافظ الحدیث ابراہیم بن سعد جوہری نے فرمایا:

"أخطأ أبوداود في ألف حديث" طیالسی نے ایک ہزار حدیثوں میں خطا کی۔

امام ابوحاتم رازی نے فرمایا:

"كان كثير الخطا" ان کی خطائیں کثیر تھیں۔

امام محمد بن منہال نے فرمایا:

"كنت اتهم أباداؤد" میں ان کو متہم سمجھتا تھا۔

مجھ سے اقرار کیا کہ میں نے ابن عون سے کچھ نہ سنا، پھر میں نے سال بھر وقفہ دیا کہ وہ اپنا کہا بھول جائیں، اس کے بعد پوچھا: تم نے ابن عون سے حدیث سنی؟۔ کہا: ہاں بیس سے زائد حدیثیں، میں نے کہا: کیا کیا؟ انھوں نے گنائیں تو ان میں کوئی حدیث ابن عون کی نہ تھی، سب یزید بن زریع کی تھیں سوا ایک کے کہ خدا جانے کس کی تھی۔ امام یزید بن زریع نے کہا: دو حدیثیں کہ ہم نے شعبہ سے سنی تھیں میں نے طیالسی سے بیان کیں، طیالسی نے انھیں مجھ سے لکھ لیا، پھر خود انھیں شعبہ سے روایت کرنا شروع کر دیا۔

ردبستم: ابوداود طیالسی سے اس کے راوی ابوقلابہ رقاشی ہیں۔

امام دارقطنی نے فرمایا:

"صدوق كثير الخطا في الأسانيد والمتون، كان يحدث من حفظه فكثرت الأوهام في روايته" (۱)

ہیں تو بہت سچے مگر سندوں اور حدیثوں سب میں بکثرت خطا کرتے ہیں، یاد پر حدیث روایت کرتے، تو ان کی روایت میں اغلاط بہت واقع ہوئے۔

امام ابن خزیمہ نے فرمایا:

"ثنا أبو قلابة قبل أن يختلط ويخرج إلى بغداد"۔(۲)

یعنی جب سے وہ بغداد گئے ان کی عقل سلامت نہ رہی۔

---

(۱) [موسوعة اقوال الدارقطني: ۲/۴۲۵]

(۲) [خلاصة تذهيب تهذيب الكمال: من اسمه عبد الملك، ۱/۲۴۵]

www.waseemziyai.com

ابوالقاسم ابن بنت منیع سے مروی:

"عندي عن أبي قلابة عشرة أجزاء ما منها حديث مسلم ، إما في الاسناد وإما في المتن"(۱)

میرے پاس ابوقلابہ کی روایت سے دس جزء ہیں جن میں کوئی حدیث سلامت نہیں، یا سند میں خطا ہے، یا اصل حدیث میں۔

دیگر محدثین کے جروح منعدم تو نہ ہو جائیں گے، ان کا کثیر الخطا ہونا تو نہ مٹ جائے گا، یہی سبب ہے کہ امام بخاری نے سرے سے اس حکایت کو صحیح ہی نہ مانا۔

کلام یہاں تک طویل ہوا۔ توثیق ابن اسحاق ثابت کرنے کی ایسی ضرورت نہ تھی، وہ تو ائمہ حنفیہ وعامۂ محققین محدثین کے نزدیک ثابت ہی ہے، نہ دیوبندی عیارہ تحریر کی خیانتیں گنانے کی چنداں حاجت تھی کہ دیوبندیت وخیانت لازم ملزوم ہیں۔ بلکہ دکھانا یہ ہے کہ اس دیوبندیہ عیارہ نے تمام مذہب حنفی باطل کر دیا، تمام ائمہ حنفیہ مجروح وغیر ثقہ کر دیے، امام محمد، امام ابو یوسف، امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب کو ہمیشہ کے لیے رد کر دیا۔ وہ کون سا ہے جس پر طعن نہ ہوئے ہوں خصوصاً اعلیٰ درجۂ کمال والے۔ ع

کہ ہنر ہر چہ بیش دشمن بیش

خصوصاً ہمارے امام اعلیٰ مقام جن کے مدارک علیہ تک بڑے بڑے ائمہ مجتہدین کی رسائی نہ تھی، پھر نرے ظاہر بیں خادمان الفاظ محدثوں کی کیا گنتی؟۔ ع (۲)

والناس أعداء لما جهلوا

تو حسد الگ وجہ تھا، اور نافہمی جدا، لہذا اس طائفہ کے بہت لوگ ان کی بدگوئی میں مبتلا ہوئے کوئی ناگفتنی اٹھا نہ رکھی، بلکہ ان کے طفیل میں جو جوان کے تلامذہ، ان کے یادگار، ان کے پیروپائے، اپنی چلتی سب مجروح ومطعون بنائے۔ اس دیوبندی عیارہ تحریر نے تو ابن اسحاق کی برائیوں میں ایک صفحہ ہی سیاہ کیا ہے، اس کی سگی بہنیں غیر مقلدوں کی تحریریں اور اس کی سوتیلی بہنیں رافضیوں کی کتابیں تو امام محمد وامام ابو یوسف وامام اعظم کی برائیوں سے جز کے جز اپنے باطن ناپاک کی طرح سیاہ کرتی ہیں، اور وہ سب اقوال بڑے بڑے محدثوں ہی سے نقل لاتی ہیں۔

---

(۱) [ذكر من تكلم فيه: تاريخ اسلام، حرف العين، ۱/۱۲۷]

(۲) [الطراز لأسرار البلاغة وعلوم حقائق الإعجاز ـ اضرب الثاني في بيان الإيجاز، ۲/۶۹]

www.waseemziyai.com

حنفی سنی مسلمانو! اب اگر آپ اس کے جواب میں وہ مدحیں توثیقیں دکھایئے جو اکابر ائمہ نے ہمارے ائمہ کرام کی شان میں لکھیں، اور مطاعن کے وہ قاہر رد سنایئے جو اجلۂ محققین نے ارشاد کیے ہیں، تو وہ دیکھیے دیوبندی تحریر میں اس کا ٹکا سا جواب رکھا ہوا ہے کہ ہاں! ''دیگر ائمہ محدثین'' ابوحنیفہ وابو یوسف ومحمد کی ''توثیق بھی کرتے ہیں، اور ان جروح کی تاویلات رکیکہ کرتے ہیں، مگر ہم کو اس سے بحث نہیں کہ ان کی جرح راجح ہے یا تعدیل، خواہ جرح راجح ہو یا تعدیل، لیکن ان ائمہ محدثین کی جروح بالکل معدوم نہ ہو جائیں گی؛ اس لیے ابوحنیفہ وابو یوسف ومحمد میں ہر ایک اگر معاذ اللہ! کذاب نہ ہوگا، تو متہم بالکذب ضرور ہوگا، اور اگر بدعتی نہ ہوگا تو متہم بالبدعۃ ضرور ہوگا''۔

اب فرمایئے! اس کا کیا جواب ہے؟ دیوبندی تحریر علامۃ الدہر شریر پہلے ہی آپ کے سب راستے بند کر چکی ہے۔ اور یہ عیاری دیکھی: امام اعظم وصاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسمائے طیبہ لے کر اپنی چھاتی کی دبی آگ کا بخار نہ نکالا کہ یوں تو ہر بے پڑھا حنفی بھڑک جاتا، بلکہ سامان پورے ٹھیک کر لیے اور دوسرے پر ڈھال کروار کیے، اور دوسرا بھی وہ تجویز کیا جو امام اعظم کا ہم استاد، صاحبین کا استاذ واستاذ الاستاذ محمد بن اسحاق۔ ہمارے امام اور وہ ایک ہی جگہ رہتے تھے، یعنی بغداد مقدس، اور ایک ہی زمانہ وفات کا ہے یعنی ۱۵۰۔ یا ابن اسحاق کی وفات دو ایک برس بعد، تاکہ ادھر تو تم کو اس پر جما لے کہ جب کچھ محدثین ایک امام پر جرحیں کر دیں تو اوروں کی توثیقیں ان کو معدوم نہیں کر سکتیں۔ اوروں کے جواب کیسے ہی قوی وروشن ہوں رکیک تاویلیں ٹھہریں گی۔ وہ مجروح اگر چنیں وچناں نہ ہوا تو متہم تو ضرور ہوگا۔ اور ادھر اپنے سگوں سوتیلوں کو ہلکار دے کہ لو! اب ابوحنیفہ پر طعن کی بوچھار کرو۔ ابو یوسف ومحمد پر بھرمار کرو۔ تمہارے دلوں میں تو وہ ناپاک اصول جما ہی چکی ہے۔ بعینہ وہی یہاں کام آجائیں گے۔ اور تینوں امام زیادہ نہیں تو۔ معاذ اللہ! متہم بالکذب تو ضرور ٹھہر جائیں گے۔ اور متہم بالکذب وہ بدتر درجہ ہے کہ ضعیف ومتروک وساقط وہالک سے بھی گیا گزرا ہے۔ اس کے بعد بس کھلے وضاع، کذاب کا مرتبہ ہے (دیکھو تقریب وميزان وغیرہما کتب فن)

اور امام جلال الدین سیوطی وامام بدرالدین زرکشی وغیرہما ائمہ متہم بالکذب ۱ کی حدیث کو موضوع ٹھہراتے ہیں، تو حنفیہ کے اماموں کی سب حدیثیں موضوع ٹھہریں، اور مطلقاً مردود ہونے میں تو کچھ شک نہ رہا۔ رہی فقہ، اس کے امام کا دینِ خدا میں امین ومعتمد ہونا قطعاً ضرور، اور متہم بالکذب امین ومعتمد نہیں۔ لہٰذا فقہ حنفی بھی باطل اور ابوحنیفہ وابو یوسف ومحمد کی تقلید حرام۔

مسلمانو! اب تو اس عیارہ کی چال سمجھے۔ دیکھو اسی دن کے لیے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

www.waseemziyai.com

وسلم نے فرمایا تھا:

((فایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم))(۱)

ان سے دور بھاگو، انھیں اپنے سے دور کرو، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں، کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ والعیاذ باللہ رب العلمین ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم(۶)۲

مسلمانو! دیوبندی چوٹ نہ فقط مذہب حنفی بلکہ صحیح بخاری وصحیح مسلم پر بھی بہت گہری ہے۔ اس عیارہ کے طور پر صحیحین میں بھی کذاب ووضاع بھرے پڑے ہیں، ورنہ کم ازکم متہم بالکذب والوضع تو ضرور ہیں، تو صحیح بخاری ومسلم کی حدیثیں صحیح ہونا بالائے طاق اصلاً قابل اعتبار بھی نہیں، موضوع ومردود وواہیات ہیں مثلاً:

رجال صحیحین سے

احمد بن عیسی تستری:

"قال أبوداؤد: كان يحيىٰ بن معين يحلف بالله أنه كذاب ، قال أبو زرعة لسعيد: مارأيت أهل مصر يشكون في أنه وأشار إلى لسانه"(۲)

ترجمہ: امام ابوداؤد نے کہا: کہ یحییٰ بن معین اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتے تھے کہ احمد بن عیسیٰ تستری کذاب ہے۔ امام ابوزرعہ نے سعید سے کہا: میں نے مصریوں کو اس بات میں شک کرتے نہیں دیکھا، پھر زبان کی طرف اشارہ کیا، گویا وہ بتانا چاہتے تھے کہ یہ جھوٹ میں ملوث ہے۔

اسمعیل بن ابی اویس:

"قال يحيىٰ بن معين: ابن أبي أويس وأبوه يسرقان الحديث ، وقال: أيضاً مخلط يكذب ، وقال النضربن سلمة المروزى :ابن أبي أويس وأبوه كذاب ، وقال الأزدى :

---

(۱) اس مسئلہ میں علما کے اقاویل، پھر اس کی تحقیق جلیل اور اپنے مختار پر افادات دلیل اعلیٰ حضرت مجدد المأتہ الحاضرہ نے کتاب مستطاب "منیر العین" میں افادہ فرمائے۔ فمن شاء فلیستفد ۱۲ منہ

(۲) یہ (۶) اس (۵) کے سلسلہ میں ہے جو صفحہ ۹ پر گزرا۔ ۱۲

---

(۱) [صحیح مسلم شریف]

(۲) [تہذیب التہذیب: ۱۱۵-۱/۱۰۹]

www.waseemziyai.com

حدثني سيف بن محمد أن ابن أبي أويس كان يضع الحديث ، وقال سلمة بن شبيب : سمعت اسمعيل بن أبي أويس يقول : ربما كنت أضع الحديث لأهل المدينة إذا اختلفوا في شيء فيما بينهم"(١)

ترجمہ: یحییٰ بن معین نے کہا: یہ دونوں باپ بیٹے حدیث کے چور ہیں۔احادیث میں خلط ملط کرتے اور جھوٹ بولتے۔نضر بن سلمہ مروزی کہتے ہیں: دونوں جھوٹے ہیں۔ازدی نے کہا: مجھ سے سیف بن محمد نے بیان کیا کہ ابن ابی اویس حدیثیں گڑھتا تھا۔سلمہ بن شبیب نے کہا: میں نے خود اسماعیل بن اویس کو کہتے سنا کہ بسا اوقات میں مدینے والوں کے لیے اس وقت حدیث گڑھ کر پیش کر دیتا تھا۔جب ان کا آپس میں کسی چیز میں اختلاف کر ہونا۔

شجاع بن الولید ابو بدر:

"قال الامام أحمد: لقيه ابن معين يوماً فقال له: ياكذاب"(٢)

امام احمد ابن حنبل فرماتے ہیں: ایک دن انہیں ابن معین نے کذاب کے لقب سے پکارا۔

عبدالحمید الاصجی ابوبکر الاعشی:

"قال الأزدي في ضعفائه :أبوبكر الأعشى يضع الحديث "(٣)

امام ازدی نے اپنی کتاب "ضعفا" میں کہا کہ ابوبکر اعشیٰ حدیث وضع کرتا تھا۔

عبدالرزاق بن ہمام:

"قال عباس بن عبدالعظيم العنبري : والله الذى لا إله إلاهو! إن عبدالرزاق كذاب ، وقال زيد بن المبارك : كان عبد الرزاق كذاباً يسرق الحديث"(٤)

عباس ابن عبدالعظیم عنبری نے کہا: عبدالرزاق جھوٹا تھا اور حدیث کا چور تھا۔

عکرمۃ مولی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما:

"قال ابن أميعة عن أبي الاسود :كانوا يقولون: ماأكذبه ، وقال أبوخلف الخزار

---

(١) [تهذيب التهذيب :٥٦٨ـ ١/٢٥٥]

(٢) [تاريخ بغداد للخطيب: ٩/٢٤٩]

(٣) [تقريب التهذيب : ١/٣٣٣]

(٤) [سير أعلام النبلاء :٨/٢٢٧]

www.waseemziyai.com

عن يحيىٰ البكاء سمعت ابن عمر يقول لنافع :اتق الله ، ويحك يا نافع! لاتكذب علي كماكذب عكرمة على ابن عباس ، وقال إبراهيم بن سعد عن أبيه عن سعيد بن المسيب أنه كان يقول لغلامه برد: يا برد !لاتكذب علي كما يكذب عكرمة على ابن عباس ، وقال جرير بن عبدالحميد عن يزيد بن أبي زياد:دخلت على علي بن عبدالله بن عباس وعكرمة مقيد على باب الحش ، قلت : مالهذا ؟ قال :إنه يكذب على أبي ، وروى أيضاً عن عبدالله بن الحارث أنه دخل علىٰ علي الخ ، وقال القاسم بن محمد بن الصديق: إن عكرمة كذاب يحدث غدوة حديثاً ويخالفه عشية ، وقال محمد بن سيرين : مايسوء في أن يدخل الجنة ولكنه كذاب ، وقال سعيد بن المسيب :كذب مخبثان ، وقال عطاء وسعيد بن جبير : كذب عكرمة ، وقال يحيىٰ بن سعيد الانصاري :كان كذاباً"(١)

ابواسود سے ابن امیعہ روایت کرتے ہیں کہ محدثین حضرت عکرمہ کے بارے میں کہتے تھے: یہ بہت جھوٹے ہیں۔ابوخلف خزار نے یحییٰ بکا سے روایت کی کہ حضرت ابن عمر نے نافع سے کہا: تیرے لیے خرابی ہو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔مجھ پر جھوٹ کا افترا نہ کرنا جس طرح عکرمہ نے ابن عباس پر کیا ۔ابراہیم ابن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے غلام برد سے کہا: اے برد! مجھ پر اس طرح جھوٹ نہ باندھنا جس طرح عکرمہ نے ابن عباس پر باندھا۔جریر بن عبدالحمید نے یزید بن ابی زیاد سے روایت کی کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس کے بیٹے علی کے پاس گیا تو دیکھا تو عکرمہ نہ باغ کے دروازہ سے بندھے ہیں۔میں نے کہا: یہ کیا؟ یہ میرے والد پر جھوٹ باندھتا ہے۔

عبداللہ بن حارث سے بھی روایت اسی طرح ہے،حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق فرماتے ہیں:عکرمہ جھوٹا ہے،صبح کو ایک حدیث بیان کرتا ہے اور شام کو اس کے خلاف بیان کرتا ہے۔محمد بن سیرین نے کہا: اس میں برائی نہیں کہ یہ جنتی ہو لیکن کذاب تھا۔سعید بن مسیب نے کہا: خبیث جھوٹا تھا۔عطا اور سعید بن جبیر نے کہا:عکرمہ نے جھوٹ بولا۔یحییٰ بن سعید انصاری نے کہا: کذاب تھا۔

نافع: ذاك الثقة الامام:

" قال سالم بن عبدالله بن عمر رضى الله تعالىٰ عنهم :كذب العبد على أبي "

---

(١) [تهذيب التهذيب :٥٤٧١-٤/١٦١]

www.waseemziyai.com

سالم بن عبداللہ بن عمر نے کہا: غلام نے میرے والد پر جھوٹ باندھا۔

نوف البکالی:

"قال ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما : کذب عدوالله"(۱)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے دشمن نے جھوٹ کہا۔

رجال بخاری سے

احمد بن صالح:

"قال النسائي : ليس بثقة ولا مامون ترکه محمد بن يحيىٰ ورماه يحيىٰ بالكذب ، وقال أخبرني معوية بن صالح قال: سألت يحيى بن معين عن أحمد بن صالح فقال : كذاب يتفلسف"(۲)

امام نسائی نے کہا: نہ یہ ثقہ ہے اور مامون، محمد بن یحییٰ کے نزدیک یہ متروک ہے، اور یحییٰ نے ان کو متہم بالکذب ٹھہرایا اور کہا: مجھے معاویہ ابن صالح نے بتایا کہ میں نے یحییٰ ابن معین سے احمد ابن صالح کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: جھوٹا فلسفی تھا۔

اسباط ابوالیسع:

"كذبه يحيى بن معين"(۳)

یحییٰ بن معین نے ان کو جھوٹا کہا۔

اسید بن زید:

"قال ابن الجنيد عن ابن معين : كذاب، أتيته ببغداد فسمعته يحدث بأحاديث كذب ، وقال ابن حبان :يسرق الحديث"(۴)

ابن جنید نے یحییٰ بن معین سے روایت کی کہ یہ جھوٹا ہے، میں اس کے پاس بغداد آیا تو میں نے اس سے بہت سی جھوٹی حدیثیں سنیں۔ ابن حبان نے کہا: حدیث کا چور ہے۔

---

(۱) [تهذيب التهذيب: ۶۸-۱/۹۴]

(۲) [تهذيب التهذيب: ۶۸-۱/۹۴]

(۳) [تهذيب التهذيب: ۳۹۷-۱/۱۹۷]

(۴) [تهذيب التهذيب: ۶۲۸-۱/۲۷۶]

www.waseemziyai.com

حسن بن مدرک:

"قال أبو داؤد: كان كذاباً يأخذ أحاديث فهدبن عوف فيلقيها على يحيى بن حماد"(۱)

امام ابوداؤد نے فرمایا: جھوٹا تھا، فہد بن عوف کی روایات کو یحییٰ بن حماد کی طرف منسوب کر دیتا تھا۔

عبدالله بن صالح مكاتب الليث: "قال صالح جزرة كان ابن معين يوثقه، وعندى أنه يكذب في الحديث "(۲)

صالح جزرہ کہتے ہیں: ابن معین تو ان کو ثقہ کہتے تھے مگر میرے نزدیک حدیث میں جھوٹا ہے۔

علی بن عبداللہ:

"ذاك الجبل الشامخ قال المروزى سمعت احمد: كذبه"(۳)

مروزی نے کہا: میں نے امام احمد سے سنا کہ یہ جھوٹا ہے۔

نعیم بن حماد:

"نسبه أبو بشر الدولابي الحافظ الى الوضع، وقال الأزدى في الضعفاء: كان نعيم يضع الحديث في تقوية السنة، وحكايات مزورة في ثلث النعمن كلها كذب اه أي: في مثالب الامام الأعظم رضى الله تعالىٰ عنه عن الامام الأعظم"(۴)

ابوبشیر دولابی نے ان کو احادیث وضع کرنے والا بتایا، ازدی نے ضعفا میں کہا: نعیم بن حماد سنت کو تقویت دینے کے لیے حدیث گڑھتا تھا، اسی طرح امام اعظم کے معائب بیان کرنے میں جھوٹی حکایات بیان کرتا تھا۔

رجال مسلم سے

احمد بن عبدالرحمٰن بن وہب:

"قال زكريا بن يحيىٰ البلخى: قيل لمحمد بن إبراهيم البوشنجى أن أحمد بن عبدالرحمن حدث بكتاب الفتن عن ابن وهب، قال: فهذا كذاب إذاً"(۵)

---

(۱) [تهذيب الكمال: الحسن بن مدرك، ٦/٣٢٤]

(۲) [ميزان الاعتدال: عبد الله بن صالح، ٢/٤٤١]

(۳) [ ]

(٤) [تهذيب التهذيب: ٨٤١٣-٥/٦١٩]

(٥) [تهذيب التهذيب: ٩١-١/١٠٤]

www.waseemziyai.com

زکریا بن یحییٰ بلخی کہتے ہیں: محمد بن ابراہیم بوشنجی سے کہا گیا کہ احمد ابن عبد الرحمٰن نے ابنوہب سے کتاب فتن بیان کی تو انہوں نے کہا: تو یہ کذاب ہے۔

جراح بن المليح:

"قال الادريسي في تاريخ سمرقند: إن ابن معين كذبه ، وقال كان وضاعاً للحديث ، وقال ابن حبان : كان يقلب الأسانيد ، زعم يحيىٰ :أنه كان وضاعا للحديث" (۱)

تاریخ سمرقند میں ادریسی نے کہا: ابن معین نے جراح بن ملیح کو جھوٹا قرار دیا اور کہا: حدیث گڑھنے والا تھا۔ ابن حبان نے کہا: حدیثوں کی سندیں الٹ پلٹ کر دیتا تھا۔ یحییٰ نے حدیثیں گڑھنے والا بتایا۔

خلف بن خليفة:

"قال أحمد: قال رجل لسفيان بن عيينة يا أبا محمد! عندنا رجل يقال له: خلف بن خليفة يزعم أنه رأى عمرو بن حريث فقال كذب"(۲)

امام احمد نے فرمایا: ایک شخص نے سفیان بن عیینہ سے کہا: اے ابو محمد! ہمارے یہاں ایک صاحب ہیں جن کو خلف بن خلیفہ کہا جاتا ہے، وہ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے عمرو بن حریث کو دیکھا تو آپ نے فرمایا: وہ جھوٹا ہے۔

محمد بن حاتم:

"قال يحيىٰ وابن المدينى : هو كذاب "(۳)

یحییٰ اور ابن مدینی نے کہا: یہ کذاب ہے۔

حاش لله . استغفر الله . معاذالله! کہ یہ جروح ہمیں مقبول ہوں، ہرگز نہ ان میں کوئی کذاب ہے، نہ ابن اسحاق کذاب۔ نہ ان میں کوئی متہم، نہ ابن اسحاق متہم۔ ان میں اکثر ثقہ اور بعض تو اجلۂ ائمہ اور باقی صدوق ومقبول ہیں۔ اور ابن اسحاق ثقہ ثقہ، صدوق صدوق صدوق۔ مگر دیوبندی تحریر ظالمہ کا ظلم دکھانا ہے کہ اسے نہ ابن اسحاق سے غرض ہے نہ اذان سے کام، بلکہ وہ تو امام اعظم وامام ابو یوسف وامام محمد وصحیح بخاری وصحیح مسلم کو رد کرنے اٹھی ہے۔ اور متہم کی ایسی ہی توسیع چلی تو رجال بخاری کی کیا گنتی؟ خود امام

---

(۱) [تهذيب التهذيب: ۱۰۷۰۔۱/۴۲۳]

(۲) [تهذيب التهذيب : ۲۰۴۲۔۲/۹۴]

(۳) [تهذيب التهذيب: ۶۷۲۷۔۵/۲۵]

www.waseemziyai.com

بخاری کب بچتے ہیں؟۔ کیا نہ دیکھا کہ امام المحدثین سید الفقہا امام اجل ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلمیذ مسلمہ اندلسی نے ''کتاب الصلہ'' میں ان کی نسبت کیا کیا کہا۔ تو اس عیارہ فحاشہ دیوبندی تحریر کے طور پر امام بخاری اگر معاذ اللہ. معاذ اللہ. معاذ اللہ کذاب اور کذاب نہیں تو متہم بالکذب تو ضرور ٹھہریں گے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(۷) مسلمانو! یہ عیارہ ابن اسحاق کا تشیع نقل کرنے میں سخت فریب وہی کی چال کھیلی ہے، تقریب امام ابن حجر سے یہ نقل کر لائی کہ تشیع کے ساتھ متہم ہے، تاکہ عوام بے چارے اس امام جلیل کو معاذ اللہ رافضی جانیں کہ محاورۂ جدیدہ میں روافض ہی کو شیعہ کہتے ہیں، اور ائمۂ جرح وتعدیل کے محاورے میں شیعی وہ ہے کہ امیر المؤمنین علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل جانتا ہو، اور شک نہیں کہ یہ اگرچہ جمہور اہل سنت کے خلاف ہے مگر ایک جماعت اہل سنت خصوصاً بہت ائمۂ کوفہ مثل امام سفیان ثوری وامام سلیمان اعمش وغیرہما رحمہم اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے، ایسے تشیع کو بدعت وبد مذہبی بھی نہیں کہہ سکتے۔

مقاصد میں ہے:

"الأفضلية عندنا بترتيب الخلافة مع تردد ما فيها بين عثمن وعلى. رضى الله تعالىٰ عنهما."(۱)

ہمارے یہاں افضلیت خلافت کے ترتیب پر ہے، ساتھ ہی عثمان غنی اور مولیٰ علی کے درمیان کوئی حتمی ویقینی فیصلہ نہیں۔

شرح مقاصد میں ہے:

"قال أهل السنة: الأفضل ، والبعض الى التوقف فيما بينهما"(۲)

اہل سنت نے افضل حضرت عثمان کو کہا، اور بعض نے اس سلسلہ میں توقف کیا۔

اسی میں امام الحرمین سے ہے:

"تتعارض الظنون فى عثمان وعلى. رضى الله تعالىٰ عنهما."(۳)

حضرت عثمان غنی اور حضرت علی کے بارے میں رائیں مختلف ہیں۔

---

(۱) [شرح المقاصد في علم الكلام: ۲/۲۷۱]

(۲) [شرح المقاصد في علم الكلام: ۲/۲۹۸]

(۳) [شرح المقاصد في علم الكلام: ۲/۲۹۸]

www.waseemziyai.com

صواعق میں ہے:

"أطبق عليه عظماء الملة وعلماء الأمة أن أفضل هذه الأمة أبوبكر الصديق ، ثم عمر ، ثم اختلفوا ، فالأكثرون منهم الشافعي وأحمد وهو المشهور عن مالك أن الأفضل بعدهما عثمان ثم علي ، وجزم الكوفيون : منهم سفيان الثوري بتفضيل علي على عثمان ، وقيل : بالتوقف عن التفاضل بينهما، وهو رواية عن مالك"(۱)

عظمائے ملت اور علمائے ملت کا اس پر اجماع ہے کہ امت محمدیہ میں افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں، پھر ان کے بعد حضرت عمر، اس کے بعد اختلاف ہے، اکثر ائمہ ان میں امام شافعی وامام احمد اور امام مالک کا مشہور قول یہی ہے کہ ان دونوں حضرات کے بعد افضل حضرت عثمان غنی ہیں، پھر حضرت علی، ائمہ کوفہ جن میں سفیان ثوری بھی ہیں، یہ حضرت علی کو حضرت عثمان پر فضیلت دیتے ہیں۔ بعض نے ان دونوں کے درمیان توقف کیا ہے، امام مالک سے بھی ایک روایت یہی ہے۔

تہذیب التہذیب ترجمہ امام اعمش استاذ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں ہے:

"كان فيه تشيع"(۲)

حضرت امام اعمش شیعت کی طرف مائل تھے۔

ہاں! اگر حضرت مولیٰ کو حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر تفضیل دے جسے ہمارے عرف میں "تفضیلیہ" کہتے ہیں، اسے ائمہ جرح وتعدیل شیعی غالی اور کبھی "رافضی" کہتے ہیں۔ پھر اگر تبرائی ہو تو رافضی غالی ہے۔ خود امام ابن حجر نے ان اصطلاحات کی تصریح فرمائی۔

ہدی الساری صفحہ ۵۴ میں فرماتے ہیں:

"التشيع محبة علي وتقديمه على الصحابة ، فمن قدمه على أبي بكر وعمر فهو غال في تشيعه ، ويطلق عليه رافضي والا فشيعي ، فإن انضاف إلى ذلك السب أو التصريح بالبغض فقال: الرفض"(۳)

تشیع کا مطلب حضرت علی سے محبت اور آپ کی صحابہ کرام پر فوقیت بتانا ہے۔ البتہ جس نے

---

(۱) [الصواعق المحرقة : الفصل الأول، ۱/۱۶۹]

(۲) [تهذيب التهذيب : من اسمه سليمان، ۴/۲۲۳]

(۳) [هدي الساري: ص ۵۴]

www.waseemziyai.com

حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم پر فوقیت بتائی وہ غالی شیعہ ہے، اسی کو رافضی بھی کہا جاتا ہے ورنہ شیعی ہے۔ پھر اس میں اگر تبرا بھی شامل ہو جائے یا شیخین سے بغض وعناد کا اظہار بھی ہو تو یہ کھلا رفض ہے۔ (اور یہ تبرائی رافضی ہیں، ہندو پاک میں بالعموم یہی ہیں)

دیوبندی تحریر جن امام کی کتاب سے سند لائی یہ خود انھیں کا بیان ہے۔

وزيادة تفصيل المقام في التحريرات الحديثية لحضرة مجدد المأة الحاضرة رحمه الله تعالىٰ.

اس موضوع پر مزید تفصیل مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی کی ان تحریروں میں ہے جو آپ نے احادیث کی تحقیق میں رقم فرمائیں۔ (مثلا منتهى التفصيل المبحث التفضيل: ۹۰/ اجزا پر مشتمل)

بالجملہ شک نہیں کہ ائمہ مذکورین کی اصطلاح میں رافضی وشیعی میں زمین آسمان کا فرق ہے، لہذا جب ابو اسماعیل انصاری نے حاکم کو کہا:

"إمام في الحديث رافضي خبيث"(۱)

فن حدیث میں امام ہیں مگر غالی رافضی ہیں۔

اس پر ذہبی نے کہا:

"الله يحب الإنصاف، الرجل ليس برافضي بل شيعي فقط"(۲)

اللہ انصاف کو دوست رکھتا ہے وہ رافضی نہیں فقط شیعی ہے۔

تو اس زمانے میں ابن اسحاق کو بلفظ شیعی تعبیر کرنا اور اصطلاح ائمہ نہ بتانا ضرور مسلمانوں کو دھوکا دینا اور عوام کو گم راہ کرنا اور تمام حنفیہ اور عامۂ محدثین کے ایک مسلم امام کو ناحق ناروا رافضی ٹھہرانا ہے۔ آخر نہ دیکھا کہ ذات شریف ہی کی تحریر کثیف دیکھ کر جاہل بوکھلا اٹھے کہ امام ابن اسحاق۔ معاذ اللہ! رافضی ہیں، رافضی ہیں۔

مگر اس میں ایک خفی چال اور ہے، وہ یہ کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم کو عوام کی نگاہ سے گرانا ہے کہ ان کے رجال میں بکثرت وہ ہیں جن کو شیعی کہا گیا۔

---

(۱) [ميزان الاعتدال محمد بن عبد الله البصري، ۶۰۸/۳]

(۲) [ميزان الاعتدال محمد بن عبد الله البصري، ۶۰۸/۳]

www.waseemziyai.com

ہدی الساری میں صرف صحیح بخاری کے اصول مسانید میں بیس شیعی نام بنام گنائے، اور تعلیقات بخاری میں اور زائد ہیں۔ اور رواۃ صحیح مسلم چھانٹے جائیں تو غالباً عدد سو سے کم نہ رہے گا۔ تو مطلب یہ ہے کہ دیکھو سنیو! تمہاری صحیحین میں رافضی بھرے پڑے ہیں۔

(۸) طرفہ تر یہ کہ راویان صحیح بخاری وصحیح مسلم وائمۂ کوفہ مثل امام الاولیا امام المحدثین امام الفقہا سیدنا سفیان ثوری، وامام المحدثین استاذ سیدنا امام اعظم امام اعمش وغیرہما رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو اس دیوبندی عیارہ کے طور پر۔ معاذ اللہ! رافضی ٹھہرے ہی تھے، مگر۔ عیاذاً باللہ! یہ ناپاک حرف ایک روایت کی بنا پر خود حضور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے کہ اس باب میں ان سے بھی ایک روایت موافق ائمۂ کوفہ آئی ہے، اگرچہ روایت ظاہرہ مشہورہ یہی ہے کہ عثمان افضل ہیں پھر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ جیسا کہ خود امام نے ''فقہ اکبر'' میں نص فرمایا۔

علی قاری ''منح الروض الازہر'' میں لکھتے ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ حضرت عثمان غنی پر حضرت علی مرتضیٰ کی تفضیل کے قائل تھے۔ مگر صحیح وہی ہے جس پر جمہور ائمہ اہل سنت ہیں، یہی امام اعظم کے قول سے ظاہر ہے کہ آپ نے خلافت کی ترتیب پر فضیلت کو مرتب مانا۔

"روي عن أبي حنيفة رضي الله تعالى عنه تفضيل علي على عثمان رضي الله تعالىٰ عنهما، والصحيح ماعليه جمهور أهل السنة وهو الظاهر من قول أبي حنيفة رضي الله تعالىٰ عنه على مارتبه هنا وفق مراتب الخلافة اه

وعلق عليه مجددالمائة الحاضرة فقال: ياسبحان الله! بل قوله رضي الله تعالى عنه نص صريح فيه؛ اذ يقول: أفضل الناس بعد رسول الله ـ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ـ أبوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي رضي الله تعالى عنهم، فأي نص تريد أنص منه اه"(۱)

اس پر مجدد اعظم امام احمد رضا حاشیہ تحریر فرمایا کہ سبحان اللہ! بلکہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول اس سلسلہ میں نص صریح ہے، کیوں کہ آپ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں میں افضل حضرت ابوبکر صدیق، پھر عمر فاروق، پھر عثمان غنی، پھر مولائے کائنات علی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ پھر سے زیادہ واضح اور کونسی نص درکار ہے۔

---

(۱) [منح الروض الأزهر:]

www.waseemziyai.com

تو اس دیوبندی عیارہ کا حال یہ ہے کہ سنیو! تمہارے امام اعظم ہی کے سنی ورافضی ہونے میں روایات مختلف ہیں اگرچہ مشہور سنیت ہے۔

بھائیو! اس دیوبندیہ زندیقہ تحریر کی نہانی چوٹیں دیکھتے جاؤ، یہ فقط محمد بن اسحاق پر نہیں بکھری ہے تمہارے فقہ وحدیث سب پر بے طرح بکھری ہے۔ اللہ ہی تمہارا حافظ ہو۔

(۹) عیارہ مکارہ کو معلوم تھا کہ ابن اسحاق کی تضعیف نہ بن پڑے گی، لہذا اپنے مکر کا گل سرسبد ابن اسحاق کا عنعنہ رکھا کہ وہ مدلس ہیں، اور اس حدیث کو زہری سے سننے کی تصریح نہ کی بلکہ "عن الزهری" کہا، لہذا مردود ہے۔

واحد قہار کی شان ہے کہ دغاباز بے ایمان کے منہ سے وہ بات نکلوا دیتا ہے جس سے ان کے گھر کا گھروندا، ان کے سوت کی کپاس، ان کی آنتوں کا ڈھیر ہو کر رہ جاتا ہے۔ لا یحیق المکر السیء الا بأهله۔ برا مکر اس مکر والے ہی کو گھیر لیتا ہے۔

"یخربون بیوتهم بأیدیهم وأیدي المؤمنین ۔ فاعتبروا یأولی الأبصار"

وہ اپنے گھر ویران کرتے ہیں خود اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں، تو عبرت پکڑو، اے آنکھوں والو!

بے چاری آفت کی ماری بدنصیب دیوبندی تحریر ابن اسحاق کی تدلیس نقل کرنے بیٹھی تو امام ابن حجر کی "طبقات المدلسین" سے، جس نے اس عیارہ کی ساری کرتوت جہنم پہنچا دی۔

مسلمانو! طبقات المدلسین میں امام ابن حجر شافعی نے مدلسین کے پانچ طبقے کیے ہیں، اول چار وہ ہیں جن میں صرف تدلیس ہی ہے اور کوئی وجہ ضعف نہیں، ان میں امام بخاری وامام مسلم اور ان سے بھی اعلیٰ درجہ کے ائمہ داخل ہیں۔ پانچواں طبقہ وہ رکھا جن میں تدلیس کے سوا اور کوئی ضعف بھی ہے۔ طبقات کی عبارت یہ ہے:

"الخامسة من ضعّف بأمر آخر سوى التدليس"(۱)

پانچواں طبقہ ان محدثین کا ہے جن میں تدلیس کے سوا اور بھی کوئی اضعف کی وجہ ہو۔

امام ابن حجر نے امام ابن اسحاق کو چوتھے طبقے میں رکھا کہ بر بنائے اصول شافعیہ جن کی حدیث بے تصریح سماع حجت نہیں۔ اور ہم حنفیہ ومالکیہ وحنبلیہ کے نزدیک مطلقاً حجت ومقبول ہے۔ عیارہ اس خوشی

---

(۱) [طبقات المدلسین مقدمة ابن حجر: ۱/۱٤]

www.waseemziyai.com

ہیں کہ حنفیت جائے تو جائے اذان جمعہ کی حدیث سے تو جان بچے گی، آنکھیں بند کر کے جھٹ نقل کر لائی، اور نہ سوجھی کہ ساری مکاری کا سویرا ہو گیا۔ ابن حجر نے ابن اسحاق کو پانچویں طبقے سے عالی چہارم درجہ میں رکھا، تو کتنی روشن وجہ سے ثابت ہو گیا کہ ابن اسحاق میں سوائے تدلیس اصلاً ضعف کی کوئی وجہ نہیں۔

عیارہ! کہاں گئے وہ تیرے کذاب ومتہم بالکذب اور رافضی ومتہم بالرفض کے دعوے۔ دیکھ حجت الٰہیہ یوں قائم ہوتی ہے۔ والحمد لله رب العلمين

اب ساری بادی چھنٹ کر الزام تدلیس کی بحث رہی، اس کی سنیے:

اقول اولاً: اصل حدیث سند میں انھیں ابن اسحاق سے بسند صحیح بتصریح سماع موجود ہے

"حدثنا يعقوب ثنا أبي عن ابن اسحاق قال: حدثني محمد بن مسلم بن عبيدالله الزهري عن السائب بن يزيد بن أخت نمر"(۱)

تو احتمال تدلیس جہل وتلبیس۔

ثانیاً: محمد بن اسحاق امام زہری سے کثیر المصاحبۃ، کثیر السماع، کثیر الروایۃ ہیں، امام زہری نے اپنے دربان کو حکم دیا تھا کہ ابن اسحاق جس وقت آئیں انھیں نہ روکنا۔ "كما في التهذيب"

امام ابن المدینی نے چھ امام گنے جن پر حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مدار ہے، ان میں ایک امام زہری، پھر ان چھ کا علم بارہ میں آنا بتایا، ان میں ایک محمد بن اسحاق۔

اور امام ذہبی فرماتے ہیں: ایسے شیخ سے روایت سماع پر محمول ہے اگرچہ بلفظ "عن" ہو۔

میزان الاعتدال میں ہے:

"متى قال: "نا" فلا كلام، ومتى قال: "عن" تطرق إليه احتمال التدليس إلا في شيوخ له أكثر عنهم، فإن رواية "عن" هذا الصنف محمولة على الاتصال"(۲)

جب راوی "حدثنا" کہتے پھر تو کوئی بات ہی نہیں، اور جب "عن فلاں" کے طور پر روایت کرے تو تدلیس کا احتمال ہے، مگر جن شیوخ سے کثیر السماع اور کثیر الروایۃ ہو تو اس کی روایت بطور "عن فلاں" بھی اتصال پر محمول ہوگی۔

خصوصاً ابن اسحاق سا صدوق کہ جن اساتذہ سے بکثرت حدیثیں سنیں، اگر کوئی حدیث ان سے

---

(۱) [عون المعبود وشرح سنن أبي داؤد: باب النداء يوم الجمعة، ۳/۳۰۷]

(۲) [ميزان الاعتدال: سليما بن مهران، ۲/۲۲٤]

www.waseemziyai.com

بالواسطہ سنی تو صاف بتادیا، دو دو واسطے بیان کردیے، یعنی اپنے استاذ کے شاگرد کے شاگرد کی شاگردی ظاہر کردی، جیسا کہ نمبر ۳۹ میں امام ابن المدینی سے گزرا، اور ہم گزارش اول میں ''کتاب الخراج'' امام ابو یوسف سے بیان کرآئے کہ زہری سے بھی جو بالواسطہ سنا واسطہ بتادیا۔ "حدثني محمد بن اسحاق عن عبدالسلام عن الزهري"۔(۱)

ثالثاً: آخر کچھ تو تھا کہ امام ابوداؤد نے اذان جمعہ کی حدیث ان سے روایت کرکے اس پر کچھ اعتراض نہ فرمایا۔ کیا وہ نہ جانتے تھے کہ ابن اسحاق پر بعض نے کلام کیا ہے۔ وہ نہ جانتے تھے کہ ابن اسحاق چوتھے طبقہ کا مدلس ہے۔ وہ نہ جانتے تھے کہ اس حدیث میں "حدثنا" نہ کہا "عن" کہا ہے، بایں ہمہ اسے قبول ہی فرمایا اور اپنی کتاب صحاح میں جگہ دی کہ خاص اثبات احکام شرعیہ کے لیے لکھی، اور جسے ائمہ نے فرمایا: جس گھر میں یہ کتاب ہو گویا وہاں کوئی نبی باتیں فرمارہا ہے۔ اب گیارہ سو برس بعد دیوبند کی ناشستہ روجہالتیں اس حدیث کو رد کریں، اور اپنی علم دانی کھول کر ہمکیں، خدا کی شان ہی شان نظر آتی ہے ۔ولاحول ولاقوة الا بالله العلي العظيم۔

خود امام ابوداؤد، اور بعد کے ائمہ کرام نے حدیث پر سکوتِ امام ابوداؤد کے معنی یہ بتائے کہ حدیث صحیح۔ یا حسن ہے، اور ہمارے ائمہ نے تصریح کی کہ وہ حدیث حجت ہے۔

مقدمہ امام ابوعمر میں ہے: امام ابوداؤد نے فرمایا:

"ذكرت فيه الصحيح ومايشبهه ويقاربه "(۲)

میں نے اپنی اس کتاب میں صحیح احادیث بیان کی ہیں جو اس کے مشابہ وقریب وہ ذکر کی ہیں۔

مقدمہ صفحہ ۶، امام ابن کثیر سے فتح المغیث ص ۲۵، تدریب صفحہ ۵۵:

"روي عنه أي عن أبي داؤد ماسكت عنه فهو حسن"(۳)

امام ابوداؤد جس حدیث کو روایت کرکے سکوت کریں وہ کم از کم حسن تو ضرور ہے۔

امام ابوعمر بن عبدالبر سے فتح المغیث صفحہ ۲۹:

"كل ماسكت عليه فهو صحيح عنده"

---

(۱) [شرح سنن ابن ماجة : تبليغ العلم، ۱۱/۱۵]

(۲) [فتح المغيث بشرح الفية الحديث : ٤٠٣/٤]

(۳) [تدريب الراوى في شرح تقريب النواوي فروع مظنة الأحاديث: ۱۸۵/۱]

www.waseemziyai.com

جس سے وہ سکوت کریں وہ ان کے نزدیک صحیح ہے۔

امام حافظ الحدیث عبدالعظیم منذری خطبہ کتاب ''الترغیب والترہیب'':

"کل حدیث عروه إلى أبي داؤد وسكت عنه فهو كما ذكر أبو داؤد لا ينزل عن درجة الحسن ، وقد يكون على شرط الصحيحين"

جس حدیث کی نسبت امام ابوداؤد کی طرف ہو اور وہ اس کے سلسلہ میں سکوت کریں تو وہ اسی طرح ہے جیسا کہ انہوں نے ذکر کیا کہ درجہ حسن سے کم تر نہیں بلکہ کبھی تو شیخین کی شرط پر ''صحیح'' ہوئی ہے۔

امام ابن الصلاح مقدمۂ اصول حدیث صفحہ ۱۶:

"ماوجدناه في كتابه مذكوراً مطلقاً عرفنا أنه حسن عند أبي داؤد"

جس حدیث کو ہم ان کی کتاب میں بغیر قید پائیں گے جان لیں گے کہ یہ ان کے نزدیک حسن ہے۔

امام نووی تقریب نوع ثانی فرع اول:

"ماوجدناه في كتابه مطلقاً فهو حسن عند أبي داؤد"

جس حدیث کو ہم ان کی کتاب میں مطلق پایا اس کو ان کے نزدیک حسن جانا۔

امام زیلعی نصب الرایہ جلد اول ۶۰:

"أن أباداؤد روى حديث القلتين وسكت عنه فهو صحيح عنده على عادته في ذلك"

امام ابوداؤد نے حدیث قلتین روایت کی اور پھر سکوت کیا تو ان کی عادت کے مطابق یہ ان کے نزدیک صحیح ہے۔

امام ابن اکتر کمانی جوہر النقی جلد اول صفحہ ۱۸۶:

"أخرجه أبوداؤد وسكت عنه، فأقل أحواله أن يكون حسناً عنده على ماعرف"

اس کی تخریج امام ابوداؤد نے کی اور پھر سکوت کیا تو کم از کم وہ ان کے نزدیک حسن ہے جیسا کہ اہل فن کے یہاں مشہور ہے۔

امام ابن الہمام فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۵:

"سكت عليه أبوداؤد فهو حجة"

اس پر امام ابوداؤد نے سکوت کیا لہذا یہ حجت ہے۔

امام زین الدین عراقی استاذ امام حافظ الشان عسقلانی پھر امام شمس الدین سخاوی ''مقاصد حسنہ'' صفحہ ۸۶:

www.waseemziyai.com

"يكفينا سكوت أبي داؤد عليه فهو حسن"

امام ابوداؤد کا اس پر سکوت ہی ہمارے لیے کافی ہے کہ وہ حدیث حسن ہے۔

ابن امیر الحاج غنیۃ شرح منیہ قبیل صفۃ الصلاۃ:

"رواه أبوداؤد وسكت عليه فيكن جيداً على هو مقتضى شرطه"

اس کو امام ابوداؤ نے روایت کیا اور پھر اس پر سکوت فرمایا تو یہ ان کی شرط کے لحاظ جید وحسن ہے۔

علامہ ابراہیم حلبی غنیۃ شرح منیہ صفحہ ۳۸۶:

"سكت أبو داؤد والمنذري بعده في مختصره وهو تصحيح منهما"

امام ابوداؤد نے پھر امام عبدالعظیم منذری نے ان کے بعد اپنی کتاب "مختصر" میں کسی حدیث پر سکوت فرمالیا تو یہ ان کی طرف سے حدیث کی تصحیح ہے۔

بلکہ امام ابن المدینی سے ان کے شاگرد جلیل امام بخاری نے توثیق ابن اسحاق ثابت فرمانے کے لیے استناداً نقل کیا اور مقرر رکھا، کہ دو کے سوا ابن اسحاق کی سب حدیثیں معروف ومحفوظ ہیں، اور وہ دو بھی ممکن کہ صحیح ہوں جیسا کہ نمبر ۳۴ میں گزرا۔ اور یہ حدیث اذان جمعہ ان دو میں نہیں جیسا کہ نمبر ۴۰ میں گزرا۔ تو یہ بحمداللہ تعالیٰ صحیح ومحفوظ ہے۔

بالجملہ اتنے اجلۂ ائمہ کے ارشاد سے ثابت ہے کہ حدیث اذان جمعہ حسن صحیح حجت ہے، مگر دیوبندی جہالت کو اس میں حجت ہے۔ انا لله وانا اليه راجعون. آدمیان گم شدند۔

رابعاً: یہ سب تو محدثوں کے طور پر کلام تھا، دیوبندی عیارہ کی چال تو آپ نے جانی ہی نہیں۔

مسلمانو! وہ یہاں ائمہ حنفیہ کے اصول حدیث کا ابطال کر رہی ہے۔ حدیث مرسل مثلاً تابعی کہے: "قال رسول الله ـصلى الله تعالى عليه وسلم۔" ہم حنفیہ ومالکیہ وحنبلیہ وجمہور کے نزدیک صحیح ومقبول ہے۔ شافعیہ اور یہ محدثین اس میں کلام کرتے ہیں۔ یہ مسئلہ اہل علم میں آفتاب کی طرح مشہور ومعروف ہے، یہ دیوبندی عیارہ بھی اس سے واقف ہے۔

امام ابن جریر فرماتے ہیں:

"اجمع التابعون بأسرهم على قبول المرسل، ولم يأت عنهم انكاره ولا من الأئمة بعدهم الى رأس المائتين"(۱)

---

(۱) [التمهيد لما في المؤطا من المعاني والأسانيد مقدمة۔ ۱/ ٤]

www.waseemziyai.com

تمام صحابہ کرام کے دیکھنے والے ائمہ کا اجماع ہے کہ حدیث مرسل مقبول ہے، اس کا انکار نہ کسی تابعی سے منقول ہوا نہ تبع تابعین سے دوصدی کامل تک۔

یعنی امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے انکار کی پہل کی، پھر یہ محدث کہ اکثر ان کے مقلد ہیں ان کے پیرو ہوئے۔

مسلم الثبوت وفواتح الرحموت صفحہ ۴۵۹:

"مرسل الصحابي يقبل اتفاقاً، وإن من غيره فالأكثر منهم الأئمة الثلثة أبوحنيفة ومالك وأحمد رضي الله تعالى عنهم يقبل مطلقاً، والظاهرية وجمهور المحدثين الحادثين بعدالمائتين لايقبل"

یعنی صحابہ کرام کا ارسال مطلقاً بالاتفاق مقبول ہے، اور غیر صحابی کی حدیث مرسل کو امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد وغیرہم اکثر ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مطلقاً قبول فرماتے ہیں، اور غیر مقلد اور دوسو برس کے بعد کے اکثر محدث قبول نہیں کرتے۔

پھر مدلس جو اپنے شیخ سے کوئی حدیث بلفظ "عن فلاں" "یا" "قال فلاں" روایت کرنے جس میں اس سے بلاواسطہ اپنے سننے کی تصریح نہ ہو وہ تو مرسل بھی نہیں، صرف شبہ ہے کہ شاید بالواسطہ سنی اور واسطہ کو چھوڑ دیا ہو، جب ہمارے ائمۂ کرام اور دوسو برس تک کے ائمۂ تابعین وتبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین خود مرسل کو قبول فرمارہے ہیں، تو محض شبہ کی بنا پر رد کیا معنی؟ لاجرم مدلس کا عنعنہ ہمارے ائمہ اوران جمہور ائمہ سب کے نزدیک بلاعذر مقبول ہے۔

امام جلال الدین سیوطی "تدریب الراوی" بیان عنعنہ مدلس میں فرماتے ہیں:

"قال جمهور: من يقبل المراسيل يقبل مطلقا"(۱)

جمہور نے کہا: جو مرسل روایات کو قبول کرتا ہے وہ بلاشرط وقید قبول کرتا ہے۔

علامہ خسرو حنفی نے "فصول البدائع فی اصول الشرائع جلد۲ص ۲۵۰" میں فرمایا:

"طعن المحدثين بمالايصح جرحاً لايقبل كالطعن بالدليس في العنعنة ،فانها توهم شبهة الارسال وحقيقة ليست بجرح"

محدثین کا ایسا طعن جو جرح کی صلاحیت نہ رکھتا ہو وہ لائق قبول نہیں جیسے عنعنہ والی روایت میں

---

(۱) [تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي حكم التدليس، ۱/ ۲۶۲]

www.waseemziyai.com

تدلیس، کہ اس سے ارسال کے شبہ کا وہم ہوتا ہے اور درحقیقت یہ جرح نہیں۔

امام الحفاظ سید المحدثین سند الفقہا حامل لوائے مذہب حنفی سیدنا امام احمد ابوجعفر طحاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب مستطاب ''شرح معانی الآثار'' جلد۲ ص ۱۹۰ میں ایک حدیث طویل انھیں محمد بن اسحاق کی انہیں امام زہری سے یونہی بے تصریح سماع روایت کی جس کی سند یہ ہے:

"حدثنا فهدبن سليمان بن يحيى، ثنا يوسف بن بهلول ، ثنا عبدالله بن ادريس ، ثنى محمد بن إسحاق قال: قال الزهري حدثني عبيدالله بن عبدالله عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهم"

اور اس کے آخر میں فرمایا:

"هذا حديث متصل الاسناد صحيح" ۔

یہ حدیث صحیح ہے، اس کی اسناد متصل ہے، ''قال'' اور ''عن'' دونوں یکساں ہیں کہ دونوں میں اپنا سننا بیان نہ کیا۔

امام نووی ''تقریب'' میں فرماتے ہیں:

"تدليس الاسناد يروى عمن عاصره مالم يسمعه منه موهماً سماعه قائلاً قال فلان: أو عن فلان ونحوه"(۱)

تدریب صفحہ ۷۷ دیکھو:

وہی ابن اسحاق ہیں، وہی امام زہری ہیں، وہی بے بیان سماع روایت ہے۔ اور فقہاء ومحدثین کے امام، حنفیہ کے خاص امام سیدنا امام طحاوی فرمارہے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے اور یہ سند متصل۔

الحمدللہ حجۃ اللہ تمام ہوئی اور اس دیوبندی عیارہ کی عیاری کھل گئی کہ کیسی مذہب حنفی کو رد کرنے الٹی راہ چلی۔

حنفی بھائیو! اپنے اماموں کی تو یہ تصریحات دیکھو، اور اس عیارہ کی وہ دہن دریدگی کہ:

''اگر محمد بن اسحاق میں کوئی اور عیب نہ ہو تو اس کا یہی ایک عیب اس کی روایت کو مردود اور نا قابل اعتبار بنانے کے لیے کافی ہے۔ کیوں کہ وہ اس روایت کا زہری سے سننا نہیں بیان کرتا بلکہ بلفظ ''عن'' روایت کرتا ہے''

---

(۱) [التقريب والتيسير لمعرفة سنن البشير النذير في أصول الحديث للعلامة النووي النوع الثاني عشر: التدليس۔ ۱/۳۹]

www.waseemziyai.com

حنفیو! دیکھو یہ عیارہ سر بازار کیسی دن دہاڑے اندھیری ڈال کر تمہیں حنفی مذہب سے پھیرا چاہتی ہے۔ بھائیو! ہوشیار رہنا گم راہ گر مکارہ کے دھوکے میں نہ آنا۔ اللہ تمہارا حافظ ہو۔

(۱۰) بھائیو! اس عیارہ نے حنفیہ کے اصول حدیث ہی کو رد نہ کیا بلکہ تمہارے ائمۂ کرام امام اعظم ،امام ابو یوسف ،امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سب کتابوں کو ردی کر دیا، ان کی صدہا حدیثوں کو خاک میں ملا دیا، اپنے ائمۂ کرام کی کتابیں ،امام اعظم کی مسندیں ،امام ابو یوسف کی ''کتاب الخراج''، امام محمد کی ''کتاب الآثار''، ''کتاب الحج'' وغیرہا مطالعہ کیجیے، ان میں کس قدر کثرت سے مرسل حدیثیں اور مدلسین کے عنعنے ملیں گے، اس عیارہ نے سب کو مردود و ناقابل اعتبار بنا دیا، بلکہ اس کی یہ چوٹ صدر اول کے عام ائمہ کرام پر ہے، صدر اول میں مرسل کی بہت کثرت تھی ،اور اس کی پرواہ نہ کی جاتی تھی ،اتصال کی چھان پھٹک بعد کو پیدا ہوئی ہے۔

صحیح مسلم و جامع ترمذی میں امام محمد بن سیرین تابعی تلمیذ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

"قال: لم یکونوا یسئلون عن الاسناد، فلما وقعت الفتنة قالوا: سمعوا لنا رجالکم"(۱)

پہلے زمانے میں اسناد نہیں پوچھتے تھے، جب بدمذہبیاں پھیلیں اس وقت سے سند کی تفتیش ہوئی۔

افضل التابعین سعید بن مسیّب ،وقاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق ،وسالم بن عبداللہ بن عمر فاروق ،وامام حسن بصری ،وابوالعالیہ ریاحی ،وامام ابراہیم نخعی ،وعطا بن ابی رباح ،ومجاہد ،وسعید بن جبیر ،وطاؤس ،وعامر شعبی ، وسلیمان اعمش ،وزہری ،وقتادہ ،ومکحول ،وابو اسحاق سبیعی ، وابراہیم تیمی ، ویحییٰ بن ابی کثیر ،واسمعیل بن ابی خالد، وعمرو بن دینار، ومعاویہ بن قرہ، وزید بن اسلم۔ یہ سب اجلۂ ائمۂ تابعین کہ ان میں بہت ہمارے امام اعظم کے استاذ واستاذ الاستاذ ہیں۔ اور ان کے بعد کے اجلۂ ائمہ مثل امام مالک، وامام محمد، وسفیان ثوری، وسفیان بن عیینہ وغیرہم اکابر و اعاظم ملت جن کے ارشادات پر دین متین کا مدار ہے۔

سب اکابر حدیثوں میں ارسال فرمایا کرتے ،اور ان میں اکثر تو بہت کثیر الارسال، ارسال میں نامور ہیں، اگر جانتے کہ حدیث مرسل مردود ہے تو کیا معاذ اللہ! حدیثوں کو مردود بنانے کے لیے ایسی حرکت کرتے ،اس عیارہ مدعی خبیث کی ان سب پر چوٹ ہے۔

(۱۱) بھائیو! کیا اس گمان میں ہو کہ وہ عیارہ تحریر فقط حنفی مذہب یا کتب صحاح پر ہے؟ نہیں نہیں،

---

(۱) [صحیح مسلم : باب في ان الأسانید من الدین ، ۱/۱۵]

www.waseemziyai.com

اس نے مذاہب اربعہ کے جملہ علمائے کرام، مفسرین قرآن، شارحین احادیث حتی کہ تابعین اعلام وصحابہ کرام، اور نہ صرف صحابہ کرام بلکہ خود حضور اقدس سید الانام، اور نہ فقط حضور اقدس سید الانام بلکہ خود رب العزۃ ذوالجلال والاکرام کسی کو اپنے ناپاک حملوں سے نہ چھوڑا۔ عز جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم۔

امام زہری سے اس حدیث کے اور راویوں نے نہ "علی باب المسجد" کا لفظ روایت کیا ہے نہ "بین یدیہ" کا۔ فقط اتنا بتایا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف رکھتے اس وقت اذان دی جاتی۔ نہ جگہ بتائی کہ دروازہ پر۔ نہ سمت بتائی کہ حضور کے مقابل۔

اب یہ عیارہ "بین یدیہ" کا لفظ سوائے ابن اسحاق کے کسی روایت میں نہ آنے کو تو الگ کتر گئی کہ وہ اپنے بھی خلاف تھا۔ اور "علی الباب" کا لفظ پکڑ لیا کہ اسے ابن اسحاق نے روایت کیا۔ اوروں کی روایت میں اس کا بیان نہیں۔ اس بنا پر کہتی ہے کہ:

''اس کی روایت دیگر ثقات کی روایت کے بھی خلاف ہے''۔

اقول اولاً: اور راویوں کا بیان نہ کرنا معنی خلاف دیتا ہے، تو اور راویوں نے یہ بھی بیان نہ کیا کہ یہ اذان حضور کے مقابل ہوتی تھی۔ تو وہ سب "بین یدیہ" کے مخالف ہوئے۔ اور ابن اسحاق اس عیارہ کے نزدیک متہم بالکذب ہے، اور ان سب راویوں کو ثقہ کہتی ہے۔ تو یہاں سے مالکیہ کا مذہب ثابت ہوا کہ وہ کہتے ہیں: خطیب کے سامنے اس اذان کا ہونا ہی بدعت وخلاف سنت ہے بلکہ اور اذانوں کی طرح منارہ پر ہو۔ (دیکھو اذان من اللہ حصہ سوم میں امام مالک وائمہ مالکیہ کے ارشادات) تو اس کی ایک یہ چوٹ بھی حنفیہ پر ہوئی کہ انھوں نے کثیر ثقہ راویوں کے خلاف ایک متہم بالکذب کی روایت مانی۔

ثانیاً: علما ہزار ہزار تصریحیں فرماتے ہیں کہ ایک بات زائد بیان کرنا مخالفت نہیں، مخالفت یہ ہے کہ اور راویوں نے جو کہا تھا، یہ اس کے خلاف بیان کرے، نہ یہ کہ اور جس امر سے ساکت ہیں یہ اس کا افادہ کرے۔

''جوہر النقی'' جلد ۱ صفحہ ۱۱۱:

"ترك بعض الرواة لايعارض زيادة غيره"(۱)

بعض راویوں کا کسی لفظ کا چھوڑ دینا کسی دوسرے راوی کے اضافہ کے خلاف نہیں۔

ایضاً صفحہ ۱۰۶:

---

(۱) [الجوهر النقي: ۱/ ۴۳۱]

www.waseemziyai.com

"ذكر من ذكر مقدم على ترك من ترك"(۱)

ذکر کرنے والے کا ذکر کرنا ترک کرنے والے کے ترک پر مقدم ہے۔

صحیحین وغیرہما جملہ کتب حدیث میں صدہا ہزارہا حدیثیں وہ ملیں گی جن میں بعض رواۃ نے کوئی بات زائد کی ہے کہ اوروں نے بیان نہ کی، تو وہ سب شاذ ومنکر ہوکر صحت سے ساقط ہوجائیں گی۔ صحیحین پر اس کی ایک چوٹ یہ بھی ہوئی۔

ثالثاً: بلکہ بکثرت ملے گا کہ ائمہ محدثین متعدد راویوں سے ایک حدیث یوں روایت کرتے ہیں:

"حدثنا فلان وفلان، يزيد بعضهم على بعض"

یعنی یہ حدیث ہم سے اتنے شیوخ نے بیان کی، اوران میں ایک نے دوسرے سے زیادہ بات کہی، اس نے وہ کہی جو اس نے نہ کہی تھی، اس نے وہ بڑھائی جو اس نے نہ بتائی تھی۔ امام محدث سب کی زیادتیں جمع کرکے ایک سیاق میں روایت کرتا ہے۔ تو دیوبندی جہالت پر متخالفوں کو جمع کرلیتا ہے۔

رابعاً: علما کا کلام دیکھنا سمجھنا دیوبندیت کو کہاں نصیب، مگر جہاں بھر کے ہر ذی عقل سے پوچھ دیکھیے، کچھ آدمی کہیں: زید عمامہ باندھے ہوئے تھا۔ اور ایک کہے: زید سپید عمامہ باندھے ہوئے تھا۔ تو کیا کوئی عاقل اس کے بیان کو ان بیانوں کا مخالف سمجھ سکتا ہے۔ ہاں دیوبندی مت کی بات جدا ہے۔

خامساً: علمائے مذاہب اربعہ وجملہ مجتہدین اعلام وصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں کون سا مفسر قرآن وشارح حدیث ہے جس نے بیان وقائع مذکورہ قرآن وحدیث میں کچھ الفاظ زائد نہ بیان کیے ہوں، بلا مبالغہ جس کی ہزارہا مثالیں کلمات ائمہ وتفاسیر ماثورہ میں ملیں گی۔ اس عیارہ کے نزدیک، معاذ اللہ! وہ سب کے سب اللہ ورسول کے مخالف تھے کہ وہ لفظ ذکر کیا جو انہوں نے ذکر نہ فرمایا تھا۔ جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سادساً: صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"الأحدثكم حديثاً عن الدجال ماحدث به نبي قومه ، أنه أعور وأنه يجيء معه بمثال الجنة والنار، يقول إنها الجنة هي النار ، وإني أنذركم كما أنذر به نوح قومه"(۲)

---

(۱) [الجوهر النقي: ۱/۴۱۷]

(۲) [صحيح البخاري: باب قول الله تعالىٰ إنا ارسلنا، ۴/۱۳۴]

www.waseemziyai.com

کیا میں تمھیں دجال کا وہ حال نہ بتاؤں جو کسی نبی نے قوم کو نہ بتایا، وہ کانا ہے اور وہ جنت ودوزخ کی مثال لائے گا تو جسے جنت کہے گا وہ آگ ہے، اور میں تمھیں ایسا ڈراتا ہوں جیسا حضرت نوح نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا تھا۔

اس عیارہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان واقع میں معاذ اللہ! تمام انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کی مخالفت فرمائی کہ وہ بات بیان کی جو ذکر واقعۂ دجال میں کسی نبی نے بیان نہ کی تھی۔

سابعاً: خود قرآن عظیم دیکھیے: ایک ہی قصہ میں ایک سورت ایک بیان زائد فرماتی ہے کہ دوسری سورت نے نہ فرمایا۔ تو دیوبندی عیارہ کے طور پر یہ معاذ اللہ! قرآن مجید کی سورتوں کا باہم اختلاف ہوا۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم.

الحمدللہ! آفتاب سے زیادہ روشن ہوگیا کہ محمد بن اسحاق ثقہ ہیں، اور دروازۂ مسجد پر اذان جمعہ کی حدیث صحیح۔ دیوبندی عیارہ تحریر کی بڑی اصلیں یہی تھیں کہ ایسا شخص کم از کم متہم ہے، اور مدلس کا عنعنہ مردود، اور راوی کا تفرد مطلقا مخالفت۔

روشن ہوگیا کہ اس کی ہر اصل میں خطا ہے، آگے چلیے۔ وباللہ التوفیق۔

(۱۲) الحمد للہ! "بین یدی" کے معنی گڑھنے میں قرآن عظیم کی آیات نے جاہلوں کا منہ بند کردیا۔ چار آیات کریمہ "اذان من اللہ" کے پہلے حصے میں فتوائے مبارکہ سے مذکور ہوئیں، اور بیس سے زائد اور ہیں جن میں سے دو تلاوت کریں۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ﴾(۱)

ترجمہ:

یہاں آسمان کو ہمارے بین یدی فرمارہا ہے، حالاں کہ پانسو برس کی راہ ہم سے دور ہے۔

اور فرماتا ہے:

﴿وَمِنَ الْجِنِّ مَن يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَمَن يَزِغْ مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِن مَّحَارِيبَ وَتَمَاثِيلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَّاسِيَاتٍ﴾(۱)

---

(۱) [سورۃ سباء: ۹]

(۱) [سورۃ سباء: ۱۲، ۱۳]

www.waseemziyai.com

اور کچھ جن سلیمان کے آگے کام کرتے، ان کے لیے جو وہ چاہتے بناتے، محرابیں تصویریں اور بڑے بڑے حوضوں کی طرح لگن اور نہ ہلنے والی دیگیں۔

یہ بنانے والے جن شیاطین تھے۔

قال تعالیٰ: ﴿فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ. وَالشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَغَوَّاصٍ﴾ (۱)

ترجمہ: تو ہم نے اس کے لیے ہوا کو تابع کر دیا کہ اس کے حکم سے چلتی بے روک ٹوک جہاں چاہتا اور عمارتیں بنانے والے اور غوطہ خور شیطانوں کو تابعدار بنایا۔

معالم میں ہے:

"أي وسخرنا له الشياطين يبنون له مايشاء من محاريب وتماثيل" (۲)

یعنی ہم نے ان کے لیے شیاطین کو تابع دار کر دیا جو ان مرضی کے مطابق محرابیں اور تصویریں بناتے۔

"بین یدی" کے وہ معنی ہوں جو لوگوں نے منبر و اذان میں سمجھا ہے، تو شیاطین معاذ اللہ سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام سے چند گرہ کے فاصلہ پر بسولی ہتھوڑا گھن لیے ہوئے عمارتیں بناتے، لگن اور دیگیں گڑھا کرتے ہوں گے، کسی عاقل کا ذہن بھی "بین یدی" سے اس طرف جا سکتا ہے نہ کہ متبادر ہو جیسا اس عیارہ دیوبندی کا ادعا ہے۔

ابن ابی حاتم تفسیر میں سیدنا سعید بن جبیر سے راوی:

"قال كان يوضع لسليمان عليه الصلاة والسلام ثلاث مائة ألف كرسي، يجلس مومنوا الانس مما يليه، ومومنوا الجن من ورائهم" (۳)

سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام کے لیے تین لاکھ کرسیاں بچھائی جاتیں، مسلمان بنی آدم ان کے قریب بیٹھتے اور مسلمان جن ان کے بعد۔

تو شیاطین کا گزران کے بھی بعد تھا نہ کہ اوزار لے کر عمارتوں اور بڑے حوضوں کے برابر لگنوں اور پہاڑوں کے چولھوں پر رکھی جانے والی دیگوں کی گڑھت نبی اللہ کی گود میں بیٹھ کر کرنی۔

---

(۱) [سورۃ ص: ۳۶، ۳۷]

(۲) [مختصر تفسير البغوي: قوله تعالى ووهبنا له أهله، ۶/۸۰۹]

(۳) [تفسير ابن أبي حاتم: قوله تعالى وحشر لسليمان جنوده، ۹/۲۸۵۵]

www.waseemziyai.com

شاید دیوبندی تحریر اس تبادر سے نبی اللہ کی یہی توہین چاہتی ہو، شیاطین کا ان کی بارگاہ میں اتنا مقرب ہونا اور وہ بھی اس کھٹ کھٹ کھڑ بڑ کے لیے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم.

بلکہ خدا انصاف دے تو کسی نوکر کا کہنا کہ مثلاً یہ گہنا میں نے سامنے بیٹھ کر بنوایا ہے، اسے صرف اس قدر سمجھا جائے گا کہ اس کے پیش نظر بنا، نہ یہ کہ سنار کو گود میں لے کر گڑھوایا۔ لاجرم امام ابوبکر محمد رازی ''انموذج جلیل'' میں جلد ۲ ص ۱۱۲۔ اور علامہ کرخی تلمیذ امام سیوطی پھر علامہ سلیمان جمل جلد ۳ صفحہ ۴۸۲ زیر آیت سابقہ فرماتے ہیں:

''من المعلوم أن مابين يدي الانسان هو كل شيء يقع نظره عليه من غير أن يحول وجهه، اليه. (۱)

یعنی معلوم ہے کہ آدمی کا ''بین یدی'' ہر وہ چیز ہے جس پر اس کی نظر پہنچے اور اسے دیکھنے میں اس طرف منہ پھیرنے کی حاجت نہ ہو۔

ولہذا جب کہ امام قدوری نے فرمایا:

''أذان المؤذن بين يدي المنبر''(۲) مؤذن منبر کے آگے اذان دیں۔

فاتح شرح قدوری میں اس کی شرح کی:

''أي: في حذائه''

یعنی منبر کے آگے کے معنی ہیں منبر کے محاذی۔ وباللہ التوفیق۔

اس لفظ کے معنی ومفاد کی کمال تحقیق کتاب مستطاب ''شمامة العنبر'' میں ہے، یہاں اس سے زیادہ بحث کی حاجت نہیں کہ دیوبندی تحریر عیارہ ہے، ذی ہوش سمجھی کہ '' بین یدیہ'' سے کام نہ چلے گا، لہذا اگرچہ اول میں عوام کو دھوکے دینے کے لیے یہی ''بین یدی'' کی عبارتیں لائی اور ترجمہ میں جہاں جہاں آگے کا لفظ آیا اسے جلی قلم سے لکھا، گویا کسی نے امام کے پیچھے اذان دینے کو کہا تھا، جسے عبارتوں میں آگے کا لفظ جلی قلم سے دکھاتی ہے، مگر دل میں تو جانتی تھی کہ یہ پھونک کی پھولائی مشک ہے، لہذا خود ہی شرما کر پلٹی کہ:

''اب بحث طلب امر یہ ہے کہ آگے کا کیا مطلب ہے؟''

آگے کا مطلب تو وہی ہے جو خود محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحیح حدیث میں ہے کہ:

---

(۱) [تفسير الجمل: ۳/۴۸۲]

(۲) [البناية شرح الهداية: البيع والشراء لبد أذان الجمعة، ۳/۹۰]

www.waseemziyai.com

"بين يدي رسول الله -صلى الله تعالى عليه وسلم- على باب المسجد"(۱)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے مسجد کے دروازے پر۔

آگے کا ہرگز وہ مطلب نہیں جسے حنفیہ کی کتب معتمدہ نے رد فرمادیا کہ:

"لا يؤذن في المسجد" مسجد میں اذان منع ہے۔

"يكره في المسجد" مسجد میں اذان مکروہ ہے۔

تو مطلب تو بفضلہ تعالیٰ نہایت روشن ہے، اب اس عیارہ کی سنیے کہ حدیث وفقہ سب کو پیٹھ دے کر کیا مطلب لاتی ہے۔ اب وہ "بين يدي" سے بھاگ کر "عند" پر ڈھلی ہے۔ وہاں کی سنیے، الحمدللہ وہاں بھی قرآن عظیم ہمارا ہی مددگار اور اس عیارہ پر صاعقہ بار ہے۔ وللہ الحمد۔

(۱۳) اولاً: مسلمانو! ہمارے ائمۂ کرام نے کتب اصول میں تصریحات فرمائی ہیں کہ "عند" حضور کے لیے ہے، یعنی شی حاضر ہو غائب نہ ہو، تو "عند المنبر" کا بھی اتنا ہی حاصل جتنا "بين يدي" کا ہے، یعنی منبر کے سامنے ہو آڑ میں نہ ہو۔

امام اجل فخر الاسلام بزدوی استاذ الاساتذہ والائمہ اپنے "اصول" اور امام صدر الشریعہ مصنف شرح وقایہ اپنے متن "تنقیح" اور اس کی شرح "توضیح" میں فرماتے ہیں:

"عند للحضور" عند حضور کے لیے ہے۔

علامہ سعد تفتازانی نے "تلویح" میں اس پر تقریر فرمائی۔ امام اجل محقق علی الاطلاق صاحب فتح القدیر اپنے متن "اصول تحریر" اور امام محمد محمد ابن امیر الحاج اس کی شرح "تقریر" میں فرماتے ہیں:

"(عند للحضور) الحسية نحو: فلما رآه مستقراً عنده، والمعنوية نحو: ﴿قال الذي عنده علم من الكتب﴾.(۲)

یعنی عند حاضری کے لیے ہے، چاہے وہ حاضری محسوس ہو، جیسے: سیدنا سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام کے حضور تخت بلقیس کا حاضر ہونا۔ یا معقول ہو جیسے آصف بن برخیا کے لیے علم کتاب کا حضور۔

امام اجل ابوالبرکات نسفی مصنف کنز اپنے متن "اصول منار" اور اس کی شرح "کشف الاسرار" اور علامہ شمس الدین فناری "الفصول البدائع فی اصول الشرائع" اور علامہ خسرو مصنف درر وغرر اپنے متن "

---

(۱) [سنن أبي داؤد: باب النداء يوم الجمعة: ۱/۲۸۵]

(۲) [التقريب والتجبير مسألة عند للحضرة، ۲/۷۵]

www.waseemziyai.com

مرآۃ الاصول'' اور اس کی شرح ''مرقاۃ الوصول'' میں فرماتے ہیں:

"عند للحضور الحقيقية والحكمية"(۱)

عند حاضری کے لیے ہے خواہ وہ شی حقیقۃً حاضر ہو یا حکماً۔

مدقق بہاری ''مسلم الثبوت'' اور ملک العلما بحر العلوم اس کی شرح ''فواتح الرحموت'' میں فرماتے ہیں:

"عند للحضور الحسية والمعنوية" عند حضور شی کے لیے ہے حساً ہو یا معنیً۔

تو ''عند'' کا اصل مفاد صرف حاضر ہونا ہے، قرب و بعد مکانی اس میں کچھ شرط نہیں۔ ولہذا علمائے عرب نے تصریح کی کہ ''عند'' کا اطلاق قریب و بعید دونوں پر آتا ہے، اور اس میں اور ''لدیٰ'' میں یہ فرق کیا کہ '' لدی'' صرف قریب پر بولا جاتا ہے اور '' عند'' بعید پر بھی۔

رضی شرح کافیہ جلد دوم ص:۹۸ میں ہے: .

"عند أعم تصرفاً من لدى ، وعند يستعمل في الحاضر القريب وفيما هو في حرزك وإن كان بعيداً بخلاف "لدى" فإنه لا يستعمل في البعيد"(۲)

بالجملہ ہرگز ''عند'' کو نہ اتصال پر دلالت ہے نہ کمال قرب پر کہ '' عند المنبر '' سے یہ معنی ثابت ہوں جو اس دیوبندی تحریر نے محض بزور زبان ٹھہرا لیے، بلکہ وہ اصلاً کسی حد خاص کے قرب کا مقتضی نہیں، اس کی وضع حضور کے لیے ہے۔ ہاں! حضور فی نفسہ ایک نوع قرب ہے، ولہذا اس کا ترجمہ ''نزد'' اور ''پاس'' سے کرتے ہیں جس سے اتصال یا غایت قرب مکانی سمجھنا محض جہالت ہے، پاس اور قریب خود ایک امر اضافت ہے۔

ایک مکی کہتا ہے: "بيتي عند باب السلام"

میرا گھر باب السلام کے پاس ہے، اگرچہ باب السلام سے سو گز یا زائد کا فاصلہ ہو۔

تابعین نے کہا ہے: "كنا عند عائشة"

ہم ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کے پاس تھے۔

ناپاک طبیعت والی دیوبندیہ یہاں قرب کے کیا معنی لے گی۔

چوبدار کہتا ہے: "جئت من عند الملك" میں بادشاہ کے پاس سے آیا ہوں۔

---

(۱) [مغني اللبيب كتب الأعاريب: ۱/۲۰۶]

(۲) [رضي شرح الكافية:]

www.waseemziyai.com

حالاں کہ دروازۂ محل شاہی سے آگے اس کو بار نہیں۔

تلمیذ کہتا ہے: "أقمت عندالشيخ ثلاث سنين كوامل"

میں نے تین سال کامل استاذ کے پاس قیام کیا۔

اگر چہ اس کے محلّہ کی مسجد میں ٹھہرا ہو۔ یا یہ معنی لیں گے کہ تین برس کامل استاذ کی گود میں چڑھا رہا۔

غرض بات واضح ہے اور جہل ومکابرہ دیوبندیوں کا فاضح۔

یہ ائمہ اصول وعلمائے عربیت ومحاورات عامہ سے کلام تھا، اب اپنے حقیقی ملجا وماویٰ قرآن عظیم سے پوچھیں۔ دیکھو! وہ کیا ارشاد فرماتا ہے: "بين يدي" کے معنی بتانے کو ہم نے چھ آیات کریمہ تلاوت کی تھیں، چھ "عند" کے معنی میں تلاوت کریں کہ جاہل عیاروں کے چھکے چھوٹیں۔ وباللہ التوفیق۔

آیت (۱) قال الله عزوجل:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ﴾(۱)

بے شک وہ جو رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں پست کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے جانچ لیے ہیں ان کے لیے مغفرت اور بڑا درجہ ہے۔

یہ "عند رسول الله" بلاشبہ تمام حاضران حضور پر صادق ہے نہ صرف اس شخص سے خاص جو حضور سے ملا ہوا۔ یا چند گرہ کے فاصلہ سے ہو۔

آیت (۲) قال الله تعالیٰ:

﴿هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَنفَضُّوا﴾(۲)

منافق کہتے ہیں: جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ہیں انھیں خرچ نہ دو یہاں تک کہ پریشان ہو جائیں۔

یہاں بھی حاضران خدمت مراد ہیں، ہرگز اتصال یا کسی حد مخصوص قرب کی تخصیص نہیں۔

آیت (۳) قال تعالیٰ:

﴿وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِندِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ وَاللَّهُ يَكْتُبُ

---

(۱) [الحجرات: ۳]

(۲) [المنافقون: ۷]

www.waseemziyai.com

مَا يُبَيِّتُونَ﴾(۱)

منافق کہتے ہیں: ہم نے فرمان مانا پھر جب تمھارے پاس سے نکل کر جاتے ہیں کچھ ان میں تمھارے ارشاد کے سوا منصوبے گانٹھتے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ تجویز رہے ہیں۔

یہاں منافقوں کو "عندك" فرمایا، کیا وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ کے مقرب تھے، کیا حضور سے ایسے ہی مل کر بیٹھتے تھے جیسے تم منبر سے اذان چاہتے ہو؟

آیت (۴) قال تعالیٰ:

﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ. فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ﴾(۲)

بے شک سب پرہیزگار باغوں اور نہر میں ہیں سچی مجلس میں قدرت والے بادشاہ کے پاس۔

متقی ایک عامی مسلمان بھی ہے، پھر کہاں اس کا قرب کہاں علما، کہاں اولیا، کہاں صحابہ، کہاں انبیا، کہاں حضور انور سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اس سے لاکھوں درجے زیادہ فرق ہے جو سب سے نیچی زمین کو سب سے اونچے آسمان سے، بایں ہمہ آیۂ کریمہ نے سب کو "عند ملیک" فرمایا۔

آیت (۵) قال تعالیٰ:

﴿إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عِندَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ﴾(۳)

فرعون کی بی بی حضرت آسیہ نے عرض کی: اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں گھر بنا۔

کیا اس کا حاصل یہ ہے؟ کہ سب انبیا و مرسلین سے قریب تر۔ حاشا! بلکہ جو قرب ان بی بی کے لائق ہے۔ اگرچہ انبیائے کرام تھا انبیائے کرام خدیجہ و فاطمہ و عائشہ کا قرب بھی ان سے زائد۔ رضی اللہ تعالیٰ عنھن۔

آیت (۶) قال تعالیٰ:

﴿وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِندَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ﴾(۴)

یہاں کافروں کے مکر کو اللہ عزوجل کے حضور "عند" سے تعبیر فرمایا۔ کیا مکر کفار اللہ سے قریب ہے؟ کیا مکر کفار مقرب بارگاہ عزت ہے؟۔ حاش للہ! بلکہ وہی حضور بتایا جاتا ہے، یعنی ان کا مکر ہمارے

---

(۱) [النساء: ۸۱] (۲) [القمر: ۵۴]

(۳) [التحریم: ۱۱] (۴) [ابراھیم: ۱۴/۴۶]

www.waseemziyai.com

سامنے حاضر ہے، ہم اس سے غافل نہیں، تو یہ حاصل معنی علم ہے بس اس قدر مفاد ''عند'' ہے جس پر وہ اچھل کود تھی کہ گویا کوئی دلیل ہاتھ لگ گئی، اور وہ بھی ایسی جس سے حدیث صحیح اور کتب جلیلۂ فقہ حنفی کی تصریح سب رد ہو جائے گی۔ ولاحول ولاقوۃ إلا باللہ العلی العظیم.

ثانیاً: فقہا کے کلام سے فقط ''عند المنبر'' کا لفظ لیا جائے گا، اور بیان معنی میں ان کی بات نہ سنی جائے گی۔

جب تو کیسا صریح ظلم ہے، جن کے لفظ کو سند بناؤ، وہ خود جو اس کے معنی بتائیں نہ مانو، یہ فقہا سے سند ہوئی یا اپنی من گڑھت سے؟۔ اور اگر نہیں بلکہ ان کے لفظ کے معنی وہی لیے جائیں گے جو خود انھوں نے بیان فرمائے تو ملاحظہ ہو: قدوری وہدایہ وکنز وتنویر وغیرہا میں تھا:

"واللفظ للكنز من سرق من المسجد متاعاً وربه عنده قطع"(۱)

جو مسجد میں سے کوئی چیز چرائے اور اس کا مالک اس کے پاس ہو، تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

اس پر مجتبی وفتح القدیر وبحر الرائق ودر مختار وغیرہا میں فرمایا:

"والنظم للدر عنده أي بحيث يراه"(۲)

یعنی ''عند'' کے یہ معنی ہیں کہ محل نظر میں ہو اتنی دور نہ ہو کہ دکھائی نہ دے۔

کہیے! اب تو ''عند'' کے معنی کھلے۔ نہ قرآن عظیم دیکھو، نہ اصول فقہ دیکھو، نہ خود فقہا کا بیان دیکھو، اور اپنی طرف سے تراش لو کہ ''عند'' کے معنی ہیں مسجد کے اندر منبر کے برابر۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم.

ثالثاً: فقہائے کرام کا مسئلہ ایسا نہیں کہ خود مخالفوں سے نہ قبولوا لے کہ جو اذان دروازۂ مسجد یا کنارۂ مسجد پر محاذی منبر ہو بے شک ''عند المنبر'' ہے، جس جس کو فقہ حنفی ماننے کا دعوی ہو اور کچھ بھی علم وعقل رکھتا ہو اس سے ایک مسئلہ شرعیہ دریافت کیجیے۔

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

زید نے ایک بیش بہا منبر دس بیس ہزار روپیہ قیمت کا اپنے مال سے بنایا، ایسا سبک جسے ایک آدمی بے تکلف لے جا سکتا ہے، اپنے یہاں مجلس مبارک محفل وعظ میں بچھایا کرتا ہے، جب مسجد میں منبر کا وقت

---

(۱) [هداية: فصل فی الحرز، ۲/۳۶۸]

(۲) [رد المحتار علیٰ الدر المختار کتاب الرقة، ٤/١٠٠]

www.waseemziyai.com

آتا ہے، متولی عاریۃً اس سے منگا لیتا پھر واپس دیتا ہے، ایک روز نماز جمعہ ہو چکی، لوگ چلے گئے، منبر ابھی وہیں بچھا تھا، مالک منبر دروازۂ مسجد پر کہ محاذی منبر ہے، سامنے کھڑا تھا، کوئی وہابی مسجد کے دوسرے دروازے سے دبے پاؤں آیا، اور زید کی نظر بچا کر منبر چرا لے گیا، اس صورت میں شرعاً اگر یہ جرم ثابت ہو جائے تو سلطان اسلام اس وہابی کا ہاتھ کاٹے یا نہیں، کیا حکم شرعی ہے؟ بینوا توجروا۔

دیکھو! کیا جواب ملتا ہے؟

اگر کہیں ہاتھ نہ کاٹا جائے گا، تو وہ دیکھو ہم کتب فقہ کی تصریحات دکھا چکے ہیں کہ بے شک اس صورت میں قطع کا حکم ہے۔ اور اگر کہیں کاٹا جائے گا تو اس کی شرط تو یہ تھی کہ "ربہ عندہ" اگر مسجد میں بچھا ہے تو مالک منبر عند المنبر ہو، ورنہ ہرگز قطع نہیں۔ یہاں جب کہ حکم قطع ہے تو قطعاً وہ جو دروازۂ مسجد پر محاذی منبر کھڑا ہے عند المنبر ہے یہی ہم کو ثابت کرنا تھا۔ "وللہ الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ کما یحب ربنا ویرضی"۔

اس "لدیٰ" کی گرہ عند المنبر کے بحمدہ تعالیٰ ہمارے پاس بہت جواب ہیں مگر یہی تین کہ یہاں ہم نے پیش کیے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس دیوبندی عیارہ اور اس کی ساری سنگت کی پیاس بجھا دیں گے۔ وباللہ التوفیق۔

بات وہ ہے جو سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث میں آیا کہ وہ زمانہ آنے والا ہے کہ معروف منکر اور منکر معروف ہو جائے گا، خلاف شرع بات کو لوگ شریعت سمجھنے لگیں گے، اور انہیں حکم شریعت بتاؤ تو اسے نئی بات سمجھ کر چونکیں گے، عادت پڑ گئی ہے، آنکھ کھول کر یہی دیکھا، سمجھ لیے کہ تیرہ سو برس سے یہی ہے، کسی کتاب سے سند کی کیا ضرورت، یہ خود ہی تیرہ سو برس کی تاریخ ہیں، سارا زمانہ انہیں کی آنکھوں کے سامنے گزرا ہے، اب جو حدیث واحکام فقہ حق بات کے لیے پیش کیجیے اسے یوں سنتے ہیں کہ گویا یہ ان کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث ہی نہیں، گویا یہ ان کی مذہبی کتابوں کے احکام ہی نہیں، اور اپنے ذہن میں جو ایک بات بس گئی ہے، جو لفظ کسی کتاب کا دیکھیں اس سے وہی معنی سمجھتے ہیں۔ "عند" ہے تو اس کے یہ معنی کہ منبر کی کگر سے لگی ہوئی۔ "بین یدیہ" ہے تو اس کے یہی معنی ہیں کہ خطیب کی گود میں رکھی ہوئی۔ اب ہزار آیتیں، حدیثیں، اقوال ائمہ سنائیے کہ "بین یدیہ" اور "عند" دونوں کا حاصل محاذی وپیش نظر ہے۔ مگر کون سنتا ہے۔ خیر کسی دیوبندی سے کیا کام، اور اسے مسلمانوں کی نماز واذان سے کیا علاقہ، مگر اللہ عزوجل ہمارے سنی بھائیوں کی آنکھیں کھولے، آمین۔

رابعاً: یہ تو معنی "عند المنبر" کی تحقیق تھی۔ بھائیو! آپ نے ابھی وہ دیوبندی چال تو جانی ہی

www.waseemziyai.com

نہیں کہ ''عند'' کے معنی گڑھنے میں اس عیارہ تحریر کو جو منظور ہے۔ وہ اس میں بھی اللہ و رسول۔ جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ کی شان میں اپنا دلی بخار ہی نکالنا چاہتی ہے۔ عند کے معنی وہ اتصال کے لیتی ہے جیسا اذان و منبر میں کر رکھا ہے۔ بالکل سن سے سن نہ ملی ہو۔ تو خیر چند گرہ کا فاصلہ سہی جب کہ ''عند'' اس معنی کے لیے ٹھہر گیا تو آیت اولیٰ کے اتنے معنی رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کمال قریب آکر آواز پست کرو۔ اور چند گز کے فاصلہ سے سر پر کھڑے چیخو چلاؤ غل مچاؤ۔؛ کیوں کہ اب "عند رسول اللہ" تو رہا نہیں۔ بہت کرو تو خود حضور کے کلام فرماتے وقت یا خود حضور سے کچھ عرض کرنے میں نہ چیخو۔ باقی حضور کے سامنے آپس میں جتنا چاہو غل مچاؤ۔ دربار اقدس کو مچھر ہٹا کر دو۔ کچھ مضایقہ نہیں۔

مسلمانو! دیکھا دیوبندیوں کے دل میں یہ ادب ہے رسول اللہ کا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

آیت (۳) کے دیوبندی معنی یہ ٹھہرے کہ منافقین حضور کی بارگاہ میں کمال مقرب تھے، حضور کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھتے۔

آیت (۴) کے دیوبندی معنی یہ ہوئے کہ ہر ادنیٰ سا ادنیٰ جاہل پرہیز گار کمال قرب میں انبیا و مرسلین اور خود سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کا شریک ہے۔

اسمٰعیل جی دہلوی نے تو چھوٹے بڑے بھائی کا فرق رکھا بھی تھا، انھوں نے برابر ہی کے بھائی ٹھہرا دیا۔

آیت (۶) کے دیوبندی معنی میں اور بڑھ کر قیامت ہے کہ بارگاہ عزت پر حملہ ہے کہ کافروں کا مکر اللہ سے نہایت قریب، اس کی بارگاہ میں کمال مقرب ہے؛ کیوں کہ عند کے معنی حاضر کے نہیں جو ائمہ حنفیہ نے ارشاد فرمائے ہیں، بلکہ خاص قریب کے ہیں، ایسا قرب جو منبر کی گگر اور مؤذن کے پاؤں کے انگوٹھے میں ہوتا ہے، دروازہ تک مؤذن ہٹا اور بعد المشرقین ہو گیا، اب قرب کہاں صادق آسکتا ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم. اسی لیے تو ''منبر کے پاس''۔ ''منبر کے قریب'' چھ جگہ جلی قلم سے لکھا، جیسے اوپر ''امام کے آگے''۔ ''خطیب کے آگے'' پانچ جگہ جلی قلم سے تھا۔

''الحمد للہ'' کہ وہ ان کی اگلی پچھلی جلی قلم کی سب جلی بھنی راکھ ہو گئی۔ دیوبندی تحریر کی چوتھی بڑی بھاری دھوم دھامی اصل یہ ''عند'' کی چیخ پکار تھی۔ الحمد للہ کہ اس کی اس اصل میں بھی خطا ہی نکلی۔

آگے چلیے وباللہ التوفیق۔

(۱۴) الحمد للہ دیوبندی عیارہ تحریر آپ ہی چرچی کہ ''عند المنبر'' سے بھی کام نہ چلے گا۔ اب کیا کرے ''بین یدیہ'' پر ہاتھ مارا تھا وہ ہاتھ سے گیا۔ سرخی سے (آگے) کا لفظ لکھا تھا وہ آگے کا

www.waseemziyai.com

پیچھے گیا۔ ''عند'' سے عوام کو اندھا کرنا چاہا تھا الٹی اپنی ہی گئیں۔ سرے سے (پاس) کا لفظ لکھا تھا وہ پاس کا فیل ہوا۔ بے چاری عیارہ جان پر تو کھیل گئی، اب اگر سنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رد نہیں ہوتی تو کیا کرے۔

اسی شش وپنج میں تھی کہ دیوبندیت کے استاذ شفیق نے آکر تھپکی دی کہ ہیں تو اور اضطراب۔ تو اور پیچ وتاب۔ کیا ہوئے وہ ہتھکنڈے؟ جوابی جانب نے ''سیف النقي ''میں سکھائے تھے کہ دل سے کتابوں کے نام تراش لو۔ ان کے مطبع بنالو۔ صفحے گڑھ لو۔ عبارتیں تصنیف کرلو۔ اور اپنے خصم سے نسبت کردو۔ کہ دیکھو! تم تو یہ کہتے ہو اور تمہارے آبائے کرام ومشائخ عظام قدست اسرارہم اپنی فلاں کتابوں، مطبوعہ فلاں، فلاں مطابع کے اتنے اتنے صفحات پر، یہ یہ فرماتے ہیں۔ حالانکہ دنیا میں نہ وہ کتابیں پیدا ہوئیں۔ نہ ان کے وہ صفحے۔ نہ ان کی وہ عبارات۔ سب نری افترائی بہتانی ملعونی گڑھت۔ اور بکمال حیاداری سربازار آنکھیں دکھا کر خصم سے نسبت۔

آج تک کسی آریہ یا پادری نے بھی یہ حرکت نہ کی ہوگی۔ اور پھر ایسی ناپاک بے باک ملعون سفاک کتاب دیوبندی مُلّوں نے چھپوائی۔ دیوبندی مدرسہ نے شائع کی۔ دیوبندی مصنف مولوی اصغر حسین صاحب مرید خاص جناب گنگوہی صاحب نے اشتہار دے دے کر بیچی۔

حضرت تھانوی صاحب کے وکیل مطلق مولوی مرتضیٰ حسن چاندپوری نے اس پر افتخار کیا۔ ان کے دوسرے وکیل ونائب اعظم مولوی حسین احمد نے اس سے استناد کیا۔ پھر استناد سے بڑھ کر اس پر اعتماد کیا۔ جناب مولوی تھانوی صاحب یہ سب کچھ کراتے رہے۔ دیکھا کیے۔ راضی رہے۔ تنبیہوں کے بعد بھی وہی ان کی خاموشی۔ اور وہی اس ملعونہ لال کتاب کے بیچنے کی گرم جوشی۔ پھر ایسی باحیا طبیعتیں اور کسی گڑھنت پر سند لانے میں رکیں۔ دیوبندیت کے استاذ شفیق نے جو اتنا سہارا دیا، اب کیا تھا دیوبندیت سوتے سے اچھل پڑی۔ قریب تھا کہ شادی مرگ ہوجائے۔ ظلمت ظلم کی آدھی رات اور اندھا کھاتا، اور جلدی کی بوکھلاہٹ، گھبرا کر ٹٹولا تو امام عینی کی ''بنایہ'' پر ہاتھ پڑا۔ باچھیں چر کر کانوں کے پیچھے پہنچیں اور فرمایا:

''اب بھی کچھ شبہ ہو تو اس سے بھی زیادہ تصریح سنیے! علامہ عینی ہدایہ کے قول: ((إذا صعد الإمام المنبر وجلس وأذن المؤذن بين يدي المنبر بذلك جرى التوارث)) کی شرح میں لکھتے ہیں:

((أي من زمن عثمن))(۱)

---

(۱) [البناية شرح الهداية: باب البيع والشراء، ۳/ ۹۰]

www.waseemziyai.com

یعنی منبر کے آگے اذان ہونا حضرت عثمان کے وقت سے ہے۔ علامہ عینی کی اس تصریح نے تو ہر قسم کی تاویل کا دروازہ بریلوی مجیب پر بند کر دیا؛ کیوں کہ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ منبر کے آگے اذان ہونا حضرت عثمان کے وقت سے ہے۔

اب اگر منبر کے آگے کے معنی منبر کے مقابل خارج از مسجد لیے جاویں گے تو علامہ موصوف کا ارشاد کہ حضرت عثمان کے زمانہ سے ہے غلط ہوگا، کیوں کہ یہ تو مجیب بریلوی کے زعم میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت سے ہے نہ کہ حضرت عثمان کے وقت سے، پس روشن ہوگیا کہ فقہا کے کلام کے یہی معنی ہیں کہ منبر کے قریب اذان دینا مسنون ہے' انتهى بلفظ السخيف الكثيف

مسلمانو! مسلمانو! نہ فقط مسلمانو! ہر ملت و مذہب کے عربی دانو! ذرا اس دیوبندی عیارہ تحریر کی صریح خیانت، مجرمانہ شید، بے ایمانی، پکی دغابازی، کھلی حرفت شیطانی ملاحظہ ہو۔

اولاً: امام عینی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اصل عبارت یہ ہے:

بنایہ جلد اول صفحہ ۱۱۴:

"م : بذلك" ش : أي بالأذان بين يدي المنبر بعد الأذان الأول على المنارة "م : جرى التوارث" ش : من زمن عثمان بن عفان إلى يومناهذا" (۱)

یعنی دوسری اذان منبر کے سامنے پہلی اذان منارہ کے بعد ہونا، یہ امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وقت سے آج تک چلا آتا ہے۔ وہ تو صراحۃً اذان خطبہ بعد اذان منارہ ہونے کو زمانۂ ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بتا رہے ہیں، اس لیے کہ زمانہ رسالت و زمانہ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں اذان خطبہ سے پہلے کوئی اذان تھی ہی نہیں، اس سے پہلے اذان امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زائد فرمائی جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں تصریح ہے، تو اذان خطبہ کا اذان منارہ کے بعد ہونا یہ امیر المؤمنین عثمان کے وقت سے ہے۔ امام عینی تو یہ فرماتے ہیں اور اس فاجرہ غادرہ نے ان کے کلام سے "بعد الأذان الأول على المنارة" کترون کر کے ٹھہرا دیا کہ: وہ منبر کے سامنے ہی اذان ہونے کو زمانہ عثمان سے بتاتے ہیں۔

جب اللہ عزوجل کسی قوم کا ایمان و دین لیتا ہے اس سے حیا چھین لیتا ہے کہ حیا تو ایمان کے ساتھ ہے۔ بے ایمان کو حیا سے کیا علاقہ۔ مسلمانو! یہ چھل پیچ ہیں جن سے تمھیں چھلا جاتا ہے، اور تم اسے

---

(۱) [البناية شرح الهداية: باب البيع والشراء، ۳/ ۹۰]

www.waseemziyai.com

فتوائے مبارکہ بریلی کا جواب سمجھتے ہو۔

دیکھو! دیوبندیت کالی بلا ہے، کفری بن کا بھینسا ہے، بھینسے کی دم پکڑے پار نہ ہوگے۔ آگے تم جانو تمھارا کام۔

ثانیاً: اور ظلم دیکھیے! عینی میں اسی کے متصل اس سے ملی ہوئی بالکل بلا فصل یہ عبارت ہے:

م: "ولم يكن على عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إلا هذا الأذان" ش: أي الأذان الذي يوذن بين يدى المنبر"(۱)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں فقط یہی اذان منبر کے سامنے والی تھی۔

دیکھو! وہ تو صاف فرمارہے ہیں: کہ اذان خطبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس سے محاذی منبر ہے، اور یہ خاسرہ غادرہ کہتی ہے کہ "علامہ عینی کے نزدیک منبر کے آگے اذان ہونا حضرت عثمان کے وقت سے ہے"

مسلمانو! یوں دن دہاڑے اندھیری تم پر ڈالی جاتی ہے، اور تم فتوے کا جواب سمجھ رہے ہو۔

دیکھو: دیوبندیوں نے کوا حلال کیا ہے، اس کی خصلتیں آگئی ہیں، کوّے کے پیچھے جانے والا راہ نہیں پاتا۔

إذا كان الغراب دليل قوم سيهديهم طريق الهالكينا(۲)

ثالثاً: اور سنیے! امام عینی اس کے چار ہی سطر بعد فرماتے ہیں:

"الأذان الأصل الذي كان على عهد النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بين يدي المنبر"(۳)

اصلی اذان وہ ہے کہ زمانۂ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں منبر کے آگے تھی۔

اور یہ فاجرہ خاسرہ کہتی ہے۔ "علامہ عینی فرماتے ہیں: منبر کے آگے ہونا حضرت عثمان کے وقت سے ہے"

مسلمانو! دیوبندی گھوری یوں خاک اڑا کر تمھیں چوپٹ گنگو ہی بنایا چاہتی ہے۔ اور تم اسے فتوے کا جواب خیال کرتے ہو۔

---

(۱) [البناية شرح الهداية: البيع والشراء بعد أذان الجمعة، ۳/ ۹۰]

(۲) [السحر الحلال في الحكم والأمثال: ۱/ ۱۰]

(۳) [البناية شرح الهداية: البيع والشراء بعد أذان الجمعة، ۳/ ۹۱]

www.waseemziyai.com

دیکھو! اندھے کے پیچھے چلنے والا اوندھا کوئیں میں گرتا ہے۔

ہر کہ پس کور شد در چاہ ودر گور شد

مسلمانو! اسلام کی حرارت کچھ بھی باقی ہے تو اس ظالمہ عیارہ کذابہ مکارہ دیوبندی تحریر سے پوچھ دیکھو، کہ:

اوفاجرہ! کیا ''وانتم سکری'' چھوڑ کر ''لاتقربوا الصلوۃ'' پکڑنے والا مسلمان ہوتا ہے۔

اوخاسرہ! کیا امام عینی کے اسی کلام، اسی مقام، انہیں سطروں میں وہ تین جملے تجھے نہ سوجھے۔ پہلا جملہ خاص اسی عبارت میں تھا۔ دوسرا بالکل اس کے متصل۔ تیسرا اسی صفحہ میں اس سے چار ہی سطر بعد۔ تو آنکھیں بند کر کے تینوں ہضم کر گئی اور امام عینی پر یہ جیتا بہتان جیتی مکھی نگل کر جڑ دیا۔

کیا دیوبندیوں کے قرآن سے ﴿فنجعل لعنة الله على الكذبين﴾ کا جملہ نکال دیا گیا۔ کیا تعجب ہے۔ تمہارا امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی اپنی کتاب ایذاء الحق مسمی ظلما ''ایضاح الحق صفحہ ۱۴۴'' میں لکھ ہی گیا کہ ''سلب قرآن مجید بعد انزال ممکن ست'' جب اللہ واحد قہار کی صفتیں بھی تمہارے امام کے نزدیک سلب ہو سکتی ہیں تو اگر تم نے امام عینی کے کلام سے کچھ جملے سلب کر لیے کیا اچنبھا ہے۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ ؎

ای دزد بکف چراغ اخسا

تحریر دروغ ولاغ اخسا

بدنامی کانپور کم کن

ای تھانہ بھون الاغ اخسا

ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم.

رابعاً: پیارے بھائیو! یہ تو تم نے اس عیارہ تحریر کی بھاری خیانتیں، پکی بے حیائیاں، کامل بے ایمانیاں دیکھیں، مگر اس میں جو اس کی اصلی تہہ ہے وہ نہ سمجھے۔ یہ عیارہ چور قی تو تمہارے دین کو چور نگ کرنے اٹھی ہے۔ تمہارے ائمۂ اسلام پر طعن جمانے چلی ہے۔ اس دغابازی میں بھی وہی مطلب ہے۔

اولاً: اتنا سمجھ لو کہ مسجد میں اذان دینا دربار الٰہی کی بے ادبی و گستاخی ہے، اور یہ ادب کوئی عرف حادث نہیں، بلکہ ہمیشہ سے ملحوظ و محفوظ ہے، شاہد اس کا مشاہد ہے۔ دربار شاہی میں اگر چوب دار عین مکان اجلاس میں کھڑا ہوا چلائے کہ ''دربار یو! چلو سلام کو حاضر ہو'' ضرور گستاخ بے ادب ٹھہرے گا، جس نے شاہی دربار نہ دیکھے ہوں، وہ انھیں کچہریوں کو دیکھ لے کہ مدعی مدعا علیہ گواہوں کی حاضری کمرہ سے باہر

www.waseemziyai.com

پکاری جاتی ہے، چپراسی خود کمرۂ کچہری میں کھڑا ہوکر چلائے، اور حاضریاں پکارے، تو ضرور مستحق سزا ہو، اور ایسے امور ادب میں شرعاً عرف معہود فی الشاہد ہی کا لحاظ ہوتا ہے۔

محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

"یحال علی المعهود من وضعها حال قصدالتعظیم فی القیام والمعهود فی الشاهد منه تحت السرة"(۱)

مع ہذا حدیث نے مسجد میں چلانے سے بھی منع فرمایا ہے۔

بحرالرائق وردالمحتار میں ہے:

"جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وبیعکم وشراء کم ورفع أصواتکم"(۲)

اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں اور دیوانوں اور خرید وفروخت اور آواز بلند کرنے سے بچاؤ۔

"قلت رواه ابن ماجة عن واثلة بن الأسقع وعبدالرزاق في مصنفه بسند أسلم عن معاذبن جبل رضي الله تعالیٰ عنه عن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم۔"

تو اس سے عام تر ادب کی طرف خود حدیث میں ارشاد موجود ہے، اور علما نے اس ممانعت کو ذکر کے لیے بھی عام ہونے کی تصریح فرمائی جب تک شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استثنا نہ ثابت ہو۔

درمختار میں ہے:

"یحرم فیه(أي في المسجد) السؤال ویکره الاعطاء ورفع صوت بذکر الا المتفقهة"(۳)

مسجد میں سوال حرام اور دینا مکروہ اور بلند آواز سے ذکر بھی مگر

نہ کہ اذان کہ ذکر خالص بھی نہیں، جیسا کہ امام عینی نے شرح ہدایہ میں تصریح فرمائی، بلکہ شرع مطہر نے مسجد کو ہر ایسی آواز سے بچانے کا حکم فرمایا ہے جس کے لیے مساجد کی بنا نہ ہو۔

صحیح مسلم شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"من سمع رجلاً ینشد ضالة في المسجد فلیقل لاردها الله علیك ، فإن المساجد

---

(۱) [فتح القدیر: باب صفة الصلاة ، ۱/۲۸۷]

(۲) [البحر الرائق شرح کنز الدقائق: فصل استقبال القبلة، ۲/۳۷]

(۳) [الدر المختار: فروع افضل المساجد، ۱/۶۵۹]

www.waseemziyai.com

لم تبن لهذا" (۱)

جو گمی ہوئی چیز کو مسجد میں دریافت کرے اس سے کہو اللہ تیری گمی چیز تجھے نہ ملائے، مسجدیں اس لیے نہیں بنیں۔

حدیث میں حکم عام ہے اور فقہ نے بھی عام رکھا۔

درمختار وغیرہ میں ہے: "کرہ إنشاد ضالة" (۲)

تو اگر کسی کا مصحف شریف گم گیا اور وہ تلاوت کے لیے مسجد میں پوچھتا ہے، اسے بھی یہی جواب ہوگا کہ مسجدیں اس لیے نہ بنیں، اگر اذان دینے کے لیے اس کی بنا ہوتی تو ضرور حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد کے اندر ہی اذان دلواتے، یا کبھی کبھی تو اس کا حکم فرماتے، مسجد جس کے لیے بنی زمانۂ اقدس میں اسی کا مسجد میں ہونا کبھی ثابت نہ ہو، یہ کیوں کر معقول۔ تو وجہ وہی ہے کہ اذان حاضری دربار پکارنے کو ہے، اور خود دربار حاضری پکارنے کو نہیں بنتا۔ ہمارے بھائی اگر گردنیں عظمت الٰہی کے حضور جھکا کر آنکھیں بند کر کے براہ انصاف نظر فرمائیں تو جو بات ایک منصف یا جنٹلمین کی کچہری میں نہیں کر سکتے، احکم الحاکمین عز جلالہ کے دربار کو اس سے محفوظ رکھنا لازم جانیں، نہ کہ حدیث کا وہ ارشاد، پھر کتب معتمدۂ فقہ کی یہ صریح تصریحات، کہ مسجد میں اذان منع ہے، سب کچھ دیکھیں اور ایک بے سند رواج پر اڑے رہیں۔ ذی انصاف بھائیو! یہ آپ کی شان نہیں۔

اب یہ دیوبندی عیارہ تحریر براہ افترا امام عینی پر ڈھال کر امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یہ الزام جڑتی ہے کہ معاذ اللہ پہلے انہوں نے سنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بدلا، اور دربار الٰہی کے ادب کو پس پشت ڈالا۔ **والعیاذ باللہ رب العلمین۔**

خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سنت میں اضافہ کر سکتے ہیں، جیسے امیر المؤمنین ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اذان اول زیادہ فرمائی، مگر۔ **عیاذاً باللہ!** سنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدل ڈالنے اور ادب چھوڑ کر بے ادبی پالنے سے ان کے دامن پاک ومنزہ ہیں، مگر بے ادب لوگ محبوبان خدا کو بھی اپنا ہی سا سمجھتے ہیں۔

خامساً: جب یہ مان لیا کہ اذان خطبہ زمان اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مسجد

---

(۱) [صحیح مسلم: باب النهي عن نشد الضالة، ۱/۳۹۷]

(۲) [الدر المختار: فروع افضل المساجد، ۱/۶۶۰]

www.waseemziyai.com

سے باہر ہوتی تھی، زمانۂ صدیق میں باہر ہوتی رہی، زمانۂ فاروق میں بھی باہر ہی ہوا کی، اکثر مدت خلافت میں ذوالنورین نے بھی باہر رکھی، پھر وہ کون سا باعث پیدا ہوا کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت مستمرہ کو امیر المؤمنین نے بدل کر باہر کی اذان اندر کرلی، اذان اول تو اس لیے اضافہ فرمائی کہ مسلمان بفضلہ تعالیٰ کثیر ہوگئے ہیں دور تک آواز پہنچے، تو اذان خطبہ بھی مطابق سنت باہر ہی رکھنی لازم تھی کہ جس نے پہلی آواز نہ سنی ہو دوسری سنے۔

بحر الرائق جلد ۱ صفحہ ۲۷۸ میں فرمایا:

"تکراره مشروع كما في أذان الجمعة ؛ لأنه لإعلام الغائبين، فتكريره مفيد لاحتمال عدم سماع البعض"(۱)

نہ کہ اسے بند مکان میں کرلینا کہ دور تک آواز نہ جانے پائے، یہ سنت کے بھی خلاف، مصلحت کے بھی خلاف، اپنے مقصد کے بھی خلاف، تو۔ معاذاللہ! دیوبندی عیارہ نے یہ ٹھہرایا کہ امیر المؤمنین نے نہ صرف بلاوجہ بلکہ برخلاف وجہ محض ضد سے سنت کو بدل ڈالا۔

مسلمانو! اس عیارہ کی چوٹیں دیکھتے جاؤ، تمھیں تو یہ گمان ہے کہ یہ مسئلہ اذان لکھ رہی ہے، اور وہ تمھیں دھوکے دے کر اندر ہی اندر تمھاری مسلمانی کی جڑ کھکل رہی ہے۔

(۱۵) وہ تو پوت کے پاؤں پالنے ہی میں نظر آتے ہیں، کسی بے چارے کرایے والے مجہول غیر معروف کو یہ پرانوں سیانوں کی چالاکیاں کہاں سے آتیں۔

ع: کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

تلملاہٹ کی چھچھلیاں تو دیکھیے:

اول "بين يدي" کو پکڑا اور پکڑتے ہی چھوڑ دیا کہ اس کے معنی بحث طلب ہیں، دوبارہ "عند" کے معنی میں ائمۂ اصول وعلمائے عربیت وخود فقہائے کرام حتی کہ خود قرآن عظیم کے خلاف گڑھت کرکے اس سے "بين يديه" کی مرہم پٹی چاہی، اور نہ بنتی دیکھ کر فوراً الگ چھوڑ کر چنپت، کہ اب بھی شبہ ہو تو زیادہ تصریح سنیے، سہ بارہ امام عینی پر جیتے چٹے جوڑ کر ذوالنورین پر نکھرنے کی ٹھہرائی، اور جانا کہ یہ سفید جھوٹ کب تک چلے گا، جو امام عینی کا کلام دیکھے گا دیوبندی فریب کے منہ پر تھوکے گا۔ لہذا چوتھی بار اس پایہ پر بھی نہ جم کر فوراً ایک بے چارے مروانی بادشاہ ہشام بن عبدالملک کی طرف پٹھا پھیر

---

(۱) [البحر الرائق : باب آذان الجنب وإقامته، ۱/۲۷۸]

www.waseemziyai.com

دیا، طویلے کی بلا اس کے سر ڈالی کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و جملہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سنت مستمرہ اس نے بدلی، اور ساتھ ہی سمجھ لیا کہ یہ ثابت بھی ہو جائے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و جملہ خلفائے راشدین کی دوامی سنت کے رد میں ایک ظالم مروانی کی بدعت کیا سند ہو سکے گی، جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے سیدنا امام زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ناحق ناروا سولی دے کر شہید کیا، جس کی سولی کے نیچے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پریشان کھڑے ہوئے نظر آئے کہ فرماتے ہیں: میرے بیٹوں کے ساتھ یہ کیا جاتا ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیک وعلیہم وبارک وسلم۔

لہذا محض بلا ثبوت، محض بزور زبان، محض براہ بہتان، یہ پیوند لگا دیا کہ.....

''امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد، امام مالک، و دیگر ائمہ کے زمانے میں یہ اذان منبر کے قریب ہوتی تھی، ان مجتہدین نے اس اذان کو منبر کے پاس ہوتے دیکھا، اگر بدعت تھا تو کیوں سکوت فرمایا؟''

مسلمانو! کسی نوسکھ کو اتنی عیاریوں کی کیا لیاقت، ہو نہ ہو ضرور یہ چک پھیریاں عالی جناب وسیع الالقاب شیخ جی تھانوی صاحب ہی کی ہیں جیسا کہ ثقات نے بیان کیا۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش

من انداز قدت را می شناسم

بہر پردہ سرائی من بہ لہجہ

لب نغمہ زنت را می شناسم

مسلمانو! اللہ اس شدید و مدید ظلم بعید کو دیکھو کہ جب اس عیارہ دیوبندی تحریر نے کسی طرح اپنی بنتی نہ دیکھی تو پنجے جھاڑ کر افتراؤں پر اتر پڑی۔ امام اعظم پر افترا، امام مالک پر افترا، امام شافعی و امام احمد پر افترا، اس زمانے کے جملہ ائمۂ مجتہدین پر افترا، امام عینی پر افترا، داؤدی پر افترا، ابن الحاج پر افترا، بارہ سو برس کے تمام علما پر افترا، بے چارے ہشام پر افترا، ساری امت مرحومہ پر افترا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

لوگ باطل کی پیروی بھی کرتے ہیں مگر خدا نہ کرے کہ آنکھ کا پانی اتنا ڈھلے۔ مسلمانو! قریب منبر سے اگر وہ معنی مراد جو ہم نے خود فقہائے کرام کے ارشادات سے ثابت کر دیے، جب تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ اور دیوبندی کرتوت سب برباد۔ اور اگر یہ مقصود کہ جوف مسجد میں منبر کے متصل، تو ذرا شیخ جی تھانوی صاحب کو ان کے دھرم کی قسم دے کر پوچھ تو دیکھیے کہ:

www.waseemziyai.com

اولاً: آپ نے کس کتاب میں دیکھا ہے کہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں یہ اذان داخل مسجد متصل منبر ہوتی تھی، امام نے دیکھی اور مقبول رکھی۔

مسلمانو! یہ تو کچھ اشکال نہیں۔ شیخ جی نے اگر کسی معتمد کتاب میں اس کی تصریح دیکھی ہے تو بتادیں، کتاب دکھادیں، چلیے فیصلہ ہوگیا۔ اور اگر نہ دکھاسکیں، اور ہم کہے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ دکھاسکیں گے، تو بس اتنا لکھوالیجیے کہ انھوں نے کسی کتاب میں تو نہ دیکھا، ہاں خواب میں دیکھا۔ خواب کی تعبیر ہمیں آتی ہے۔

مسلمانو! اس سوال کا جواب ہاں یا نہ صاف دوحرفی لے لو۔ کسی کتاب میں اس مضمون کی تصریح نہ دیکھی تو پہلے اتنا صاف صاف لکھ دیں کہ نہ دیکھی۔ بعد کو اگر مگر، ہیر پھیر جتنی چاہیں دکھائیں، اس کا علاج بفضلہٖ تعالیٰ ہمارے پاس موجود ہے۔ یہ نہ ہو کہ ہاں نہ، صاف نہ کہیں، اور پہلے ہی سے چین، مین، غیں، پین، شروع فرمادیں۔

دوم، سوم، چہارم: بقیۂ ائمۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قبول فرمانا اگر ثابت ہو بھی سکتا تو اگرچہ مذہب حنفی پر حجت نہ ہوتا مگر دیوبندی کو اس کے دروازے تک پہنچانے کے لیے یہ بھی پوچھ دیکھیے: کہ آپ نے کس کتاب میں دیکھا کہ امام مالک، امام شافعی، امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں یہ اذان داخل مسجد متصل منبر ہوتی۔ ان ائمۂ کرام نے دیکھی اور مقبول رکھی؟۔

پنجم، ششم، ہفتم: امام عینی پر تو اس بدذات دیوبندی تحریر نے جو جیتے چٹے رکھے ان کی تفصیل تو آپ سن ہی چکے ہیں، مگر یہاں اس کے لفظ یہ ہیں کہ:

''عینی کہتے ہیں یہ اذان قریب منبر حضرت عثمان کے وقت سے آئی ہے، اور داؤدی وابن الحاج کہتے ہیں ہشام کے وقت سے ہے''

شیخ جی سے یہی پوچھ دیکھیے کہ عینی یا داؤدی یا ابن الحاج کے کلام میں ''قریب منبر'' کا لفظ کہاں ہے۔ صدہا اَن ہوئی جوڑنے سے تو یہ آسان تھا کہ دیوبندی تحریر ایک آیت گڑھ لیتی کہ دیکھو قرآن مجید میں لکھا ہے کہ جمعہ کی اذان منبر کی گگر سے مل کر ہو۔ جھگڑا طے تھا، ہزار جھوٹ کی جگہ ایک ہی جھوٹ کافی ہوجاتا۔ رہا یہ کہ قرآن مجید پر افترا میں عذاب سخت تھا۔ تو اللہ ورسول کو جو گالیاں منہ بھر کردی ہیں ان کا عذاب اور اشد ہے۔ جہاں لادی وہاں سوالادی۔ ایں ہم برعلم۔

ہشتم: جانے دو ہشام ہی سے صحیح ومقبول ومعتمد ثبوت دے دو کہ اس نے یہ اذان منبر سے ملا کر کہلوائی۔ یا اس کے وقت میں جوف مسجد کے اندر متصل منبر ہوتی تھی۔

www.waseemziyai.com

نہم: عیارہ تحریر بھی الگ الگ افترا اٹھاتے پست ہوگئی، اس لیے ایک چٹا ساری امت مرحومہ پر جوڑ دیا۔ آخر ایک ایک نام کہاں تک گنتی، اس دیدہ دلیری کو دیکھیے کہ:

''ہشام کے زمانہ سے تو اس کا قریب منبر ہونا سب کو تسلیم ہے''

چلیے چھٹی ہوئی، ساری امت مرحومہ افترا میں آ گئی۔ عیارہ ایک متنفس سے تو ثبوت لا نہ سکی کہ ہشام کے زمانہ میں قریب منبر تھی، اور بہتان رکھ دیا ساری امت پر۔

دہم: اوروں پر افترا تو ایک ایک افترا ہے، مگر امام مدینہ طیبہ سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر افترا ہزار افتراؤں کا ایک افترا ہے۔ عیارہ کہتی ہے کہ:

''امام مالک نے اس اذان کو منبر کے پاس ہوتے دیکھا سکوت فرمایا''

حالاں کہ اذان متصل منبر ہونا بالائے طاق، امام مدینہ نے تصریح فرمائی ہے کہ سرے سے اذان کا خطیب کے سامنے ہونا ہی بدعت ہے، اور صراحۃً اس سے نہی فرمائی اور یہ اذان بھی منارے ہی پر سنت بتائی، ان کی کتب مذہب ان تصریحات سے گونج رہی ہیں، کتب مالکیہ کی عبارات رسالہ ''اذان من اللہ'' میں گزریں۔ ملک مغرب میں کہ اکثر سکان اسی جناب رفیع کے مقلد ہیں آج تک اذان خطبہ بیرون مسجد منارہ پر ہوتی ہے۔

علامہ اسکندری مالکی پھر علامہ یوسف سفطی مالکی حاشیہ جواہر زکیہ شرح مقدمۂ عشماویہ صفحہ ۱۸۸ میں فرماتے ہیں:

"الأذان الثاني كان على المنار في الزمن القديم، وعليه أهل المغرب إلى الآن، وفعله بين يدى الإمام مكروه، كما نص عليه البرزلي وأنه قد نهى عنه مالك". (۱)

یعنی اذان ثانی زمانۂ سلف میں منارہ پر تھی اور اہل مغرب آج تک اسی روش پر ہیں، اور اس کا امام کے سامنے کہنا مکروہ ہے جیسا کہ امام برزلی نے تصریح کی۔ اور بے شک امام مالک نے اس کی ممانعت فرمائی۔

مسلمانو! اس عیارہ سے پوچھنا اسی کو سکوت فرمانا کہتے ہیں ''تف بر روئے دروغ تو''

یازدہم: ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کیا تھوڑا افترا ہے۔ امام کی کتب مذہب بلا ذکر خلاف عموماً فرمارہی ہیں کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ مسجد میں اذان مکروہ ہے۔ جن کا ذکر فتوائے

---

(۱) [جواهر زكية: ص۱۸۸]

www.waseemziyai.com

مبارکہ میں گزرا، اگر امام مسجد میں اذان ہوتی دیکھتے اور اسے تسلیم فرماتے تو فقہ حنفی میں اس کے خلاف کیوں کر مذکور ہوتا۔ اگر امام کے نزدیک اس کا جواز صرف اذان خطبہ میں ہوتا تو قطعاً واجب تھا کہ فقہائے حنفیہ اس ممانعت سے اسے مستثنیٰ کر دیتے اور فرما دیتے کہ ہمارے امام نے جس اذان کو مسجد میں ہوتے دیکھا اور روا رکھا وہ اذان خطبہ تھی، اس کی اجازت ہے۔ باقی اذانیں مسجد میں مکروہ ہیں۔ مگر ایسا ہرگز کسی نے نہ کہا، تو صاف روشن ہوا کہ امام کا اسے دیکھ کر سکوت و تسلیم فرمانا محض دغابازی کا سیاہ جھوٹ ہے۔

فائدۂ جلیلہ: ان بیانات نفیسہ سے بحمداللہ تعالیٰ اس شبہ کا بھی ازالہ ہوگیا جو بعض اذناب دیوبندیہ نے لکھا کہ:

''اذان ثانی قریب منبر ادا کی گئی ہے، اس پر کل کا اجماع ہے، اور اجماع حجت ہے''

ایک مسخرے نے کہا: ''جمیع امصار مسلمین کا اسی پر عمل ہے اور جمیع مذاہب اسلام خصوصاً مذاہب اربعہ اسی پر ہیں''

ایک اور اجہل مطلق نے کہا:

''رسول اللہ صلعم (!) فرماتے ہیں:

((لایجتمع امتی علی الضلالة))(۱) میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔

اب سب لوگ اذان ثانی اندر دیتے ہیں''

سبحان اللہ! سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلاف پر، جماہیر مالکیہ خلاف پر، کتب حنفیہ خلاف پر، مغرب کے ملک بھر کا عمل خلاف پر۔ اور تمام امت کا اجماع تمام بلاد کا عمل ہوگیا۔ کوئیں کی مینڈکیں آسمان اتنا ہی دیکھتی ہیں۔

دوازدہم: خدا کا شکر کہ خدا کا دھرا سر پر، عیارہ نے علما کا یہ قول مانا کہ:

''یہ اذان جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت میں قریب منبر نہ تھی''

مگر گڑھی یہ کہ علما کو اس میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں: زمانۂ اقدس ہی میں قریب منبر تھی۔ بہت اچھا، یہ قول علما کہ زمانہ اقدس میں قریب منبر نہ تھی خود اس عیارہ کو تسلیم ہوا، اب وہ دوسرے علما بتانے اس کے ذمے رہے۔ دھرم سے کہے کس کتاب میں ہے کہ بعض علما زمانہ اقدس میں مسجد کے اندر متصل منبر مانتے ہیں۔

---

(۱) [المعجم الكبير للطبراني : عمر بن دينار عن ابن عمر، ۱۲/۴۴۷]

www.waseemziyai.com

یارب! مگر دیوبندی عیارہ مذاہب وعلما بھی دل سے گڑھ لیتی ہے۔

سیزدہم: عیارہ بھولی بھی حد کی بنتی ہے، علما کے تین قول ٹھہرائے:

(۱) زمانۂ اقدس سے قریب منبر ہے۔ بالکل گڑھت۔

(۲) امام عینی کہتے ہیں زمانۂ ذوالنورین سے ہے۔ بالکل جھوٹ، امام عینی پر زندہ افترا۔

(۳) زمانہ ہشام سے ہے۔ اسے دو مالکی علما: داؤدی وابن الحاج کی طرف نسبت کیا، ابن الحاج اس میں داؤدی کے متبع ہیں۔

داؤدی کے قول کو حافظ الشان امام ابن حجر شرح صحیح بخاری میں نقل کر کے فرماتے ہیں:

جلد۲ صفحہ۳۹۳: ''هـذاالذي ذكره يغني ذكره عن تكليف رده فليس له فيما قاله سلف''(۱)

(۱)۔ ہم مسلمان کہتے ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ یہ صلعم بلعم دیوبندیہ کی بولی ہے، ''فتاوی تاتارخانیہ'' سے اس پر حکم کفر تک منقول ہوا جیسا کہ علامہ سید طحطاوی نے حاشیہ درمختار میں فرمایا۔۱۲

(۲)۔ دیوبندی تحریر میں حدیث یونہی تحریف سے لکھی ہے ''تجتمع'' کا ''یجتمع''۔۱۲

یہ جو داؤدی نے ذکر کیا، اس کی حکایت ہی اس کے رد کی تکلیف سے بے نیاز کرتی ہے، اس لیے کہ داؤدی سے پہلے کسی نے یہ باتیں نہ کہیں کہ پہلے یوں تھی ہشام نے یوں کی۔ یعنی یہ ایسی بے اصل بے سند بے ثبوت بات ہے کہ اس کا ذکر ہی اس کے رد کو بس ہے۔

رویش ببیں حالش مپرس

تو حاصل یہ ہوا کہ تین قول جن کے بھروسے پر یہ عیارہ کودی اچھلی، اور امام اعظم ائمۂ اربعہ سب تک معاذ اللہ! بدمذہبی وتقیہ کا تحفہ لے کر چلی، ان میں دو تو نرے جھوٹ اور خود اس کی اپنی گڑھت ہیں، اور پچھلا محض باطل وبے اصل، مگر بھولی عیارہ اس پر شرماتی نہیں، بلکہ فرماتی ہیں کہ:

''یہ اقوال بجائے خود صحیح ہوں یا غلط ہم اس وقت اس سے بحث نہیں کرتے''

بجا ہے، اس سے کیوں بحث کیجیے گا، یہیں تو دکھتی ہے۔ اے سبحان اللہ! سندیں سب جھوٹ اور مدعا پر ثبوت۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مسلمانو! ایسی بات وہاں کہتے ہیں کہ علما کے چند اقوال ہوں، ان میں ایک ضرور حق ہو، اور ایک

---

(۱) [فتح الباري لابن حجر قوله باب المؤذن الواحد يوم الجمعة: ۲/۳۹۵]

www.waseemziyai.com

بات ان سب میں مشترک ہو، تو وہاں اس مشترک پر ان سے سند لا سکتے ہیں، کہ ان میں کوئی قول صحیح ہو، آخر اتنی بات تو سب نے کہی ہے، یہ بہر حال ہے۔

نہ کہ سب قول کذب و دروغ و بے ثبوت ہوں، اور فرما دیجیے کہ ان کی غلطی سے ہمیں بحث نہیں، اتنی بات تو ان سب میں ہے، یعنی ہر جھوٹے اور بے ثبوت میں ہے، لہذا ثابت ہے۔

جیسے کوئی بھولی مورت تین دستاویزیں پیش کرے، تینوں مختلف، مگر ایک بات ان سب میں لکھی ہو، ان میں دو نری جعلی ہوں اور ایک محض بے ثبوت۔ اب وہ بھولی کیا فرماتی ہیں کہ ان دستاویزوں کے جعلی و بے ثبوت ہونے سے ہمیں بحث نہیں آخر اتنی بات تو ان سب میں ہے۔ انصاف سے کہنا! اس بھولی ادا پر کس کا جی نہ چاہے گا کہ ہنس کر منہ چوم لے۔

چہار دہم: اور مزہ سنیے!

علامہ محدث جلیل محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ ''شرح مواہب شریف جلد ۷ صفحہ ۴۳۵'' میں امام ابن الحاج مالکی کی نقل عبارت اور اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

"(لما كان عثمان أمر الأذان قبله على الزوراء ثم نقله هشام إلى المسجد) أي: أمر بفعله فيه (وجعل الآخر) الذي بعد جلوس الخطيب على المنبر (بين يديه) بمعنى أنه أبقاه بالمكان الذي يفعل فيه، فلم يغيره بخلاف ما كان بالزوراء فحوله إلى المسجد على المنار"(۱)

یعنی یہ جو علمائے مالکیہ نے فرمایا کہ ہشام نے اذان خطبہ محاذی خطیب کی، اس کے یہ معنی ہیں کہ اس نے اس اذان میں کوئی تبدیل نہ کی، وہیں رکھی جہاں زمانۂ رسالت وخلافت میں تھی۔ ہاں! پہلی اذان میں یہ تغیر کیا کہ مسجد سے دور بازار میں ہوتی تھی وہ اسے مسجد میں منارہ پر لے آیا۔

چلیے وہ سارا جھگڑا ہی گیا کہ ہشام نے تبدیل کی اور ائمہ نے سکوت فرمایا۔

علامہ محدث فرماتے ہیں: ہشام نے اس میں کوئی تبدیل ہی نہ کی وہیں رکھی جہاں زمانہ رسالت میں ہوتی تھی، زمانہ رسالت میں کہاں ہوتی تھی۔ "على باب المسجد" مسجد کے دروازے پر۔

اللہ اللہ خیر صلاح۔ شیخ جی تھانوی صاحب! اب ''سب کو مسلم ہے'' کی خبریں کہیے، وہ جڑ ہی کٹ گئی جس پر کودتے تھے۔

---

(۱) [شرح المواهب: ۷/۴۳۵]

www.waseemziyai.com

پانزدہم: بفرض باطل ہشام نے تبدیل کی بھی، پھر اس سے کیوں کر لازم آیا کہ وہ تبدیل اسی زمانہ میں تمام بلاد اسلام میں پھیل گئی کہ امام اعظم وتمام ائمہ مجتہدین کا دیکھنا اور ساکت رہنا ثابت ہو، پھر اس پر یہ جزم کہ امام اعظم نے دیکھی اور ساکت رہے۔ اللہ رے تیری شوخ چشمی۔

شانزدہم: مسلمانو! اصل بات یہ ہے کہ اذان خطبہ میں حنفیہ شافعیہ حنبلیہ اور بعض مالکیہ کے نزدیک بھی سنت یہ ہے کہ محاذی خطیب ہو، اور یہی حدیث مذکور سنن ابی داؤد سے ثابت، اور امام مالک وجمہور مالکیہ کے نزدیک محاذات خطیب بدعت، اور اس اذان کا بھی منارہ پر ہونا سنت۔

علما وکتب مالکیہ مثل مجموعہ (۱) امام ابن القاسم تلمیذ خاص سیدنا امام مالک (۲) وکافی امام ابوعمر ابن عبدالبر (۳) توضیح شیخ خلیل (۴) وبرزلی (۵) واسکندری (۶) ویوسف سنطی (۷) وامام ابن الحاج سے اس کا بیان حصہ سوم اذان من اللہ میں ہے۔

یہ مالکیہ کہ محاذات خطیب ممنوع وبدعت جانتے ہیں، ان میں سے امام داؤدی نے یہ زعم کیا کہ ہشام پہلا وہ شخص ہے جو اس اذان کو منارے سے ہٹا کر محاذات خطیب میں لایا، اور محققین کہتے ہیں نہیں بلکہ محاذات خطیب زمانہ اقدس سے ہے، ہشام نے اس میں کچھ تغیر نہ کیا، ہاں پہلی اذان کہ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدود مسجد سے دور بازار میں دلواتے تھے، اسے ہشام مسجد کے منارے پر لے آیا۔ تو اختلاف اس بات میں ہے، کہ محاذات خطیب سنت قدیمہ ہے یا بدعت ہشام ہے؟ اس عیارہ نے ﴿یحرفون الکلم عن مواضعه﴾ میں یہود کی میراث لے کر اختلاف اس میں ٹھہرا دیا کہ اذان متصل منبر ہونا زمانہ اقدس۔ یا زمانہ ذی النورین۔ یا زمانہ ہشام سے ہے۔ حالاں کہ زنہار اس کا نہ کہیں پتا، نہ کسی نے ہشام کی نسبت بھی اسے کہا۔ زمانہ رسالت وزمانہ خلافت تو عظیم چیز ہے ذکر اختلاف میں کہیں متصل منبر کا نام تک نہیں۔

ولے از مفتری نہ تواں برآمد کہ او از خود سخن می آفریند

داؤدی کا کلام امام عینی نے شرح صحیح بخاری جلد ۳ صفحہ ۲۹۱ میں یہ نقل فرمایا:

"كانوا يؤذنون في أسفل المسجد، ليسوا بين يدى الإمام، فلما كان هشام جعل بين يديه". (۱)

پہلے پائیں مسجد میں اذان ہوتی تھی محاذات امام نہ تھی، ہشام نے اسے محاذی خطیب کر لیا۔ ابن

---

(۱) [عمدة القاري شرح صحيح البخاري: باب الأذان، ۶/ ۲۱۱]

www.waseemziyai.com

الحاج مالکی نے مدخل جلد۲ صفحہ۲۰۴ پر فرمایا:

"هشام جعل المؤذنين الذين كانوا يؤذنون على المنار في عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وأبي بكر وعمر وعثمان رضى الله تعالىٰ عنهم يوذنون بين يديه إذا صعدالإمام على المنبر ، وأخذ الأذان الذي زاده عثمان رضى الله تعالى عنه فجعله على المنار فهذا الذي أحدثه هشام". (۱)

یعنی اذان خطبہ زمانہ رسالت وخلافت میں منارے پر ہوتی تھی، ہشام نے محاذی خطیب کرائی، اور پہلی اذان کہ "زورا" پر تھی منارے پر کرلی، یہی ہے جو ہشام نے حادث کیا۔ یہ حصر ملحوظ رہے۔

خود اس عیارہ نے امام ابن الحاج کا کلام یہ نقل کیا:

"نقل الأذان الذي كان على المنار حين صعود الامام على المنبر على عهد النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وأبي بكر وعمر وصدر من خلافة عثمان بن عفان رضى الله تعالىٰ عنهم بين يديه". (۲)

یعنی وہ اذان کہ وقت خطبہ زمانہ رسالت وخلافت میں منارے پر ہوتی تھی ہشام اسے محاذات خطیب میں لے آیا۔ امام ابن الحاج مالکی کا قول ابھی گزرا۔

"جعل الآخر بين يديه". ہشام نے اذان ثانی کو محاذی خطیب کیا۔

غرض یہ مالکیہ جو محاذات خطیب کو بدعت جانتے ہیں، منارہ پر قائم رکھا جہاں پہلے ہوتی تھی بس اتنی بات ہے، اتنا اختلاف ہے۔ اس میں متصل منبر وقریب منبر کا کہیں لوف تک ہے ۔

ولی از مفتری نہ تواں برآمد کہ او از خود سخن می آفریند

مسلمانو! جب آنکھ کا پانی ڈھل جائے تو آدمی جو چاہے بک دے۔

ع: بے حیا باش وآں چہ خواہی کن

"إذا لم تستح فاصنع ماشئت". (۳)

مسجد کے دو حقیقی اطلاق اور قرآن مجید سے ان کے ثبوت رسالہ "اذان من اللہ" حصہ دوم میں

---

(۱) [المدخل: ۲/۱۰٤]

(۲) [المدخل: فصل الكرسي الكبير، ۲/۲۰۸]

(۳) [المدخل لدراسة القرآن الكريم باب : التشبيه السادسة، ۱/۲٤۹]

www.waseemziyai.com

ہیں۔اب یہیں نہ دیکھیے علامہ زرقانی نے اذان اول کو خود ہی فرمایا: ہشام نے مسجد میں کہے جانے کا حکم دیا، اور دوسطر بعد خود ہی بتادیا کہ منارے پر۔تو داودی نے کہ پائیں مسجد میں کہا یہ تو اور بھی سہل تر ہے ۔وللہ الحمد۔

ہفدہم: عیارہ کی اس چال کو بھی سمجھے؟۔یہ مانا کہ اذان میں یہ بدعت ہشام نے ایجاد کی، اور اس پر یہ ٹھہراتی ہے کہ امام اعظم اور سب ائمہ راضی ہوئے، سب نے بخوشی قبول کرلی، یعنی یہ ائمہ ظالم بادشاہوں کی تقلید میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وخلفائے راشدین کی سنت کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم.

ہاں! شاید مروانی ظالم بھی اس کے نزدیک خلفائے راشدین میں ہوں گے، اور اتنا بھی کافی نہیں بلکہ ان کو تغییر سنت کا اختیار دیا جائے گا، سنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدل کر جو یہ حادث کریں وہی سنت ہوجائے گا۔اب کہاں گئے وہ "کل بدعة ضلالة وكل ضلالة في النار"(۱) کے کلیے۔اور اگر کہے کہ وہابیہ نے تو سب قرون ثلثہ والوں کو مالک شریعت مانا ہے کہ وہ جو نکال دیں حق ہے، بعد والے جو نکالیں باطل، اور ہشام بھی قرون ثلثہ میں تھا تو جناب یزید پلید علیہ ما علیہ تو اس سے بھی پینتالیس برس پہلے تھا، وہ اس سے بھی بڑھ کر مالک شریعت اور قتل امام حسین خالص سنت ہوگا؟۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم.

(۱۶) مسلمانو! یہ عیارہ اس تغییر سنت کو اذان الجوق پر قیاس کرتی ہے۔اول تو ابن الحاج کا کلام یہاں سراسر خلاف تحقیق ہے۔وہ کہتے ہیں: اذان خطبہ منارے پر تھی، زمانہ رسالت میں منارہ ہی نہ تھا۔وہ کہتے ہیں: ہشام نے محاذی خطیب کرلی، حالاں کہ زمانہ رسالت سے محاذی خطیب ہے۔وہ کہتے ہیں زمانہ رسالت میں تین شخص یکے بعد دیگرے اذان دیتے، تیسرے کی اذان کے بعد حضور خطبہ شروع فرماتے، ہشام نے تینوں سے ایک ساتھ اذان دلوائی کہ اذان الجوق ہے حالاں کہ زمانہ رسالت میں صرف ایک ہی اذان ہوتی تھی۔صحیح بخاری شریف میں اس کے لیے خاص باب وضع کیا:

"باب المؤذن الواحد يوم الجمعة"

اور اس میں سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث لائے:

"إن الذي زاد التأذين الثالث يوم الجمعة عثمان بن عفان حين كثر أهل المدينة

---

(۱) [مسند الامام احمد بن حنبل ۱۴۳۸۶: ۵/۵۵]

www.waseemziyai.com

ولم يكن للنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مؤذن غير واحد ، وكان التاذين يوم الجمعة حين يجلس الامام يعني على المنبر". (۱)

امیہ سے ارادۂ امیر المؤمنین بھی ممکن جیسا رسالہ "امام ابن ابی زید مالکی" میں اذان جمعہ کی نسبت ہے:

"هذاالأذان الثاني أحدثه بنو أمية". (۲)

فاکہانی نے شرح میں کہا:

"يعني الثاني في الاحداث وهو الأول في الفعل". (۳)

اور اس سب سے قطع نظر ہو تو اذان جماعت مؤید مقصود شرع ہے کہ اذان سے غرض اعلام ہے، چند مجتمع آوازیں دور تک جائیں گی ،اعلام زائد ہوگا، بخلاف اذان متصل منبر کہ خلاف سنت سید ابرار، خلاف سنت خلفائے اخیار، خلاف مقصود اعلان واشتہار، بے ادبی دربار واحد قہار۔ عز جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ہے، اس کا اس پر قیاس کیسا؟

علامہ خیر رملی نے ایک جائز بات پر توارث سے استدلال کیا۔ یہ عیارہ ایک ناجائز کو رواج سے سنت کیا چاہتی ہے۔ یوں تو مسجد میں دنیا کی باتوں کا رواج اس سے بہت (۱) زائد ہے۔ اور غیبت کا اس سے بھی زیادہ۔

---

(۱) اذان جمعہ صرف شہروں میں ہوگی ،اور وہ بھی شہر میں گنتی کی جگہ، اور وہ بھی جماعت بھر میں ایک شخص کا فعل، اور وہ بھی آٹھویں دن۔ اور مسجد میں دنیا کی باتیں، شہر و دیہات کی ہر مسجد میں ہر روز بہت حاضرین سے۔ اور کثرت غیبت میں مسجد وغیر مسجد، نمازی وغیر نمازی، وقت نماز و دیگر اوقات سب شامل ہیں۔ وحسبنا الله ونعم الوكيل .

جب مسئلہ شرعیہ مقرر ہو چکا کہ مسجد میں اذان منع ہے۔ اور سلطان عالم گیر رحمہ اللہ تعالیٰ کے وقت تک کے علما یونہی لکھتے آئے تو مسئلہ کے خلاف رواج پکڑنا کیسا؟۔

اُس کی چال بھی سمجھے، وہ یہ چاہتی ہے کہ خلاف شرع رواج پکڑنا تمھیں سکھا کر گناہوں کو تمھاری نگاہ میں ہلکا بلکہ حلال کرے، مگر الحمد للہ! عیارہ نے خود وہابیت کے پاؤں میں کلہاڑی ماری۔ مجلس میلاد

---

(۱) [صحيح البخاري، كتاب الجمعة باب المؤذن الواحد يوم الجمعة۔۹۱۳:۱/۲۱۶]

(۲) [الثمر الداني شرح رسالة ابن أبي زيد القرواني باب في صلاة الجمعة۔۱/۲۳۲]

(۳) [الفواكه الدواني علىٰ رسالةابن أبي زيد القرواني البيع والشراء وقت صلاة الجمعة:۱/۲۵۹]

www.waseemziyai.com

مبارک اوراس میں قیام مسعود کس درجہ عرب وعجم میں شائع ومحمود۔اذان جوق کے رواج کواس کے تعامل سے کیا نسبت۔تو الحمدللہ! یہ سب محمود وسنت۔ بلکہ شاید تعزیہ داروں کو بھی یہ عیارہ کچھ اپنی نہانی منفعت سے بہرہ مند کرے کہ تعزیہ کا رواج بھی ہندوستان جیسے وسیع ملک میں کتنی مدت سے ہے،اور دنیا بھر میں ہونا کچھ ضرور نہیں۔سارے جہاں میں اذان جوق کہاں ہے؟۔

(۱۷) مسلمانو! عیارہ تمہارے ساتھ ایک اور چال کھیلتی ہے۔فقہ حنفی میں جو قاہر تصریحات ہیں کہ اذان مسجد میں منع ہے،مسجد میں مکروہ ہے،اس کے معنی یہ ٹھہراتی ہے کہ:

''اذان متعارف جونماز کے لیے ہوتی ہے مکروہ ہے نہ اذان خطبہ''۔

اورآگے کہتی ہے:لفظ''اذان'' سے''اذان متعارف مراد ہے جوعندالاطلاق متبادر ہے۔

اولاً:اس اذان کونماز کے لیے نہ ٹھہرانا کیسا شریعت مطہرہ پر افترا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اورصدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے وقت میں جمعہ کو یہی اذان ہوتی تھی،اور وقت خطبہ ہی ہوتی تھی،وقت خطبہ ہونے سے وہ خطبہ کے لیے ہوگئی نماز کے لیے نہ ہوئی۔تو حاصل یہ ٹھہرا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وشیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانۂ اقدس میں نماز جمعہ محض بلا اذان ہوتی تھی۔خدا امیرالمؤمنین عثمان کا بھلا کرے کہ انہوں نے نماز جمعہ کی یہ بے کسی دفع کی اوراسے بھی اورنمازوں کی طرح اذان کا حصہ دیا۔نہیں نہیں انھوں نے بھی کچھ نہ کیا،زمانہ رسالت میں خطبہ کے وقت ہوکر اذان خطبہ کے لیے ٹھہری تھی،انھوں نے کب نماز ہونے کے وقت کہلوائی کہ نماز کی ٹھہرتی،زوال کے وقت دلوائی،تو زوال کی ٹھہری نہ نماز کی۔آدمی جب اتنا بونگا بے ہنگم ہوتو شریعت ونماز واذان کو اپنی بانگ بے ہنگام سے کیوں نہ معاف رکھے۔

ثانیاً:فقہائے کرام تمام احکام اذان''باب الاذان'' ہی میں ارشاد فرماتے ہیں۔''باب الجمعہ'' میں صرف وہ دوایک خاص باتیں جواذان خطبہ کے لیے مخصوص ہیں:جیسے محاذی خطیب ہونا ذکر کرتے ہیں۔باب الاذان کے احکام تو یہ عیارہ اس اذان کے لیے مانتی ہی نہیں کہ اس کے نزدیک وہاں یہ اذان مراد ہی نہیں۔اب وہ صدہا احکام اس اذان کے لیے کس گھر سے لائے گی؟۔اگر کہے بدلیل مساوات بدلالۃ النص یعنی جیسی اوراذانیں ویسی ہی یہ بھی۔لہذا اس پر بھی وہی احکام آئیں گے،تو یہ حق کا قبول ہوا مگر باطل کے راستہ سے۔اب بھی تو یہی ٹھہرا کہ مسجد میں ممانعت وکراہت کا حکم جواوراذانوں کو لکھا تھا وہی اس اذان پر وارد۔

ثالثاً:تنویرالابصار میں فرمایا

"باب الأذان هو إعلام مخصوص".(۱)

اس پر درمختار میں فرمایا:

"لم يقل بدخول الوقت ليعم الفائتة وبين يدى الخطيب".(۲)

کہیے: اب تو کھلا کہ باب الاذان اذان خطبہ کو بھی شامل۔

رابعاً: اذان ثانی جمعہ قطعاً اذان ہے، اور یہ عیارہ خود بھی اسے اذان جانتی، اذان مانتی، اذان کہتی ہے، تو قطعاً عام اذان کے احکام اس کو شامل، مگر یہ عیارہ اسے یوں باہر کیا چاہتی ہے کہ اذان جمعہ متعارف نہیں، لہذا اطلاق کے وقت متبادر نہ ہوگی۔ اذان جمعہ متعارف کیوں نہیں، اس لیے کہ آٹھویں دن آتی ہے، لہذا وہ معروف ہی نہ رہی۔ یہ کلام ہے یا سرسام کا ہذیان؟۔

خامساً: بھائیو! تم نے وہ چال تو سمجھی ہی نہیں جو عیارہ نے اس میں رکھی ہے۔ طہارت بدن، طہارت جامہ، طہارت مکان، استقبال قبلہ، نیت، فرائض، واجبات، سنن، مستحبات، مکروہات، محرمات، مفسدات، ہزار در ہزار احکام مطلق نماز کے ہیں کہ سب نمازوں کو عام ہیں۔ فقہائے کرام کیا جانتے تھے کہ ایسے مکار پیدا ہونے والے ہیں، انھوں نے جس طرح مطلق اذان کے عام احکام "باب الأذان" میں بیان فرمائے اور "باب الجمعه" میں صرف وہ جو اذان جمعہ سے خاص تھے۔ یوں ہی "كتاب الطهارت۔ باب شروط الصلاة۔ باب صفة الصلاة۔ باب المفسدات والمكروهات" میں مطلق نماز کے احکام ارشاد فرمائے۔ اور باب الجمعہ میں صرف وہ کہ نماز جمعہ سے خاص تھے۔

اب یہ عیارہ کہتی ہے کہ نماز جمعہ ان احکام میں داخل نہیں، وہاں لفظ "نماز" سے نماز متعارف مراد ہے جو عند الاطلاق متبادر ہے۔ نماز جمعہ آٹھویں دن آتی ہے یہ متعارف کہاں، اور عید کی تو سال بھر بعد آتی ہے، اور کسوف کی برسوں بعد، اور استسقا کی قرنوں بعد۔ تو وہ احکام ان نمازوں میں سے کسی کو شامل نہیں۔ یہ نمازیں وضو بے وضو، غسل بے غسل، کپڑا پاک ناپاک، منہ قبلہ کو یا کدھر ہی کو جیسے چاہو پڑھو۔ ان نمازوں میں باتیں کرتے، کھانا کھاتے، پانی پیتے جاؤ، غرض ان میں جس خاص نماز کے لیے جس خاص حکم کی تصریح نہ ملے اس میں تم پر شریعت کا کوئی حکم نہیں، جو چاہو کرو۔ مسلمانو! دیکھا یہ عیارہ تمہیں کیسا گمراہ کیا چاہتی ہے؟۔

---

(۱) [الدر المختار على التنوير الأبصار باب الأذان: ۱/۳۸۳]

(۲) [الدر المختار على تنوير الأبصار باب الأذان: ۱/۳۸۳]

www.waseemziyai.com

سادساً: مسلمانو! معنی آفتاب سے زیادہ روشن ہوگئے، ادعائی عمل درآمد قدیم کا حال کھل گیا کہ محض کذب، محض بناوٹ، محض افترا۔ مگر یہ عیارہ اپنی ڈھٹائی سے باز نہیں آتی، تمام علما پر افترا جڑ دیا کہ آج تک کسی عالم نے یہ معنی نہ سمجھے، کہ ہر اذان مکروہ ہے۔ اس عیارہ کی اصطلاح میں تو اس کے مخرج شیخ جی تھانوی صاحب بھی عالم ہیں، جن کو بات سمجھنا محال ہے۔ جناب گنگوہی صاحب بھی عالم ہیں، جن کی مت میں کوّا حلال ہے۔ ورنہ ائمہ وفقہا ومعتمدین ومستندین سلف سے خلف تک سب آکر اس کے کان میں ڈال گئے ہوں گے کہ ہم نے یہ معنی نہ سمجھے۔ علمائے کرام جو معنی سمجھے وہ ہمارے اس ثالث ورابع سے واضح ہے جو اسی رسالہ کی ابتدا میں صفحہ ۵ و ۶ پر گزرے۔ نیز اس یازدہم سے کہ گزارش پانزدہم میں گزرا اور کچھ نہ ہوتا تو فقہائے کرام کا سالبہ کلیہ "لا یوذن فی المسجد" کوئی اذان مسجد میں نہ ہو، جائے، ہمیں بس۔ فعل قوت نکرہ میں ہے، اور نکرہ حیز نفی میں عام، اور عام اپنے افراد کو مستغرق، اور اذان جمعہ بھی قطعاً فرد اذان، پھر ناحق ناروا ہیچر مچر کو مفر کدھر۔

سابعاً: مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی تو صاف تصریح کر رہے ہیں کہ اذان خطبہ مسجد سے باہر ہی ہونا سنت ہے، مگر صرف اس جرم پر کہ انھوں نے بیان سنت کے لیے حدیث نقل امام ابن الحاج کیوں پیش کی؟ ان پر بھی یہ افترا جڑا کہ "یکرہ الأذان فی المسجد" کا یہ مطلب نہ سمجھا کہ اذان خطبہ منبر کے قریب بدعت ہے" وہ یہ بتانا چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا منقول ہے؟ اس کے لیے حدیث وروایت ہی پیش کرنی تھی۔ اس سے یہ سمجھنا کہ ان کے نزدیک فقہا کے حکم کراہت میں اذان خطبہ داخل نہیں کیسا، کھلا جنون ہے۔ جب وہ مانتے ہیں کہ باہر ہونا سنت تو ضرور اندر ہونا خلاف سنت ہے، اور خلاف سنت مکروہ ہے، تو بے شک اذان خطبہ اس حکم کراہت میں داخل مانتے تھے، مع ہذا حدیث کے ہوتے فقہ کی سند ذکر نہ کرنے کا ان سے استعجاب ایسی ہی بھونرے کی پلی عیارہ کو ہوگا۔ غرض افترا پر آئی تو کالے سر کا ایک نہ چھوڑا۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم.

(۱۸) حدیث مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس عیارہ کا استہزا دیکھیے، حدیث میں فرمایا: اذان حضور کے مواجہہ میں مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی، اس پر کہتی ہے:

"دروازۂ احاطۂ مسجد مراد ہے یا درعمارت مسجد"؟

یعنی معلوم نہیں کہ مسجد کے دروازے سے مسجد کا دروازہ مراد ہے یا دالان کا در۔ کرانی سے کرانی مراد ہے یا تھانی۔ اور یہ احتمال کیوں چھوڑ دیا؟ کہ مسجد سے مسجد مراد ہے یا چوپال۔

"معلوم نہیں کہ در احاطہ جزء مسجد تھا یا خارج مسجد"؟

www.waseemziyai.com

یعنی معلوم نہیں کہ مسجد جو بناتے ہیں تو سجدہ کے لیے زمین رکھتے ہیں یا دیواریں؟

''اگر خارج تھا تو معلوم نہیں کہ اذان دروازے کی دیوار یا چھت پر ہوتی تھی یا نیچے''

یعنی دروازے میں کواں کھود کر اس کے اندر، کہ دروازے کے نیچے تو یونہی ہوگی۔ اور اس کا بھلا کیا احتمال ہوتا؟ کہ دروازے کی زمین پر۔

''اگر نیچے ہوتی تھی، تو معلوم نہیں کہ دروازے کے متصل یا دروازے کے اندر''

یعنی جب فرض کرلیا گیا: چار پائی جناب تھانوی صاحب کے نیچے ہے، تو اب معلوم نہیں کہ چار پائی تھانوی صاحب کے متصل ہے، یا تھانوی صاحب کے اندر۔

''اگر متصل تو معلوم نہیں کہ بیرونی جانب یا اندرونی''

نہیں بلکہ اندرونی منبر سے ملی ہوئی، جبھی تو علی باب المسجد۔ کیوں کہ مکان کا دروازہ پچھیت کو کہتے ہیں۔

''اگر اندرونی جانب تھی تو معلوم نہیں کہ وہ جگہ خارج مسجد تھی یا داخل''

لادریت ولاتلیت۔ دیوبندیو! شیخ جی تھانوی صاحب کا علاج کراؤ، طوطے کو ''دریں چہ شک'' کی لت تھی، انھیں ''معلوم نہیں'' کی علت لگ گئی ہے۔ جو کچھ ہے ''معلوم نہیں'' یہاں تک کہ شی کے عین اور غیر میں فرق معلوم نہیں۔

اولاً: آج تک کسی عاقل نے مکان کے اندر دالان کے در کو مکان کا دروازہ کہا ہے۔

ثانیاً: یہ بھی خبر نہیں کہ مسجد اقدس میں حصہ مسقّف میں کوئی اگیت نہ تھی جس میں در ہوتے، کھجور کے تنوں پر چھت قائم تھی، ایک چوب سے دوسری تک جو فاصلہ ہے اسے ''بین السواریتین'' کہتے ہیں، نہ کہ باب۔ کیا کسی مستند کتاب سے ثبوت دے سکتے ہو کہ اسے ''باب المسجد'' کہا ہو۔

ثالثاً: ہر مکی ہر حاجی جانتا ہے کہ کعبہ معظّمہ میں ایک ہی دروازہ ہے۔ تھانوی صاحب کے طور پر کعبہ کے سترہ دروازے ہوں گے کہ اس کی چھت چھ ستونوں پر ہے۔

رابعاً: خیمہ کا دروازہ ہوتا ہے۔ قنات کا ہوتا ہے۔ کہ دیوار اینٹ کی نہ ہوئی کپڑے کی سہی، مگر تھانوی صاحب کی بولی میں شامیانے کے کتنے ہی دروازے ہوتے ہوں گے، ہر چوب سے دوسری تک ایک دروازہ۔

خامساً: شیخ جی تھانوی صاحب کا دہن ضرور دروازہ ہے، مگر دونوں پاؤں کی چوبوں میں جو فاصلہ ہے، کیا یہ بھی شیخ جی کا دروازہ ہے۔

www.waseemziyai.com

سادساً: معلوم نہیں کی تو ٹھہر ہی گئی ہے، شیخ جی کو یہ کیا معلوم ہوتا کہ دروازۂ مسجد ہمیشہ مسجد بمعنی اول سے خارج ہوتا ہے، اور بہ معنی دوم میں داخل، اور اتنا ہی خروج اذان خارج مسجد کو درکار۔ دیکھو!'' اذان من اللہ'' حصہ دوم۔

سابعاً: شیخ جی بڈھے ہوئے مگر آج تک یہ معلوم نہیں کہ چھت ڈیوڑھی کی ہوتی ہے نہ کہ باب کی۔

ثامناً: چھت پر ہوتی تو ''بین یدیہ'' کب ہوتی یونہی، دروازے کے نیچے زمین کے اندر بھی'' بین یدیہ'' نہ تھی، رہی دیوار وہ بھی مسجد کریم میں سات ہاتھ بلند تھی، اس پر بھی ''بین یدیہ'' نہ رہتی تو یہ سب شقیں بے ہودہ اور شیخ جی کا ہذیان ہیں۔

تاسعاً: اصل شق کہ عین مفاد لفظ تھی، اور اس کے بعد پچھلی تشقیقیں سب مزاز بے دلیل کے باعث مردود تھیں، قصداً اڑادی، یعنی دروازے کی زمین پر ہونا۔ اب آپ ہی متعین فرمائیے کہ دروازے کے اندر یعنی دروازے کی فضا میں دروازے کی زمین پر تھی، شیخ جی کی چوتھی تشقیق باطل ہوئی، اور اس کے ساتھ ہی پانچویں اور چھٹی اڑ گئی کہ دروازے سے ہٹ کر حدیث میں کہاں ہے کہ پوچھیے اندر کی طرف ہٹ کر یا باہر کی طرف، پھر پوچھیے کہ اندر کی طرف ہٹ کر تو وہ جگہ مسجد تھی یا باہر۔ غرض شیخ جی کی چھ تشقیقوں میں پہلی اور دوسری جنون ہیں، اور چوتھی پانچویں چھٹی باطل ومجنون۔ رہی تیسری اس کی تین باطل شقیں لیں اور صحیح حقیقی چھوڑ دی جو اصل ارشاد حدیث تھی۔

مسلمانو! یہ تمسخر کیا جاتا ہے حدیث محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے۔

عاشراً: شیخ جی کو مسجد اقدس کا نقشہ معلوم ہوتا تو جانتے کہ اندرونی جانب کیا تھی، مگر وہاں معلوم نہیں کا سبق پڑھا ہے، دیگر ہیچ۔

(۱۹) مسلمانو! تمہارے ساتھ ایک جُل یہ کھیلا ہے کہ فقہائے کرام کی تصریحات کہ اذان مسجد میں مکروہ ہے، اذان مسجد میں منع ہے، یہ عیارہ اس میں یہ شک ڈالتی ہے کہ کیا معلوم کہ یہ امام کا ارشاد ہو۔ وہ تو اس نے ''معلوم نہیں'' پڑھ لیا، یہ ہر بات میں کافی ہے۔

مسلمانو! فقہا کی عادت یہ ہے کہ جس مسئلہ میں امام اعظم سے صاحبین یا ایک نے خلاف کیا ہو۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اس میں تو بتاتے ہیں کہ یہ قول امام ہے، اور صدہا کتابوں میں ہزار ہا جگہ اس میں بھی کچھ تصریح نہیں کرتے، صرف قول امام بلا نسبت لکھ دیتے ہیں کہ صاحب مذہب وہ ہیں، انھیں کا قول قول ہے اور جہاں صاحبین کا بھی اتفاق ہوا سے تو امام کی طرف نسبت کرتے ہی نہیں کہ خلاف صاحبین کا ایہام نہ ہو۔ تو فقہ حنفی کے ایسے ہزار ہا مسائل میں تمہیں شک میں ڈالنا چاہتی ہے کہ امام کا نام تو لکھا نہیں، کیا

www.waseemziyai.com

معلوم کہ امام نے فرمایا یا ان لوگوں نے اپنے دل سے گڑھ لیا۔

مسلمانو! اس کی چوٹیں دیکھتے جاؤ۔ فقہ تمہارے امام کی ہے، مذہب تمہارے امام کا ہے، جو کچھ فقہ حنفی میں بلانسبت غیرے لکھا ہے سب تمہارے امام ہی کا ارشاد ہے جب تک خارج سے غیر کی تخریج ثابت نہ ہو۔

(۲۰) محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام امت مرحومہ صحابہ کرام سے آج تک کوئی تو اس کے افترا سے بچا نہیں، کیا حضور کو افترا سے چھوڑ دیتی، لہذا ہمارے رام پوری بھائی کے فضلہ سے وہی استناد اسے بھی ہاتھ لگ گیا، یعنی حدیث صحیح ابوداؤد کے رد کو، حدیث صحیح بخاری کے خلاف تفسیر جویبر والی روایت مردودہ پر سر منڈانا، اور وہی فتح الباری کا حوالہ دینا، اور فتح الباری میں جو اس کا رد فرمایا ہے جملے کے جملے چھوڑ جانا۔ بحمد اللہ تعالیٰ سوال ۱۹ سے سوال ۳۰ تک اس کے بارہ رد کافی ووافی ''اذان من اللہ'' کے حصہ دوم میں گزرے، ان میں اگلے دو کے سوا باقی دسوں اس عیارہ پر بھی نازل اور ان کے سوا اور بھی۔

مثلاً یازدہم: جویبر و محمد بن اسحٰق کو ایک پلے میں رکھنا کہ.....

''جیسے جویبر مجروح ہے یونہی محمد بن اسحاق بھی''

مسلمانو! محمد بن اسحاق کی جلیل توثیقیں اجلۂ ائمۂ دین سے تم اوپر سن چکے کہ وہ ثقہ ہیں، صدوق ہیں، حسن الحدیث ہیں، ان کی حدیث صحیح ہے، ان کی مدح میں ائمۂ محدثین کے ستر قول اوپر گزرے، کہاں وہ اور کہاں جویبر، جس کی نسبت تہذیب الکمال وتذہیب التہذیب وتہذیب التہذیب ومیزان الاعتدال ولآلی مصنوعہ وعلل متناہیہ وخلاصۃ التہذیب مع الزیادات کسی کتاب میں اصلا کسی محدث سے ثقہ تو ثقہ صدوق تک کا لفظ نہ نقل کیا، نہ خود لکھا، لکھا تو یہ کہ امام نسائی نے کہا: متروک الحدیث ہے۔ علی بن الجنید نے کہا: متروک ہے۔ یحیٰی بن معین نے کہا: کوئی چیز نہیں، ضعیف ہے۔ علی بن مدینی نے کہا: بشدت ضعیف ہے۔ یعقوب بن سفیان نے بتایا کہ وہ ان میں ہے جن کی روایات سے نفرت کی جائے۔ ابوداود نے کہا: وہ اپنے ضعف پر ہے۔ دارقطنی نے کہا: متروک الحدیث ہے۔ ابن عدی نے کہا: اس کی حدیث وروایات پر ضعف آشکار ہے۔ ابواحمد حاکم نے کہا: اس کی حدیث گئی گزری۔ حاکم صاحب مستدرک نے کہا: میں اس کے ذمہ سے اللہ کی طرف براءت کرتا ہوں۔ ابن حبان نے کہا: ضحاک سے الٹی ہوئی حدیثیں روایت کرتا ہے۔ لآلی میں کہا: ہالک ہے، برباد ہے، یک لخت متروک ہے۔ ذیل میں لسان المیزان امام ابن حجر سے نقل کیا: محدثین کے نزدیک متروک الحدیث ہے۔ تقریب میں کہا بہ شدت ضعیف ہے۔ احمد بن سیار نے کہا: روایت میں کمزور ہے، ہاں تفسیر کرنے میں اس کا حال اچھا ہے۔ یحیٰی بن سعید نے کہا: وہ ان لوگوں

www.waseemziyai.com

میں ہے جن سے تفسیر لکھنے میں سہل انگاری ہوگئی، حدیث میں ثقہ نہیں، نہ ان کی حدیث سنی جائے نہ تفسیر۔

امام خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی سے اس کی تفسیر کا بھی حال سنیے نیز اس کا اور ابن اسحاق کا تفاوت عظیم۔

اتقان صفحہ ۴۳۸ میں فرماتے ہیں:

"ومن ذلك طريق ابن اسحاق عن محمد بن أبي محمد (إلى قوله) هي طريق جيدة وإسنادها حسن ، وقد أخرج منها ابن جرير وابن أبي حاتم كثيراً"(۱)

یعنی تفاسیر ابن عباس کے جید طرق روایت سے وہ ہے کہ محمد بن اسحاق نے محمد بن ابی محمد سے روایت کیا۔ یہ طریق جید ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ اس سند سے ابن جریر وابن ابی حاتم نے بکثرت روایتیں لیں۔ پھر تفسیر ضحاک کا منقطع ہونا ذکر کر کے فرماتے ہیں:

"وإن كان من رواية جويبر عن الضحاك فأشد ضعفاً؛ لأن جويبراً شديد الضعيف متروك ولم يخرج ابن جرير ولا ابن أبي حاتم من هذا الطريق شيئاً".(۲)

اگر ضحاک سے جویبر کی روایت ہو تو اور بھی سخت ضعیف ہے، اس لیے کہ جویبر شدید الضعیف متروک ہے، اس کی سند سے نہ ابن جریر نے اصلا کوئی روایت لی نہ ابن ابی حاتم نے۔

للہ انصاف! اسے ابن اسحاق کا مقابل کرنا کیسی بے حیائی اور ناواقفوں کو فریب دہی ہے۔

دوازدہم: شدید شوخ چشمی، کمال ڈھٹائی یہ کہ اس مردود روایت کو حدیث صحیح، کتاب صحاح پر الٹی ترجیح کہ:

"عمل درآمد سے جویبر کی روایت حسن اور ابن اسحاق کی مردود"

عمل درآمد قدیم کا حال اوپر روشن ہولیا کہ محض کذب ودروغ ہے۔ اور حال کے عمل درآمد سے کہ حدیث وفقہ دونوں کے مخالف ہو حدیث صحیح کو مردود نہیں کرتے مگر مردود۔

سیزدہم: دونوں کو انقطاع میں برابر کر دینا کہ:

"ابن اسحاق کی روایت بوجہ مدلس ہونے کے متصل نہیں"

اس کے شافی رد اوپر گزرے، اور یہ کہ یہ حدیث متصل ہے، اور یہ کہ یہ جہالت اصول حنفیہ سے مردود ہے۔

---

(۱) [الاتقان في علوم القرآن النوع الثاني الثمانون: في طبقات، ٤/ ٢٣٩]

(۲) [الاتفاق في علوم القرآن النوع الثاني الثمانون: في طبقات، ٤/ ٢٣٩]

www.waseemziyai.com

چاردہم: روایت جویبر پر اعتراض یہ گڑھا کہ.....

''محمد بن اسحاق کی روایت کے خلاف ہے''

تا کہ اس پر رد کر سکے، ورنہ ہرگز امر مبحوث عنہ میں اسے حدیث ابن اسحاق سے کچھ بھی خلاف نہیں۔ حدیث ابن اسحاق نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے دروازۂ مسجد پر اذان ہونا بتاتی ہے۔ اور روایت جویبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ہونا کہتی ہے۔ دروازہ سے ساکت ہے، یہ اصلاً خلاف نہیں۔ اور اگر روایت جویبر حدیث ابن اسحاق سے خلاف کرتی تو ضرور مردود ہوتی کہ کہاں شدید الضعیف متروک کی روایت، اور کہاں حسن الحدیث ثقہ صدوق کی حدیث۔

مگر عیارہ نے براہ مکاری اعتراض کی تبدیلی کرلی، روایت جویبر پر اعتراض یہ ہے کہ وہ احادیث صحیحہ مشہورہ مرویہ صحیح بخاری وغیرہ کے خلاف ہے کہ اذان اول کو زیادت فاروق بتاتی ہے، حالانکہ صحاح ومشاہیر سے ثابت کہ وہ زیادت ذی النورین ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یہی فتح الباری جس سے یہ شوخ چشم روایت جویبر لائی ہے اسی میں یہیں یہیں اس کے متصل تھا:

"وقد تواردت الروايات أن عثمان هوالذي زاده فهوالمعتمد"(۱)

اس سلسلہ میں روایات پے در پے آئیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی اس اذان کا اضافہ فرمایا، لہذا یہی لائق اعتماد ہے۔

دیکھو مخالفت حدیث بخاری وغیرہ احایث کثیرہ مشہورہ کے باعث صاف بتادیا کہ روایت جویبر منکر و نامعتمد ہے۔ عیارہ اسے اڑا گئی۔ اس سے پہلے اس روایت کو فرمایا تھا: ''ولا یثبت'' بے ثبوت ہے۔ عیارہ نے اسے بھی اڑا دیا۔ اور ساتھ ہی تاریخی واقعات سے اس کی بے ثبوتی کا ثبوت دیا تھا کہ:

"لان معاذاً كان خرج من المدينة إلى الشام في أول ماغز الشام واستمرإلى أن مات بالشام في طاعون عمواس".(۲)

اس لیے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینۂ منورہ سے شام کا سفر ملک شام کے پہلے معرکہ کے لیے کیا تھا، اور پھر وہیں شام میں مقیم رہے یہاں تک کہ طاعون عمواس میں شہادت پائی۔

عیارہ اسے بھی ہضم کرگئی۔

---

(۱) [فتح الباري لابن حجر : قوله باب المؤذن الواحد يوم الجمعة، ۲/۳۹۵]

(۲) [فتح الباري لابن حجر : قوله باب المؤذن الواحد يوم الجمعة، ۲/۳۹۵]

www.waseemziyai.com

یہ ننانوے خیانتیں تو اس غدّارہ مکارہ دیوبندی کان پوری تحریر کی ظاہر وعیاں ہیں۔اور یقیناً یقیناً اسی چودرقی میں اور بہت کثیر ووافر نہاں ہیں۔

بیسوں خیانتوں کا مجموعہ خیانت نمبر ۱۰۰۔

محمد بن اسحاق پر جرح میں ''عیون الاثر'' کا حوالہ ہے، کتب سیر کا سارادار ومدار دوشیران بیشۂ مغازی امام محمد بن اسحاق وامام محمد بن عمر واقدی پر ہے۔ابن اسحاق کو جمہور محدثین نے قبول کیا، اور امام واقدی کو ان جملہ محدثوں نے متروک سمجھا، محققین سیر نے ان کی ایک ایک جرح نقل کرکے رد کردی اور امام واقدی کی توثیق ثابت فرمائی اور یہی ہمارے ائمہ کے نزدیک حق اور یہی صحیح ومعتمد ہے۔

امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر جلد اول صفحہ ۴۲:

"هذا تقوم به الحجة عندنا إذا وثقنا الواقدی ، أما عندالمخالف فلالتضعيفه إياه"(۱).

یعنی مخالفین واقدی کو ضعیف کہتے ہیں، اور ہمارے نزدیک وہ ثقہ ہیں اور ان کی حدیث حجت۔

ایضاً صفحہ ۴۲:

"قال في "الامام" جمع شيخنا أبوالفتح الحافظ في أول كتابه "المغازی والسير" من ضعفه ومن وثقه ورجح توثيقه وذكر الأجوبة عماقيل فيه".(۲)

یعنی امام ابن دقیق العید نے ''کتاب الامام فی شرح الامام'' میں فرمایا: ہمارے شیخ حافظ الحدیث امام ابوالفتح رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ''مغازی وسیر'' کے شروع میں ان سب کے اقوال جمع کیے جنھوں نے واقدی کو ضعیف کہا، اور جنھوں نے ثقہ کہا۔ پھر ان کی توثیق کو ترجیح دی، اور جو کچھ جرحیں ان پر کی گئیں سب کے جواب دیے۔

اللہ اللہ! واقدی کو جمہور محدثین جن کی تضعیف بلکہ ان کو ترک کرتے ہیں محقق سیر نے ان کی یہ دھوم دھامی توثیق کی۔محمد ابن اسحاق کہ عامۂ اکابر اجلہ محدثین بھی جن کی توثیق کررہے ہیں، ''عیون الاثر'' میں ان پر خالی جرح نقل کرکے چھوڑ دیا جاتا۔حاش للہ! بلکہ بالیقین ان سب جرحوں کے جواب دیے، اور نہایت قاہر، باہر، روشن، زاہر اقوال توثیق نقل کیے گئے ہوں گے، تو ان سب کا چرانا اتنی ہی خیانتیں ہوں گی۔مثلاً اسی (۸۰) قول نقل کیے ہوں تو اس نے اسی چوریاں اور کیں۔ پھر جرح کے جو جوابات ارشاد

---

(۱) [فتح القدير لابن الهمام باب الماء الذي يجوز به الوضوء : ۱/۷۸]

(۲) [فتح القدير لابن الهمام فصل في الأسار وغيرها: ۱/۱۱۱]

www.waseemziyai.com

فرمائے ہوں جن پر یہ عیارہ رکیک تاویلوں کا آنچل ڈال گئی، وہ اگر بیس ہوں تو اس کی بیس چوریاں یہ ہوئیں۔مگر ہم غیب پر حکم نہیں کرتے ،لہذا ان دوقسم خیانات کو ایک ایک ہی خیانت گنیں۔تو اس عیارہ غدّارہ کی ایک ہی چوورقی میں ایک سوایک خیانتیں،ایک سوایک عبارتوں کی چوری ہوئی۔

ہاں! دیوبندی عیارہ نے اس میں گنگوہ کے (۱۰۱) عدد پورے کیے ہیں جس میں واحد قہار جل جلالہ پر کذب تھوپنے میں بہت کوشش ہوئی۔وہابیہ خذلھم اللہ تعالی تو کاذب بالامکان ہی کہتے تھے، گنگوہی صاحب نے اپنے معبود پر کاذب بالفعل کی جمادی اورلکھ دیا کہ:

''وقوع کذب کے معنی درست ہوگئے''

ان کے اذناب اگرچہ بظاہر اس سے اجتناب کرتے ہیں،مگر کاذب بالامکان سے کیوں کر مکر سکتے ہیں؟ جوان کی براہین قاطعہ کا گھونگھٹ اٹھتے ہی پہلا بول ہے، جب ان کے نزدیک ان کا معبود کاذب بالامکان ہے تو ان پر فرض ہوا کہ جھوٹ بولیں،خیانتیں کریں،ورنہ ان سے اگر وقوع کذب نہ ہوا نرا امکان ہی رہا تو عابد ومعبود برابر جو ہوجائیں گے، یہ سمجھ کر دیوبندیوں نے جھوٹ بکنے پر پیٹ کھول کر پھینٹ باندھی ہے۔﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ﴾

پانزدہم: احمق عیارہ نے حدیث ابن اسحاق وروایت جویبر میں اختلاف کا سوال قائم کرکے اسے دفع کیا اور دونوں باطل۔نہ تو وہ اختلاف ہے،اور ہے تو اس دفع سے مندفع نہیں،اختلاف کا سوال یوں پیدا ہوا کہ عیارہ نے روایت جویبر کو مسجد کے اندر اذان پر دال بتایا،اور حدیث ابن اسحاق بیرون مسجد بتاتی ہے،اور اس کا دفع اس مکابرۂ باطلہ سے کیا کہ:

''ہم ثابت کرچکے کہ ابن اسحاق کی روایت خروج پر دلالت نہیں کرتی''

یہ اسی معنی باب میں اپنی تشقیق وتشکیک مہمل ورکیک کے بل پر کہا جس میں اس کا دروازہ ہم تیغہ کرچکے۔

نیز اسی میں سے ہے وہ جنون کہ:

''ممکن کہ علی باب المسجد کے معنی درعمارت کے قریب اندرونی جانب ہوں''

رہا روایت جویبر کا اس کے یہاں دخول پر دال ہونا جو اصل منشا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اس کے افترا کا ہے۔

اذان من اللہ حصہ دوم میں سوال ۲۴ سے سوال ۲۸ تک اس وہم بے معنی کے پانچ ردگزرے۔ روایت جویبر میں داخل مسجد کا حرف تک نہیں۔وہ دسوں اس عیارہ پر نازل بتاہی چکا ہوں مگر اس وقت تو

www.waseemziyai.com

میں ''کل جدید لذیذ'' گنار ہا ہوں۔لہذا اس کی نئی خبر اور لوں۔

ہاں! وہ روایت جو بیر اس عیارہ کے یہاں دخول پر کیوں دال ہے، اس پر پہلے تو وہی جو بیر کا'' بین یدیه '' پکڑتی ہے کہ ''اس میں یہ مطلق بلا قید علی باب المسجد ہے جس سے قریب منبر متبادر ہے''۔آیات قرآنیہ سے'' بین یدیه '' کے معنی کی تحقیق ''اذان من الله ''حصہ اول اور اس رسالے گزارش ۱۲ میں گزری، مع ہذا یہ کوئی حکم انشا نہیں بیان واقعہ ہے۔''بین یدیه '' جب قطعاً علی باب المسجد کو بھی شامل، اور حدیث صحیح نے اس کی تعیین فرمادی، تو دوسرا احتمال لینا مکابرہ ہے۔یہ تو باوصف شمول حقیقی نرا آپ کا وہمی تبادر ہے، عجل حقیقۃ گائے کا بچھڑا ہے، بنائی ہوئی مورت پر اس کا اطلاق مجاز ہے، جیسے تصویر کے گدھے کو گدھا، یا کسی دیوبندی وہابی کو آدمی کہنا۔قرآن عظیم میں عجل بنی اسرائیل کا بکثرت ذکر فرمایا، سب جگہ مطلق ہی رکھا:

﴿ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ﴾(۱)

﴿بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ﴾ (۲)

﴿ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ﴾(۳)

﴿وَاشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ﴾(۴)

﴿ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ﴾(۵)

﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ﴾(۶) ۔

ہاں طہ میں فرمایا:

﴿فَأَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ خُوَارٌ﴾(۷)

لیکن اعراف میں صاف مقید فرمایا کہ زیور سے بنایا ہوا۔

﴿وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَى مِن بَعْدِهِ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَداً لَّهُ خُوَارٌ﴾(۸)

اس پر کوئی مجنون ہی کہے گا کہ اکثر آیات میں مطلق بلا قید'' من حلیهم '' ہے جس سے گائے کا

---

(۱) [البقرة:۵۱] (۲) [البقرة:۵٤]

(۳) [البقرة:۵۱] (٤) [البقرة:۹۳]

(۵) [البقرة:۵۱] (٦) [الاعراف:۱۵۲]

(۷) [سورۂ طٰہٰ:۸۸] (۸) [سورة الاعراف: ۱٤۸]

www.waseemziyai.com

بچھڑا ہی متبادر بلکہ وہی حقیقت ہے۔تو آیات میں معاذاللہ !تخالف ہے۔یا بنی اسرائیل نے دونوں پوجے تھے:اصل وتصویر۔

شانزدہم:اس سے بھی بڑھ کر بھاری دلیل یہ لائی کہ:

''خارجاً من المسجد'' کے مقابلہ میں واقع ہے جس سے داخل مسجد مفہوم ہوتا ہے''

اس کے واضح وجلیل رد''اذان من اللہ ''میں گزرے اور وہاں یہ بھی ثابت کردیا کہ اگر خواہی نخواہی مقابلہ ہی درکار ہے تو وہ بھی برقرار ہے، اور اذان بھی بیرون دربار ہے۔اور اب گزارش کہ اخبار میں دو چیزوں سے خبر دی جائے ،اوران میں ایک کا ایک وصف اور دوسری کا دوسرا بیان کیا جائے ،تو کیا یہ مطلقاً مقابلہ اور ہر ایک کے اس وصف میں انفراد پر دلیل ہے؟۔اگر نہیں تو عیارہ کی جہالت، روشن۔ اور اگر ہاں اور اسے اپنی جہالت پالنے کو ہاں کہنا ہی ہے تو اب سنبھل کر بتائے کہ رب عزوجل نے سورۂ مریم میں:﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ﴾(۱)فرما کر چار رسولوں کا ذکر فرمایا،

اوران میں ابراہیم وادریس علیہما الصلاۃ والتسلیم کو فرمایا:﴿اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا﴾(۲)

اور موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو﴿اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا﴾(۳)

اور اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام کو﴿اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ﴾(۴)

اس عیارہ کے طور پر آیات کا یہ مفہوم ہوگا کہ ان میں موسیٰ واسماعیل صدیق نہ تھے،نہ غیر موسیٰ کوئی مخلص،نہ سوائے اسماعیل کوئی صادق الوعد،اور یہ کفر ہے۔والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

یوں ہی سورۂ انعام میں اسحاق ویعقوب ونوح وداؤد وسلیمان وایوب ویوسف وموسیٰ وہارون کو﴿كُلًّا هَدَيْنَا﴾(۵)

اور زکریا ویحییٰ وعیسیٰ والیاس کو﴿كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾(۶)

اور اسماعیل ویسع ویونس ولوط کو﴿كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾(۷)

سے وصف فرمایا حالاں کہ ہدایت وصلاح وتفضیل ان سب حضرات میں مشترک ہے۔علیہم

---

(۱) [سورۃ مریم:۴۱] (۲) [سورۃ مریم:۵۱]

(۳) [سورۃمریم:۵۴] (۴) [سورۃ مریم:۵۶]

(۵) [سورۃالأنعام:۸۴] (۶) [سورۃالانعام:۸۵]

(۷) [سورۃ الأنعام:۸۶]

www.waseemziyai.com

الصلاۃ والسلام۔

انھیں خرافات پر یہ دعویٰ کرتی ہے کہ یہ اذان حضرت کے وقت میں بھی داخل مسجد ہوتی تھی، اور شیخین کے زمانہ میں بھی۔ پہلے تو کہا تھا ''ظاہر ہوتا ہے'' اور اخیر میں کہہ دیا ''ثابت ہوا''

کیا ثابت ہوا یہ کہ اس کذابہ نے بے دھڑک محمد رسول اللہ وصدیق وفاروق پر افترا کر دیا۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیھماوسلم ۔نسأل اللہ العفو والعافیة ، ولاحول ولاقوۃ إلاباللہ العلي العظیم ، وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا وناصرنا وماوانا محمد وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ أجمعین والحمد للہ رب العلمین.

www.waseemziyai.com

حصہ دوم

الٰہی ضرب به أهل الخرب

۱۳۳۲ھ

www.waseemziyai.com

الٰہی ضرب به أهل الحرب

بسم الله الرحمن الرحیم

ارادہ تھا کہ اس حصہ میں صرف اس عیارہ کی ضلالتیں شمار کریں، اور اس کی جہالتوں سفاہتوں کے بیان کو دوسرا حصہ رکھیں، مگر جب بفضل الٰہی ومدد حضور رسالت پناہی۔ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ہمارا قلم اٹھا اور عیارہ کی تہہ تک پہنچا تو اس نے عیارہ کی ہر بات کی تہہ میں ضلالت ہی پائی۔ چہارم رد کروں، تہائی کروں، آدھا کروں، یوں ہی کرتے کرتے سارا ہی رد کر دیا، بحمدہ تعالیٰ کچھ نہ بچا کہ حصہ دوم کیا جاتا۔ اور واقعی کہری شیر اور گہنی گائے، پھر کچھ باقی رہ جانا تعجب ہی تھا۔ ہم فہرست لکھیں گے۔ عیارہ کو آگے رکھ لیجیے، اس کی جو بات جو نزاکت دیکھیے فہرست میں تلاش کر لیجیے، بعونہ تعالیٰ اس کا شافی ووافی رد آپ کو مل جائے گا، وللہ الحمد۔

البتہ ہمارے تین وعدے تھے:

اول صفحہ پر کہ:

''اس کی جہالتوں حماقتوں سفاہتوں خرافتوں کی تفصیل حصہ دوم میں آتی ہے''

یہ بحمد اللہ تعالیٰ اسی حصہ میں رد ضلالت کے ساتھ تفصیلاً رد ہو گئیں۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ عیارہ کی بالائی بعض جہالتیں باقی ہیں جن کے رد سے فقط اتنا حاصل کہ عیارہ سخت جاہل، اس کا بیان تحصیل حاصل اور دیوبندیہ کی جہالتوں کا حصر بھی مشکل

''فاخوالکفر عبد کل خطیئته ماعلی مثله یعد الخطا''

دوم صفحہ ۲۱ پر کہ:

''تعدیل کے مقابل مبہم بات مردود الخ''

یہ ایک نہایت واضح ومشہور مسئلہ ہے اور جس قدر تقریب وتدریب سے گزرا خصوص مادہ میں نہایت کافی۔ پھر بھی انجاز وعد کے لیے دو چار عبارات لکھ دیں کہ تفصیل موجب تطویل۔

www.waseemziyai.com

امام محقق علی الاطلاق ''تحریر'' اور امام ابن امیر الحاج ''تقریر'' میں فرماتے ہیں:

"أكثر الفقهاء ومنهم الحنفية وأكثر المحدثين ومنهم البخاري ومسلم لايقبل الجرح الا مبينًا سببه"(۱)

اکثر فقہائے کرام ان میں احناف بھی ہیں، اسی طرح اکثر محدثین کرام اور ان میں بخاری و مسلم بھی ہیں، یہ حضرات اس وقت تک کسی پر جرح قبول نہیں کرتے جب تک اس کا سبب نہ بیان کر دیا جائے۔

امام اجل فخر الاسلام بزدوی ''اصول'' میں فرماتے ہیں:

"أما الطعن من أئمة الحديث فلايقبل ؛ لأن العدالة في المسلمين ظاهرة خصوصاًفي القرون الأولىٰ، فلووجب الرد بمطلق الطعن السنين..... ألاترى أن شهادة الحكم أضيق من هذا ولايقبل فيها من المزكىٰ الجرح المطلق فهذا أولى"(۲)

ائمہ حدیث کی طرف سے کسی راوی کے سلسلہ میں طعن مقبول نہیں، اس لیے کہ عدالت مسلم ظاہر ہے خاص طور پر قرون اولیٰ میں۔ تو اگر مطلق طعن سے رد لازم ہو جائے.... کیا نہیں دیکھتے کہ کسی حکم کے سلسلہ میں گواہی کا معاملہ اس سے زیادہ تنگ ہے پھر بھی شہادت میں شاہد کے سلسلہ میں جرح مطلق مقبول نہیں، تو یہاں خبر میں راوی کے سلسلہ میں بدرجہ اولیٰ مقبول نہیں ہونا چاہیے۔

امام عبدالعزیز بخاری اس کی ''شرح'' میں فرماتے ہیں:

"اما الطعن من ائمة الحديث فلايقبل مجملاً أي مبهماً بأن يقول: هذاالحديث غير ثابت ، أو منكر، أوفلان متروك الحديث ، أو ذاهب الحديث ، أو مجروح ، أو ليس بعدل من غير أن يذكر سبب الطعن ، وهو مذهب عامة الفقهاء والمحدثين"(۳)

یعنی ائمہ حدیث کی جانب سے مجمل و مبہم طعن مقبول نہیں، کہ یوں کہا جائے: یہ حدیث ثابت نہیں۔ یا منکر ہے۔ یا فلاں راوی متروک ہے۔ یا حدیث بھول جاتا ہے۔ یا مجروح ہے۔ یا عادل نہیں۔ جب تک کہ کوئی سبب طعن نہ ذکر کیا جائے۔ عام فقہا و محدثین کا یہی مسلک ہے۔

اسی قول جمہور و منصور کی امام ابوعمرو نے ''مقدمہ'' اور امام ابوزکریا نے ''تقریب'' اور امام جلال

---

(۱) [التقرير والتحبير: باب مسألة لايقبل الجرح، ۲/۲۵۸]

(۲) [كشف الأسرار شرح أصول البزدوي : باب الطعن يلحق الحديث، ۳/۶۸]

(۳) [كشف الأسرار شرح اصول البزدوي : باب الطعن يلحق الحديث، ۳/۶۸]

www.waseemziyai.com

ابو بکر نے ''تدریب'' اور علامہ طیبی نے ''خلاصہ'' میں تصحیح فرمائی، اور دلیل کہ امام فخر الاسلام نے ارشاد کی قاطع وساطع ہے۔

سوم صفحہ ۹ پر کہ:

''دیوبندی نے جتنے طعن ابن اسحاق پر نقل کیے یا تو طعن ہی نہیں، یا ثابت نہیں، یا قائل نے رجوع کیا، یا مبہم ہے''۔

ان چاروں صورتوں کی مثالیں اس بیان سے کہ ہم نے دفع مطاعن میں لکھا واضح ہوگئیں، مثلا:

(۱) تشیع بمعنی تفضیل علی بر عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما مذہب بعض اہل سنت ہے۔

(۲) ہشام و مالک سے طعن کذب ثابت نہیں۔

(۳) امام مالک نے جرح سے رجوع فرمایا۔

(۴) طعن کذب مبہم غیر مفسر ہے۔

مگر ہمارا دعوی حصر کا ہے کہ اس نے جتنے طعن کیے سب ایسے ہی ہیں، مع ہذا اگر چہ بحمدہ تعالیٰ توثیق ابن اسحاق میں کلام ایسا جلیل وجزیل واقع ہوا جس کے بعد عیارہ کے نفاذ مطاعن کی حرکت کسی ذی عقل کی نگاہ میں مضحکہ سے زائد نہیں، مگر پھر بھی جو مطاعن مباحث بالا میں بالخصوص مردود نہ ہوئے ان میں تفصیلاً ہر طعن پر دو دو حرف لکھ دینا انشاء اللہ تعالیٰ انفع واحسن ہے۔ نظر ظاہر میں ساری عیارہ کے یہی فقرے ایسے رہ گئے ہیں کہ بالتعیین ضربات سے مشرف نہ ہوئے، ان کے بعد کوئی جملہ چوورقی کا نہ رہے گا جو بحمدہ تعالیٰ چورنگ نہ کر دیا ہو۔ لہذا اسی کلام کو حصہ دوم کریں وباللہ التوفیق۔

قالت العیارۃ:

''مفضل بن غسان کہتے ہیں: جب یزید بن ہارون نے ابن اسحاق کی احادیث بیان کیں، اہل مدینہ نے کہا: ان سے معاف رکھیے، ہم ابن اسحاق سے خوب واقف ہیں، یزید بن ہارون جواب دینے لگے انہوں نے نہ مانا''۔

اولاً: معترضین مجہول ہیں معلوم نہیں کہ وہ اہل جرح بھی تھے یا نہیں، خصوصاً امام یزید بن ہارون کے خلاف ان کا بچنا کہاں تک قابل قبول ہے۔

ثانیاً: جرح مبہم ہے، کچھ وجہ نہ بتائی لہذا مسموع نہیں۔

ثالثاً: اہل مدینہ پیر دسیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اسی بنا پر انکار کیا ہوگا۔ امام نے رجوع فرمالیا۔

رابعاً: یہ حکایت نہ ''تہذیب'' میں ہے، نہ ''تہذیب التہذیب'' نہ ''میزان الاعتدال'' میں۔

www.waseemziyai.com

اس کی صحت کا ثبوت ذمۂ نقالہ ہے۔

قالت:

''مکی بن ابراہیم کہتے ہیں: محمد بن اسحاق نے صفات خداوندی کے متعلق کچھ احادیث بیان کیں، ان کو سن کر میں نے اس کی طرف رخ نہ کیا، اس دن سے اس کی احادیث کو چھوڑ دیا''۔

اولاً: حکایت فسوی نے مکی سے بایں الفاظ بیان کی:

"فنفرت منها فلم أعد إليه"

ان حدیثوں سے مجھ وحشت ہوئی، میں پھر اس کے پاس نہ گیا۔

اور عبد الصمد بن فضل نے صرف ان الفاظ سے: "فلم يحتمله قلبي"

ان حدیثوں کو میرے دل نے برداشت نہ کیا۔

ان میں وہ لفظ نہیں کہ اس دن سے اس کی احادیث کو چھوڑ دیا۔ اس کی صحت کا ثبوت ذمۂ نقالہ ہے۔

ثانیاً: احادیث متشابہہ کی روایت جرح نہیں، خود صحیحین میں ایسی حدیثیں موجود ہیں، از آں جملہ حدیث بخاری: "فإذا أجبته كنت الخ"۔ وحدیث مسلم: "إن الله خلق آدم على صورته"(۱)

قالت:

''ابن ابی حاتم اسے ضعیف کہتے ہیں''

جرح مبہم ہے۔

قالت:

''امام احمد فرماتے ہیں: احکام میں اکیلے ابن اسحاق کی روایت معتبر نہیں''

جاہلہ کو حجت و معتبر میں فرق نہیں، امام احمد کے قول کو متناقض کر دیا۔ محدثین معتبر اسی کو کہتے ہیں جو تنہا حجت نہ ہو۔ ہاں! یوں کہے کہ حجت نہیں۔ اب جواب واضح ہو گیا، امام احمد کا ارشاد گزرا کہ ابن اسحاق حسن الحدیث ہے، معلوم ہوا کہ نفی صحت مقصود ہے۔ حسن تو خود امام ثابت فرما رہے ہیں اور بقیہ کلام آتا ہے۔

قالت:

''اس کا قاعدہ ہے کہ دوسرے لوگوں کی کتابیں لے کر اپنی کتابوں میں داخل کر لیتا ہے''۔

اقول اولاً: غایت یہ کہ روایت بالوجادۃ ہوئی اور وہ حسن ہے۔ احادیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن

---

(۱) [صحيح مسلم: باب النهي عن ضرب الوجه، ٤/٢٠١٧]

www.waseemziyai.com

جدہ سب یا اکثر وجادت ہیں، اور محققین کے نزدیک حسن ومقبول۔

میزان میں ہے:

"إنها ليست بمرسلة ولامنقطعة، أما كونها أو بعضها وجادة فهذا محل نظر، ولسنا نقول أن حديثه من أعلى أقسام الصحيح بل هو من قبيل الحسن".(۱)

یہ سند نہ تو مرسل ہے اور نہ منقطع، البتہ تمام مقامات پر یا بعض پر اس کا وجادت ہونا محل نظر ہے، اور خاص بات یہ ہے کہ ہم کب کہتے ہیں کہ یہ سند صحیح کی اعلیٰ قسموں سے ہے بلکہ یہ حسن کے قبیل سے ہے۔

ثانیاً: امام اجل ابو اسامہ کوفی استاذ امام شافعی وامام احمد کہ جمیع صحاح کے رجال سے ہیں، بخاری ومسلم وائمہ نے ان سے احتجاج کیا، ان کی نسبت بھی سفیان بن وکیع نے یہی کہا:

"كان يتتبع كتب الرواة فياخذها وينسخها"(۲)

راویوں کی کتابیں تلاش کر کے لیتے اور لکھ لیتے۔

امام ابوداود فرماتے ہیں:

امام وکیع نے فرمایا:"نهيت أبا أسامة أن يستعير الكتب وكان دفن كتبه"(۳)

ابو اسامہ نے اپنی کتابیں تو دفن کر دی تھیں پھر اوروں کی کتابیں عاریت مانگا کرتے تھے، میں نے انھیں اس سے منع کیا تھا۔

امام ابن حجر نے تقریب میں بھی ان کی نسبت اس کا اقرار کیا اور مدلس بھی بتایا اور پھر ثقہ ثبت ہی کہا:

"حيث قال: ثقة ثبت ربما دلس، وكان بآخره يحدث من كتب غيره".(۴)

آپ نے فرمایا: ابو اسامہ ثقہ ثبت ہیں البتہ بسا اوقات تدلیس کرتے ہیں، اور آخر عمر میں دوسروں کی کتابوں سے روایتیں بیان کرتے تھے۔

قالت:

"جوزجانی کہتے ہیں: ابن اسحاق مختلف اقسام کی بدعتوں سے متہم ہے"۔

---

(۱) [ميزان الاعتدال: باب عمر وبن شمر الجعفي، ۲۶۸/۳]

(۲) [اكمال تهذيب الكمال: باب حماد بن أسامة، ۱۳٤/٤]

(۳) [اكمال تهذيب الكمال: باب حماد بن أسامة، ۱۳۳/٤]

(٤) [تقريب التهذيب: باب ذكر من أسماء حكيم، ۱۷۷/۱]

www.waseemziyai.com

اولاً: جوز جانی خود مبتدع بد مذہب ناصبی ہے۔

ثانیاً: ابن اسحاق کو تو جوز جانی نے بدعتوں سے متہم ہی بتایا۔ سعید بن کثیر بن عفیر کو کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم دونوں کے رجال سے ہیں یوں کہا:

"فیه غیر نوع من البدع وماکان مخلصاً غیر ثقة"(۱)

اس میں مختلف اقسام کی بدعتیں ہیں، ناصاف تھا ثقہ نہ تھا۔

قالت:

''ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں: تشیع اور قدر کے ساتھ متہم ہے''۔

اولاً: اس عیارہ نے یہاں بھی خیانت کی، وہ تو آخر میں اس نے جن کتابوں کا حوالہ دیا تھا ہم نے انھیں میں اس کی چوریاں ثابت کیں۔

تقریب میں یوں ہے: ''صدوق مدلس ورمی الخ''

صدوق کا لفظ کہ توثیق تھا الگ کتر گئی۔

اب ''عیون الاثر'' کو الگ رکھیے کہ اس سے خدا جانے اس کی کتنی خیانتیں کثیر ووافر ظاہر ہوں۔ تو انھیں پانچ کتابوں میں اس کی پوری سو (۱۰۰) چوریاں ثابت ہوئیں۔ شاید سو کا عدد کامل کرنے ہی کو یہ خیانت اس نے اضافہ کی، اگرچہ گنگوہ کی گنتی بگڑ گئی۔

ثانیاً: یہی ابن حجر انہیں ابن اسحاق کی نسبت ہدی الساری صفحہ ۵۳۹ میں فرماتے ہیں:

"قد استفسر من أطلق علیه الجرح فبان أن سببه غیر قادح"(۲)

جس نے ابن اسحاق پر جرح کا اطلاق کیا تھا جب اس سے سبب پوچھا گیا کھل گیا کہ اس میں کچھ طعن نہیں۔

ثالثاً: یہی ابن حجر اسی ''طبقات المدلسین'' میں جس سے یہ عیارہ چوری کی نقل لائی تھی ابن اسحاق کو اس طبقہ میں گنتے ہیں جن میں صرف تدلیس ہے اور کوئی وجہ ضعف نہیں۔

رابعاً: یہی ابن حجر رجال صحیح بخاری میں کتنے شیعی، کتنے قدری گناتے، اور کتنی جگہ مبتدع غیر داعیہ کی احادیث کو حجت بتاتے ہیں۔

---

(۱) [ ]

(۲) [هدي الساري: ص ۵۳۹]

www.waseemziyai.com

قالت:

''دارقطنی کہتے ہیں اکیلے ابن اسحاق کی روایت معتبر نہیں''۔

اولاً: اُف ری کذابہ۔صریح الٹی گائی،دارقطنی تو صاف فرمارہے ہیں کہ اس کی روایت معتبر ہے۔

تہذیب التہذیب جلد۹ صفحہ۴۶:

"قال الدار قطني: اختلف الائمة فيه وليس الحجة وإنما يعتبر به"(۱)

امام دارقطنی نے کہا: ابن م اسحاق کے سلسلہ میں ائمہ میں اختلاف ہے اور یہ حجت نہیں، ہاں یہ معتبر ضرور ہیں۔

اوراس نے یہ بنالیا کہ معتبر نہیں۔

ثانیاً: انھیں دارقطنی نے انھیں ابن حجر سے حدیث ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

"إن رجلا قال: يارسول الله! أما السلام عليك فقد عرفناه، فكيف نصلي عليك إذا صلينا في صلاتنا" روایت کی۔(۲)

امام علاءالدین ابن الترکمانی نے ''جوہر النقی'' میں فرمایا:

"لا أعلم أحداً روى هذا الحديث بهذا اللفظ إلا محمدبن اسحاق"(۳)

میرے علم میں یہ حدیث اس لفظ سے اکیلے محمد بن اسحاق ہی نے روایت کی، بایں ہمہ دارقطنی نے اسے روایت کر کے کہا:

"اسناد حسن متصل"(٤) یہ سند حسن ہے متصل ہے۔

یونہی ص۱۵۵: دارقطنی نے حدیث عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربارہ قرأت خلف الامام بطریق ابن اسحاق روایت کر کے کہا:

"هذا اسناد حسن"(٥) یہ سند حسن ہے۔

---

(۱) [تهذيب التهذيب: ٩/٤٦]

(۲) [تهذيب الكمال في أسماء الرجال: باب عبد الرحمن بن بكر، ١٦/٥٥١]

(۳) [الجوهر النقي: ٢/٣٧٨]

(٤) [سنن الدار قطني: باب ذكر وجوب الصلاة على النبي، ٢/١٦٨]

(٥) [سنن الدار قطني: باب وجوب قراءة أم الكتاب، ٢/٩٧]

www.waseemziyai.com

قالت : ''بیہقی کہتے ہیں حفاظ اکیلے ابن اسحاق کی روایت سے بچتے ہیں''۔

اولاً: کیوں بچتے ہیں جرح مبہم ہے۔

ثانیاً: حفاظ جیسا بچتے ہیں اس کا حال ان جلیل اقوال سے واضح جو اوپر گزرے۔

ثالثاً: خود بیہقی سنن میں جابجا ابن اسحاق سے احتجاج کرتے ہیں۔

(دیکھو سنن بیہقی :(باب القرأة خلف الامام)و(باب الصلاة على النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى التشهد) و(باب وجوب الصلاة على النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم) وغیرہا۔ ان احادیث میں ابن اسحاق کو حجت بنایا اور دارقطنی سے ان کی تحسین اور حاکم سے تصحیح نقل کی اور مقرر رکھی۔

قالت:

''امام احمد نے فرمایا واللہ نہ مانوں گا، وہ دو شخصوں کے کلام کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کرتا۔

اولاً: تہذیب میں لفظ یہ ہیں:

"رأيته يحدث عن جماعة بالحديث الواحد ولا يفصل كلام ذا من كلام ذا"(۱)

میں نے انھیں دیکھا: ایک جماعت سے حدیث واحد روایت کرتے، اِس کے کلام کو اُس کے کلام سے جدا نہ کرتے۔

یہ کوئی جرح نہیں، عامۂ مصنفین ومحدثین ایسا کرتے ہیں کہ:"حدثنا فلاں وفلاں وفلاں" پھر حدیث بہ سیاق واحد نقل کر جاتے ہیں، وہ مقام جس کی طرف امام نے اشارہ فرمایا غایت ورع کا ہے۔

ثانیاً: اس کا حاصل کمال اتقان میں نوع قصور ہے، اور اس قسم کے رواۃ جمیع دواوین اسلام وصحاح وصحیحین میں ہیں، اسی بنا پر ایسوں کی حدیث صحیح سے حسن کے مرتبہ میں آتی ہے۔

ثالثاً: کچھ بھی ہو یہ فعل ان کی حدیث کو درجہ حسن پر رکھتا ہے یا نہیں؟۔ اگر ہاں تو کیا حرج، اور اگر نہیں، تو یہ خود امام احمد کی تصریح کے خلاف ہے کہ ابن اسحاق کی حدیث حسن ہے۔ اب غایت یہ کہ امام احمد کا قول خود مختلف ہوا تو ان سے کچھ ثابت نہ رہا۔"اذا تعارضا تساقطا"(۲)

یہی جواب امام احمد کے تیسرے قول کا ہے کہ عیارہ نے تین سطر بعد لکھا۔

---

(۱) [تهذيب التهذيب: الألف في الآباء، ۹/۴۳]

(۲) [معجم المناهي اللفظية وفوائد في الالفاظ: ۱/۸۷]

www.waseemziyai.com

قالت:

''یعقوب بن سفیان کہتے ہیں: جن میں وہ سماع نہیں بیان کرتا ان میں تو مناکیر ہیں ہی، جن میں بیان کرتا ہے دوان میں بھی منکر ہیں''۔

اولاً: یہ قول یعقوب کا نہیں بلکہ یعقوب نے امام علی بن المدینی سے روایت کیا، اس قول کا اثر خود قائل کے ارشادات سے ظاہر جو اوپر گزرے کہ ابن اسحاق کی حدیث میرے نزدیک صحیح ہے، میں نے ان کی صرف دو حدیثیں غیر محفوظ پائیں، اور ممکن کہ وہ بھی صحیح ہوں، میں نے سفیان بن عیینہ سے سنا کہ میں نے قدر کے سوا کسی بات میں کسی کو ابن اسحاق پر کچھ طعن کرتے نہ سنا، میں ستر ۷۰ برس سے انھیں جانتا ہوں، اہل مدینہ میں سے کوئی ان پر کچھ طعن نہ کرتا۔ پھر علی خود کہتے ہیں: میں نے کسی کو نہ دیکھا کہ ابن اسحاق کو متہم رکھے۔ ابن اسحاق ان بارہ ائمہ میں ہیں جن پر حدیث کا مدار ہے، ان کی حدیث میں صدق روشن ہے، وہ ثقہ ہیں۔

ثانیاً: تہذیب التہذیب میں ان کے لفظ یہ ہیں ص ۴۳:

"لم أجد لابن اسحاق الاحديثين منكرين، والباقي يقول: ذكر فلان، ولكن هذا فيه حدثنا"(۱)

میں نے ابن اسحاق کی صرف دو حدیثیں منکر پائیں جن میں ''حدثنا'' کہا ہے، اور باقی جو حدیث منکر ہے اس میں ابن اسحٰق "ذکر فلاں" کہتے ہیں۔

کہاں تو یہ اور کہاں وہ جو اس عیارہ نے عام بنالیا کہ: ''جن میں وہ سماع نہیں بیان کرتا'' اور بیان کا لہجہ بھی قوی کرلیا کہ: ''ان میں تو مناکیر ہیں ہی'' امام بخاری کی عادت ہے: اپنی جامع صحیح میں جو ضعیف حدیثیں ذکر کرنا چاہتے ہیں انہیں تعلیقاً لاتے ہیں خصوصاً بصیغہ غیر جازمہ جس سے نہ ان کی باقی احادیث پر کچھ اثر پڑتا ہے نہ یہی کہا جاسکتا ہے کہ بخاری کی حدیثیں ضعیف ہیں، یونہی اگر ابن اسحاق نے یہ اختیار کیا کہ جو حدیث منکر روایت کرنی چاہی اسے بلفظ "ذکر فلاں" کہا تو اس سے ان کی بقیہ احادیث پر کیا اثر، بلکہ یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ جس میں "ذکر فلاں" تھا سب منکر، ممکن کہ ان میں بھی صحاح محفوظ ہوں جیسے صحیح بخاری کی ''یذکر عن'' میں۔

ثالثاً: جس نے ہزارہا احادیث روایت کیں، جس کے ایک شاگرد کے پاس مغازی وسیر کے

---

(۱) [تهذيب التهذيب: الألف في الآباء، ۹/۴۳]

www.waseemziyai.com

علاوہ خاص احکام حلال وحرام میں اس کی سترہ ہزار حدیثیں تھیں، اس کی حدیثوں میں اگر دو منکر پائیں کیا حرج آیا، بلکہ یہ تو اس کے کمال ضبط واتقان پر دال ہے۔ وہ کون ہے جس کی روایت میں بعض مناکیر نہ آئیں۔

ذہبی میزان میں کہتے ہیں: ج ا ص ۲۲۱:

"من الذی ماغلط في أحاديث، أشعبة أم مالك؟۔"(۱)

وہ کون سا ہے جس نے کچھ حدیثوں میں غلطی نہ کی، آیا شعبہ یا مالک؟۔

ہدی الساری صفحہ ۴۵۰:

حبیب بن ابی ثابت جن سے بخاری مسلم وغیرہما سب نے احتجاج کیا، صرف ان پر تدلیس کا الزام رکھا، وہی جو بے چارے ابن اسحاق پر ہے۔ یحییٰ قطان نے کہا: ان کے پاس عطا سے وہ حدیثیں ہیں جن کو اور کسی نے روایت نہیں کیا۔

میزان ا ص ۳۵۵:

امام احمد فرماتے ہیں: امام مالک وامام شعبہ کے پاس زہری کی تین تین سو حدیثیں تھیں۔ امام نے دو تین میں خطا فرمائی اور شعبہ نے بیس سے زائد میں۔

میزان ۲ ص ۴۶۰:

صحیح بخاری میں امام بخاری کے شیخ امام اجل فریابی کی نسبت احمد عجلی نے کہا: ڈیڑھ سو حدیثوں میں خطا کی۔

ہدی الساری ص ۵۴۷:

نیز صحیح بخاری میں بخاری کے استاذ ہشام بن عمار کو ابوداؤد نے فرمایا: چار سو سے زیادہ بے اصل حدیثیں روایت کیں۔

قالت: "یحییٰ بن سعید انصاری اس پر جرح کرتے ہیں"

یہ جرح مبہم ہے۔

قالت:

"ابن عدی کہتے ہیں مرغ باز تھا"

ابن عدی کا قول گزرا کہ ابن اسحاق میں کوئی عیب نہیں، یہ مرغ بازی اگر عیب نہ تھی تو اعتراض

---

(۱) [میزان الاعتدال الحسین بن زید: ۱/ ۵۳۵]

www.waseemziyai.com

جنون، اور تھی تو خود ابن عدی کے قول کے مناقض۔

قالت:

''ابوداود کہتے ہیں قدری معتزلی ہے''۔

اولاً: یہی ابوداؤد ابن اسحاق کی احادیث سے احتجاج کرتے، ان پر سکوت فرماتے، انہیں حسن بتاتے ہیں۔

ثانیاً: صحیحین دیکھو ان میں کتنے قدری معتزلی ہیں۔

قالت:

''حماد بن سلمہ کہتے ہیں: میں نے ابن اسحاق سے بہ مجبوری روایت کی''

دین میں مجبوری کا ہے کی، یہ تو جرح مبہم بھی نہیں، بلکہ اس کا جرح ہونا بھی مبہم ہے۔

قالت:

''ذہبی اس کی طرف داری کرتے ہیں''

جی! ان سے بڑھ کر امام بخاری اور ان کے استاذ امام علی اور ان کے استاذ امام سفیان اور ان کے استاذ امام شعبہ اور بکثرت ائمہ جن کے اقوال مذکور ہوئے۔ اور حنفی امام طحاوی اور عماد حنفیت ابن الہمام۔ رحمہم اللہ تعالی۔ بلکہ عامۂ ائمۂ محدثین (دیکھو قول ۵۵) کہ ابن اسحاق کے قبول پر جماہیر ائمہ کا اجماع بتا رہے ہیں۔

قالت:

''مگر اتنا ان کو بھی کہنا پڑتا ہے کہ جس حدیث کو تنہا روایت کرتا ہے اس میں نکارت ہوتی ہے، کیوں کہ اس کے حافظہ میں کسی قدر خلل ہے''۔

اولاً: جبھی تو شعبہ جیسا امام جلیل القدر فرماتا ہے: کہ محمد ابن اسحاق اپنی قوت حفظ کے سبب حدیث میں مسلمانوں کے بادشاہ ہیں۔

جبھی تو ابو معاویہ نے کہا: محمد بن اسحاق اعلیٰ درجہ کے حافظہ والوں میں تھے۔

جبھی تو امام ابن عیینہ نے کہا: میں نے کسی کو نہ سنا کہ قول قدر کے سوا ابن اسحاق پر کسی بات میں کچھ طعن کرتا ہو۔

جبھی تو ابن عدی نے کہا: ابن اسحاق میں کوئی عیب نہیں۔

جبھی تو ابن حبان نے کہا: مدینہ طیبہ میں ان کے پائے کا وسیع العلم حسن الروایہ کوئی نہ تھا۔

www.waseemziyai.com

جبھی تو خود بھی ذہبی نے انہیں تذکرۃ الحفاظ میں ذکر کیا۔

بالجملہ خلل کا ترجمہ دماغ کا خلل ہے۔

ثانیاً: حافظہ میں کسی قدر کمی والے صحیحین میں بہت ہیں۔

ثالثاً: یہ مرتبہ حدیث حسن کا ہے، حافظ الشان نے ''نخبہ'' میں فرمایا: "فان خف الضبط فهو الحسن لذاته"(۱)

امام مسلم نے اپنی صحیح میں دو قسم کے رواۃ کی حدیثیں لانے کو فرمایا۔ قسم دوم کو فرماتے ہیں:

"يقع في أسانيدها بعض من ليس بالموصوف بالحفظ والاتقان كالصنف المتقدم"(۲)

ولہذا خود ذہبی نے اسی سطر میں ابن اسحاق کی حسن الحدیث ہونے کی تصریح کی تھی جسے یہ عیارہ اڑا گئی۔ جو عبارت اس نے نقل کی اس سے ملے ہوئے پہلے یہ الفاظ تھے:

"فالذي يظهر لي أن ابن اسحاق حسن الحديث صالح الحال صدوق"(۳)

یعنی ان تمام اقوال کے ملاحظہ سے مجھے یہ ظاہر ہوا کہ ابن اسحاق کی حدیث حسن ہے اور حال صالح اور وہ نہایت راست گو ہیں۔

اس سے بھی بڑھ کر انھیں ذہبی کی شہادت سنیے کہ ابن اسحاق کی حدیث سب سے اعلی درجہ کی احادیث حسن میں ہے، جسے صحیح بھی کہہ سکتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی تدریب ص ۵۲ میں فرماتے ہیں:

"الحسن أيضاً على مراتب كالصحيح، قال الذهبي: فأعلى مراتبه بهز بن حكيم عن أبيه عن جده، وعمرو بن شعيب عن أبيه عن جده، وابن اسحاق عن التيمي وأمثال ذلك مما قيل إنه صحيح وهو أدنى مراتب الصحيح".(۴)

حدیث حسن کے بھی صحیح کی طرح چند مراتب ہیں، ذہبی کہتے ہیں: اعلیٰ مراتب میں یہ سندیں

---

(۱) [نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر: متن نخبة الفكر، ۱/۲۷۵]

(۲) [صحيح مسلم: مقدمة الإمام مسلم رحمه الله تعالى، ۱/۵]

(۳) [ميزان الاعتدال: محمد بن إسحاق بن حرب، ۳/۴۷۵]

(۴) [تدريب الراوي في شرح تقريب النووي: باب أقسام الحسن، ۱/۱۷۴]

www.waseemziyai.com

ہیں: بهزبن حكيم عن أبيه عن جده ۔ عمروبن شعيب عن أبيه عن جده۔ ابن اسحاق عن التيمي۔ اوران جیسی دوسری سندیں، جن کے بارے میں کہا گیا یہ صحیح ہیں، اور یہ صحیح کا ادنیٰ مرتبہ ہے۔

مسلمانو! تم نے دیکھا کہ دیوبندی نے دین خدا میں بندگان خدا کو دھوکے دینے کے لیے کیا چھل پیچ کیے۔

ہوشیار خبردار" الحذر الحذر" دیکھو! ہم تمہارے بھلے کی کہتے ہیں، اور توفیق دینے والا اللہ عزوجل۔ وصلى الله تعالى على السيد الأجل وآله وصحبه وسلم وكرم وبجل آمين۔ والحمد لله رب العلمين ۔

تنبیہ: دیوبندیوں کی عادت ہے کہ اگر سو میں ایک کتاب کے جواب کا نام لیا تو اس کے بعض اوراق پر کچھ مہمل باتیں بکیں جن کا رد اسی کتاب سے ثابت، اور باقی کتاب کے وہ قاہر مقامات جن سے روح نکلتی تھی ان کا نام تک نہ لیا۔ جیسے:" سبحان السبوح" تنزیہ سوم وچہارم کہ اسمعیل دہلوی وجناب گنگوہی پر صاعقہ بار ہیں، بلکہ یہ کہ کتاب کا نام لیا اس کے جواب کا ارادہ ظاہر کیا، اور معاً چھوڑ کر الگ چنپت، سوالوں کا جواب غائب، اور اپنی نرالی گنت، جس طرح رسالہ مسمی بہ" دیوبندی مولویوں کا ایمان" کے ساتھ ہوا۔

شیخ جی تھانوی صاحب آپ مباحث ایمان سے بھاگتے رہے، وہاں گنجائش نہ تھی۔ اور ہمیشہ چاہا کہ اس سے ہٹ کر کسی فرعی مسئلہ میں بحث چھڑے، آپ کی قسمت سے اب تو یہ فرعی ہی مسئلہ ہے، جواب دیجیے اور اول تا آخر جو صدہا ضربیں آپ پر ہوئیں ہر ایک سے اپنا مخرج دکھایئے، ورنہ عقلا کے نزدیک وہی ٹھہرے گا جو ہمیشہ سے ٹھہرتا آیا ہے۔

﴿وَلَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا﴾(۱)

وصلى الله تعالىٰ وسلم على سيدنا محمد وآله وصحبه وجمل وبجل تبجيلا

آمين والحمد لله رب العلمين۔

(۱) [النساء: ۱٤۱]

www.waseemziyai.com

اذان ثانی سے متعلق علمائے کلکتہ کے شبہات کا ازالہ

النکتہ

علی

مراء کلکتہ

۱۳۳۲ھ

www.waseemziyai.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(الحمد للہ وحسبنا اللہ ولا حول ولا قوۃ إلا باللہ ، والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ وآلہ وصحبہ المؤیدین بنصر اللہ۔)

حمد اس کے وجہ کریم کو، علمائے کلکتہ نے حق قبول دیا، جو ہم کہتے تھے اسی کو زمانۂ رسالت سے ثابت مان لیا، مخالفوں کے اوہام کو خاک برابر کیا۔

مسلمانو! بحمد اللہ تعالیٰ روز اول سے ہمارا فتویٰ، ہمارا عمل، ہمارے رسائل یہی کہہ رہے ہیں کہ اذان حدود مسجد یا فنائے مسجد میں ہو، داخل مسجد مکروہ وممنوع ہے، یہی ائمہ کی تصریحات ہیں، یہی حدیث سے ثابت ہے، حدود مسجد میں مسجد کی دیواریں، فصیلیں، دروازہ (ہاں ہاں وہی دروازۂ عمارت مسجد جو دیوار سے کچھ حصہ کھلا چھوڑتے ہیں، وہی مراد ہے) یہ سب داخل ہیں، اور مسجد بہ معنی محل نماز سے باہر ہیں، اذان بیرون مسجد کے لیے اسی قدر درکار ہے، نہ یہ کہ حدود مسجد سے بھی باہر ہو۔

(۱) یہاں کے فتویٰ میں تھا: اگر صحن مسجد کے بعد مسجد کی بلند دیوار ہے تو اسے قیام مؤذن کے لائق تراش لیں۔

دیکھیے خاص دیوار مسجد میں اذان بتائی، اور بلند کی قید اس لیے کہ فصیل ہے، تو اسی پر کھڑے ہوکر محاذات خطیب وبیرون مسجد دونوں حکم ادا ہو جائیں گے۔

(۲) حدیث ابی داؤد شریف سے استناد تھا، جس میں ہے کہ: حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی، پھر کہا: اسی قدر "بین یدیہ" کے لیے درکار ہے۔

(۳) فتح القدیر کی عبارت سے استدلال تھا کہ: "أی في حدوده، لكراهة الأذان في داخله"(۱)

دیکھو حدود مسجد میں اذان مانی، اور جوف مسجد میں مکروہ۔

(۴) "سلامۃ اللہ لاہل السنۃ صفحہ ۱۸ وصفحہ ۱۹" میں صراحۃً انکار تھا کہ مسجد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

---

(۱) [فتح القدیر، کتاب الصلاۃ باب صلاۃ الجمعۃ: ۲/۵۶]

www.waseemziyai.com

وسلم میں کوئی صدر دروازہ الگ نہ تھا، یہی تین طرف تین دروازے تھے، شمالی دروازہ ٹھیک محاذی منبر اطہر تھا۔

(۵) صفحہ ۲۱ پر تھا: باب مسجد، اطلاق اول پر خارج مسجد ہے، اور اذان خارج المسجد کو اسی قدر درکار ہے۔

(۶) وہیں نوٹ میں تھا: اذان کے لیے دیوار مسجد خارج مسجد ہے۔

(۷) اسی میں تھا: یہاں مسجد میں آکر دیکھیں ہمیشہ سے اذان پنج گانہ فصیل مسجد پر ہوتی ہے، فصیل مسجد: دیوار مسجد نہیں تو کیا ہے۔

(۸) صفحہ ۲۲ میں تھا: سطح مسجد پر صبح وغیرہ نمازوں کی اذان ثابت ہے۔

(۹) ''أذان من الله حصہ دوم'' میں تھا: کیا کوئی عاقل گمان کرے گا کہ یہ جسے ''بین یدیہ'' کہا جوف مکان میں ہے، دروازہ محاذی پر نہیں۔

(۱۰) اسی میں تھا: آپ نے نہ جانا کہ اذان کس معنی پر باہر ہے، کیا مسجد کے دو اطلاق نہیں، ایک موضع صلاۃ۔ فصیلیں، دیواریں، دروازہ سب اس معنی پر مسجد سے خارج ہیں، اور اس کے توابع۔ دوسرا چہار دیوار مسجد مع مافیہ، بایں معنی وہ سب داخل مسجد ہیں، خود قرآن عظیم میں دونوں محاورے ہیں۔ اذان بمعنی اول خارج مسجد تھی، اور اسی قدر اسے درکار ہے۔ ان تصریحوں سے ہمارا موقف آفتاب کی طرح روشن ہے، مخالفین اس کے منکر تھے، اور اس پر ''بین یدي'' و ''فیه'' سے سند لائے، اور یہ گمان کرتے تھے کہ دروازۂ عمارت مسجد محاذی منبر پر اذان ہوئی تو ''بین یدي الخطیب'' نہ ہوگی، ''عند المنبر'' نہ ہوگی، جب تک جوف مسجد کے اندر خاص منبر کے برابر نہ ہو، اس کا مدار محض نافہمی پر تھا، جس کا سو بار جواب ''اذان من الله۔ وقایۃ اہل السنہ۔ حق نما فیصلہ۔ سلامۃ اللہ لاہل السنہ۔ نفی العار وغیرہا رسائل'' میں دے دیا گیا، مخالفین پر علمی اعتراضات کا شمار ڈیڑھ ہزار سے زائد ہوا، اور ایک کا جواب نہیں دے سکتے، اب تازہ رسالہ ''مقتل کذب وکید'' کہ زیر طبع ہے، ان پر کامل ایک ہزار رد اس میں ہیں۔

حمد اس کے وجہ کریم کو کہ علمائے کلکتہ نے ہمارا دعویٰ مانا، اور اسی کو زمانۂ رسالت سے ثابت جانا اور عذرات مخالفین کو ٹھنڈا کر دیا۔ دیکھو صفحہ ۴ پر اسی حدیث ابی داؤد سے سند لائے، جو ہماری سند اور یہاں کے فتوے میں سب سے پہلے مذکور ہے۔ پھر کہا: باب المسجد کی تعیین ضروری ہے، کہ اصل نزاع یہی ہے، ظاہر ہے کہ حضرت کے زمان مبارک میں دروازہ احاطہ یعنی کوئی پھاٹک نہ تھا، بلکہ دروازۂ عمارت مسجد جو دیوار سے کچھ کھلا حصہ چھوڑتے ہیں وہی مراد ہے، بوقت بنائے مسجد نبوی تین در تھے، ان میں سے ایک در محاذاۃ منبر شریف تھا، پھر اس پر صحیح بخاری شریف کی سند لا کر کہا: اس سے ظاہر ہے کہ سامنے منبر شریف کے جو دروازہ ہے وہ یہی

www.waseemziyai.com

ہے، نہ کوئی پھاٹک خارج مسجد، اور یہ دربین یدي الخطیب بھی ہے، اور عند المنبر بھی ہے۔

مسلمان دیکھیں! بحمدہ تعالیٰ بعینہ وہی بات ہے جو ہمارا مدعا ہے، بعینہ وہی بیان ہے جو ہم نے لکھا ہے، بین یدیہ اور عند کا بھی پردہ کھول دیا، کہ دروازۂ مسجد محاذی منبر پر اذان ہوئی تو بین یدی الخطیب ہوگئی، اور عند المنبر بھی، برخلاف مخالفین کہ ان دونوں لفظوں سے خواہ مخواہ جوف مسجد کے اندر منبر کے برابر اذان لازم مانتے تھے۔ شاید علمائے کلکتہ کو غلط خبر پہنچی۔ یا اشتباہ ہوا کہ اہل حق دروازے سے احاطہ بیرونی کا پھاٹک مراد لیتے ہیں، نہ کہ عمارت کا دروازہ، اور مسجد کی چار دیواری سے باہر اذان دینا ضروری جانتے، اور حدود مسجد میں مکروہ مانتے ہیں، لہذا خلاف کا نام لیا، لیکن اہل حق کا فتویٰ، عمل، رسائل، سب شاہد ہیں کہ یہ اشتباہ محض بے اصل ہے، ہم خود حدود مسجد میں اذان مانتے، اور اسی کو زمانۂ رسالت سے ثابت کرتے، اور ہمیشہ سے اسی پر عمل رکھتے ہیں، ہم تو موضع صلاۃ سے باہر مانتے ہیں، یعنی وہ زمین محل نماز کہ دیواروں کے اندر ہے جس میں کنارۂ صحن تک داخل اور ساری عمارت اس سے خارج، صرف اتنی زمین میں مکروہ ہے اور اس کے ماسوا میں جائز، اگرچہ وہ جگہ چار دیواری مسجد کے اندر ہو۔ یہاں کے فتوے میں فصیل حوض کا مسئلہ موجود ہے کہ: حوض کہ بانیِ مسجد نے قبل مسجدیت بنایا، اگرچہ وسط مسجد میں ہو وہ اور اس کی فصیل ان احکام میں خارج مسجد ہے۔ ''لأنه موضع أعد للوضوء كما تقدم'' تو علمائے کلکتہ کا قول کہ پس دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت کے زمان مبارک میں اذان خارج مسجد ہوتی ہی نہ تھی، بلکہ یا تو ظہر مسجد پر۔ یا باب المسجد پر، حرف بحرف ہمارے موافق ہے۔ ایسی خارج مسجد کہ مسجد کی دیواروں سے بھی باہر ہو، نہ ہمارے نزدیک ضرور نہ ہم اسے زمانۂ رسالت سے ثابت کہیں، اور جو ہمارے نزدیک ضرور اور زمانۂ اقدس سے ثابت ہے، یعنی زمین محل نماز سے باہر ہونا وہ خود علمائے کلکتہ کو تسلیم ہے کہ زمانہ رسالت میں اذان یوں ہی تھی، ظہر مسجد پر یا باب المسجد پر۔

امید ہے کہ اب تو علمائے کلکتہ بھی ہمارے ساتھ اس سنت کے اجرا میں کوشش فرمائیں گے، کہ وہ خود اسی کو سنت سے ثابت مان چکے۔ ولربنا الحمد أبداً۔

تحریر کلکتہ پر تنقیدی نظر

اصل مقصود میں موافقت کے بعد زوائد کی طرف توجہ کی حاجت نہیں، نہ ان میں بحمداللہ تعالیٰ کوئی حرف نیا ہے، کہ جواب سے رہ گیا ہے۔ رسائل اہل حق مرسل ہو چکے ہیں، ان کا ملاحظہ بعونہ تعالیٰ تشفی کامل کردے گا، پھر بھی احتیاطاً چند نکات کی طرف اشارہ کردیں کہ ''العاقل تكفيه الإشارة'' اگر حاجت

www.waseemziyai.com

پڑی بعونہ تعالیٰ ایضاح کردیا جائے گا، اگر چہ رسائل اہل حق نے بفضلہٖ تعالیٰ کوئی حاجت ایضاح باقی نہ رکھی، یہ نکات جواب پر ہوں گے، مگر ہمارا روئے سخن جناب مکرم ذی المجد والکرم مولانا مولوی محمد ولایت حسین صاحب کی طرف ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ خالص سنی عالم ہیں، دیوبندی صاحبوں کو کہ اصول ایمان میں خلاف ہے، انہیں ایک ایسے فرعی مسئلہ میں بولنے کا کیا حق ہے۔ مصدقین میں نمبر دوم پر ہے: اشرف علی۔ شاید یہ مولوی تھانوی صاحب نہ ہوں، اور اگر وہی ہیں، تو آپ پر تو اور رسائل کثیرۂ عقائد درکنار خاص اس مسئلہ اذان میں ''وقایۃ اہل السنۃ'' اور ردّ..... کے ساڑھے تین سو سوالوں کا قرض مہینوں سے ہے، کیا اسے ادا کرلیا، کہ زائد کی تمنا ہے۔ بارے وقایہ نے نفع تو دیا کہ اس تحریر میں مدعائے اہل حق قبول کیا، اپنے کانپوری اوہام سے عدول کیا، اگر چہ از پیش خویش اہل حق کا ایک غلط مدعا تراش کر اس پر کلام فضول کیا، اور وہ بھی وہ جسے صدہا بار اہل حق نے مردود ومخذول کیا۔ پھر بھی اگر آپ تھانوی صاحب ہیں تو ضرور آپ کی طرف بھی روئے سخن ہے، اگر چہ حیثیت مختلف ہے، جناب مولانا مولوی ولایت حسین صاحب سے خالص دوستانہ موافقانہ مذاکرہ علمیہ کے طور پر سوالات ہیں کہ جناب اپنی حق پرستی حق دوستی سے ان کا انصاف فرمادیں۔ اور آپ پر وہی شیرانہ حملے جو سالہا سال سے ہوا کیے، اور آپ نے اپنی خاموشی ہی دکھائی یہاں تک کہ ﴿اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ﴾ کی ساعت قریب آئی۔ نیز ہمارا خطاب جناب مولوی عبدالحق صاحب دہلوی ومولوی عبدالوہاب صاحب بہاری سے بھی ہے، تعیین حیثیت ان صاحبوں کی طرز عمل پر ہے۔ کیا اچھا ہو کہ اس آخر سے بچ کر اول میں شامل ہوں، باقی غیر معروف صاحب اگر اپنے نزدیک حضرات مذکورین کے مثل یا ان سے امثل ہوں، ان کے معین ہوں، **وحسبنا اللہ ونعم الوکیل واللہ یقول الحق وھو یھدي السبیل۔**

سوالات:

(۱) کیا مطلق اپنے مصداق میں مستعمل ہو، حقیقت نہیں؟ کیا بعض جگہ بعض میں استعمال مغیر وضع ہے کہ اور جگہ اور میں تجوز ٹھہرے؟

(۲) کیا وضع لغت بیان وضع کو نہیں؟ تفسیر ائمہ لغت کو بلا دلیل صریح مجاز بتانا صواب ہے، یا خطا مکابرہ؟۔

(۳) کیا معانی ارشاد فرمودۂ قرآن عظیم میں بے تصریح معتمدین ادعائے تجوز کا اختیار ہے؟۔

(۴) شیاطین کہ مکانات بناتے اور حوضوں کے برابر لگن اور دو پہاڑوں پر رکھ کر پکانے کی دیگیں گڑھتے، اس وقت سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام سے ان کے کتنے قرب پر کریمہ:

www.waseemziyai.com

﴿وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ﴾(۱) کی دلالت ہے؟۔

(۵) کیا کسی معتمد نے تصریح کی ہے، کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے مجازاً فرمادیا ہے۔

(۶) مطلق کہ ماصدق علیہ میں مجمل ہو، اور قران مبیّن، کیا وہی بیان ہر جگہ کام دے گا، اگر چہ وہاں وہ قرینہ نہ ہو۔

(۷) کیا مطلق سے خصوص احد المصادیق پر استدلال دلیل عام اور دعویٰ خاص نہیں۔

(۸) کیا کسی معتمد نے کہیں حضرت کو غیر مقابل غیبت کہا ہے؟ کیا لغت میں بھی اجتہاد کو دخل ہے۔

(۹) کیا اذان ثانی اذان شرعی نہیں، کیا کسی معتمد نے اس کی تصریح کی، اگر نہیں تو زمانہ رسالت ہی سے، یا بعد سے، اگر بعد سے تو وہ کون تھا جس نے اسے شرعی سے غیر شرعی کر دیا۔

(۱۰) کیا ائمہ نے نہ فرمایا کہ: اذان اعلام غائبین کے لیے مشروع ہوئی۔ کیا نہ فرمایا کہ اذان اعلام غائبین ہے، اور اقامت اعلام حاضرین۔ ان کے ان اقوال کا کسی معتمد نے کہ ان کے مثل۔ یا ان سے امثل ہو رد کیا ہے۔

(۱۱) ہمارے علما نے خاص اذان خطبہ کو بھی اعلام غائبین کے لیے بتایا یا نہیں؟۔ علی الاول کسی مثل یا امثل نے رد کیا۔

(۱۲) کیا ہمارے علما کے نزدیک اختلاف اغراض، اختلاف انواع نہیں؟ کیا دونوعوں کا ایک ایک فرد متحقق ہونا، ان میں سے ایک کی تکرار ہے۔ کیا کوئی عاقل، آدمی کے بعد گھوڑا آنے کو کہے گا کہ دوبارہ پھر آدمی آیا۔

(۱۳) نیت ومقصد روح عمل ہے یا نہیں۔ اس کی تغییر تغییر عمل ہے یا نہیں اگر چہ صورۃً ہی۔

(۱۴) منذنہ کی کیا تفسیر ہے، کس معتمد کی تحریر ہے، کیا اذان اس میں داخل ہے یا نہیں۔

(۱۵) امام وقدام ظروف مبہمہ سے ہیں یا نہیں۔

(۱۶) کیا قرآن عظیم میں ہر جگہ "بين يدي" مقارن خلف ہے، کیا جہاں نہیں وہاں سب جگہ افادۂ قرب ملحوظ ہوتا ہے۔

(۱۷) کیا ہر جگہ قرب کی ایک حد مخصوص مفاد لفظ ہے؟ یا بقرینۂ مقام ہر شی کا قرب اس کے لائق۔ علی الاطلاق وہ حد مخصوص کیا ہے، اور کسی نے اس کی تصریح کی؟۔ علی الثانی کیا دلیل ہے کہ مسئلتین

---

(۱) [سورۃ سبا:۱۲]

www.waseemziyai.com

مرور واذان میں مقام حد واحد کا مقتضی؟۔

(۱۸) منبر شریف سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دروازۂ شمالی مسجد اطہر تک کتنا فاصلہ تھا۔ اتنے فاصلے تک عند اور قرب خود مان رہے ہیں، اس سے کتنے زائد پر منتفی ہو جائیں گے، اور وجہ فرق کیا ہے، جب کہ اتنا فاصلہ بھی اپنے نصف سے ابعد ہے، اور اتنے سے دو چند بھی اس کے سہ چند سے اقرب۔ کیا ائمہ معتمدین نے کوئی تحدید کی ہے، کی ہے تو کس نے، اور کیا؟۔

(۱۹) مستدل بالقرب کو استعمال فی البعید کا سلب کلی درکار ہے، اور مانع کو ایجاب جزئی بس۔ یا اسے ایجاب کلی کی حاجت؟۔

(۲۰) کیا حرز مشروط بملک ہے۔ کیا ودائع حرز مودع میں نہیں۔ کیا مودع ودیعت سے سو کوس پر ہو جب بھی عندی لفلان کذا نہیں کہتا۔ اس وقت حرز بمعنی حفظ بالید۔ یا بالجملہ۔ یا بمعنی تسلط، کیا بایں معنی خدم حرز مخدوم، تلامذہ حین طلب حرز مدرسین، اذان خطبہ حرز خطیب میں نہیں، کہ جب تک جلوس منبر نہ کرے، نہ ہوگی، بعد جلوس تأخر نہ کرے گی؟۔

(۲۱) کیا مسجد صحن اور فنا حجرات حوالی کو شامل نہیں۔ سلب کو ایجاب اور ایجاب کو سلب بنانا تاویل ہے یا تحریف وتحویل؟۔

(۲۲) کیا اولویت اسمعیت علت ممانعت وکراہت ہو سکتی ہے؟ کیا ترک مستحب مکروہ وممنوع ہے؟۔

(۲۳) کیا کسی معتمد نے مسئلہ کراہت وممانعت اذان فی المسجد کی عدم اسمعیت سے تعلیل کیا ہے؟۔

(۲۴) کیا مقلد محض وہ بھی وہ کہ ہنوز مقلدین ممیز کے مرتبہ سے بھی منزلوں پیچھے ہو کسی حکم کی علت اپنی رائے سے ایجاد، اور اس پر حکم کا ادارہ کر سکتا ہے؟۔

(۲۵) کیا محاذات خطیب اذان خطبہ میں سنت مقصودہ نہیں، کس معتمد نے اس کے زائد وغیر مقصود ہونے کی تصریح کی ہے؟۔

(۲۶) جہاں دو امر مقصود ہوں اور ان میں ایک نامحدود جس کا استیعاب نامیسور، صرف اس میں ایک زیادت کے لیے دوسرا کلیۃً ترک کر دینا شرع وعقل کے نزدیک مقبول ہے یا مردود؟۔

(۲۷) کیا صعود ونزول سطح مسجد کے سوا سقف بیت وغیرہ میں نہیں ہو سکتے؟۔

(۲۸) کیا کسی روایت معتمدہ میں آیا ہے کہ زمانۂ امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں دروازۂ مسجد پر اذان ہوتی تھی، یا وقائع بھی اپنی رائے سے تراشے جا سکتے ہیں؟۔

(۲۹) دروازہ سر کنا تبدل محل ہے یا مطلقاً انتفا۔ کیا اذان علی الباب میں اس دروازہ کا تشخص شرط تھا؟۔

www.waseemziyai.com

(۳۰) تحقیق مناط رسائل اہل حق میں بروجہ روشن ہوچکی، اور یہاں بھی ایما کردیا جس سے واضح کہ بحث محقق ابن الہمام کو ہمارے بیان سے اصلا تنافی نہیں، ہاں فہم خلاف پر اتنی گزارش باقی کہ ابن ہمام تو مسجد ہی کے اندر کچھ ہی دور لے جانے سے (گریز کا لفظ تو مجیب کہے) تحاشی کرتے ہیں، مگر خود آپ کو اقرار ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسے مسجد کے تمام نزدیک ودور حصوں سے باہر دروازے پر لے گئے۔ ابن الہمام کی بحث معتبر ہے، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصدیق وفاروق کی سنت؟ خصوصاً وہ بحث بھی کیسی، ہمارے ائمہ کرام کے مذہب صحیح ومصحح کے خلاف، جسے ذخیرہ، بحر، میں ظاہر الروایہ ومذہب کہا۔ اسی طرف امام محمد نے اصل میں اشارہ فرمایا۔ فتاوی ذخیرہ، وبحر الرائق، ومراقی الفلاح، وغنیۃ ذوی الاحکام، وفتح اللہ المعین وغیرہا میں اسی کو صحیح واصح کہا۔ نقایہ وغرر وتنویر ومنیہ ونہایہ ودرایہ وکافی وخلاصہ ووجیز کردری ومحیط وصدر الشریعہ ودرر وبرجندی ودرمختار ومجمع الانہر وتبیین وہندیہ ورد المحتار وغیرہا میں اسی پر جزم کیا۔ اجلہ ائمہ امام قاضی خاں، وامام ظہیر الدین مرغینانی، وامام شیخ الاسلام وغیرہم اجلہ اعلام نے اسی پر اعتماد فرمایا۔

(۳۱) عبارت امام ابن الہمام مذکورہ تحریر کلکتہ میں کہیں صغیر وکبیر کا تفرقہ۔ یا نفیاً یا اثباتاً خلاصہ۔ یا جوامع یا فتح میں کبیر کی تخصیص ہے۔ یا کسی مجیب کو نقل میں الحاق کا اختیار ہے؟۔

(۳۲) مسجد صغیر وکبیر میں کہ مجموع کبقعۃ واحدۃ ہونے نہ ہونے کا ائمہ نے فرق کیا۔ اس میں بقعہ واحدہ صغیر کو کہا یا کبیر کو۔ کیا کبیر میں اثبات، صغیر میں نفی سمجھنا کسی عاقل کی سمجھ ہے؟۔

(۳۳) بحث محقق نے جو اتحاد بقعہ کا جواب دیا وہ صغیر کی طرف ناظر ہے، یا کبیر کی؟۔ کلام علما کو بالکل معکوس کردینا کس کا کام ہے۔

(۳۴) ائمہ کہ صدہا جگہ ایک شی کو دوسری شی محسوس میں حکماً داخل فرماتے ہیں، حکم نے تغییر حس تو ضرور کی مصداق حکمی کو مصداق حسی سے اوسع کردیا، کیا کوئی عاقل باادب انسان کہہ سکتا ہے کہ یہ گویا محسوس کا انکار ہے؟۔

(۳۵) انکار محسوس مجنون لایعقل۔ یا سخت معاند مکابر ہٹ دھرم کے سوا کس کا کام ہے۔ کیا ہمارے ائمہ مذہب امام اعظم وامام ابو یوسف وامام محمد وسائر ائمہ ممدوحین۔ یا ان میں بعض ہی اس شناعت شنیعہ سے طعن کے قابل ہیں؟۔ ایسا طاعن سخت گستاخ بے ادب ہے یا نہیں؟۔

(۳۶) کلام فتح میں معاذ اللہ اس طعن ناپاک کا کہاں نشان تھا، کلام علما میں ائمہ کے لیے دشنام ملانا، اوران کی طرف نسبت کردینا، ائمہ کو گالی اور علما پر بہتان، دونوں کبائر کا جامع ہے یا نہیں؟۔

www.waseemziyai.com

(۳۷) امام عینی عبارت منقولہ تحریر کلکتہ میں جمعہ کی دو اذانیں ہونے پر عمل کا استقرار اور عمل درآمد امصار بتارہے ہیں۔ یا مسجد کے اندر اذان ہونے کا؟۔ اس عبارت میں ''مسجد کے اندر'' کون سے لفظ کا ترجمہ ہے؟۔

(۳۸) کیا فتح الباری میں عبارت منقولہ تحریر کلکتہ سے پہلے اس کا تفسیر جویبر سے ہونا، اور اس کے متصلاً اس کا منقطع ہونا، پھر نا ثابت ہونا، پھر نا معتمد ہونا، مصرح نہ تھا؟۔ کتاب کے حوالہ سے ایک سند لانا اور وہیں جو اس کے رد، اس کی تضعیف، اس پر جرح مذکور ہو، چھپانا قطع و برید ہے یا کیا؟۔

(۳۹) الحمد للہ یہ تو آپ نے قبول کیا کہ زمان اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحضرات عالیات صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں اذان خطبہ مسجد کریم کے دروازے پر ہوتی تھی، کہیں کسی حدیث میں یہ بھی دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ یا خلفائے راشدین نے منبر سے ملا کر۔ یا مسجد کے حصہ مسقّف کے اندر۔ یا نہ سہی صحن مسجد کے اندر کبھی دلوائی۔

(۴۰) اخیر میں یہ بھی ارشاد ہو جائے کہ یہ کلکتہ والی تحریر یہاں کے فتوے و رسائل کو دیکھ کر ہوئی، یا بے دیکھے؟۔ علی الاول موافقت کو مخالفت قرار دینا اور خود جسے زمانۂ رسالت وخلافت میں مانا، اس کے احیا کو احیائے سنت نہ جاننا بلکہ معاذ اللہ اتباع غیر سبیل المؤمنین کہنا، اور اس کے احیا پر سنت الحمد للہ کہنے کو جرأت و بے باکی ٹھہرانا کس درجہ اتباع غیر سبیل المؤمنین و جرأت و بے باکی ہے؟۔ علی الثانی بے دیکھے رجماً بالغیب حکم لگانا، اور موافق کے بدلے مخالف بات دل سے تراش کر دوسروں کی طرف نسبت فرمانا، اور اس پر بنائے مخالفت وطعن و تشنیع رکھنا کس شریعت میں حلال ہے؟۔ میں اول عرض کر چکا ہوں کہ یہ نکات جواب پر وارد کیے ہیں، اور حضرات مخاطبین پر ان کا انصاف رکھا ہے، براہ مہربانی:

اولاً: ہر سوال کے جواب میں پہلے صاف صاف لا۔ یا۔ نعم فرمادیں، اس کے بعد تاویل وتوجیہ وغیرہ، جتنی چاہیں فرمائیں۔

ثانیاً: جو باتیں ثبوت طلب ہیں، ائمہ معتمدین سے ان کے ثبوت مع حوالہ صحیحہ کتب معتمدہ دیے جائیں، خالی زبانی ارشاد پر قناعت نہ ہو۔

ثالثاً: ہر سوال کا جواب نمبر وار عنایت ہو، بہت جگہ ایک سوال میں کئی کئی استفسار ہیں، ہر ایک کا جواب مرحمت ہو۔

رابعاً: ۴۰ سوال ہیں، اگر باہم تقسیم فرمالیں تو فی کس تیرہ ایک ثلث۔ یا دس آئیں گے، اگر ایک رات دن میں ایک ایک دینی سوال کا جواب عطا ہو تو دو ہفتے سے کم میں ممکن، لہذا روز وصول سے

www.waseemziyai.com

پندرھویں دن محض خالصاً لوجہ اللہ اعانت امر دین کے لیے جواب ارسال فرمادیں۔ دینی معاملہ ہے، شرعی مکالمہ ہے، علما کو اس سے پہلوتہی کے کیا معنی، یہ سب اس صورت میں ہے کہ اس بیان کے بعد بھی خلاف ہی منظور ہے، اور اگر بتوفیق اللہ تعالیٰ ظاہر ہوجائے کہ کسی اشتباہ یا ساختہ غلط افواہ کے باعث موافق کو مخالف سمجھ لیے تھے، تو اللہ واحد قہار جس نے حق کی اعانت فرض کی ہے، اسے یاد کر کے اعلان فرمادیں کہ...

بے شک دربارۂ اذان خطبہ فتاوائے علمائے بریلی وپیلی بھیت، مرادآباد، جلیپور، وآرہ، وبانکی پور، واحمدآباد، ومیرٹھ، وکچھوچھہ شریف۔ وتصدیقات علمائے بغداد مقدس، وکابل، وپشاور، وکاشغر، وخاندیس، وکشمیر، وجموں، وراولپنڈی، وحیدرآباد، وٹپرا، ومیمن، ومنگلہ بنگال، جنوبی افریقہ، ودہلی، ولکھنو، وبنارس، آگرہ، کان پور، واٹاوہ، ومحمودآباد، وسرکار مارہرہ شریف وغیرہا حق ہیں۔

یہی سنت سے ثابت ہے، اس کے بعد ان سوالوں کی حاجت نہ رہے گی، وباللہ التوفیق، وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین، والحمد للہ رب العالمین.

فقیر مصطفیٰ رضا قادری نوری غفرلہ المولی القوی

یازدہم ماہ ذی القعدہ ۱۳۳۲ھ ہجریہ قدسیہ

علی صاحبہا وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ افضل الصلاۃ والتحیۃ آمین۔

www.waseemziyai.com

وہابیہ کی تقیہ بازی

(۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

سوال (۱): محلّہ کی مسجد کے پیش امام صاحب مولانا اشرف علی صاحب تھانوی سے بیعت ہیں، جب یہ الموڑہ آئے تھے، محفل میلاد میں شرکت نہ کرتے تھے، مگر اب میلاد شریف پڑھتے ہیں، اور ذکر میلاد [ولادت] مبارک کے وقت قیام بھی کرتے ہیں، گو اسے اعتقاداً ضروری نہیں سمجھتے۔ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو عطائی سمجھتے ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی کے اوپر حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اور چند علمائے حرمین شریفین نے کفر کا فتویٰ دیا ہے، کیوں کہ ان کی تصنیف کردہ کتاب ''حفظ الایمان'' میں رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کے متعلق خلاف ادب وتہذیب، الفاظ کام میں لائے گئے ہیں، جس کا علم غالباً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی ہو۔

اب سوال دریافت طلب یہ ہے کہ کیا اشرف علی صاحب کے مرید کی امامت میں نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں؟۔ اگر پڑھی جائے تو کراہت تو نہیں ہے؟۔

(۲) بالفرض شریعت کی رو سے ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہو تو تقویٰ اور احتیاط کا کیا تقاضا ہے، نماز پڑھی جائے یا نہیں؟۔ براہ کرم جواب سوال ایک فتویٰ کی شکل میں مرحمت ہو۔

الجواب

وہابیہ میں تقیہ اہلا گہلا ہو گیا ہے، مجلس مقدس میں ذکر میلاد اقدس ہی کے متعلق ان کا تقیہ ملاحظہ ہو کہ مجلس میلاد شریف وہابیہ کے نزدیک بہر حال ممنوع، بدعت، اس کا کرنے والا حرام کار، گنہگار ہی نہیں، بدعتی، بدمذہب، اور صرف اتنا ہی نہیں، مجلس میلاد مبارک کو وہابیہ کے پیشواؤں نے ہندوؤں کا سا سوانگ بتایا اور کنہیا کے جنم سے بدتر ٹھہرایا، مگر طمع نفع دنیا کے لیے اور وہابیت کا پرچار کرنے کے واسطے اسی وہابیہ کے جعلی شرک وبدعت میں ان کے تھانوی پیشوا نے شرکت کی، نہ صرف شرکت بلکہ خود بارہا پڑھی، اس اپنے جعلی شرک وبدعت کی بہتی گنگا میں ہاتھ ہی نہیں دھوئے، بلکہ سراپا ڈوبے، کتاب تذکرۃ الرشید سے

www.waseemziyai.com

تھانوی تقیہ آفتاب نصف النہار کی طرح آشکار، جب گنگوہی کو یہ خبر پہنچی کہ تھانوی نے یہ بدعت اختیار کی ہے، اس میں مبتلا ہوا ہے، جسے ''براہین قاطعہ'' مصنفہ گنگوہی از نام انیٹھی، و''فتاوی رشیدیہ'' میں ہر حال ناجائز، اور کنہیا کے جنم سے بدتر ٹھہرایا ہے، گنگوہی نے تھانوی کو لکھا، تھانوی نے جو خطوط جوابی لکھے ہیں، ان میں سے ایک میں لکھا کہ...

میں نے دیکھا کہ وہاں (کانپور میں) بدوں شرکت ان مجالس کے کسی طرح قیام ممکن نہیں، ذرا انکار کرنے سے وہابی کہہ دیا، درپے توہین وتذلیل ہو گئے، اور شرکت بھی اس نظر سے کہ ان لوگوں کو ہدایت ہوگی، اور یوں خیال ہوتا ہے کہ اگر خود ایک مکروہ کے ارتکاب سے دوسرے مسلمانوں کے فرائض وواجبات کی حفاظت ہو تو اللہ تعالیٰ سے امید تسامح ہے، بہر حال وہاں کانپور میں بدوں شرکت قیام کرنا قریب بہ محال دیکھا اور منظور تھا وہاں رہنا، کیوں کہ دنیوی منفعت بھی ہے، اور مدرسہ سے تنخواہ ملتی ہے الخ۔

انہی تھانوی صاحب کی مصدقہ بلکہ تھانوی کاکوری وغیرہ چند کی مصنفہ کتاب ''سیف یمانی'' کی میلاد مبارک وقیام کے متعلق یہ ناپاک تصریح بھی دیکھیے:

افعال مندرجہ فی السول (میلاد شریف وقیام میلاد شریف) کا بدعت حقیقی ہونا اظہر من الشمس وابین من الامس ہو چکا ہے، کوئی شبہ نہیں کہ ان (یعنی میلاد شریف وقیام میلاد شریف) کی ممانعت حق تعالیٰ شانہ نے قرآن عزیز میں بھی فرمائی، اور حبیب ذی شان علیہ صلوٰۃ الرحمٰن نے احادیث کریمہ میں بھی صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی ان سے الگ رہنے کی تعلیم دی۔

اور انھیں کے مصدقہ بلکہ ویسی ہی چندہ کی مصنفہ کتاب "التلبیسات لدفع التصدیقات" ظلماً مسمی بہ "التصدیقات لدفع التلبیسات" میں فریب دہی کے لیے لکھا ہے:

اگر کوئی مجلس مولود منکرات سے خالی ہو تو حاشا کہ ہم یوں کہیں کہ ذکر ولادت شریف ناجائز وبدعت ہے۔ پھر دیکھیے انہیں کی کتاب ''سیف یمانی ص ۱۹''

مجلس میلاد اگر چہ دوسرے منکرات سے خالی بھی ہو تب بھی عقد مجلس، اور اہتمام مخصوص کی وجہ سے بدعت نامشروع ہے، اور ایسا ہی فتاوی رشیدیہ کا مضمون ہے۔

نیز ص ۲۰ پر ہے:

مجلس میلاد منعقد نہ کرنی چاہیے، کیوں کہ وہ نو ایجاد ہے، اور ہر نو ایجاد گمراہی ہے، اور یہ گمراہی جہنم لے جانے والی ہے، نیز مجلس میلاد کی نہ جائے کیوں کہ وہ سلف صالحین سے منقول نہیں، بلکہ زمانہ خیر القرون کے بعد برے زمانہ میں اس کی ایجاد ہوئی، نیز بعض امر اہر سال میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

www.waseemziyai.com

کی میلاد کے لیے یہ مجلس کرتے ہیں، پس یہ مجلس باوجود اس کے مشتمل ہونے کے بڑے تکلفات پر فی نفسہ بدعت ہے، اور اس کو ایسے لوگوں نے ایجاد کیا ہے، جو اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کرتے ہیں۔ نیز ان تمام عبارات سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے، کہ زمانہ قدیم سے علمائے مذاہب اربعہ نے اس فعل کو کچھ اچھی نظر سے نہیں دیکھا۔ نیز چاروں مذاہب کے علما اس عمل میلاد کی مذمت پر متفق ہیں۔

یوں ہی مسئلہ علم غیب میں بھی وہابیہ کی تقیہ بازی دیدنی ہے۔ ان کا اصل مذہب تو یہ ہے کہ اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صریح ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے کا معتقد ہے، سادات حنفیہ کے نزدیک قطعاً مشرک وکافر ہے۔(۱)

یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو علم غیب تھا صریح شرک ہے، نیز اس میں ہر چہار مذاہب و جملہ علما متفق ہیں کہ انبیا علیہم السلام غیب پر مطلع نہیں۔(۲)

معاذ اللہ حضور کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں، وہابیہ کے امام گنگوہی نے اس وہابی عقیدہ کے ثبوت کے لیے براہین قاطعہ میں خود حضور پر اس کا افترا کیا کہ حضور نے ایسا فرمایا، اور افترا کو شیخ محدث محقق مطلق شیخ عبدالحق دہلوی قدس سرہ کے سر مبارک پر رکھ دیا کہ شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔

حالاں کہ شیخ نے تو بصراحت یہ فرمایا ہے کہ...

ایں سخن اصلے ندارد و روایت بداں صحیح نشدہ است۔(۳)

فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں بھی سوا خدا کے کسی کو غیب داں جاننا اور کہنا ناجائز لکھا ہے، بلکہ اس عقیدہ کو کفر قرار دیا ہے۔(۴)

حنفیہ نے اس شخص کو کافر لکھا ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ نبی علیہ السلام غیب جانتے تھے۔

فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۶: ۳۷

جو یہ کہتے ہیں کہ علم غیب بجمیع اشیاء آں حضرت کو ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ہے، سو محض

---

(۱) (فتاوی رشیدیه جلد ۳/ص ۲۶ نیز فتاوی رشیدیه حصه دوم ص ۱)

(۲) (مسئله علم غیب ص ۲)

(۳) [تحفه لاثانی ص ۳۷:]

(٤) [تحفه لاثانی ص ۳۸:]

www.waseemziyai.com

باطل اور خرافات میں سے ہے۔

نیز تقویۃ الایمان جس کا رکھنا وہابیہ کے نزدیک عین ایمان ہے ص ۶۱:

غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے، رسول کو کیا خبر۔

نیز ص ۲۵:

غیب کی بات اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا نہ فرشتہ نہ آدمی نہ جن۔

نیز ص ۱۰:

اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا سو اس عقیدہ سے آدمی البتہ مشرک ہو جاتا ہے، خواہ یہ عقیدہ انبیا اولیا سے رکھے، خواہ پیر و شہید سے خواہ امام و امام زادہ سے خواہ بھوت و پری سے، پھر یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے، خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدہ سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

نیز تھانوی صاحب کی حفظ الایمان ص ۸:

آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔

والعیاذ باللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ. العظمۃ للہ ثم لرسولہ جل جلالہ و ﷺ.

یہی وہ گلی سڑی اشد گالی ہے، جو تھانوی نے بے تکان اللہ تعالیٰ کے رسول اکرم نبی اعظم و افخم ﷺ کی شان رفیع میں بکی ہے، جس پر علمائے عرب و عجم نے تھانوی کی ایسی تکفیر فرمائی ہے کہ جو تھانوی کے اس قول بدتر از بول پر مطلع ہو کر تھانوی کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں ادنیٰ شک و تردد کرے وہ بھی کافر۔

وہابیہ، دیوبندیہ کا دربارۂ علم غیب اصل عقیدہ تو ان عبارات سے یہ معلوم ہوا، مگر بارہا اس سے مکرتے بھی ہیں، تقریروں تحریروں میں مسلمانوں کو فریب دینے کے لیے کھرے سنی بننے کے واسطے نفع حاصل کرنے، ضرر سے بچنے کے لیے حضور کے علم کا اثبات بھی کرتے ہیں، مثلاً تھانوی ہی کی ''بسط البنان'' میں دفع الزام کی ناکام سعی کرتے ہوئے حضور کے علم کا اقرار ملاحظہ ہو۔

آخری صفحہ پر لکھا بفضلہ تعالیٰ ہمیشہ سے میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ آپ کے أفضل المخلوقات في جميع الكمالات العلمية والعملية. ہونے کے باب میں یہ ہے کہ...

ع: بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

''حفظ الایمان'' کی اس گندی گھنونی نجس ناپاک عبارت سے ظاہر ہے کہ تھانوی کا عقیدہ تو یہ

www.waseemziyai.com

ہے، یہ محض عیاری ومکاری، اور جعل وفریب وتقیہ ہے، اور تھانوی کے بزرگوں کی بھی عبارت دیکھ چکے، ایک عبارت اور دیکھ لیجیے جس سے تھانوی کا تقیہ اور فریب کاری واضح تر ہو جائے۔ تھانوی کے بزرگ گنگوہی نے براہین میں شیطان کا علم محیط ارض نصوص سے ثابت مانا، اس کا علم وسیع جانا، اور اس علم محیط ارض کو حضور کے لیے ماننے کو شرک گردانا۔ صاف کہہ دیا کہ...

شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے، شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

ہماری اس تحریر سے واضح ہو گیا کہ وہابیہ تقیہ بازی کرتے ہیں، جب پیر جی کی تقیہ بازی کا یہ عالم ہے، تو پھر مرید کا کیا پوچھنا، تھانوی کا وہ مرید جو الموڑہ آیا ہے، پہلے اس نے جب تک تقیہ کی ضرورت نہ سمجھی، اپنی وہابیت کا نشان ظاہر کرتا رہا، پھر جب اسے اس کی ضرورت ہوئی تو اپنے تھانوی پیر کی سنت اختیار کی، جو طریقہ تھانوی کا کانپور میں تقیہ کار ہا، اسی پر اس نے بھی عمل کیا، مگر وہابیت کی چال سے اب بھی نہ چوکا، عوام پر جال اب بھی پھینکتا رہا یعنی یہ جتا کر کہ میلاد شریف پڑھتا ہوں، قیام کرتا ہوں، مگر اسے اعتقاداً ضروری نہیں جانتا۔ حضور کے علم غیب کا قائل ہوں مگر عطائی سمجھتا ہوں، یعنی عوام کو فریب دیتا ہے کہ اہل سنت مجلس میلاد مبارک کو فرض یا واجب اعتقاد کرتے ہیں، اور دیوبندی مجلس مبارک کے منکر نہیں، انہیں اس بات کا انکار ہے کہ مجلس مبارک فرض یا واجب ہے، اور دھوکا دیتا ہے کہ اہل سنت معاذ اللہ حضور کے لیے علم ذاتی کے قائل ہیں. لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ.

دیوبندی اسی کا انکار کرتے ہیں، انہیں اس کا انکار نہیں کہ حضور کو علم عطائی ہے، یہ اس تھانوی مرید کا تقیہ در تقیہ ہے۔ غرض باتفاق فریقین اس شخص کے پیچھے نماز حرام۔ ہمارے نزدیک یوں کہ وہ جب وہابی ہے، تو وہابی کے پیچھے نماز نادرست۔ اور فرض کیا جائے کہ وہ وہابی نہیں، مگر جب وہ تھانوی وغیرہ پیشوایان وہابیہ کے ان اقوال بدتر از ابوال پر مطلع ہو کر ان کے کافر ومستحق عذاب کا منکر ہونے سے کافر ہے، اسے اس پر ایمان نہیں۔ فقط اتنا ہی نہیں کہ انہیں بعد اطلاع مسلمان جانتا ہے، بلکہ اپنا پیر پیشوا بھی مانتا ہے حالاں کہ وہ اقوال نجس تر از ابوال ایسے ہیں جن پر علمائے عرب وعجم نے یہ حکم فرمایا ہے کہ جو ان پر مطلع ہو کر قائلین کے کفر واستحقاق عذاب میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے: ''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر''. جیسے قادیانی کے کافر ومستحق عذاب ہونے میں اس کے اقوال پر مطلع ہو کر شک

www.waseemziyai.com

وتر دد اور ادنیٰ تامل کرنے والا، قادیانی کو پیر و پیشوا جاننے والا جیسا کافر ہے ویسا ہی تھانوی کو پیر و پیشوا ماننے والا۔ یونہی گنگوہی، انبیٹھوی، نانوتوی کو۔ تو اس کے پیچھے نماز ایسی ہی ہے جیسی قادیانی کے پیچھے۔ صرف اس صورت میں کہ وہ نہ خود وہابی ہو، نہ ان لوگوں کو بعد ان کے کفریات پر اطلاع کے مسلمان جانے اس کے پیچھے نماز کی اجازت ہوسکتی ہے جب کہ وہ امامت کا اہل ہو۔ اور وہابیہ، دیوبندیہ کے نزدیک تو بہر حال اس کے پیچھے نماز ناجائز، اگر چہ وہ انہیں میں کا ایک ہو جب کہ اس نے علم غیب عطائی کا قول کیا اور مجلس مبارک پڑھی، قیام کیا، کہ اوپر معلوم ہو چکا کہ پیشوایان وہابیہ، دیوبندیہ کے نزدیک ایسا شخص کافر مشرک ہے۔ اور کافر مشرک کے پیچھے نماز باطل۔ بجائے درود شریف اس کا یہ اختصار ''صلعم'' یا علیہ السلام کے بجائے صرف ''ص'' لکھنا جائز نہیں۔ تھانوی کو جس نے شان سرکار، سرکار ابد قرار، دونوں عالم کے باذن المولیٰ تعالیٰ مالک ومختار، دونوں جہاں کے تاجدار، شہنشاہ ذی وقار، سلطان والا تبار، بادشاہ عرش پائے گاہ، حبیب خدا، سردار انبیا علیہ التحیۃ والثناء کی شان ارفع واعلیٰ میں بکی، مولانا لکھنا حرام ہے۔

واللہ الھادی وولی الأیادی وھو تعالی اعلم.

فقیر مصطفے رضا قادری نوری رضوی غفرلہ

www.waseemziyai.com

طرق الهدیٰ والارشاد

الیٰ

احکام الامارۃ والجهاد

(۱۳۴۱ھ)

www.waseemziyai.com

پیش لفظ

از حضرت علامہ مولانا ابو الشرف
محمد شرف الدین اشرف الجائسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الحمدللہ رب العالمین. حمد الشاکرین. علیٰ ما ھدانا الی الصراط المستقیم. وأقامنا علی الدین القویم. ووقانا عذاب الجحیم. وأنعمنا بنعمائہ المتوافرہ. والائہ المتواترۃ المتظافرۃ. التي لا تعد ولا تحصی. لا سیما بعثۃ حبیبہ المجتبیٰ والمرتجیٰ. المرتضیٰ المصطفیٰ. الرؤف الرحیم الکریم. علیہ الصلاۃ والتسلیم. وعلیٰ آلہ وصحبہ والخلفاء. وأزواجہ أمہات المؤمنین. وعشیرتہ والأقربین. أولی الصدق والصفا. لعمری انہا نعمۃ أشرف من عمیم نعمائہ. وأعظم من عظیم الائہ.

وأفضل صلوات اللہ. وأکمل تسلیمات اللہ. وانمی برکات اللہ. وأکرم تحیات اللہ. علی أول مخلوقات اللہ. الأمین المکین. شافع المذنبین المتلوثین. الخطائین الہالکین. سید الأولین والآخرین. والأنبیاء والمرسلین. والملائکۃ المقربین. قامع أصول الشرک والمشرکین. وقالع أساس الکفر والکافرین. مستوصل بنیان نفاق المنافقین. ہادم قلاع فساد المفسدین الباغین. دامع أدمغۃ الطاغین. الخارجین المارقین من الدین. مروق السہم من الرمیۃ والشعرۃ من العجین. المنقصین لشانہ والمکذبین. لربہ والملائکۃ

والنبيين. الذي ألف به ربه بين قلوب المسلمين. وحرم على عباده موالاة سائر الكفرة والمشركين، هو الامام. أشرف الأنام. قمر التمام. بدر الظلام ـ هادى سبل السلام. شرف الدين وعز الاسلام. خليفة الله في السموات والأرضين. صلوات الله وسلامه عليه وعلىٰ آله الطيبين. وصحبه الطاهرين. وخلفائه الراشدين المرشدين. الهادين المهدين وعلينا وعلىٰ سائر أمته أجمعين. آمين آمين. برحمتك يا أرحم الراحمين.

بعد حمد ونعت

برادران اہل سنت السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فقیر امیدوار کہ جو کچھ عرض کرے آپ اسے گوش حق نیوش سے سنیں گے اور عین انصاف سے ملاحظہ فرمائیں گے۔ حق ہو قبول فرمایئے معاذ اللہ باطل پایئے تو رد فرما دیجیے۔

بغور سنیے اور:

﴿فبشر عباد ي الذين يستمعون القول فيتبعون أحسنه اولئك الذين هداهم الله واولئك هم أولو الألباب﴾.(۱)

کے مصداق بنئے۔

عزیزان ملت! ہم آج دیکھ رہے ہیں کہ ہم مسلمان جس پستی میں ہیں کوئی قوم نہیں، آج ہم کفار کے قبضہ اقتدار میں ہیں کل ان پر حکمراں تھے آج ان کے محکوم ہیں، کل وہ ہمارے محتاج تھے آج ہم ان کے دست نگر، کل وہ ہمارے قابو میں تھے آج وہ ہم پر بری بلا کی طرح مسلط ہیں۔ وہ ظلم کرتے ہیں ہم سہتے ہیں، وہ ستم کرتے ہیں ہم دم نہیں مار سکتے۔ ہم ہیں اور رنج وغم کے پہاڑ۔ ہم ہیں اور ہموم وآلام کے گراں بار انبار۔ ہم روزانہ نت نئی آفتوں سے دوچار ہیں۔ پے در پے شامتیں ہم پر سوار ہیں۔ ہر دن ہم مصیبتوں کا شکار ہیں۔ ایک مصیبت ٹلتی نہیں کہ دوسری اس سے سخت تر آجاتی ہے۔ ایک آفت ختم نہیں ہو پاتی کہ اور اس سے بھی عظیم تر پہونچ جاتی ہے۔

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا

آ گئی اور یہ کیسی مرے اللہ نئی

---

(۱) [سورۃ الزمر:۱۸]

www.waseemziyai.com

یہی کہتے گزرتی ہے، کبھی آپ حضرات نے اس پر غور فرمایا کہ آخر یہ عظیم تغیر وتبدل، یہ شدید انحطاط وتنزل کیوں ہوا، کبھی اس کے علل واسباب کی تلاش فرمائی۔ میں تو مدتوں سرگرداں رہا اور اس مسئلہ پر غور کرتا رہا کہ مسلمان باوجود اسلام پستی وتنزل اور قعر مذلت وتزلزل میں کیوں ہیں، ہم سے تو ہمارے رب مالک ومولیٰ تبارک وتعالیٰ کا وعدہ صادقہ ہے:

﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾ (۱)

تم سست اور غمگین نہ ہو تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔

تم ہی غالب ہوتے، تم ہی فتح ونصرت، شوکت وحشمت، جاہ ومنصب اور عزت پاتے، مگر اپنی زبوں حالت بالکل برعکس ہے، بہت کچھ فکر کی کچھ سمجھ میں نہ آیا، یہ ایک ایسا معما تھا جس کا حل بہت دشوار ہوا، نہ میں مسلمانوں کو نامسلم خیال کرسکتا، نہ پناہ بخدا اس واحد قہار عز جلالہ کے وعدۂ صادقہ میں وہم وشائبہ کذب لاسکتا تھا، معاذ اللہ ایسا کون بک سکتا ہے اور یہ کس کی مجال، کہ اس کا کذب بالذات محال:

﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا﴾ (۲)

﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا﴾ (۳)

اللہ سے زیادہ کس کی بات راست اور اس سے زائد کس کا قول سچا۔

میں جتنا جتنا سلجھاتا یہ گچھا اور زیادہ الجھتا جاتا، جتنا جتنا سوچتا حیرانی اور تعجب بڑھتا جاتا، خوبی قسمت کہ انہیں دنوں حضور پرنور اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت کے رسالہ مبارکہ ''فلاح ونجات'' کی زیارت سے مشرف ہوا اس سے یہ عقدۂ لاینحل حل ہوا، اور میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ یہ جو کچھ ہے اپنا ہی کرتوت ہے، جو بویا تھا وہ کاٹ رہے ہیں۔

ارشاد فیض بنیاد: ﴿وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ﴾ (۴)

کی تصدیق ہے۔ جو مصیبت ہم پر آئی یا آئے گی وہ سب اپنے ہی ہاتھوں لائی ہوئی ہے یا ہوگی۔ ہاں ہاں یہ اوامر الٰہیہ سے غفلت کا پھل اور احکام شرعیہ حضرت رسالت پناہی سے بے پرواہی کا ثمرہ ہے۔

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ﴾ (۵)

---

(۱) [سورة آل عمران:۱۳۹] (۲) [سورة النساء:۱۲۲]

(۳) [سورة النساء:۸۷] (۴) [سورة الشوریٰ:۳۰]

(۵) [سورة الرعد:۱۱]

www.waseemziyai.com

اللہ عزوجل کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔ وہ وعدہ کام کے مسلمانوں سے ہے نہ نام کے۔

﴿وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ۔ کے بعد۔ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾(۱)

بھی فرمادیا ہے، یعنی اگر تم پکے مسلمان ہوگے تو تمہیں غالب رہوگے۔

اب جو اپنی حالت پر نظر گئی تو ساری پریشانی دور اور تعجب غائب اور حیرانی کافور کہ جب شرط معدوم مشروط کا وجود خود مفقود۔ سچ کہو کیا آج کل کے مسلمانوں کی یہ حالت نہیں کہ اعمال تو اعمال عقائد سے بھی خبردار نہیں۔ جیسے انہیں ان سے کچھ سروکار نہیں۔ اوامر کی بجا آوری سے اجتناب ونفرت۔ نواہی کا ارتکاب بہ رغبت۔ زناکاری۔ شراب خواری۔ قمار بازی۔ لواطت کی کثرت، آج مساجد نمازیوں کی کثرت کی بجائے قلت سے تنگ۔ رمضان مبارک روزہ داروں کی تلاش میں دنگ۔ غربا کا ذکر نہیں امراجن پر حج فرض ہے ان کے سو(۱۰۰) میں غالباً ننانوے حاجی بیت اللہ نہیں۔ ہر سال زکاۃ کا بار سر پر سوار ہے مگر انہیں پرواہ نہیں۔ آپس میں وداد وخلوص، اور رشک واتفاق کی جگہ بغض وحسد وشقاق ونفاق کی گرم بازاری، غیروں سے میل جول، پیار محبت یاری۔ کافروں مشرکوں سے ریت ہے۔ [illegible] سے پیت ہے۔ فالی اللہ المشتکی۔

کیا پختہ مسلمان ایسے ہی ہوتے ہیں، ان کے کارنامے یہی ہوتے ہیں، عوام جہال کی کیا شکایت، آج مدعیان علم، بدنام کنندگان علم کی جانب سے جو کمیٹیاں قائم کی جاتی ہیں، کانفرنسیں منعقد، جماعتیں بنتی ہیں، ان میں شور وغل تو بہت کچھ مچایا جاتا ہے، ترقی ترقی کے نعرے لگائے جاتے ہیں، تنزل کے مرثیے پڑھے جاتے ہیں، پستی کے نوحے بلند کیے جاتے ہیں، مگر بجائے اس کے کہ تنزل کے اسباب وعلل تلاش کیے جاتے، ان کے مفید علاج وپرہیز بتائے جاتے۔ ہوتا کیا ہے اسلام کی خدمت کے بہانے مشرکین سے اتحاد منایا جاتا ہے۔ ان پر قرآن وحدیث کی عمر نثار کی جاتی ہے۔ کافر کی حمد خطبۂ جمعہ میں بلند منبر مسجد پر حمد اللہ وحدہ لاشریک لہ سے ملائی جاتی ہے۔ اسے معاذ اللہ مذکّرِ مبعوث من اللہ کہا جاتا ہے۔ بلکہ صاف صاف بالقوۃ کی ٹٹی لگا کر نبی مانا جاتا ہے۔ اسے مہاتما (روح اعظم) خضر ومسیحا کہا جاتا ہے۔ انہی مدعیان علم میں بڑے بڑے جبے قبے والوں نے کہا گاندھی اور لاجپت رائے وغیرہ مشرکین کی طرح خدا سے ڈرنے والا کوئی خدا نے پیدا ہی نہ فرمایا۔ کان ربک لم یخلق لخشیته. سواهم من

---

(۱) [سورۃ آل عمران: ۱۳۹]

www.waseemziyai.com

جمیع الناس انساناً۔

یوں مالک عرش وفرش محبوب رب العرش سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی انہیں بڑھایا ۔تلک کی ٹکٹی اٹھا کر رام رام ست ست کہتے جا کر اسے مرگھٹ تک پہونچایا۔گاندھی کے جے کا بارہا روزانہ نعرہ لگایا۔اپنے ماتھوں پر کفری علامت قشقہ کھینچوایا۔اور پھر فخر کے ساتھ کہا: قشقہ کھینچا دیر میں بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا۔ وغیر ذلك من الأمور الشنيعة القبيحة . أعاذنا الله وجميع المسلمين منها۔

سچ سچ کہنا!۔کیا یہ امور اسلام کی مدد ہیں یا اس کا ہدم۔لطف یہ کہ یہ امور بیخ کن اسلام کر کے اسلام کو زہر ہلاہل سم قاتل دینے اور الٹی چھری سے ذبح کر ڈالنے ہی کو مفید بتایا جاتا ہے بلکہ فائدہ کو اسی میں منحصر سمجھا جاتا ہے کہ اگر ایسا نہ ہوا تو ترکوں کو کوئی فائدہ کسی طرح نہیں ہوسکتا۔انہیں فائدہ جب ہی ہوگا جب کہ ہندی مسلمان ہندوؤں کی غلامی اختیار کریں گے۔انہیں نبی مانیں گے۔جزیرۃ العرب جب ہی آزاد ہوسکے گا جب ہندوؤں پر قرآن وحدیث کی عمر تک نثار کریں گے۔اور ممالک اسلامیہ کی آزادی کی یہی صورت ہے کہ مراسم کفر اختیار کیے جائیں،اور شعائر اللہ مٹائے جائیں، یہ آخر الدواہے۔لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

بفرض باطل یہ مفید بھی ہوتا جیسے کبھی سنکھیا۔تو پہلے سبب اصلی کا افنا ضرور تھا کہ جب تک سبب باقی مرض باقی۔مریض کو بخار آئے تو طبیب کا کام اصلاح خلط فاسد ہے نہ کہ نرا شربت وغیرہ کوئی ممسک دے دینا۔یا صرف ملمس کی دفع حرارت کی کوئی تدبیر کرنا۔یوں فساد اخلاط سے حرارت غریزی کا اطفا ہوتا رہے گا،اور دن بدن مرض بڑھتا جائے گا،انجام کار حرارت غریزی کا ہیجان باعث ہلاک مریض ہوگا ۔غرض مرض کو دور کرنا اور سبب باقی رکھنا سخت نادانی وحماقت اور اہلاک واماتت ہے۔چاہیے تو یہ تھا کہ عقائد واحکام وحقوق اسلام کی تعلیم دیتے۔مناہی کے ارتکاب اور مضار سے اجتناب کی ہدایت کرتے۔تو یہ تو نہ ہوا بلکہ کیا ہوا یہ کہ جن باتوں سے پرہیز قریب فرض تھا اور جن کے اختیار کرنے سے نقصان یقینی تھا انہیں کرنے کا حکم دیا یا بیٹھے دیکھتے رہے اور منع نہ کیا۔اور جو باتیں عمل کرنے کی تھیں نہ خود کیا نہ ان سے اوروں کو آگاہ کیا۔یعنی معاملہ بالکل برعکس ہوا۔یعنی دوا سے پرہیز رہا،اور جن سے پرہیز چاہیے تھا ان کا استعمال ہوا۔بات یہ ہے کہ: ع

اوخویشتن گم ست کرا رہبری کند

دوسروں کو کیا ہدایت کرتے خود اندھے بہرے بن کر چاہ ضلالت میں ڈوبے۔کہ ہندوؤں سے

www.waseemziyai.com

اتحاد منایا۔ اپنے ماتھوں پر ان کی غلامی، بندگی، انقیاد، کا ٹیکا لگایا۔ دشمنان خدا و مصطفیٰ۔ جل وعلیٰ وعلیہ التحیۃ والثنا۔ سے محبت ووداد واجب ٹھہرایا۔ احکام اسلام کو پس پشت پھینکا بلکہ انہیں پاؤں سے مل ڈالا۔ دولتیوں سے کچل ڈالا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی الاعلیٰ۔ غرض وہ کچھ کیا جسے دیکھ کر بلکہ سن کر سچے مسلمان کا دل کانپ اٹھے۔ سر سے پاؤں تک ہر بن مو سے پسینہ ٹپکے اسلام کی مدد کرنے اٹھے تھے اچھی مدد کی۔ جیسے کسی نے مرے پر ایک لات اور دی۔ کیا اسلام کی ترقی کفریات اور اس کی مدد اس کے احکام زمین پر مار دینے سے ہو سکتی ہے۔

ع: بریں عقل ودانش بباید گریست

آہ آہ از ضعف اسلام آہ آہ

آہ آہ از نفس خود کام آہ آہ

کاش مسلمان اب بھی آنکھیں کھولیں۔ آخر یہ خمار کب تک یہ غفلت تا بکے؟۔ اک دن آنے والا ہے کہ سارا نشہ ہرن ہو جائے گا۔ پھر کچھ بنائے نہ بن پڑے گا۔ للہ للہ آنکھیں کھولو! اچھے برے کھوٹے کھرے کی تمیز پیدا کرو۔ بس اللہ و رسول۔ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ سے واسطہ رکھو۔ اسی کا نام اسلام ہے اور مسلمان کا یہی کام ہے۔ جو تمہیں اللہ و رسول کے احکام پہونچائے وہ مانو اور اسے اپنا خیر خواہ اور سچا دوست جانو۔ اور جو احکام الٰہیہ و اوامر نبویہ سے منہ پھیرے اور تمہیں اس کی طرف بلائے تو تم اس کے پیچھے مت لگو، اسے جہنم جانے دو۔ اور اپنا حقیقی دشمن جانو۔ یہی ہے وہ جو قرآن عظیم میں ارشاد ہوا:

﴿وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾(۱)

اور تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

یہی ہے وہ جو حدیث کریم نے فرمایا:

((لا تجالسوهم ولا تواكلوهم ولا تشاربوهم ولا تناكحوهم وإذا مرضوا فلا تعودوهم وإن ماتوا فلا تشهدوهم.))(۲)

یعنی نہ ان کے پاس بیٹھو، نہ ان کے ساتھ کھاؤ، نہ ان کے ساتھ پیو، نہ ان سے بیاہ شادی کرو، اور وہ جب مریض ہوں تو انکی عیادت نہ کرو، اور وہ اگر مریں تو ان کے جنازہ پر نہ جاؤ۔

---

(۱) [سورۃ الانعام:۶۸]

(۲) [کنز العمال کتاب الفضائل، حدیث:۳۲۵۲۶-۳۲۵۳۹-۱۱/۲۴۶]"

www.waseemziyai.com

دیکھو دیکھو! اللہ واحد قہار عزوجل جلالہ اور اس کے رسول دونوں جہان کے سردار احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ڈرو، اس وقت سے خوف کرو جب اسلام فریادی ہوگا، کہ مجھے میرا ہی نام لینے والوں نے ضعیف کیا، مسلمان کہلانے والوں نے میری جڑ کھودی۔ مجھے نہایت بے دردی سخت بے رحمی کے ساتھ اکھیڑ پھینکا۔ اور تم سے سوال ہوگا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مشقت ہائے عظیمہ برداشت فرما کر بویا ہوا، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اپنے مبارک خون کی ندیاں بہا کر سینچا ہوا سرسبز پھلتا پھولتا اسلام کا درخت تم نے کیوں کاٹا یا کٹنے دیا۔ کیا اس دن کے لیے تم نے کوئی جواب تیار کرلیا ہے، کیا اس دن جب واحد قہار مونہوں پر مہر فرمادے گا اور جوارح کو بولنے کا حکم دے گا کہ: ﴿اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ﴾ (۱)

تو کسی کا کوئی حیلہ بہانہ چل سکتا ہے؟ ﴿فهل أنتم منتهون.﴾ (۲)

اے اسلام کے مدعیو! خدا کو مانو، جاگو جاگو، اللہ ہوش سنبھالو، شام سر پر سوار ہے۔ اب اور کیا انتظار ہے۔ جو مہلت باقی ہے، جب تک سانس آتی ہے، غنیمت جانو۔ عظیم سفر درپیش ہے، وہاں کا جہاں غیر مرخویش ہے۔ منزل کڑی ہے۔ بوجھ بھاری ہے۔ تمہیں کچھ فکر نہیں۔ وہی غفلت شعاری ہے۔ ہائے کیا مت تمہاری ہے۔ کیسی ستم گاری ہے۔ کمر ہمت چست کرو۔ سامان سفر درست کرو۔ اپنے رب کے حضور سر نیاز جھکاؤ۔ توبہ واستغفار کرو۔ اپنے سر سے یہ گناہوں کا گراں بار اتار دھرو۔ اس تغافل کے بد ثمرے اور اس بدمستی و بے ہوشی کے برے نتیجے تم نے اب تک دیکھے۔ اور اگر تم نے اپنی حالت نہ بدلی تو اس سے سخت تر آگے دیکھو گے۔ جب تک تم دین دار تھے تم ہی برسر حکومت واقتدار تھے۔ تم میں کا ایک، ایک ہزار پر بھاری تھا۔ تمہاری خون آشام تلوار نے کفار پر قہر کی بجلیاں گرادیں۔ ان کے خون کی ندیاں بہادیں۔ ہر سرکش کی دھجیاں اڑادیں۔ عالم میں تمہاری دھاک تھی تمہارا سکہ جاری تھا۔ تمہاری عزت وشوکت تھی۔ تمہاری سطوت وہیبت تھی۔ تمہاری زبانوں پر اللہ اکبر کے بعد ھل من مبارز کا نعرہ تھا۔ جس سے ہر کافر کے بدن پر لرزہ تھا۔ تمہارے خوف سے ہر جسم کافر لرزاں تھا اور ہر قلب مشرک تم سے ترساں تھا۔ تمہاری ہمت کا جا بجا چرچا تھا اور تمہاری شجاعت کا عام شہرہ تھا۔

غرض ہر فن میں طاق تھے۔ شہرۂ آفاق تھے۔ اب وہی تم ہو کہ خود اپنی نظر میں ذلیل ہو۔ بہ نسبت سابق بہت ہو مگر سمجھتے یہ ہو کہ قلیل ہو۔ بات یہ ہے کہ تم صحیح نہیں علیل ہو۔ جب تو دشمنوں سے ملتے ان سے

---

(۱) [سورۃ یٰسٓ: ۶۵] (۲) [سورۃ المائدۃ: ۹۱]

www.waseemziyai.com

اتحاد رکھتے۔ مشرکوں سے محبت ووداد کرتے۔ بلکہ ان کی غلامی انقیاد کا دم بھرتے ہو۔ اعداء اللہ اور دشمنان رسول اللہ سے میل جول کرتے ہو۔ اور اس میں بھی خدا کی محبت ملحوظ رکھی ہے کہہ کر اس واحد قہار سے ٹھٹھول کرتے ہو۔ اس سے استہزا نہ کرو۔ اس کے قہر سے ڈرو۔ اس کے غضب کو تھوڑا نہ سمجھو۔ اس کے عتاب کو دیکھو:

﴿اللّٰهُ يَسْتَهْزِىءُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِى طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ (۱)

کے مصداق نہ بنو۔ مشرکوں مرتدوں کو چھوڑو۔ ان کی دوستی یاری سے منہ موڑو۔ ان کے جھوٹے وعدوں کا اعتبار نہ کرو۔ بے ہودہ لغو فضول بے معنی عہدوں پر اعتماد اختیار نہ کرو۔ ان کی کسی بات پر کان نہ دھرو۔ ان سے ناتے توڑو رشتے نہ جوڑو۔ سچے دل سے دین الٰہی وشرع رسالت پناہی۔ عز جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ کے مددگار بن جاؤ۔ پر عمل کرو۔

﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا أَنْصَارَ اللّٰهِ﴾ (۲)

اور ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا إِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾ (۳)

پر نظر فرماؤ۔ انعام الٰہ کے لیے تیار رہو اور اکرام رسول اللہ کے سزاوار بنو۔ اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے وہ تمہاری مدد فرمائے گا۔ اور جب وہ تمہارا مددگار رہوگا پھر وہ ایسا کون ظالم وستم گار ہوگا جو تم پر ظلم وستم کر سکے گا۔ جب تم اللہ ورسول کے مقبول ومنظور ہوگے تم ہی مظفر ومنصور ہوگے۔ ہرگز ہرگز کسی سے مجبور نہ ہوگے۔ کوئی تم پر قاہر نہ ہوگا تم کبھی مقہور نہ ہوگے۔

کیا تم نے فرمان ربانی:

﴿إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ﴾ (۴)

پڑھا نہیں؟

کیا تم نے ارشاد قرآنی: ﴿يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلَافٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ﴾ (۵) یاد دیکھا نہیں؟۔

﴿كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ﴾ (۶)

---

(۱) [سورة البقرة: ۱۵] (۲) [سورة الصف: ۱٤]

(۳) [سورة محمد: ۷] (٤) [سورة آل عمران: ۱٦۰]

(۵) [سورة آل عمران: ۱۲۵] (٦) [سورة البقرة: ۲٤۹]

www.waseemziyai.com

پڑھا نہیں؟ کیا تمہیں علم نہیں کہ مقدس اسلام کا نور (اس وقت جب کہ دنیا تاریک تھی، روئے زمین پر کوئی ایک جان بھی لا الہ اللہ کہنے والی اور ایک خدائے واحد احد صمد کی جاننے اور ماننے والی بظاہر نہ تھی، صرف ایک ذات پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے) چمکا، اور باوجود اس کے کہ اس کی راہ میں بے شمار اور ان گنتی روڑے اٹکائے گئے، اور بے نہایت کانٹے بچھائے گئے، ساری دنیا مخالف ہوگئی اور سب کی متحدہ کوشش ہوئی کہ اسے بڑھنے نہ دیا جائے، یہ پودا ذرا ابھرنے نہ پائے، یہیں ابھی خاک میں ملا دیا جائے، یہ حقانی آواز اٹھنے نہ پائے، اسے کوئی سننے نہ پائے۔ اسی لیے اس ذات مقدس کو کفار نے تختۂ مشق ستم بنالیا، کبھی قتل وہلاک کے مشورے ہوئے تو پتھروں کنکروں کی اس قدر بارش کی کہ جسم نازنین زخموں سے چور ہوگیا۔ کبھی افترا و بہتان، کید ومکر کا طوفان اٹھا تو ساحر و کاہن بتانا پہرہ بٹھا دیا گیا کہ کوئی ان کے پاس نہ آئے، ان کی بات نہ سننے پائے۔ کبھی سب جمع ہوکر آئے اور کاشانۂ اقدس کا محاصرہ شدید وسخت تر کیا۔ کبھی حضور کو بے در، بے گھر اور شہر بدر کیا۔

غرض طرح طرح کفر کے بادل امنڈ امنڈ کر آئے، اس آفتاب نبوت پر چھائے، ظلمت وتاریکی نے اپنے سارے زورِ زور دکھائے، مگر کیا ممکن کہ خدا کے چاہے میں کوئی فتور لائے، یا اس کے امر میں کسی طرح قصور آئے۔ وہ نور کا آفتاب ان کفری بادلوں کو پھاڑتا اور ظلمات اور تاریکیوں کو دور فرماتا ہوا ایسا چمکا اور اتنا دمکا کہ دنیا کے چپے چپے کو روشن کر دیا جگمگا دیا، وہ پودا جسے کفار اپنی متحدہ قوت وطاقت سے پائمال کر ڈالنا اور خاک میں ملا دینا چاہتے تھے اتنا بڑھا اور پھلا پھولا جس کی شاخیں غرب سے شرق اور جنوب سے شمال تک پہونچیں، اور انہوں نے اپنے خوش گوار سایہ میں اس دنیا کے بہت کثیر مسافروں کو لے لیا، وہ بھیانک شور وہ بے ہودہ غل اس حقانی آواز کو دبا نہ سکا، وہ آواز اٹھی اور ایسی اٹھی کہ دنیا کی ساری آبادی میں پہونچی بلکہ ہر ہر دشت وجبل میں گونجی۔ یہی تھا وہ جسے قرآن نے فرمایا:

﴿يُرِيدُونَ أَن يُطْفِؤُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾(۱)

کیا تم نے نہ دیکھا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کیسی جرأت کتنی دلیری سے لکھوکھا کفار کا مقابلہ فرمایا، تین تین سو نے ہزاروں کے منہ پھیر دیے، سب کے لوہے ٹھنڈے کر دیے۔

کیا آپ حضرت صدیق اکبر کی ہمت، حضرت عمر فاروق کی صولت، حضرت علی مرتضیٰ کی شجاعت، حضرت عثمان غنی کی شوکت، حضرت خالدؓ وحضرت ضرار بن ازور کی دلیری وجرأت بھولے ہوئے

---

(۱) [سورۃ التوبۃ: ۳۲]

www.waseemziyai.com

ہیں، جن کی کفار کے قلوب پر ابھی تک سکے بیٹھے ہوئے ہیں، جن کے نام سے ان کے اجسام بید کی طرح لرزتے اور قلوب تھر تھر کانپتے ہیں، کیا تمہیں یاد نہیں کہ ایک ایک لاکھ کے مقابلہ میں صحابہ صرف دس ہزار آتے ہیں اور کفار پر قہر کی بجلیاں گراتے ہیں، کیا تم بھولے ہوئے ہو کہ جبلہ بن ایہم غسانی کے ساٹھ ہزار لشکر میں صرف تیس صاحب ساری رات اپنے رب کے حضور نوافل میں سر جھکا کر بسر فرما کر صبح ہوتے ہی نماز فجر سے فراغت کر کے قتال کے لیے گھس پڑتے ہیں اور ایسی لڑائی لڑتے ہیں جس سے کفار تھر تھرا اٹھتے اور آخر کار بھاگ پڑتے ہیں، کفار کے دس ہزار قتل ہوئے اور دس ہزار اسیر اور مسلمانوں کے صرف پانچ شہید ہوئے اور پانچ گرفتار۔ ان پانچوں گرفتاروں کا حال معلوم کر کے ذرا دم نہیں لیتے، آرام کا خیال نہیں کرتے، فوراً پھر تعاقب فرماتے اور چھڑا کر لاتے ہیں۔ کیا تمہیں حضرت ربیعہ کے کارنامے بھولے ہوئے ہیں، صرف تن تنہا ہزار ہا کفار کے ٹڈی دل میں ان کے سپہ سالار جرجیس سے بات کرنے جاتے اور وہاں اس کے پادری سے مناظرہ فرماتے ہیں، ایک دن پہلے لڑائی میں اس کے بھائی بطریق کو قتل کر چکے ہیں، جرجیس کو ایک کافر یاد دلاتا ہے کہ تیرے بھائی کو اسی نے قتل کیا ہے، وہ یہ سن کر ان تن تنہا پر حملہ کا حکم دیتا ہے، اور یہ شیر کی طرح ان بھیڑوں کے گلے کو کاٹ کر رکھ دیتے ہیں، یوں اس لڑائی کا خاتمہ فرماتے ہیں کہ ایک کافر بچ کر نہیں جاتا، سب کھیت رہتے ہیں۔ یہ صحابہ تو صحابہ ہیں، کیا تمہیں محمود غزنوی کے اسی ہندوستان پر آج نہیں جب کہ ہندوؤں میں کوئی قوت نہیں بلکہ ہندو اپنی قوتوں پر پھولے نہیں سماتے تھے، چپہ چپہ پر راج رکھتے حکومت جماتے تھے، سترہ حملے یاد نہیں۔ کیا تم نے شہاب الدین غوری کا نام نہیں سنا، کیا تم تیمور سے واقف نہیں، کیا تم بابر۔ ہمایوں۔ سلیم جہاں گیر۔ شاہ جہان۔ عالم گیر وغیرہ سلاطین اسلام کو بھول گئے۔ اب تم سات کروڑ ہو، جب محمود کے ساتھ آئے تھے تو بہت کم تھے اور کیا تھا۔

بات یہ ہے کہ وہ مسلمان تھے، ہم جیسے مسلمان نہیں، بلکہ ایک اللہ سے ڈرنے والے، اپنے مذہب پر مر مٹنے والے، اپنے دین کا درد رکھنے والے۔ آج اگر تم بھی ویسے ہی بن جاؤ گے تو تم بھی وہی ہو جاؤ گے، کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مشرکین سے جہاد فرماتے ہوئے کبھی یہودی یا عیسائی سے مدد چاہی، یا یہودیوں عیسائیوں سے قتال فرماتے ہوئے مشرکین سے استعانت فرمائی، بلکہ حضور نے تو یہ کیا کہ کفار امداد کے لیے آئے اور انکار فرما دیا۔ کہ...

((انا لا نستعين بمشرك))(۱)

---

(۱) [سنن ابن ماجة: باب الاستعانة بالمشركين، ۲/۹۴۵]

www.waseemziyai.com

((انا لن نستعين بمشرك))(۱)

ہم کافروں سے مدد نہیں چاہتے ہم ہرگز مشرکین کی مدد نہ لیں گے۔

اچھا حضور کی شان تو ارفع واعلیٰ، بلند وبالا ہے، کیا صحابہ کرام میں سے بھی کسی نے کبھی کسی کافر، یہودی، نصرانی، مشرک، مجوسی سے اتحاد کیا یا وداد فرمایا۔ انہوں نے تو یہ بھی گوارہ نہ کیا کہ کافر کو محرری دے دی جائے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری کی اس عرض پر کہ میرا ایک محرر نصرانی ہے حضرت عمر فاروق نے فرمایا: تمہیں اس سے کیا علاقہ، خدا تمہیں سمجھے، کیوں نہ کسی کھرے مسلمان کو محرر بنایا۔ کیا تم نے یہ ارشاد الٰہی نہ سنا:

﴿يَأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصٰرٰى أَوْلِيَآءَ﴾(۲)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر گزارش کی: اس کا دین اس کے لیے ہے مجھے تو اس کی محرری سے کام ہے۔ اس پر انہوں نے فرمایا: میں کافروں کو گرامی نہ کروں گا جب کہ انہیں اللہ نے خوار کیا۔ میں انہیں عزت نہ دوں گا جب کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل کیا۔ میں ان کو قریب نہ کروں گا جب کہ اللہ نے انہیں دور کیا۔ انہوں نے عرض کی: بصرہ کا کام بے اس کے پورا نہ ہوگا، انہوں نے فرمایا: مر گیا نصرانی تو؟ والسلام

یہ بھی نہ سہی۔ صحابہ کی شان بھی عظیم اور ان کا مرتبہ بھی فخیم ہے۔ اور سلاطین اسلام کو دیکھو کیا ان میں سے کسی نے یہ ناپاک نامراد اتحاد گانٹھا، اکبر کا نام نہ لینا وہ اپنی نجس حرکات کے باعث مسلمان ہی کب تھا، اللہ کے بندو تم حر ہو، اسلام کی نعمت حریت کو پامال نہ کرو، ہندوؤں کی غلامی چھوڑو، جیسے روافض کو تمہارے بزرگوں نے چھوڑا، یوں ہی تمام مرتدین سے قطع کرلو، ایک خدائے واحد احد صمد پر توکل کرو۔

اور ﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾(۳)

پر کاربند ہو جاؤ، پھر تمہاری چاندی ہے، دنیا تمہاری باندی ہے، جسے چاہو رکھو جسے چاہو نکالو، اک ذرا ہوش تو سنبھالو ہاں ہاں خبردار جہاں:

﴿إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ﴾(۴)

ہے، وہیں وہیں اسی آیۂ کریمہ میں:

﴿وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ﴾(۱) ہے۔

---

(۱) [السنن الكبرىٰ للنسائي : باب ٦٤ سورة ، ١٠/٣٠٤]

(۲) [سورة المائدة: ٥١] (۳) [سورة آل عمران: ١٦٠]

(٤) [سورة آل عمران: ١٦٠]

www.waseemziyai.com

برادران امت! علمائے کرام کی پکار سنو، قوم نوح علیٰ سیدنا وعلیہ الصلاۃ والسلام کی طرح انکار واستکبار نہ کرو، ضد نہ باندھو، ہٹ سے باز آؤ۔

﴿جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصَرُّوا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا﴾(۲) کی تصویریں نہ کھینچو، جو دور کرنے کے ہیں انہیں دور کرو۔ ان سے نہ بھاگو: ﴿وَلَٰكِن لَّا تُحِبُّونَ النَّاصِحِينَ﴾ (۳) کا تمغانہ لو اور ﴿فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي إِلَّا فِرَارًا﴾(۴) کے نقشے نہ جماؤ، بری صحبت برا رنگ لائے گی، تمہیں رسوا کرے گی، شرمائے گی۔

خدارا اس سے بچو، اچھی صحبت اچھا رنگ رچائے گی، خیر کثیر دے گی، صالح بنائے گی۔ للہ اسے اختیار کرو۔ مولانا معنوی وحضرت سعدی کے ارشاد سنو:

(معنوی)

صحبت صالح ترا صالح کند　　صحبت طالح ترا طالح کند

(سعدی)

گلے خوشبوئے درحمام روزے　　رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری　　کہ از بوئے دلاویزے تو مستم
بگفتا من گل ناچیز بودم　　ولیکن مدتے با گل نشستم
جمال ہم نشیں درمن اثر کرد　　وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

ان کو ایک کان سے سن کر دوسرے سے اڑا نہ دو، بلکہ گوش حق نیوش سے سن کر عمل کرو۔ دین ومذہب سے بے خبری یہ علمائے امت سے بدعقیدگی کا لازمی نتیجہ اور ان سے کشیدگی کا اثر ہے۔ اور یہ ساری کلفتیں، زحمتیں، مشکلیں، دقتیں، مصیبتیں، آفتیں، آنا اسی کا ثمر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ان مسائل میں جو تیرہ سو (۱۳۰۰) برس پیش تر طے ہو چکے اختلاف کی گرم بازاری ہے۔ ان میں مناظرے اٹھتے ہیں۔ اور بہت تو وہ ہیں جن پر روز روشن کی طرح مسئلہ ظاہر وباہر کر دو، جب بھی انہیں انکار ہے، ضد ہے، اصرار

---

(۱) [سورۃ آل عمران: ۱۶۰]　　(۲) [سورۃ نوح: ۷]
(۳) [سورۃ الأعراف: ۷۹]　　(۴) [سورۃ نوح: ۶]

www.waseemziyai.com

ہے، ہٹ ہے، استکبار ہے، اگر یہی رنگ ہے تو خدا خیر کرے، کل کہیں توحید الٰہ ورسالت رسول اللہ پر بھی جھگڑے نہ اٹھیں۔ ابھی کئی دن کی بات ہے، حدیث سے طے شدہ ہر زمانہ کے فقہائے کرام کے طے کردہ مسئلہ اذان ثانی یوم جمعہ کے داخل مسجد مکروہ ہونے اور خارج مسجد سنت ہونے پر کتنا عظیم کیسا شدید انکار ہوا، ہر طرح ثابت کر دیا گیا کہ اذان پیش امام مسجد سے باہر ہی ہونا سنت ہے، مسجد کے اندر ہونے کی ممانعت ہے، مگر منکرین نے ہرگز نہ مانا، وہی ایک ہانک ہانکی، مرغے کی ایک ہی ٹانگ رہی۔ عبارات میں تحریفیں کیں، علمائے کرام پر افترا کیے، بہتان اٹھائے، یہ سب کچھ ہوا مگر سنت باہر ہونے کا کسی طرح اقرار نہ ہوا۔

یوں ہی آج یہ مسئلہ جہاد وخلافت وقربانی وترک موالات ہے۔ جس پر آئے دن جھگڑا ایک عام بات ہے، خدا کی شان وہ لوگ جو کھلے کھلے کفروں پر تکفیر نہ کرتے تھے۔ ان مسلمانوں کو جنھوں نے وہابیہ وغیرہ کے وہ واضح کفر دیکھ کر جن میں اصلاً تاویل کی گنجائش نہیں ان کی تکفیر کی، کافر گر کا خطاب دیتے تھے۔ ان مسلمانوں کے یہاں کفر کی مشین بتاتے تھے۔ آج خود واقعی کافر گر ہیں۔ آج ان کے یہاں بے شک کفری مشین ہے جس میں زبردستی کفر کے فتوے ڈھلتے ہیں۔ آسمان کا تھوکا منہ پر پڑتا ہے، اور چاند پر خاک ڈالنے کا یہی حاصل ہوتا ہے، کہ وہ لوٹ کر اسی کے منہ پر اور آنکھوں میں پڑتی ہے، جو اس پر خاک اچھتا ہے۔ آج ان لوگوں کے نزدیک جو ہندوؤں سے اتحاد نہ کرے الٹا کافر ہے۔ جو ہندوؤں سے محبت ووداد کو ممنوع ناجائز کہے وہ کافر ہے۔ کھدر نہ پہنے کافروں کا ساتھی ہے۔ جو انگریزی ملازمت کرے کافر ہے۔ جو ہندوؤں کی غلامی نہ کرے اسلام کا دشمن ہے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

مسئلہ اذان پر تو تعامل تعامل پکارا جاتا تھا، اجماع اجماع کی رٹ تھی، جو درحقیقت غلط تھا، جس کی کوئی اصل نہ تھی۔ اور جن پر واقعی اجماع ہے، جن پر فی الحقیقت تعامل ہے، تو وہ تعامل واجماع پکارنے والے، بات بات پر توارث کی رٹ لگانے والے، سنت کا نام لیے آپے سے باہر ہو جانے والے، اب کہاں بے خود ومدہوش ہیں، یا در خواب خوش خرگوش ہیں، اب کیوں خاموش ہیں؟

مگر، ع: خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید۔

اللہ عزوجل ہدایت دے۔ آمین۔

آج یہ فتنۂ خبیثہ ارتداد

تمہارے اسی نامراد اتحاد، اور محبت ووداد، اور غلامی وانقیاد کا نتیجہ ہے۔ سچ کہو! کیا پہلے بھی کسی نام کے مسلمان کو بھی ہندو ہوتے دیکھا ہے۔ اللہ اکبر۔ دھوتی پرشاد اور یہ ہمت۔ گھاس کھانے والوں میں

www.waseemziyai.com

یہ جرأت۔ اے مدعیان اسلام! تم نے انہیں جری کیا۔تم نے انہیں یہ ہمت دلائی۔تم نے انہیں دلیر بنایا۔ہاں ہاں تم نے انہیں ابھارا۔نہ تم ان پر ایسے ہوش کھوکر،حواس گما کر،فداونثار ہوتے،نہ وہ یوں تمہیں غافل پاکر تمہارے شکار کو تیار ہوتے۔نہ تم اپنے ماتھوں پر تلک لگواتے،نہ تم قشقے کھنچواتے،نہ تم تلک کی ٹکٹی اٹھاتے اور اسے مرگھٹ تک پہونچاتے،نہ تم رام رام ست ہے، کہتے جاتے،نہ تم جے کارے لگاتے،نہ تم انہیں مسجدوں میں لے جاتے،اورانہیں مسجد کے منبر پر مسلمانوں سے اونچا بٹھاتے،نہ تم ان کو مسلمانوں کا واعظ بناتے،نہ تم یوں ان کے فوٹو کھنچواتے،تصویر اتر واتے،نہ تم یہ روز بد دیکھتے اور اوروں کو دکھاتے،آج میدان ارتداد میں منشی رام۔شردھانند کا فوٹو جو مسجد جامع دہلی میں اس کے منبر پر بیٹھے ہونے اور لکچر دینے کا لیا گیا ہے ملکانوں کو دکھا دکھا کر مرتد کیا جارہا ہے۔

شرم۔شرم۔شرم۔﴿هل أنتم منتهون.﴾(۱)

نہ تم ہندوؤں کے طاغوت گاندھی کو اپنا ہادی،اپنا راہبر،اپنا امام،اپنا پیشوا،اپنا راہنما،اپنا فخر کہتے،نہ تم اس کا اندھا دھند اتباع کرتے،نہ تم اس پر قرآن وحدیث کی تمام عمر نثار کرتے،نہ تم اسے مذکر مبعوث من اللہ جانتے،نہ تم اسے نبی بالقوۃ مانتے،نہ تم اسے جبریل امین کا لقب روح اعظم دیتے،نہ تم اسے خضر ومسیحا بلک تمام انبیا بلکہ سید الانبیا سے افضل بتاتے،نہ تم اس کے آگے ملائکہ کے سر جھکاتے،نہ تم آج ہندؤں کی ہمتیں اتنی بڑھاتے کہ وہ یہ کہنے پاتے کہ مسلمانوں کے تمام مقامات مقدسہ بلکہ کعبۂ مکرمہ پر اوم کا جھنڈا گاڑیں گے،نہ تم یہ کلمۂ خبیثہ خود سنتے نہ اوروں کو سنواتے۔شرم۔شرم۔شرم۔﴿هل أنتم منتهون.﴾(۲)

اے کاش! مسلمان اب بھی بے دار ہوجائیں،تو ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ ہنود بے بہبود کو ان کی اس دریدہ دہنی،ان کی اس ناپاک حرکت،اور صریح گستاخی اور سخت بدکلامی اور ہرزہ سرائی کا مزا چکھا دیں،چھٹی کا دودھ یاد دلادیں،اور اپنے بزرگوں کی یاد تازہ فرمادیں،اسلام کا پرچم ان کے سروں پر لہرا دیں،خدا کے پسندیدہ دین کا علم ان کے قلب ودماغ میں نصب کرادیں،شجر اسلام ان کے سینوں میں لگادیں۔مسلمانو! اٹھو للہ جلد اٹھو،امتحان کا وقت ہے،آزمائش کا عہد ہے،دیکھو دیکھو کسوٹی پر پورے اترو ،پیارے اسلام کی مدد کرو،اگر خدانخواستہ تم نے بے پروائی کی،اور اس کی مدد نہ کی،تو واللہ،واللہ،ثم واللہ! کہ اسلام کا کچھ نہ بگڑے گا،اس کا ذرا نقصان نہ ہوگا،تم ہی بگڑ جاؤ گے،تم ہی نقصان اٹھاؤ گے،تم ہی ٹوٹا کھاؤ گے،تم ہی خراب وخستہ دست وپابستہ قیامت میں آؤ گے،بلکہ دنیا ہی میں اس بے حمیتی،اس بے

---

(۱) [سورۃ المائدۃ: ۹۱] (۲) [سورۃ المائدۃ: ۹۱]

www.waseemziyai.com

حیائی، اس بے غیرتی کا مزہ پاؤ گے۔ اسلام کا مالک، اسلام کا حافظ اللہ واحد قہار ہے، وہ اس کی حفاظت فرمانے والا ہے، اس کے دشمنوں کو برباد کردینے والا ہے، وہ خود فرماتا ہے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [سورة الحجر: ۹] قوم نوح کو کس نے ہلاک کیا، نمرود مردود کو مچھر سے کس نے تباہ کیا، عاد وثمود کو کس نے برباد کیا، فرعون کو کس نے غرق کیا۔ اصحاب فیل کو چھوٹے سے پرندابابیل سے کس نے "کعصف مأکول" بنایا۔

وہی ان ہنود کے اس خواب کی تعبیر لائے گا، مگر دیکھنا تمہارا ہے کہ تم کیا کام کرتے ہو، تم کیسا درد اسلام رکھتے ہو۔ بسا تعجب ان مدعیان اسلام سے جو باوجود ہنود بے بہبود کی ان نجس حرکات شنیعہ کے آج تک وہی پرانا بے ہودہ بے سرا راگ گائے جاتے ہیں، وہی اتحاد واتفاق حرام کی رٹ لگائے جاتے ہیں، علمائے کرام اہل سنت کثرھم اللہ وشکر مساعیھم نے بارہا ان کی جن اباطیل کا رد فرمادیا، دودھ کا دودھ پانی کا پانی کرکے دکھا دیا، جھوٹوں کو گھر تک پہونچا دیا، مگر وہ ہیں کہ وہی فرمائے جاتے ہیں، اسلام پر یہ وقت ہے مگر انہیں فتنہ پردازی، جھگڑے بازی سوجھی ہے۔ جگہ جگہ یہ جھگڑے اٹھائے جاتے ہیں۔ شاہجہان پوری ولاہوری سوالات کے جواب میں یہ رسالہ مبارکہ: "طرق الھدیٰ والارشاد الیٰ احکام الامارۃ والجھاد" جو باعتبار حجم بہت مختصر مگر نہایت مدلل وجامع ہے، مخالفین کے زعم باطل اور خیال عاطل اور وہم فاسد کا قامع ہے۔ انشا اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لیے بہت ہی نافع ہے۔ حاضر ہے ملاحظہ فرمایئے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت مصنف مدظلہ کی سعی مشکور اور انہیں اجر موفور بطفیل حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عنایت کرے، آمین۔

وانا الفقیر ابو الشرف محمد شرف الدین اشرف
الجائسي غفرله المولی القوي العلي
بجاه حبیبه النبي الامي ﷺ۔ آمین

(۱) **مسئلہ:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

﴿وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ﴾ (۱)

---

(۱) [سورة الأنفال: ٦٠]

www.waseemziyai.com

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ جو فرض مندرجہ بالا آیت کی رو سے مسلمانوں پر عائد ہوتا ہے اس زمانہ میں اس کی تعمیل کس طرح ہوسکتی ہے۔ اگر مسلمان اس پر عمل نہ کریں اور نہ ہی عمل کرنے کے لیے کوئی طریق کار سوچیں تو کیا وہ مسلمان رہ سکتے ہیں، نیز یہ بھی فرمائیں کہ اس فرض کی اہمیت اسلام میں کس درجہ کی ہے۔

مکرمی معظمی جناب مولانا مولوی دام الطافکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف؟

فتویٰ ہذا جناب کی خدمت میں روانہ کیا جاتا ہے اس پر غور کیجیے۔ اور قرآن مجید اور حدیث نبوی سے اس کا شان نزول دیکھیے اور لکھیے کہ: آیا رسول اللہ صلعم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اس آیت کو کیا سمجھا اور اس پر کس طور سے عمل کیا اور اس سے کیا فوائد مرتب ہوئے۔ کیا اب یہ آیت منسوخ ہے یا ہمارے لیے بھی کوئی مفید سبق رکھتی ہے۔ اگر رکھتی ہے تو کیا علماؤں نے اس کی تبلیغ واضح طور پر کردی ہے۔ اگر نہیں کی تو کیا اب کرنے کے لیے تیار ہیں یا نہیں۔ اگر اب بھی تیار نہیں تو اس آیت کے تحت میں آتے ہیں یا نہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ. إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ (۱)

اگر آتے ہیں تو کیوں اب بھی خدا کا خوف نہیں کرتے اور کیوں اپنی عاقبت کو تائب ہوکر سنوار نہیں لیتے۔ نیز یہ بھی عرض ہے کہ اس آیت پر عمل نہ کرنے سے اسلام کو کس قدر نقصان پہونچ چکا ہے، اور اگر آئندہ بھی عمل نہیں کیا گیا تو کس قدر نقصان پہونچے گا، خدا کے لیے میری اس یاددہانی سے فائدہ اٹھایئے، اور خلق خدا کو راہ راست پر لایئے۔ میں نے اپنا فرض ادا کردیا ہے اور اب آپ اپنا فرض ادا کیجیے۔ والسلام خاکسار خلیفہ شہاب الدین۔

از لاہور حویلی پتھران والی موچی دروازہ مرسلہ خلیفہ شہاب الدین صاحب ۲۱ محرم ۱۳۴۱ھ

الجواب

چند مقدمات استماع فرمایئے کہ وضوح حق بروجہ اتم واکمل ہو، اور انشا اللہ تعالیٰ نور حق آفتاب نصف النہار سے زیادہ تاباں درخشاں ہوکر چشم ہائے مخالفین کو خیرہ کردے، اور معاندین کی نگاہوں میں چکا

---

(۱) [سورۃ البقرۃ: ۱۵۹، ۱۶۰]

www.waseemziyai.com

چوند مچادے۔

﴿وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ﴾(۱)

ہم مسلمانوں کے آقا ومولیٰ، ملجا وماویٰ، نبی کریم، رؤف ورحیم، رافع مناصب واعلام، نافی اسقام، دافع جملہ آلام، شافع انام، شارع اسلام، **علیہ وعلیٰ سائر الأنبیاء الکرام وصحبہ العظام وآلہ الفخام أفضل الصلاۃ وأکمل السلام۔**

تمام عالم کے لیے رحمت عامہ ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اسی لیے ان کی مقدس شریعت نہایت سمحہ سہلہ ہے والحمدللہ تعالیٰ۔

(۱) وہ پاک ہے اس سے کہ کسی ایسی بات کا حکم دے جو فوق طاقت وقوت بشر اور انسانی وسعت سے باہر ہو۔ ان پر جس کتاب کریم یعنی قرآن عظیم نے نزول فرمایا۔

یہ ارشاد فرماتا آیا:

﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا﴾(۲)

اور یہ فرمان الٰہی سناتا آیا:

﴿فاتقوا اللّٰہ ما استطعتم﴾(۳)

یوں ہی یہ ارشاد فرمایا:

﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا﴾(۴)

خود آپ نے جو فرمان نقل کیا اس میں بھی: ﴿**ما استطعتم**﴾ ہے۔

حدیث ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ، فان لم یستطع فبلسانہ، وان لم یستطع فبقلبہ.))(۵)

(۲) یوں ہی یہ پاک شریعت اس سے منزہ ہے کہ بے فائدہ عبث امر کا حکم فرمائے۔

قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ:

---

(۱) [سورۃ الصف:۸] (۲) [سورۃ البقرۃ:۲۸۶]

(۳) [] (۴) [سورۃ الأنعام:۱۵۲]

(۵) [صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب النهي عن المنکر من الایمان، حدیث:۸۶-۱/۱۰۱]

www.waseemziyai.com

﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِينَ﴾(۱)

هذا كله ما أفاده امامنا مجدد المأة الحاضرة۔رضی اللہ تعالیٰ عنه۔

(۳) اپنی عزت وجان ومال خصوصاً جان کی حفاظت تو اہم فرائض سے ہے یہاں تک کہ اعظم فرائض نماز سے بھی اہم تر ہے کہ نماز اور سب فرائض فرع ہیں اور وجود اصل۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾(۲)

اپنے ہاتھوں اپنی جانیں ہلاکت میں نہ ڈالو۔

(۴) فتنہ وفساد سخت شنیع وقبیح ومنہی عنہ ہے۔

قال عز من قائل:

﴿لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ﴾(۳)

(۵) ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے، جو کام کل کا ہے آج نہ ہوگا، یا جو کل ہوسکتا تھا وہ آج نہیں ہوسکتا کہ پہلے کا وقت آیا نہیں اور دوسرے کا وقت گذر گیا۔ یوں ہی ہر بات کہنے کا ایک موقع اور محل ہوتا ہے، بے موقع بے محل بات کہنا لوگوں کو ہنسنے کا موقع دینا ہے، ایسی بات لغو وبے ہودہ اور بے اثر پادر ہوا ہوتی ہے۔ ع۔ ہر سخنے موقع وہر نکتہ مقامے دارد۔

جب یہ مقدمات خمسہ ممہد ہو لیے اب اصل مقصود کی جانب مڑیے۔

فأقول وعلىٰ الله أعول:

ان مقدمات سے ظاہر ہوا کہ جو حکم انسانی قوت وطاقت بشری، وسعت واستطاعت سے باہر ہو وہ ہرگز حکم شریعت مطہرہ نہیں۔ جس حکم میں کوئی فائدہ نہ ہو، عبث ولغو ہو، وہ ہرگز ہماری پاک شرع کا حکم نہیں۔ جس حکم میں بے فائدہ اتلاف جان واہلاک نفس ہو وہ اس شرع مبین کا حکم نہیں۔ یوں ہی جس حکم سے سوتے فتنے جاگیں فساد برپا ہو وہ کبھی مقدس اسلام کا حکم نہیں ہوسکتا۔ اب یہ خود دیکھ لو کہ یہاں اس وقت حکم جہاد میں تکلیف مالا یطاق ہے یا نہیں۔ اس میں کوئی فائدہ ہے یا سراسر مضرت۔ جانوں کی بے وجہ ہلاکت ہے یا حفاظت۔ فتنہ وفساد کی اثارت ہے یا امانت۔ اس میں مسلمانوں کی عزت ہے یا ذلت۔ یہ

---

(۱) [سورة الأنبياء:۱٦] (۲) [سورة البقرة:۱۹۵]

(۳) [سورة البقرة:۱۱]

www.waseemziyai.com

حکم قبل از وقت ہے یا خاص وقت پر۔ان امور پر غور کر لینے کے بعد مسئلہ بالکل صاف ہو جائے گا۔اصلاً خفا نہ رہے گا۔کیا نہتوں کو ان سے جو تمام ہتھیاروں سے لیس ہوں لڑنے کا حکم دینا سختی نہیں،اور تکلیف فوق الوسعت نہیں۔کیا ایسوں کو جو ہتھیار چلانا بڑی بات ہے،اٹھانا نہیں جانتے،جن کے وہم میں بھی کبھی نہیں گزرا کہ بندوق کس طرح اٹھاتے،تلوار کیوں کر تھامتے،مارتے،طمنچہ کیسے چلاتے ہیں۔جنہوں نے کبھی جنگ کے ہنگامے،لڑائی کے معرکے خواب میں نہ دیکھے،انہیں توپوں کے سامنے کر دینا کچھ زیادتی نہیں؟۔کیا ایسوں سے میدان کرانا اور ان کی جانیں مفت گنوانا عبث نہیں؟۔کیا یہ فتنہ وفساد نہیں کہ مسلمانوں کی عزیز اور قیمتی جانیں مفت ضائع ہوں۔اس سے بڑھ کر اور فتنہ اور اس سے زائد فساد فی الارض کیا ہوگا۔ایک مسلمان ایک کعبہ نہیں ہزار ہوں ان سے زیادہ افضل و بہتر ہے۔

دل بدست آور کہ حج اکبر ست از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر ست

غنیۃ المستملی میں ہے،علامہ ابراہیم حلبی فرماتے ہیں:

"حرمة المسلم الواحد أرجح من حرمة لقبلة."(۱)

تو ایک جان مسلم کا اتلاف کعبہ ڈھانے سے بدتر ہے۔

بلکہ ساری دنیا کا زوال اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مسلمان کے ناحق قتل سے کہیں ہلکا ہے۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"لزوال الدنيا أهون على الله من قتل رجل سلمٍ.(۲)

رواه الترمذی والنسائی عن ابن عمرو بن لعاص. رضی الله تعالیٰ عنهما."

ایسی حالت میں جہاد جہاد کی رٹ لگانا غیر قوموں کو اپنے اوپر ہنسانا اور ان سے یہ طعن اٹھانا ہے۔

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

اور جب کہ وہ ان شنائع قبائح پر مشتمل ہے،حرام حرام ہے،وہ ہرگز حکم شرع نہیں،شریعت پر افترا اوزیادت ہے جو آج اسے حکم الٰہی وامر حضرت رسالت پناہی ٹھہرا رہے ہیں مسلمانوں کے سخت دشمن ہیں۔وہ اللہ ورسول پر افترا کرتے،بہتان باندھتے ہیں۔

---

(۱) [رد المحتار على الدر المختار: باب فرعقرأ بالفاسية اوالتوراة ، ۱/۵۳۱]

(۲) [الترغيب والترهيب،الترهيب :۷-۳/۲۹۳]

www.waseemziyai.com

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ﴾(۱)

اور فرماتا ہے رب تبارک وتعالیٰ:

﴿اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ﴾(۲)

اور ارشاد فرماتا ہے عزوعلا:

﴿وَیْلَکُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا فَیُسْحِتَکُمْ عَذَابٍ وَّقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰی﴾(۳)

اور فرماتا ہے جل جلالہ وعم نوالہ:

﴿لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ﴾(۴)

یہاں کے نہتے، بے سر دھرے، جنگ سے ناواقف مسلمان ان پر تو ان پر خود سلطان اسلام جس کے پاس سامان حرب بھی ہو اور باقاعدہ فوج بھی وہ اگر یہ سمجھے کہ کفار زائد ہیں یہ فوج وسامان انہیں کافی نہ ہوگا، تو ایسی حالت میں اسے ان سے پہل ناجائز ہے۔ کتب میں یہ مسئلہ مصرحہ ہے۔

مثلاً ردالمحتار میں فرمایا: "ھذا اذا غلب علیٰ ظنہ انہ کافئھم والا فلا یباح قتالھم." (۵)

خود اس گاندھی امت کے لیڈر اعظم مولوی عبدالباری کو مسلم ہے کہ یہ وقت وقت جہاد نہیں، اور یہ کہ وہ نامفید اور بے ضرورت اہلاک نفس ہے۔

وہ اپنے رسالہ ہجرت میں کہتے ہیں:

"میں کشت وخون کو خصوصاً مجتمع حملہ کی صورت میں جیسا کہ لشکر کرتا ہے غیر مفید سمجھتا ہوں، کیوں کہ اس کے اسباب مجتمع نہیں"

اسی رسالہ میں لکھتے ہیں:

"اس میں شک نہیں کہ اہلاک نفس بلا ضرورت جائز نہیں، قانون جن امور کو روکتا ہے ان کو نہ کرنے میں ہمیں عذر ہے۔"

---

(۱) [سورۃ النحل: ۱۱۶] (۲) [سورۃ النحل: ۱۰۵]

(۳) [سورۃ طٰہٰ: ۶۱] (۴) [سورۃ آل عمران: ۶۱]

(۵) [رد المحتار علی الدر المختار: کتاب الجهاد، ۱۲۲/۴]

www.waseemziyai.com

جہاد تین قسم ہے: یہ حکم حرمت اس وقت یہاں سنانی سے خاص ہے جسے آج لیڈران فرض ٹھہرا رہے ہیں۔ رہے لسانی و جنانی وہ بفضلہ تعالیٰ علمائے سنت وتمام اہل سنت نے کیے، کر رہے ہیں اور انشا اللہ کرتے رہیں گے۔ لیڈران الٹے چلے کہ جو حرام تھا اسے فرض بتایا، اور جو فرض تھا اسے اپنے چہیتے اپنے پیارے ہندوؤں کے ساتھ حرام کیا۔

اصل یہ ہے کہ وہ گاندھی کو اپنا امام وپیشوا، ہادی وراہنما جانتے بلکہ نبی بالقوۃ بلکہ نبی بالفعل مانتے ،کہ اسے مذکر مبعوث من اللہ کہتے، اور اس پر ساری عمر قرآن وحدیث قربان ونثار کرتے ہیں، صاف صاف لکھتے ہیں: خدا نے ان کو (گاندھی) کو مذکر بنا کر بھیجا ہے، ان (گاندھی) کو اپنا راہنما بنالیا ہے جو وہ کہتے ہیں وہی مانتا ہوں۔ میرا حال تو سردست اس شعر کے موافق ہے:

عمریکہ بآیات واحادیث گزشت رفتی ونثار بت پرستی کردی

لہذا گاندھی کے اقوال واحکام پر سر منڈاتے اور احکام اسلام کو پس پشت ڈالتے ہیں، اس کے مخالف اسلام اقوال کو قرآن وحدیث کا جامہ پہناتے ہیں، جو کچھ وہ کہتا ہے یہ کہتے ہیں، جو وہ کرتا ہے یہ کرتے ہیں، غرض اتباع ہوا پہ مرتے ہیں، ورنہ کیا آج سے قبل قرآن عظیم میں آیات جہاد وترک موالات نہ تھیں، کیا وہ دن بھولے جاسکتے ہیں جب قرآن عظیم سے یہی آج بڑے لمبے چوڑے دعوے ترک موالات از نصاریٰ کرنے والے، نیا چرہ دیوبندی جو آج اس میں بہت پیش پیش ہیں نصاریٰ کے بندہ وبندی بنے ہوے تھے، ان کی اطاعت فرض ٹھہراتے تھے، انہیں ﴿اولی الأمر منکم﴾(۱) میں شمار کراتے تھے، ان سے سرتابی کو حرام اور ان پر چڑھائی کو بغاوت وفساد فرماتے تھے، مسلمانوں پر باغی ،مجرم، مفسد، خطاوار ہونے کا حکم لگاتے تھے۔ آج یہ نصاریٰ ظالم ہیں، کل تک یہی رحم دل نیک دل مہربان تھے، آج ان کی کچہریوں میں ظلم ہوتا ہے، کل تک عدل وانصاف ہوتا تھا، آج ان میں مقدمات لے جانا حرام ہوئے، آج یہ سوجھا کہ وہاں خلاف شرع فیصلے ہوتے ہیں کل تک یہی کچہریاں عدالتیں تھیں، بلکہ عدالتیں تو آج تک کہا جاتا ہے، مگر یہ اجتماع نقیضین عجیب ہے۔

اس وقت ہمارے پیش نظر وہابیہ دیابنہ کی کتاب ''تذکرۃ الرشید'' ہے جو ان کے ایک امام مزعوم کی سوانح ہے۔ اس میں غدر ۱۸۵۷ء کے واقعات سے اپنے اس امام مزعوم رشید احمد گنگوہی کی واقعہ گرفتاری ورہائی کا تذکرہ کیا ہے، اس میں ان نصاریٰ کو جو آج بحکم گاندھی کافر ہوے ہیں، جن سے آج

(۱) [سورۃ النساء: ۵۹]

www.waseemziyai.com

باتباع گاندھی موالات حرام وکفر ہے، موالات تو موالات مجرد معاملات بھی ناجائز ہے، جو باوجود اس اعتراف کے کہ اس زمانہ ۵۷ء میں ہزارہا بندگان خدا ناکردہ گناہ پھانسی چڑھائے گئے (تذکرۃ الرشید ص:۳۷) ظالم نہ تھے، آج بقول گاندھی ظالم ٹھہرے، وہ بھی جب جب کہ جلیان والے باغ کا واقعہ پیش آیا۔ ورنہ کانپور کی مسجد پر مسلمانوں کے سینے چھلنی ہوئے، دہلی میں کیا کیا کشت وخون نہ ہوئے، کل تک وہ مالک تھے یہ مملوک تھے، وہ سردار تھے یہ غلام تھے، وہ مخدوم تھے یہ خادم تھے، یہ بندے تھے وہ سرکار تھے، وہ پیارے تھے یہ ان کے جاں نثار تھے، کہ انہیں افسر وسرکار ومالک کے معزز القاب، رحم دل نیک دل مہربان کے خطاب تھے، اور ان کے مقابل مسلمان باغی مفسد مجرم خطاوار تھے، انہیں نصاریٰ پر اپنے امام مزعوم کی جاں نثاری کو بڑے فخر ومباہات کے ساتھ بیان پر کہا:

آپ کو ان مفسدوں سے مقابلہ بھی کرنا پڑا جو غول کے غول پھرتے تھے، حفاظت جان کے لیے البتہ پاس تلوار رکھتے تھے، اور گولیوں کی بوچھار میں بہادر شیر کی طرح نکلے چلے آتے تھے، ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ (گنگوہی) اپنے رفیق جانی قاسم نانوتوی اور طبیب روحانی حاجی صاحب ونیز حافظ ضامن صاحب کے ہم راہ تھے کہ بندوقچیوں سے مقابلہ ہوگیا۔ یہ نبرد آزما دلیر جتھا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹ جانے والا نہ تھا، اس لیے اٹل پہاڑ کی طرح پاجما کر ڈٹ گیا، اور سرکار پر جاں نثاری کے لیے تیار ہوگیا۔ اللہ رے شجاعت وجواں مردی کہ جس ہول ناک منظر سے شیر کا پتہ پانی اور بہادر سے بہادر کا زہرہ آب ہوجائے، وہاں چند فقیر ہاتھ میں تلواریں لیے جم غفیر بندوقچیوں کے سامنے ایسے جمے رہے گویا زمین نے پاؤں پکڑ لیے ہیں۔ چناں چہ آپ پر فیریں ہوئیں اور حضرت حافظ ضامن زیر ناف گولی کھا کر شہید ہوئے"۔(۱)

اللہ اللہ! یا بایں شورہ شوری، یا بایں بے نمکی، کہ نری معاملت سے آدمی کافر ہوجائے، یا کم از کم حرام کار ٹھہرے، لطف یہ کہ وہی انگریز ہیں وہی ان کا مذہب، وہی ان کی گفتار، وہی رفتار وہی کردار، اور اس سے بڑھ کر نادان اور احمق کون جو واقعہ فاجعہ کانپور پیش نظر ہوتے ہوئے آنکھیں بند کرے، یہ کہہ دے کہ اب مسلمانون کی محبت نے انہیں انگریزوں کے ساتھ طرز عمل بدلنے پر مجبور کردیا، جب ترکوں پر مظالم دیکھے رہا نہ گیا، اپنے بھائیوں کے لیے اپنے سرکاروں سرداروں مالکوں سے منہ موڑ لیا، اپنے پیاروں سے وہ رشتۂ جاں نثاری توڑ لیا، اگر کوئی بدعقل ایسا کہے تو اس کا جواب اس سے بہتر اور کیا ہوسکتا ہے:

جو حدیث میں ارشاد ہوا کہ: "حبك الشيء يعمي ويصم"(۱)

---

(۱) [كنز العمال، كتاب المواعظ لرقائق، حديث: ٤٤٠٩٧-١٦/٤٨]

www.waseemziyai.com

کیا کانپور اور دہلی کے مسلمان مسلمان نہ تھے، کیا ان پر ظلم نہ ہوئے، کیا وہ مسلمان نہ تھے جو غدر مین شریک تھے جن سے انگریزوں کی جانب سے یہ لڑے، یا مسلمان تو تھے مگر اس ہم دردی کے قابل نہ تھے، یہ ہمدردی ترکوں ہی کے لیے خاص ہے، دوسرا اس میں ان کا شریک نہیں ہوسکتا، اگر ہے تو وجہ فرق کیا ہے کہ ترکوں پر جو ظلم کرے وہ ایسی سزا کا مستحق ہو، اور ساری دنیا کے مسلمانوں پر شوق سے ظلم کرے ان کی بلا جانے یہ ٹس سے مس نہ ہوں، وہ فقرات صفحہ وار درج ذیل ہیں جن میں نصاریٰ کی وہ تعریفیں مدحیں منقبتیں اور مسلمانوں کی وہ کچھ توہینیں تنقیصیں تذلیلیں ہیں۔

اپنی سرکار سے باغی	صفحہ ۳ ۷
سرکاری خیرخواہ	صفحہ ۴ ۷
تھانہ بھون سرکاری فوج سے گھیر لیا گیا	حاشیہ صفحہ ۴ ۷
اپنی سرکار کے مخالف	صفحہ ۵ ۷
سرکار پر جاں نثاری	صفحہ ۵ ۷
سرکاری خیرخواہ	صفحہ ۶ ۷
ملازمان سرکاری	صفحہ ۶ ۷
سرکار کے نزدیک باوجاہت	صفحہ ۷ ۷
سرکاری بغاوت	صفحہ ۷ ۷
سرکاری خطاوار	صفحہ ۹ ۷

آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیرخواہ تھے، تازیست خیرخواہی پر ثابت رہے۔ صفحہ ۹ ۷

آپ (رشید احمد) سمجھے ہوے تھے، کہ میں جب حقیقت میں سرکار کا فرماں بردار ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا کیا ہوگا، اگر مارا گیا تو سرکار مالک ہے، اسے اختیار ہے جو چاہے سو کرے۔

ملازمان سرکاری	صفحہ ۱۹۳
رحم دل گورنمنٹ	صفحہ ۳ ۷
ایضاً	صفحہ ۶ ۷
نیک دل عیسائی	صفحہ ۲۳۶
الزام بغاوت	صفحہ ۳ ۷

www.waseemziyai.com

۵۷ء وہ سال تھا جس میں (گنگوہی) پر اپنی سرکار سے باغی ہونے کا الزام لگایا گیا۔ صفحہ ۳۷

بغاوت کا علم قائم کیا، فوجیں باغی ہوئیں صفحہ ۳۷

پنکھی صاحب انگریز سے جو باغیوں کی سرکوبی کے لیے حکم موت کا مجاز بن کر ضلع سہارن پور میں متعین کیا گیا مخبری کی " حاشیہ صفحہ ۳۷

گورنمنٹ نے باغیوں کی بغاوت کے باعث اپنا امن اٹھالیا صفحہ ۴۷

مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے والا نہ تھا صفحہ ۵۷

جب بغاوت وفساد کا قصہ فرو ہوا صفحہ ۶۷

باغیوں کی سرکوبی شروع کی صفحہ ۶۷

نہ ایسی اندھی جنگ بغاوت کبھی دیکھی نہ سنی صفحہ ۶۷

باغی کی اعانت سرکاری بغاوت صفحہ ۷۷

ان کو باغی ومفسد اور مجرم وسرکاری خطاوار ٹھہرا رکھا تھا صفحہ ۹۷

مفسدوں میں شریک صفحہ ۳۷

علم فساد کھلم کھلا بلند کیا صفحہ ۳۷

مفسدوں میں شریک ہونے کی راہ چلائی صفحہ ۴۷

مفسدوں سے مقابلہ صفحہ ۴۷

جب مفسدوں کی معرکہ آرائی سے پیچھا چھٹا صفحہ ۶۷

بزدل مفسدوں کو صفحہ ۶۷

یہ نفس کش حضرات فسادوں سے کوسوں دور تھے صفحہ ۶۷

جماعت مفسدین صفحہ ۹۷

ہمارا کام فساد کا نہیں نہ ہم مفسدوں کے ساتھی صفحہ ۸۵

کچہری کے عالی شان کمرے اور عدالت کے وسیع مکانات صفحہ ۶۷

عدالت سے حکم ہوا صفحہ ۴۷

جس وقت حاکم کا حکم عدالت •

یہ ہے ان کی اتباع ہوا وہوس کی تصویر کا دوسرا رخ۔

www.waseemziyai.com

اب کمیٹی مسمیٰ بہ جمعیۃ العلما اور ہر خلافت کمیٹی سے ضروری سوال ہے

ایسے لوگ جنہوں نے اس گورنمنٹ کو جس کی نسبت آپ ہی حضرات کا یہ فتویٰ ہے کہ جو اس سے موالات بلکہ معاملت کرے گا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوگا، اور دین ڈھائے گا، اور وہ خود لائق نان کو آپریشن وترک موالات ہو جائے گا۔ رحم دل، نیک دل، مالک، سرکار، وغیرہ کہیں، ان کی دلی خیر خواہی کا دم بھریں، ان پر جاں نثاری کو تیار ہوں، تیار ہی نہیں بلکہ کر گذریں، ان کی جانب سے مسلمانوں سے لڑیں، اور اسے فخریہ خوشی خوشی بیان کریں، ان کی کچہریوں کو عدالت کہیں (جن کی نسبت آپ آج فرماتے ہیں کہ ان میں سراسر ظلم ہوتا ہے) جنہوں نے ان کے وہ اکرام وعزتیں کیں اور مسلمانوں کو دشنام وذلتیں دیں، کیسے ہیں، کیا ہیں، جھوٹے، دروغ باف، کذاب، مستحق لعنت وعذاب، فاسق، فاجر، خوشامدی، ظالم، موذی، کفار کچھ ہیں، یا کچھ نہیں، سچے پکے مسلمان ہیں؟۔ اس لیے کہ جمعیۃ العلما یا خلافت کمیٹیوں کے ارکان ہیں، آپ لوگوں کے نزدیک ایسے ظلمہ کو بلکہ کسی کافر کو جس سے ایسے ظلم بھی نہ صادر ہوئے ہوں سرکار ومالک وغیرہ کہنا جائز ہے یا ناجائز؟۔

اس حدیث کا کیا مطلب ہے:

((لاتقولوا للمنافق سيداً فإنه إن يك سيداً قد أسخطتم ربكم.))(۱)

نیز حدیث:

((اذا مدح الفاسق غضب الرب واهتز لذلك لعرش.))(۲)

کے کیا معنی ہیں۔

ان دونوں حدیثوں سے ان کا کیا حکم ہوگا جنہوں نے فاسق ومنافق نہیں کھلے کافروں کی تعریفوں کے پل باندھے۔

کافر کو نیک دل کہنا کیسا ہے۔ ان پر جاں نثار کرنے والے کا کیا حکم ہے۔ کافروں کی طرف سے مسلمانوں سے لڑنا کیا حکم رکھتا ہے۔ کافروں کے جانب دار گروہ سے اگر کوئی قتل ہو کیا شہید ہوگا۔ جو اسے

---

(۱) [الترغيب والترهيب: ۳/۵۷۹]

(۲) [مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب حفظ للسان والغيبة الشتم، حديث: ۴۸۵۹-۲/۲۶۰]

www.waseemziyai.com

شہید کہے اس کا کیا حکم ہے۔ بغاوت کے کیا معنی ہیں۔ باغی کا کیا حکم ہے۔ کیا غدر کے مسلمان باغی تھے۔ بلاوجہ شرعی مسلمانوں کی توہین وتنقیص کرنے والوں کا کیا حکم ہے۔ مسلمانوں کو ناحق ایذا دیں اور ایذا دینے والے کی بابت حکم شرعی کیا ہے۔ کافروں کی کچہریوں بلکہ مسلمانوں کی کچہریوں کو جن میں خلاف شرع فیصلے ہوتے ہیں انہیں عدالت کہنا کیسا ہے اور قائل کا کیا حکم ہے؟۔

ان باقرار خود مملوکین نصاریٰ، جاں نثاران گورنمنٹ، دلی خیر خواہان انگریزان، مقاتلین و محاربین بامسلمان، منقصین وموہنین مومنان سے جو میل جول رکھے اس کی نسبت حکم شرعی کیا ہے؟۔

خصوصا وہ لوگ جو ان کی ایک ایک وقت کی دعوت میں پانچ پانچ سو اڑائیں، وہ بھی اپنے نہیں بلکہ غریب مسلمانوں نے جو روپیہ نہایت عرق ریزی سخت جانکاہی سے کمایا، اور اپنے مظلوم ترک بھائیوں کی امداد کے لیے دیا، اس پر اس بے دردی سے چکنی چلائیں، ان کا شاندار استقبال کریں کرائیں، غرض کوئی دقیقہ ان کے اعزاز واکرام کا اٹھا نہ رکھیں، انھیں صدر جلسہ صدر جمعیت کریں، بلکہ بعض کو شیخ الھند بنائیں، کیا آج سے پہلے انگریز انگریز نہ تھے، یا وہ مسلمان جو غدر میں پھنسا دیے گئے دریائے شور بھیجے گئے، سخت سزایاب ہوئے، جو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیے گئے وہ مسلمان نہ تھے، یا جب تک (معاذ اللہ) قرآن عظیم میں ترک موالات وجہاد کے احکام نہ تھے، آج گاندھی نے جسے آپ لوگ مذکر مبعوث من اللہ مانتے ہیں بتائے ہیں۔ بینوا بیاناً شافیاً"

مسلمانو! جمعیت وکمیٹی کے لوگ جو کچھ جواب دیں، مگر تم جانتے ہو کہ انگریز جب بھی انگریز ہی تھے مسلمان نہ تھے، اور غدر کے مسلمان بھی ضرور مسلمان تھے، اور قرآن عظیم میں یہ احکام بھی بلا ریب تھے، اور یہ گاندھی کے بتائے سے پہلے بھی قرآن پڑھتے اور ان احکام الٰہیہ کا علم رکھتے تھے۔ تو پھر ظاہر کہ بات وہی ہے جو ہم نے بیان کی کہ یہ لوگ پابند ہوا وہوس ہیں۔ جب انگریزی سلطنت میں اپنا رسوخ بڑھانا، اعتبار جمانا تھا، لہٰذا رنگ وہ تھا، اب ہوس سوراج، اور آزادی خود مختاری کے نشہ، اور سلطنت کرنے کی خواہش کی ترنگ میں رنگ یہ ہے۔ کہ گاندھی کے بندے ہیں، جو وہ کہتا ہے وہی مانتے ہیں، عمر قرآن و حدیث تک اس پر نثار کرتے ہیں۔ غرض خدا کے بندے نہ جب تھے نہ اب ہیں۔ قرآنی اوامر اسلامی احکام نہ جب مانتے تھے نہ اب، عوام کو بہکانے اور جاہلوں کو پھسلانے کے لیے نام قرآن وحدیث کرتے ہیں، پہلے انگریزوں کے جاں نثار تھے، اب گاندھی پر مرتے ہیں۔ اس وقت یہ حکم جہاد بھی اسی دشمن اسلام و مسلمین گاندھی بد دین کا حکم ہے۔ جیسے پہلے ہجرت سے نقصان پہنچائے مسلمانوں کے خانماں برباد کرائے، ان کی بیش بہا جائدادیں اور اموال کوڑیوں میں بکوائے، سب کے کوڑے کرائے، غریب

www.waseemziyai.com

مسلمانوں میں اتنا روپیہ کہاں تھا یوں اپنے ہندو بھائیوں کو دلوائے۔

یوں ہی یہ مسئلہ نکال کر اس نے چاہا کہ مسلمانوں کو جن کی روح بالکل فنا ہو چکی ہے، کچھ یوں ہی سی رمق باقی ہے، یہ بھی کیوں رہ جائے بالکل تباہ کرائے۔ اگر چہ بظاہر گاندھی کی پالیسی یہ نہ ہو، اور وہ اخباروں میں یہ شائع کرتا ہو کہ میرا مذہب کشت وخون کو روا نہیں رکھتا، مگر ادنیٰ تامل سے یہ نکتہ حل ہو سکتا ہے ،غور فرمایئے، جو لوگ بے حکم گاندھی نوالہ نہ توڑیں، وہ بغیر اس کے مشورہ کے ایسے امر عظیم کا نام کیونکر لیتے ،معلوم ہوا کہ ضرور اس نے ان کو یہ حکم دیا کہ تم جہاد جہاد پکارو، اور اس سے انگریزوں کو مرعوب کرلو، اور میں دوسری پالیسی سے کام نکالوں گا، عقل ہوتی تو اس معمے کو سمجھتے، مگر عقل تو گاندھی نے لے لی، سمجھے کون۔

مسلمانو! تم نے دیکھا یہ ہے تمہارے رب کریم کے ارشاد:

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا﴾(۱)

کی کھلی تصدیق۔ اور ابھی کیا ہے، اگر تم اب بھی ہوش میں نہ آئے تو دیکھو گے اور اپنے کیے کا مزہ چکھو گے۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا

کاش تم اب بھی سنبھلو اور ان گندم نما جو فروشوں سے بھاگو، ان کی تو دلی خواہش ہے کہ تم مشقت میں پڑو۔

﴿قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾(۲)

آپ کے سوالات کے اصل مقصد کا جواب تو بحمد اللہ تعالیٰ یہ ہو لیا، مگر اب دوسرے طور پر ہر ہر سوال کا جواب علاحدہ علاحدہ سنیے!

اللہ عزوجل اپنی کتاب کریم قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ﴾(۳)

اور ارشاد فرماتا ہے: عزجلالہ

﴿قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ﴾(۴)

اور ارشاد ہوتا ہے:

---

(۱) [سورۃ آل عمران:۱۱۸] (۲) [سورۃ آل عمران:۱۱۸]

(۳) [سورۃ التوبۃ:۷۳] (۴) [سورۃ التوبۃ:۲۹]

www.waseemziyai.com

﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ﴾ (۱)

اورفرماتا ہے:عم نوالہ

﴿فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ﴾ (۲)

جوفرض ان آیات کریمہ مندرجہ بالا سے مسلمانوں پر عائد ہوتا ہے اس زمانہ میں اس کی تعمیل کس طرح ہوسکتی ہے (آپ اگر علم رکھتے ہوں تو آپ ورنہ خود گاندھی امت کے علما ولیاڈر سے دریافت فرما کر مطلع کیجیے) اگر مسلمان ان پر عمل نہ کریں اور نہ ہی عمل کرنے کے طریق کار سوچیں تو کیا وہ مسلمان رہ سکتے ہیں؟۔(ترک فرض پر مسلمان نہ رہنے کا سوال عجیب ہے) نیز یہ بھی فرمائیں کہ اس فرض کی اہمیت اسلام میں کس درجہ کی ہے؟۔

فتویٰ (استفتا) ہذا جناب کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے، اس پر غور کیجیے (اور اگر خود علم نہ رکھتے ہوں تو انہیں لیاڈر گاندھوی ملت کو دے دیجیے کہ وہ غور کریں) اور قرآن وحدیث نبوی سے اس کا شان نزول دیکھیے (یا وہ دیکھیں مگر قرآن عظیم سے شان نزول دیکھنا ہے عجیب) اور دیکھیے کہ آیا رسول اللہ صلعم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھا کیجیے، علما نے ''صلعم'' یا صرف ''ؐ'' لکھنے کو تنقیص شان رسالت اور لکھنے والے پر حکم کفر فرمایا ہے) نے ان آیات کو کیا سمجھا اور ان پر کس طور سے عمل کیا ہے، اور اس سے کیا فوائد مرتب ہوئے، کیا اب یہ آیات منسوخ ہیں (یا اب مشرک مشرک نہ رہے مسلمان ہوگئے، کیا گاندھی اور لاجپت رائے اور مدن موہن مالوی وغیرہ کافر نہیں) یا ہمارے لیے بھی کوئی مفید سبق رکھتے ہیں، اگر رکھتے ہیں تو کیا علماؤں (علما) نے ان کی تبلیغ واضح طور پر فرمادی ہے، اگر نہیں کی تو کیا اب کرنے کے لیے تیار ہیں یا نہیں، اگر اب بھی تیار نہیں تو کیا اس آیت کے تحت میں آتے ہیں یا نہیں۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ﴾ (۳)

(البیّنٰت) یوں لکھیے ن اورت کے درمیان الف نہیں ﴿والهدیٰ.....وان (وانا)﴾ یہاں کا الف (بینات) میں لکھ دیا برابر ہوگئے ﴿التواب الرحیم﴾ اگر آتے ہیں تو کیوں، اب بھی خدا کا خوف نہیں کرتے اور کیوں اپنی عاقبت کو تائب ہوکر سنوارنہیں لیتے۔ نیز یہ بھی عرض ہے کہ: اس پر بھی غور کیجیے (یا لیاڈر غور کریں) کہ ان آیات پر عمل نہ کرنے سے اسلام کو کس قدر نقصان پہونچ چکا ہے، اور اگر

---

(۱) [سورۃ التوبۃ: ۵] (۲) [سورۃ التوبۃ: ۱۲]

(۳) [سورۃ البقرۃ: ۱۵۹]

www.waseemziyai.com

آئندہ بھی عمل نہیں کیا گیا تو کس قدر نقصان پہونچے گا، خدا کے لیے ہماری اس یاددہانی سے فائدہ اٹھایئے اور خلق خدا کو راہ راست پر لایئے، ہم نے اپنا فرض ادا کردیا ہے، اور اب آپ (یا لیاڈر) اپنا فرض ادا کریں۔ جو جواب آپ یا (وہ لیاڈر) دیں اپنے ان سوالات کا ادھر سے بھی وہی جواب سمجھ لیں۔

مہربانا! بات وہی ہے کہ ہر فرض بقدر قدرت وبشرط استطاعت ہے، آیۂ مذکورہ سوال میں خود یہ شرط موجود تھی، غور فرماتے حاجت سوال نہ ہوتی۔ اگر آپ میں قوت واستطاعت ہے بسم اللہ فرمایئے، آپ کو کس نے روکا ہے۔ کرم فرما! یہ عرض محض بہ نظر خیر خواہی اسلام ومسلمین اور ابتغاء لمرضات رب العالمین وحبیبہ رحمۃ للعالمین ہے، نہ معاذ اللہ برائے رضائے کافرین، یا بخوف فاجرین۔ اور مخالفین ومعاندین کے افتراؤں بہتانوں کے جواب کو یہ قرآنی ارشاد کافی:

﴿فَنَجْعَل لَّعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ﴾ (۱) واللہ سبحانہ وتعالیٰ أعلم.

حررہ الفقیر مصطفیٰ رضا القادری النوری البریلوی
عفی عنہ المولی القوی بجاہ حبیبہ محمد المصطفیٰ النبی الامی

(۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

اس وقت کثرت سے لوگ ایسے ہیں جو امامت سے خارج ہیں کہ ان کے فعل ناجائز چشم دید مع شاہدین دکھادیے گئے۔ مگر یہ لوگ نہ امامت کرنا چھوڑتے ہیں اور نہ فعل ناجائز سے توبہ کرتے ہیں۔ تو اس پر زید ایسے اماموں کے پیچھے نماز باجماعت نہیں پڑھتا۔ تو عمر وبکر وغیرہ کہتے ہیں کہ ہم جماعت کا ثواب کیوں چھوڑیں کہ ناجائز کام کرنے والے اماموں کی کثرت ہے۔ اور زید کہتا ہے کہ یہی نہیں ہم تو ایسے خارج الشرع اماموں کے پیچھے نماز جماعت جمعہ بھی نہ پڑھیں۔ مطابق امام مقبول شرع دور ملنے پر ہم نہ جاسکیں تو ہم جمعہ کی نماز بھی ظہر کی ادا کرلیتے ہیں۔ تو کیا اس صورت میں زید گنہ گار ہوتا ہے؟ اور عمر وبکر وغیرہ کے اقوال صحیح ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ نہیں کہ امام معصوم ہو، امام فاسق معلن نہ ہو۔ فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور جمعہ کی نماز تو بے جماعت ہو ہی نہیں سکتی۔ اس کا امام اگر فاسق معلن بھی ہو اور کسی غیر فاسق کے پیچھے نماز جمعہ نہ مل سکے تو اسی فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا لازم، جمعہ کا ترک حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

---

(۱) [سورۃ آل عمران: ٦١]

www.waseemziyai.com

تحریک خلافت وگاؤکشی کا شرعی حکم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) **مسئلہ**: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ...

(۱) خلافت صحیحہ شرعیہ کس کا حق ہے؟ زید کا یہ قول کہ خلافت صحیحہ بموجب حدیث شریف صرف حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک رہی، پھر بصورت سلطنت ہوگئی۔ اب خلافت کہاں رہی، کیسا ہے؟

(۲) ترک موالات وترک معاملات میں کیا فرق ہے؟۔

(۳) کیا نان کوآپریشن شرعی ترک موالات نہیں ہے؟۔

(۴) قربانی کرنا صاحب نصاب پر واجب ہے یا نہیں؟

اگر زید عمرو سے یہ کہے کہ اس وقت تم قربانی نہ کرو، اور بلکہ یہی روپیہ کہ جس سے قربانی کروگے خلافت کمیٹی کو انگورہ فنڈ وموپلا فنڈ میں دے دو۔ دوسرے قربانی گاؤ کرنا ناجائز بھی ہے، کیوں کہ امیر افغانستان وعلما ومفتیان افغانستان نے اس پر فتویٰ دے دیا ہے کہ قربانی گاؤ ہرگز نہ کی جائے۔ قول زید شرعاً کیسا ہے؟۔ اور بموجب قول زید عمل کرنے والے کا کیا حکم ہے؟۔

(۵) کیا زکاۃ امداد ترک وموپلا وتحفظ سلطنت اسلام کے لیے دی جاسکتی ہے؟۔ بینوا بالکتاب توجروا بالثواب۔

از شاہجہاں پور مسئولہ جناب منشی مقبول خاں صاحب رضوی سلمہ (۲۸ رذی الحجۃ الحرام ۴۰ھ)

الجواب

(۱) خلافت کا مستحق وہ ہے جو ساتوں شروط خلافت کا جامع ہو یعنی مرد ہو، عاقل ہو، بالغ ہو، مسلم ہو، حر ہو، قادر ہو، قرشی ہو۔ یہ ساتوں شرطیں ایسی ضروری ہیں کہ ان میں سے اگر ایک بھی کم ہوگی خلافت صحیح نہ ہوگی۔ تمام کتب عقائد میں اس کی تصریح ہے، تبرک کے لیے امام ابوالبرکات نجم الملۃ والدین عمر نسفی اور سعادت اندوزی اور مخالف کی پوری دہن دوزی کے لیے علامہ سعد الملۃ والدین عمر تفتازانی کا ارشاد عرض کروں، وہ اپنی کتاب ''عقائد'' اور یہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

یکون من قریش ولا یجوز من غیرھم ،یعنی یشترط أن یکون الإمام

www.waseemziyai.com

قرشياً؛ لقوله عليه الصلوة والسلام: الائمة من قريش، وهذا وإن كان خبراً واحداً لكن لمارواه أبوبكر رضي الله تعالى عنه محتجاًبه على الأنصار ولم ينكره واحد فصار مجمعاً عليه ولم يخالف فيه إلاالخوارج وبعض المعتزلة ، ويشترط أن يكون من أهل الولاية المطلقة الكاملة أي مسلماً ذكراً عاقلاً بالغاً ؛[إذ ماجعل الله للكفرين على المومنين سبيلا] والعبد مشغول بخدمة المولى مستحقراً فى أعين الناس، والنساء ناقصات عقل ودين ، والصبى والمجنون قاصر ان عن تدبير الأمور والتصرف في مصالح الجمهور سائساًأي مالكا للتصرف في أمور المسلمين بقوة رأيه ورؤيته ، ومعونة بأسه وشوكته قادراً على تنفيذ الأحكام وحفظ حدود دار الإسلام وإنصاف المظلوم من الظالم ـاه(۱)

ترجمہ: امام قریش سے ہو، غیر قرشی کا امام ہونا جائز نہیں، یعنی امام کا قرشی ہونا شرط ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: الائمة من قريش ۔ سب ائمہ قریش سے ہیں۔ اور یہ اگر چہ خبر واحد ہے لیکن جب کہ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے (اس وقت جب کہ انصار ومہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں امام پر گفتگوئیں ہوئیں، فریق اول چاہتا تھا کہ امام انصار سے ہو، اور فریق دوم کی خواہش تھی کہ مہاجرین سے، آخر اول نے کہا کہ ایک امام ہمارا ہم میں سے ہو اور تمہارا تم میں سے) انصار پر حجت کے لیے روایت فرمایا، اور اس پر کسی نے انکار نہ کیا (انصار نے یہ ارشاد سرکار ابد قرار سے سنا سر اطاعت خم کیا، وہ اصرار چھوڑ دیا، اپنا دعویٰ واپس لے لیا) تو اس شرط قرشیت پر اجماع صحابہ ہوگیا، اور اس میں امت سے کوئی بھی مخالف نہ ہوا، خوارج اور چند معتزلہ نے خلاف کیا۔ اور امام کا ولایت مطلقہ کاملہ کا اہل ہونا شرط ہے، یعنی مسلمان حر، عاقل، بالغ ہو (مسلمان ہو کافر نہیں ہوسکتا) کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر کافروں کو کوئی راہ نہ دی اور (آزاد ہو غلام نہ ہو) کہ غلام (ایک تو) اپنے آقا کی خدمت میں مشغول ہوگا (دوسرے) لوگوں کی نگاہ میں حقیر۔ اور (مرد ہو) کہ عورتیں عقل ودین میں مردوں سے کم ہوتی ہیں، اور (عاقل بالغ ہو) کہ بچہ اور پاگل تدبیر امور اور تصرف فی مصالح الجمہور سے قاصر ہیں، اور یہ ہے کہ سیاست والا ہو یعنی امور مسلمین میں تصرف کا مالک ہو، تنفیذ احکام اور حفاظت دارالاسلام اور ظالم سے مظلوم کا بدلہ لینے پر قادر ہو انتہیٰ ۔ (مترجم)

---

(۱) (۱) شرح عقائد: ص: ۱۱۲ (۲) ایضاً ص: ۱۱٤)

www.waseemziyai.com

آج اس دور پرفتن میں جہاں اسلام پر اور چند در چند مصائب نازل ہیں، اختلاف وتشدد وافتراق کی گرم بازاری بھی ہے، بلکہ یہی ساری مصیبتوں کی اصل الاصول ہے۔شرط قرشیت جس پر اجماع امت ہو چکا آج اسے غیر ضروری اور بے کار ٹھہرایا جاتا، اور اجماع صحابہ واتفاق سائر ائمہ واطباق جمیع علما کو نہایت بے دردی سے توڑا جاتا ہے، باوجود تصریحات علما کہ یہ شرط قطعی اجماعی ہے مثلاً شروح مواقف ومقاصد کا ارشاد:

"وأجمعوا عليه فصار دليلاً قاطعاً يفيد اليقين باشتراط القرشية۔"

اور فقہائے کرام کا اس پر اجماع ہے، لہذا وہ قرشی ہونے کی شرط کے لیے ایسی دلیل قطعی ہوگیا جو یقین کا فائدہ دیتی ہے۔

دیکھ کر بھی رکیک وپادر ہوا اور دور از کار تاویلات سے کام نکالنا چاہا جاتا ہے، مثلاً کبھی کہا جاتا ہے کہ یہ حدیث امر نہیں خبر ہے۔جیسے: "القضاء في الأنصار". جیسے: اس سے قضا انصار ہی میں منحصر نہ ہوگی، یوں ہی اس حدیث سے خلافت قریش میں۔

فقیر عرض کرتا ہے: یہی سہی کہ امر نہیں خبر ہے، مگر کیسی خبر، ایسی خبر کہ جس کی بابت دوسری حدیث میں ارشاد ہوا:

((لايزال هذا الأمر في قريش مابقي من الناس اثنان۔))(۱)

یہ امامت قریش ہی میں رہے گی، جب تک آدمیوں میں سے دو بھی رہیں۔

کیا "القضاء فی الانصار" کے متعلق بھی کسی اور حدیث میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ قضا انصار ہی میں رہے گی جب تک ان سے دو بھی رہیں گے؟۔

کبھی کہا جاتا ہے "علما وائمہ نے سلطنتوں کے ڈر سے اس شرط کو خواہ مخواہ بڑھا رکھا ہے" قاضی عیاض سے اس کی ابتدا معلوم ہوتی ہے۔"اجماع کا ثبوت مشکل ہے، محققین اہل سنت قرشیت کی شرط سے بالکل عدول کرتے ہیں"۔مثال کے لیے امام ابوبکر باقلانی کا نام نامی بھی لے دیا جاتا ہے۔

گزارش ہے کہ اگر تمام محققین اہل سنت اس شرط سے عدول فرماتے، نہیں صرف امام ابوبکر باقلانی ہی خلاف کرتے، تو کتب عقائد میں یہ کیوں ہوتا کہ اس میں سوائے خوارج اور چند معتزلہ کے اور کسی کا خلاف نہیں۔مثلاً شرح عقائد نسفی میں ہے:

---

(۱) [صحيح مسلم: كتاب المغازي، باب الامارة، ۳/۳۱۷]

www.waseemziyai.com

"لم يخالف فيه إلا الخوارج وبعض المعتزلة۔"(۱)

اس کی مخالفت سوائے خوارج اور بعض معتزلہ کسی نے نہیں کی۔۱۲م

کیا یہ بھی سلطنتوں کے خوف سے کیا کہ امام ابوبکر باقلانی اور محققین کا خلاف چھپالیا، صرف خوارج وبعض معتزلہ کا دکھایا۔لیڈ رواللہ سے ڈرو! کیوں امام اور تمام محققین پر افترا کرتے ہو، نقض اجماع صحابہ کرام کا شنیع الزام ان کے سر دھرتے ہو۔

فرمان قرآن:

﴿إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ﴾. (۲)

جھوٹ بہتان وہی باندھتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے۔(کنزالایمان)

کی بھی خبر رکھتے ہو۔نہیں نہیں تم اور قرآنی ارشاد سے خبردار۔ایسوں سے گلہ شکوہ بے کار جن کی عمر بت پرست (گاندھی) پر نثار، ولاحول ولاقوة إلا بالله العزيز القهار.

ائمہ کرام وعلمائے اعلام پر جو کتمان حق اور مداہنت فی الدین کے دو شنیع الزام رکھے، اس کی جزا اللہ واحد قہار کے یہاں ہے:

﴿بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا﴾ (۳)

ظالموں کو کیا ہی برا بدل ملا۔

مگر اتنی گزارش ہے کہ علامہ علی قاری کس دل گردے کے تھے کہ باوجود سلطنت ترکیہ۔أيد ها الله ونصرها على أعدائها۔ میں سکونت کی پھر بھی وہی فرمایا جو اگلوں نے خلفائے عباسیہ کے ڈر سے کہہ دیا تھا۔

شرح فقہ اکبر میں فرمایا:

"يشترط أن يكون الإمام قرشياً لقوله: الأئمة من قريش . وهو حديث مشهور وليس المراد به الإمامة في الصلاة فتعينت الإمامة الكبرىٰ۔"(٤)

خلیفہ قریشی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، ((الأئمة في قريش)) یہ حدیث

---

(۱) [شرح عقائد، ص: ۱۲۲] (۲) [سورة النحل: ۱۰۵]

(۳) [سورة الكهف: ۵۰] (۵)

(٤) [شرح فقه اكبر، مطبوعه قيومى كانپور، ص ۸۱]

www.waseemziyai.com

مشہور ہے، اور اس میں نماز کی امامت بالاجماع مراد نہیں تو ضرور خلافت مراد ہے۔

"الائمة من قريش"(۱)

سب ائمہ قریش سے ہیں۔

اس میں مخالف خوارج ہیں یا چند معتزلی۔

اور حضرت محقق علامہ ابراہیم حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ کتنے جری تھے، جنہوں نے غنیۃ شرح منیہ میں جہاں کچھ ایسی ضرورت بھی نہ تھی یہ فرمایا:

"لا خليفة الآن والذي يكون بمصر فانما يكون خليفة اسماً لا معنىً لانتفاء بعض شروط الخلافة فيه على مالايخفى على من له أدنىٰ علم بشروطها۔" (۲)

آج کل کوئی خلیفہ نہیں، اور وہ جو مصر میں ہے وہ تو نام کا خلیفہ ہے۔ حقیقی نہیں کہ بعض شروط خلافت اس میں موجود نہیں، جسے شروط خلافت کا ذرا بھی علم ہو اس پر یہ ظاہر ہے۔

بہت ممکن کہ یہ سلطان سلیم عثمانی ہی کے متعلق ہو کہ ۹۲۳ھ میں مصر ان کے قبضہ میں آ گیا تھا۔ اور علامہ حلبی مذکور نے مصر ہی میں تعلیم پائی، اور وہاں مدت تک رہے، پھر قسطنطنیہ آئے اور وہیں تشریف رکھی، سلطانی جامع مسجد کے امام مقرر ہوئے اور حضرت فاضل سعدی حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دار القراءت میں مدرس رہے، اور ۹۵۶ھ میں وصال فرمایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا۔ اور اگر غنیۃ ۹۲۳ سے پیش تر کی تصنیف ہو تو اگرچہ ان سلطان سلیم کے متعلق نہ سہی دور خلفائے عباسیہ کے بعد سلطان سلیم عثمانی کے وقت تک بہت سی سلطنتیں ہوئیں، اکراد کی سلطنت ہوئی، ترکوں کی سلطنت ہوئی، جراکسہ کی سلطنت ہوئی۔ غرض جس کسی کے عہد میں غنیۃ تصنیف ہوئی ہو اس کے متعلق ہے۔ مگر تقدیر کے اچھے تھے کہ کسی نے ان سے باز پرس نہ کی۔ اور علامہ شامی نے تو غضب ہی کر دیا کہ خاص سلاطین ترک کا تغلب صراحت سے فرمایا۔

ردالمحتار میں ہے:

"قد تكون بالتغلب مع المبايعة، وهو الواقع في سلاطين الزمان۔ نصرهم الرحمن۔" (۳)

---

(۱) [كنز العمال، ۱۷/۶۶] (۲) [غنيه، ص ۵۲۸]

(۳) [ردالمحتار على الدر المختار، باب البغاة: ۴/۲۶۳ دار الكتب العلميه بيروت]

www.waseemziyai.com

اور کبھی بیعت غلبہ کے ذریعہ ہوتی ہے اور یہ واقع ہے موجودہ بادشاہوں میں، اللہ ان کی مدد فرمائے۔۱۲م

لیڈران سرشاران بادۂ گاندھویت دیکھیں کہ علما کی زبانیں اور ان کے قلم حق بولنے اور حق لکھنے سے کبھی نہیں رکتے، وہ اللہ واحد قہار اور اس کے رسول دونوں جہان کے مالک ومختار علیہ الصلوۃ والسلام کے سوا کسی سے خوف نہیں کرتے، تم بحکم "المرء یقیس علی نفسه"

ع: آدمی اپنے ہی احوال پہ کرتا ہے قیاس

انہیں اپنا سا جانتے ہو، جیسے خود خوشامد میں مسجد کانپور کو سڑک کر آئے۔ اللہ کے گھر کو رہ گزر بنا آئے۔ اے مدعیان علم وتہذیب وادب! علما کی شان میں گستاخ نہ بنو۔ انہیں اپنے جیسا قیاس نہ کرو۔ مولانا معنوی کے ارشاد:

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر — گرچہ ماند در نوشتن شیر وشیر
جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد — کم کسے زابدال حق آگاہ شد
اشقیا را دیدۂ بینا نہ بود — نیک وبد در دیدۂ شان یک نمود
ہمسری با انبیا برداشتند — اولیا را ہم چو خود پنداشتند
گفت اینک ما بشر ایشاں بشر — ما وایشاں بستۂ خوابیم وخور
ایں ندانستند ایشاں از عمی — ہست فرقے درمیاں بے منتہی

پر نظر رکھو، ائمہ کرام وعلمائے عظام کی بے ادبی کھیل نہیں۔ آدمی کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے، اور کیا سے کیا بنا دیتی ہے۔

عزیزانِ ملت! ان لیاڈر کو باوجود ادعائے سنت ودعوائے علم ومشیخت، اس قید قطعی اجماعی قرشیت کو نکالنے اور خوارج کے جال اور معتزلہ کے پھندوں میں پھنسنے کی کیا حاجت ہے، انہوں نے مسلمات اسلامیہ کے پامال کرنے میں کیا نفع سوچا ہے، اور ان کی اس بے ہودہ حرکت سے کیا فائدہ ہوسکتا ہے۔ سلطان المسلمین ترکی ـ **اللهم انصره وانصر من نصره واخذل أعدائه الكفرة الفجرة، اللهم دمر ديارهم وقصر أعمارهم وزلزل أقدامهم ولاتجعل لهم عليه وعلينا سبيلاً** ـ کی حرمت وعزت کے لیے خدمت حرمین محترمین کیا کم ہے، ان کی سلطنت علیہ کی حفاظت وحمایت کے لیے خلافت کی شرط حماقت ہے، تحفظ وامداد سلطنت اسلام کے لیے امامت کبریٰ شرط ہی کب ہے، جس کے لیے یہ لغو وفضول وبے معنی کد ہے، سلطنت اسلام تو سلطنت اسلام ہے، سلطان تو سلطان ہیں،

www.waseemziyai.com

ہر فرد مسلم پر ہر فرد مسلم کی خیر خواہی لازم ہے:

((الدین النصح لکل مسلم)) ۔(۱۰) (۱)

ہر مسلمان کے لیے دین نصیحت ہے۔

ارشاد پاک حضور پرنور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر ناطق ہے۔

هذا وإن شئت التفصيل فعليك بالكتاب الجليل (دوام العيش فی الائمة من قريش)

مزید تفصیل دیکھنے کے لیے ''دوام العیش'' کتاب کا مطالعہ کریں۔(م)

خلافت راشدہ کاملہ بے شک حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک رہی۔ عند التحقیق یہ صحیح نہیں کہ پھر خلافت ہی نہ رہی، ان کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے، اور خاندان عباسیہ تو ۹۵۰ھ تک رہی، ہاں جب سے اب تک خلافت سے دنیا خالی ہے۔ اہل حل وعقد کے نزدیک ارشاد پاک حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

''الخلافة بعدی ثلثون سنة ثم يصير بعدها ملكا عضوضاً''(۲)

میرے بعد خلافت تیس سال ہے، اس کے بعد کاٹنے والی بادشاہت میں منتقل ہو جائے گی۔

اس سے راشدہ کاملہ مراد ہے۔

شرح عقائد میں فرمایا:

''الخلافة ثلثون سنة ثم بعدها ملكا أمارة لقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم:((الخلافة بعدی ثلثون ثم يصير بعدها ملكا)) ، وقد استشهد علی رضی الله تعالىٰ عنه علی راس ثلثين سنة من وفات رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ؛ فمعاوية ومن بعده لايكونون خلفاء بل ملوكا وأمراء ، وهذا مشكل ؛لأن أهل الحل والعقد من الأمة قد كانوا متفقين على خلافة الخلفاء العباسية وبعض المروانية كعمر بن عبدالعزيز مثلاً ، ولعل المراد أن الخلافة الكاملة التي لايشوبها شيء من المخالفة وميل عن المتابعة تكون ثلثين سنة ، وبعدها قد تكون وقد لاتكون ۔والله تعالىٰ أعلم

---

(۱) [السنن لابی داؤد ،دارالاشاعت اسلامیه ۷۸، کوموٹولہ اسٹریٹ کلکة،۲/۲۷۶]

(۲) [الجامع الترمذی، کتب خانه رشیدیه جامع مسجد دهلی۔۲/۴۵]

www.waseemziyai.com

وعلمه ومجده أتم وأحكم۔(۱)

خلافت تیس سال تک ہے، پھر اس کے بعد سلطنت اور بادشاہت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کی وجہ سے ''کہ خلافت میرے بعد تیس سال تک ہے''۔ پھر اس کے بعد ایسی سلطنت ہوگی جو ایک دوسرے کو کاٹنے والی ہوگی (ظالم ہوگی)۔ اور علی شہید کیے گئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال شریف سے تیس سال کے بعد، تو حضرت معاویہ اور ان کے بعد والے خلفا نہ ہوں گے بلکہ بادشاہ اور امیر ہوں گے۔ اور یہ بات مشکل ہے، اس لیے کہ امت نبی سے ارباب حل وعقد خلفائے عباسیہ اور بعض مروانیوں کی خلافت پر متفق تھے، جیسے حضرت عمر بن عبدالعزیز، اور شاید مراد یہ ہے کہ وہ خلافت کاملہ جس کے اندر مخالفت اور پیروی سے اعراض کی آمیزش نہ ہو وہ تیس سال تک رہے گی، اور اس کے بعد کبھی ہوگی اور کبھی نہ ہوگی۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔ (مترجم)

(۲) موالات ومعاملت میں فرق عظیم وبعید ہے، موالات قطعاً یقیناً ہر کافر سے، مشرک ہو یا کتابی، ذمی ہو یا حربی، اگر حقیقیہ ہے کفر ہے، اور صور یہ ہے تو حرام ہے، جس پر کثیر آیات قرآنیہ ناطق، اور مجرد معاملت سوا مرتد کے سب سے جائز۔ والتحقيق التام في "المحجة المؤتمنة" والله تعالىٰ أعلم.

(۳) ہرگز نہیں، كماهو مذكور في رسائل أهل الحق والله تعالىٰ اعلم.

(۴) قربانی ہر آزاد مسلمان صاحب نصاب پر ایام اضحیٰ میں کسی دن کرنا واجب ہے یا سنت مؤکدہ، اس میں اختلاف ہے، ہمارے امام اعظم وامام محمد وامامین زفر وحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک واجب، اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایک روایت میں وجوب ثابت۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"من كان له سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا"(۲)

جو وسعت رکھتا ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہرگز ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔

یہی وہ حدیث ہے جس سے امام اعظم وغیرہ ائمہ مذکورین نے وجوب کا حکم فرمایا۔ اور ایک روایت میں امام محمد وامام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما، امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح اسے سنت

---

(۱) [شرح عقائد نسفی، كتب خانه رشيديه، ص ۱۰۹]

(۲) [كنز العمال: كتاب الحج والعمرة: الفصل السابع في الأضاحي والهدايا، ۵/۳۴]

www.waseemziyai.com

مؤکدہ فرماتے ہیں۔فتوی قول اول ہی پر ہے،اوروہی مختار للفتوی متون کا مسئلہ ہے۔

ہدایہ میں فرمایا:

الأضحية واجبة على كل حر مسلم مقيم موسرٍ في يوم الاضحى ، أما الوجوب فقول أبي حنيفة ومحمد وزفر والحسن وإحدى الروايتين عن أبي يوسف ــ رحمهم الله تعالىٰ ـ وعنه أنها سنة وهو قول الشافعي ، وذكر الطحطاوي أن على قول أبي حنيفة واجبة وعلى قول أبي يوسف ومحمد سنة مؤكدة ، وجه الوجوب قوله عليه السلام:من كان له سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا. ومثل هذا الوعيد لايلحق بترك غير الواجب۔ اه مختصرا(۱)

قربانی ہر آزاد مسلمان مقیم صاحب نصاب پر یوم اضحیٰ میں کرنا واجب ہے۔وجوب امام اعظم وامام محمد وامام زفر وحسن کا قول ہے۔اورایک روایت میں امام ابو یوسف سے بھی یہی ہے کہ واجب ہے۔ اوردوسری روایت میں ان سے یہ ہے کہ سنت مؤکدہ ہے،اوریہی قول امام شافعی کا ہے،اورامام طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے قول پر واجب ہے،اورامام ابو یوسف وامام محمد کے قول پر سنت مؤکدہ۔وجوب کی وجہ ارشاد پاک حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ((من كان له سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا)) ہے کہ ایسی وعید ترک غیر واجب پر نہیں فرمائی جاتی۔(مترجم)

خیر اگر سنت ہی رکھیں تو بھی ترک کرنا اور کرانا سخت گناہ،اوراصرار سے فسق اور پناہ بخدا مستحق عذاب نار ومصداق ہے اس حدیث کا:

((من ترك سنتي لم ينل شفاعتي)بريقة محمودية في شرح طريقة محمدية ـ باب:السابع والثلاثون الجزع ز ـ كوى ـ۳/۷۷) (۱۵)

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:جس نے عمداً میری سنت ترک کی وہ میری شفاعت نہ پائے گا۔(مترجم)

أعاذنا الله من تركها ورزقنا شفاعة حبيبه المصطفى عليه التحية والثناء۔

قربانی اراقۂ دم ہے،وہ روپیہ فقرا کو یا کمیٹیوں وغیرہ میں دینے سے ادا نہ ہوگی۔

درمختار میں ہے:

---

(۱) [كنز العمال:كتاب الحج والعمرة:الفصل السابع في الأضاحي والهدايا،۵/۳۴]

www.waseemziyai.com

فتجب التضحية أي: إراقة الدم من النعم عملاً لا اعتقاداً۔(۱)

واجب ہے قربانی کرنا یعنی جانور کا خون بہانا عملاً نہ کہ اعتقاداً۔۱۲م

یہاں تک کہ اگر قربانی کا جانور بے ذبح کیے تصدق کر دیا قربانی ادا نہ ہوئی، واجب ذمہ پر رہا۔ اور اگر ذبح کر کے سب اپنے صرف میں لے آیا فقرا کو کچھ نہ دیا قربانی ہوگئی، واجب سر سے اتر گیا۔ ہاں مستحب یہ ہے کہ بعد ذبح اس کا گوشت فقرا کو دے دے۔

ردالمحتار میں ہے:

"والدليل على أنها الإراقة لو تصدق الحيوان لم يجز والتصدق بلحمها بعد الذبح مستحب وليس بواجب۔(۲)

دلیل خون بہانے کے وجوب پر یہ ہے کہ اگر صدقہ کیا زندہ جانور قربانی کے بدلے میں تو واجب ادا نہ ہوگا۔ لیکن صدقہ کرنا گوشت کا بعد ذبح مستحب ہے۔۱۲م

زید پر توبہ فرض ہے، اس نے اپنے اس قول میں کہ تم قربانی نہ کرو بلکہ یہی روپیہ جس سے قربانی کرو گے خلافت کمیٹی کو انگورہ فنڈ اور موپلا فنڈ میں دے دو۔ دوسرے قربانی گاؤ کرنا ناجائز ہے۔ چار گناہ عظیم کیے ہیں۔(۱) نہی عن المعروف (۲) امر منکر (۳و۴) بے علم کے فتویٰ دیا، نئی شریعت گڑھی اور شرع مقدس پر افترا کیا، اور بحکم حدیث لعنت ملائکہ سموات وارض کو اوڑھا۔

کہ حدیث میں فرمایا:

((من أفتى بغير علمٍ لعنته ملئكة السماء والأرض))(۳)

رواه ابن عساكر عن أمير المؤمنين علي رضى الله تعالىٰ عنه۔

جو بغیر علم کے فتویٰ دے اس پر آسمان کے تمام فرشتوں کی لعنت ہے۔

اس کو روایت کیا ابن عساکر نے حضرت علی سے۔۱۲م

دلیل ملاحظہ ہو کتنی معقول ہے کہ "کیوں کہ امیر افغانستان وعلما ومفتیان افغانستان نے اس پر فتویٰ دے دیا ہے کہ قربانی گاؤ ہرگز نہ کی جائے" اولاً وہ جو امیر صاحب کی طرف منسوب اشتہار شاہجہاں

---

(۱) [درمختار كتاب الأضحية، ۹/ ۳۸۰]

(۲) [رد المحتار كتاب الأضحية، ۹: ۳۸۰]

(۳) [كنزالعمال كتاب العلم، باب الثاني في افات العلم: ۹ ۱۰ ۸٤]

www.waseemziyai.com

پور کے کسی ہندو نے طبع کرایا ہے، وہ ہرگز امیر صاحب کا نہیں، ان پر اور وہاں کے علما پر محض افترا اور عظیم بہتان ہے۔

جب کہ قرآن عظیم میں صاف ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً﴾(۱)

بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم گائے ذبح کرو۔

اس سے عامہ مسلمین آگاہ ہیں، کوئی ایسا ہی جاہل ہوگا جسے اس کا علم نہ ہوگا، پھر سنت سے ثابت کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قربانی گاؤ فرمائی۔ تو ایک ایسے امر کو جو قرآن سے ثابت، حدیث سے ثابت، جائز ہی نہیں بلکہ مسنون، اسے امیر صاحب ۔أیدھم اللہ ونصرھم۔ اور علما کیسے ناجائز فرما سکتے ہیں

ثانیاً: بفرض غلط وہ امیر صاحب ہی کا سہی جب بھی حجت شرعیہ نہیں، ما احل اللہ کے حرام کر دینے اور اسے ناجائز قرار دینے کا کسی کو اختیار نہیں، جو اللہ و رسول ۔ جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حلال فرمایا وہ حلال ہے، اور جسے انہوں نے حرام فرمایا وہ حرام ہے۔ قول زید بدتر از بول ہے، اور اس پر عمل حرام حرام حرام، قربانی گاؤ شعائر اللہ سے ہے۔

قال تعالیٰ:

﴿وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُم مِّن شَعَائِرِ اللَّهِ﴾(۲۰)(۲)

اور قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں سے کیے۔ (کنز الایمان)

مسلمانوں پر اس کا کرنا اور جاری رکھنا واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) ادائے زکاۃ کا رکن تملیک فقیر ہے، بے فقیر کو دیے ادا نہ ہوگی۔

درمختار میں ہے:

"لایصرف إلی مسجد لعدم التملیك وھو الرکن۔(۳)

زر زکاۃ مسجد میں نہ صرف کیا جائے گا کہ تملیک فقیر نہیں، اور وہ رکن ہے۔

---

(۱) [سورۃ البقرۃ:۶۷](۱۹) (۲) [سورۃ الحج:۳۶]

(۳) [الدر المختار، کتاب الزکاۃ باب المصرف، ۲۶۳/۳]

www.waseemziyai.com

ترکوں، موپلوں میں جو فقرا اور کسی کو زکوۃ کا روپیہ دیا جائے کہ وہ انہیں ان کی طرف سے دے دے یوں زکاۃ ادا ہو جائے گی۔ خلافت کمیٹیوں یا موپلا فنڈ میں دینے سے اس کے یقین کا کوئی ذریعہ نہیں کہ وہ زر زکاۃ فقرا کو پہنچا کہ روپیہ یہاں بھی صرف ہوتا ہے بلکہ بہت زیادہ وہی ہے جو یہاں رہ جاتا ہے۔ ایسی حالت میں یہ کیوں کر یقین کیا جا سکتا ہے کہ زکاۃ کا روپیہ جو حق فقرا کا تھا وہ انہیں پہنچ بھی گیا، اور جب یہ یقین نہیں تو ادائے زکوۃ کا حکم کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حررہ الفقیر عبدہ المذنب مصطفیٰ رضا القادری النوری غفرلہ ۲۸/ ذی الحجہ ۱۳۴۰ھ

تصدیقات علمائے کرام ومفتیان عظام

(۱) الأجوبة كلها صحيحة والله تعالىٰ أعلم۔
فقیر ابو العلا محمد امجد علی اعظمی عفی عنہ

(۲) صح الجواب والله تعالىٰ أعلم بالصواب
فقیر عبد الرحمٰن عفی عنہ

(۳) أصاب من أجاب۔
فقیر حسنین رضا قادری نوری بریلوی

(٤) صح الجواب والله تعالىٰ أعلم بالصواب
محمد خشمت علی بریلوی غفرلہ

(٥) الأجوبة كلها صحيحة۔
فقیر عبید الرضا محمد حشمت علی قادری رضوی لکھنوی غفرلہ القوی

(٦) بسم الله الرحمن الرحيم
الجواب صواب والمجيب مثاب والله تعالىٰ أعلم بالصواب۔
فقیر اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی مارہروی عفی عنہ، بقلمہ

(۷) الأجوبة كلها صحيحة ومجيبها مصيب۔
فقیر عبید الرضا محمد طاہر الرضوی السہسرامی غفرلہ اللہ الصمد

(۸) هذه الجوابات كلها صحيحة ومجيبها مصيب۔
حررہ العبد الفقیر ابو السراج عبد الحق رضوی عفی عنہ

www.waseemziyai.com

تلمیذ مولانا ابوالفضل مولانا المولوی محمد وصی احمد غفرلہ اللہ العلی

(۹) فی الواقع مسائل مستفسرہ میں حضرت فاضل جلیل عالم نبیل مدظلہم العالی نے جو تحقیق انیق فرمائی ہے، وہ تمام ان بحثوں کو ختم کرتی ہے جن پر دور حاضرہ میں تلاطم مچا ہوا ہے، جوابات صحیح وصواب ہیں۔ فللّٰہ در المجیب.

فقط فقیر محمد اسماعیل غفرلہ تلہری طبیب ریاست بہاول پور

(۱۰) جوابات صحیح ہیں۔ عمر نعیمی

(۱۱) ۷۸۶.

جزی اللہ القریب المجیب الفاضل اللبیب خیر الجزاء و یثیب فإنه أجاد فیما أفاد و أصاب فیما أراد، و الله سبحانه أعلم و علمه عزاسمه أتقن و أحکم۔

کتبه

العبد المعتصم بحبل الله المتین

محمد نعیم الدین

عفا عنه المعین

(۱۲) باسمه سبحانه عزوجل

حامداً و مصلیاً و مسلماً

لنا ماعلیه رضا المصطفی طریق الرشاد منال المنی

لقد فاز من اقتفی إثره نجی و اهتدی من به اقتدی

ارشاد الٰہی جل وعلا۔ آیت:

﴿ وأعدوا لهم ما استطعتم ﴾(۱)

کے متعلق لاہور سے وارد شدہ ایک استفسار کے جواب میں: أکمل الفضلاء أفضل الکملاء. أجل العلماء الأذکیاء النبلاء جان قبلہ جانم شاہزادہ والاشان عزیز سعید مکرم فاضل محترم حضرت مولانا مولوی مفتی شاہ محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب ۔لازال ۔جلائل المفاخرة المعالی والمواهب۔ کا لکھا ہوا قابلانہ فاضلانہ محققانہ شان دار مبرہن فتویٰ مسمی به "طرق الهدیٰ والارشاد"

---

(۱) [سورة الأنفال: ٦٠]

www.waseemziyai.com

جس میں ماشاء اللہ تعالیٰ انحلال عقدہ سوال ووضوح حق وظہور حکم شرعی کے ساتھ ساتھ علی رغم زعم ملزاعم استفتاوخط بذیل استفتا کے موہانہ تحکم اور مزخرفانہ ادعا کے ہر ہر ادا کی پوری پوری ناز برداری بھی ہوتی گئی ہے، ہمارے پاس آیا اور اس تحریر فیض تنویر کے مطالعے سے ہم مشرف ہوئے۔

ہم شہادت دیتے ہیں کہ مجیب فاضل لبیب کا تحریر فرمودہ یہ جواب بتائیدہ تعالیٰ نہایت صحیح اور عین صواب مطابق مراد ومنشائے سنت وکتاب ہے۔ ولله دره وعلى الله أجره ۔ وصلى الله تعالىٰ على سيد المرسلين محمد وعلى آله وصحبه وبارك وسلم ۔

فقیر محمد عبد السلام ضیاء صدیقی رضوی
جبل پوری کان اللہ تعالیٰ لہ

(۱۳) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلى على حبيبه النبي الكريم ، إن ماقال المجيب الفاضل بن الفاضل قد آتى بالحق فيه الصواب الكامل، إني قد تشرفت بمطالعة هذه الرسالة الجليلة المباركة التي ألفها سيدنا الفاضل العلامة الكامل الفهامة اللبيب اللوذعي الفطين ۔مولانا المفتى الشاه مصطفىٰ رضاخان أدام الله تعالىٰ ظلاله وأسبغ عليه وعلينا معه نعمه وأفضاله فوجد تهامتمة بالحجة ومتبينة بالكتاب والسنة ۔وأسأل الله تعالىٰ أن يجعلها كلها طرق الهدى والإرشاد للامة ۔ والله تعالىٰ أعلم وعلمه عز مجده أتم وأحكم۔

کتبہ

فقیر عبد الباقی محمد برہان الحق
القادری الرضوی الجبلفوری غفرله

www.waseemziyai.com

رد غیر مقلدین

شفاء العي

في

سوال بمبئي

www.waseemziyai.com

اصول شرع چار ہیں

(۱) مسئلہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ...

بھمڑی کی جامع مسجد کا مقدمہ علما سے ضروری استفسار، حضرات مقلدین اہل سنت سے بھمڑی کی جامع مسجد کے مقدمہ کے متعلق ایک ضروری استفسار، ایک ایسی جماعت نے جو اس کی قائل ہے ''کہ دین کا معاملہ اس دن سے پیچیدہ اور مشکل ہوگیا جب سے علما نے طریقۂ نبوی یعنی عملی تعلیم سے روگردانی کی، اور کتب فقہ کے مجادلات اور قیل وقال کو اپنا شیوہ بنالیا، پھر ستم یہ کیا کہ مخلوق خدا کو مجبور کرنے لگے کہ دین کو ان کتابوں سے حاصل کریں، قیود وشرائط رموز پر کاربند ہوں جو انہوں نے اپنی عقل ورائے سے قرار دے رکھے ہیں، بے شمار قیدیں اور شرطیں ہیں، انسان دیکھتے ہی گھبرا جاتا ہے، اور کسی طرح نہیں سمجھتا کہ ان میں حق کتنا ہے اور باطل کتنا، علاوہ ازیں ان کتابوں میں طرح طرح کے ایسے مسائل موجود ہیں جو کبھی واقع نہیں ہوتے، محض فرض وتخمین کی پیداوار اور ذہن ودماغ کے اختراع ہیں، ان سے کوئی علم بھی حاصل نہیں ہوتا، البتہ دماغ پریشان اور فکر پراگندہ ہوتی ہے، اور سب سے بڑی یہ بات ہے کہ وہ نہ تو خدا کے احکام ہیں، اور نہ ان پر کاربند ہونے کا اس نے حکم دیا ہے۔ کوئی مضائقہ نہیں کہ یہ کتابیں کتب خانوں میں بطور تاریخی یادگاروں کے محفوظ رکھی جائیں، یہ تو کسی حال میں بھی درست نہیں کہ ہم ان کتابوں کو مقدس مان کر ان کی عبادت شروع کردیں، ان کی سطر سطر کو وحی سمجھیں اور اختلاف کو ناقابل معافی گناہ سمجھیں۔ علما نے تقلید کو شیوہ بنالیا ہے، پھر ستم یہ کہ تمام مسلمانوں پر ان کتابوں کے اتباع اور ان کے مصنفین کی تقلید ضروری ٹھہراتے ہیں، اگر کوئی روگردانی کرے اور کہے کہ میرے لیے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کفایت کرتی ہے، تو اس پر زندیقیت اور خروج عن الملت کا فتویٰ لگادیتے ہیں''۔ مولوی محمد

ابراہیم صاحب پیش امام مسجد کھڑک سے تھانہ کے کورٹ میں سوال کرایا کہ صرف قرآن وحدیث پر چلنے والا آدمی مسلمان ہے یا نہیں؟ مولوی صاحب موصوف نے جواب دیا کہ: ''صرف قرآن وحدیث پر چلنے والا آدمی کامل مسلمان نہیں ہوتا، اسلام کی تمام ضروری باتیں قرآن وحدیث میں تفصیلاً نہیں ہیں، ان میں سے اکثر پائی جاتی ہیں، مسلمانوں کو ائمہ اربعہ کی تقلید کی ضرورت ہے جو ان کی تقلید نہ کرے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے سنی نہیں''۔

آیا یہ جواب مولوی صاحب موصوف کا صحیح ودرست ہے یا خلاف دین وملت؟ اور کیا تمام آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ پر کسی کو عمل ممکن ہے؟ اور کیا اجماع امت اور قیاس مجتہدین اصول مذہب ودین سے نہیں ہیں؟ اگر ہیں تو ان منکرین کا کیا حکم ہے، اور کیا بغیر کتب فقہ کے احکام کی تعمیل کے کسی کا اسلام کامل ہوسکتا ہے؟ اور جماعت مذکورۂ بالا اور جو کہ اپنے کو اہل قرآن واہل حدیث کہتے ہیں اہل سنت وجماعت سے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

از بمبئی بھوساری محلہ چراغ انور ہوٹل مرسلہ منشی مصطفیٰ خاں قادری برکاتی

الجواب

اصول شرع چار ہیں۔ کتاب اللہ۔ سنت رسول اللہ (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم) اجماع امت۔ قیاس۔ اصل من کل وجہ اور اصل اصول کتاب اللہ ہے۔ اور اصلیں ایک جہت سے اصل ہیں دوسری جہت سے فرع۔ جس طرح سنت کو مخالف بھی اصل مانتا ہے، مگر اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ وہ فرع کتاب اللہ ہے۔ یوں ہی اجماع امت وقیاس ہمارے نزدیک اصل بھی ہیں اور فرع بھی۔ بے شک جو ان اصول اربعہ سے کتاب یا سنت یا اجماع امت کا منکر ہو وہ خارج از اسلام ہے اور قیاس کے منکر کی تکفیر کی گئی ہے۔ سنت کتاب اللہ سے ثابت اور اجماع وقیاس کتاب وسنت دونوں سے۔ تو جو ان تین سے کسی کا منکر ہے وہ اصل کتاب ہی کا دراصل منکر ہے۔ اور جو ان میں سے بعض پر چلے اور بعض پر نہ چلے اس کے دین میں ضرور نقصان ہے۔

مولوی ابراہیم صاحب کا مطلب درست ہے مگر الفاظ برے ہیں کہ صرف قرآن وحدیث پر چلنے والا کامل مسلمان نہیں ہوتا، جس نے وہ سوال کیا تھا اس سے پوچھا ہوتا:

﴿ مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِن شَيْءٍ ﴾(۱)

---

(۱) [سورة الأنعام: ۳۸]

www.waseemziyai.com

ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا۔

جب کہ مسلمانوں کا یہ ایمان ہے، صرف قرآن پر چلنے والا مسلمان ہے یا نہیں، جو جواب وہ اس کا دیتا وہی جواب اپنے سوال کا سمجھ لیتا، قرآن وحدیث پر چلنے والا مسلمان ہے تو چاروں اصول کو مانتا ہے۔ جو چار اصول نہیں مانتا وہ قرآن وحدیث کا نام ہی لیتا ہے درحقیقت وہ قرآن وحدیث پر چلتا ہی نہیں۔ اگر قرآن وحدیث پر چلتا تو ہرگز اجماع امت وقیاس کا منکر نہ ہوتا ضرور ان پر چلتا۔ جیسے صرف قرآن پر چلنے کے مدعی اہل قرآن اور اپنے آپ کو اہل حدیث کہنے والے، حدیث کے منکر، ہرگز قرآن پر نہیں چلتے۔ کہ:

﴿وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾(۱)

جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

اور: ﴿فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾(۲)

اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔

اور: ﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾(۳)

تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کرے اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائے۔

اور: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾(۱)

بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل۔

اور: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾(۱)

تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔

اور: ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾(۱)

اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ

---

(۱) [سورة الحشر:۷] (۲) [سورة النحل:۴۳]

(۳) [سورة التوبة:۱۲۲] (۴) [سورة البقرة:۱۴۳]

(۵) [سورة آل عمران:۱۱۰] (۶) [سورة النساء:۱۱۵]

www.waseemziyai.com

چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے، اور کیا ہی بری جگہ پلٹ نے کی۔

اور: ﴿فَاعْتَبِرُوْا يٰأُولِي الْأَبْصَارِ﴾ (۱)

﴿أَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُوْلِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (۲)

﴿الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهُ مَكْتُوْباً عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَالْإِنْجِيْلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ آمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْ أُنْزِلَ مَعَهٗ أُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (۳)

تو عبرت لو اے نگاہ والو اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اطاعت کرو اپنے اولی الامر (علما) کی وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے، اپنے پاس توریت اور انجیل میں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس رسول کے ساتھ اترا وہی بامراد ہوئے۔

ان آیات کریمہ کو پس پشت ڈالتے ہیں۔

یوں ہی یہ حدیث پر چلنے کے مدعی، اہل حدیث بننے والے، اگلی دو آیتوں کے سوا آیتوں اور حدیث:

((إن الله لا يجمع أمتي على ضلالة. ويد الله على الجماعة. ومن شذ شذ في النار)) (٤)

بے شک اللہ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا، اور اللہ تعالیٰ کا دست قدرت جماعت پر ہے لہذا جو جماعت سے الگ ہوا وہ جہنمی ہے۔ (مترجم)

اور حدیث: ((سألوا إذ لم يعلموا فإنما شفاالعي السوال)) (٥)

جب تم کو معلوم نہ ہو تو پوچھ لو، بے شک جہالت کا علاج سوال ہے۔ (مترجم)

اور حدیث: ((نضر الله عبداً سمع مقالتي فحفظها وعاها وأداها فرب حامل فقه

---

(۱) [سورة الحشر: ۲] (۲) [سورة النساء: ۵۹]

(۳) [سورة الأعراف: ۱۵۷]

(٤) [مشكاة المصابيح كتاب الإيمان باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ۱/ ۳۰]

(٥) [مشكاة المصابيح، كتاب الطهارة باب التيمم: ۱/ ۵۵]

www.waseemziyai.com

غير فقيه ورب حامل فقه إلى من هو أفقه نه))(١)

اللہ تعالیٰ اس شخص کے چہرے کو سرسبز وشاداب فرماتا ہے: جس نے میری بات، حدیث سنی اور اسے یاد کر کے محفوظ کرلیا اور دوسروں تک پہونچایا، بسا اوقات فقہ کا عالم، مسائل فقہیہ اپنے سے برتر تک پہنچاتا ہے۔(مترجم)

اور حدیث معروف ومشہور حضرت سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

((حين بعثه النبي(عليه الصلاة والسلام)إلى ليمن قال: كيف تقضي إذ عرض لك قضأ؟ فقال: أقضي بكتاب الله، فقال: فإن لم تجد في كتاب الله؟ قال: بسنة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، قال: فإن لم تجد في سنة رسول الله، قال: اجتهد برائي، فقال عليه السلام: الحمد لله الذي وفق رسول رسول الله بما يرضى به رسول الله))(٢)

حضرت معاذ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: جب انہیں یمن کا قاضی بنا کر بھیجا، اے معاذ جب تمہیں کوئی مسئلہ پیش آئے گا تو کس طرح فیصلہ کروگے، تو انھوں نے عرض کی میں کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا، تو آپ نے فرمایا: اگر کتاب اللہ میں وہ مسئلہ نہ ملا تو کیا کروگے اس پر معاذ نے جواب دیا کہ سنت رسول پر فیصلہ کروں گا، پھر آپ نے فرمایا: خدا کا شکر ہے جس نے رسول خدا کے قاصد کو اس چیز کی توفیق بخشی، جس سے اللہ کا رسول راضی ہے۔(مترجم)

اور حدیث:((إنما نزل كتاب الله يصدق بعضه عضاً فلا تكذبوا بعضه ببعض فما علمتم منه فقولوا وماجهلتم فكلوه إلى عالمه))(٣)

بے شک قرآن کریم اس طرح نازل ہوا کہ اس کا بعض بعض کی تصدیق کرتا ہے، لہذا بعض کو بعض نہ جھٹلائے، تو تم کو جو کچھ معلوم ہو وہ کہو، اور جس سے ناواقف ہو اسے جان کار (عالم) کے حوالے کردو۔(مترجم)

اور حدیث:((أنزل القرآن على سبعة أحرف لكل آية منها ظهر وبطن ولكل حدمطلع)(٤)

---

(١) [مشكاة المصابيح: كتاب العلم: ١/٣٥]

(٢) [مسند الامام احمد بن حنبل، حديث: ٢٢٤٥١.٧/٣٧٤]

(٣) [مشكاة المصابيح. كتاب العلم: ١/٣٥]

(٤) [مشكاة المصابيح، كتاب العلم: ٣٥]

www.waseemziyai.com

قرآن کریم سات زبانوں پر نازل ہوا، اس کی ہر آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن، اور ہر ایک کی ایک متعین حد ہے۔ (مترجم)

اور حدیث: ((العلم ثلثة آية محكمة أو سنة قائمة أو فريضة عادلة وما كان سواى ذلك فهوفضل))(۱)

علم تین طرح کا ہے (علم کی تین قسمیں ہیں) محکم آیت، اور سنت رسول، اور فریضۂ عادلہ، اور ان کے علاوہ جو کچھ ہے زائد ہے۔ (مترجم)

وغیرہ سے منہ پھیرتے ہیں۔

جیسے غیر مقلدوں کے نزدیک بھی، وہ اہل قرآن بننے والے حدیث کا انکار کرنے والے ہرگز مسلمان نہیں۔ کامل الایمان ہونا تو بڑی بات ہے۔ یوں ہی اہل سنت کے نزدیک اجماع امت کا منکر نیز قیاس کا۔

ہاں ہاں قرآن نے فرمایا:

﴿أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلَامَ دِيناً﴾(۲)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا۔

ہاں ہاں اس نے ارشاد کیا:

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَاناً لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾(۳)

ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

ہاں ہاں اس کا ارشاد ہے:

﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ﴾(۴)

ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا۔

اور بے شک بے شک لاریب اس کا ہر ارشاد حق ہے۔ جیسے اہل قرآن بننے والے اہل حدیث

---

(۱) [مشكاة المصابيح. كتاب العلم: ۳۵]

(۲) [سورة المائدة: ۳]

(۳) [سورة النحل: ۸۹]

(۴) [سورة الأنعام: ۳۸]

www.waseemziyai.com

بننے والوں کے نزدیک بھی اس آیت کو وہ اپنے مذہب کی دستاویز نہیں بنا سکتے، نہ اس ارشاد سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سند ٹھہرا سکتے ہیں، یہ جوانہوں نے فرمایا: حسبنا کتاب اللہ . یوں ہی غیر مقلد، اپنے آپ کو اہل حدیث کہنے والے کو حلال نہیں کہ وہ قرآن وحدیث پر اقتصار کرے، اور اجماع وقیاس کا انکار۔

بلاشک وارتیاب ضرور ضرور قرآن وحدیث میں سب کچھ ہے، مگر کس کے لیے جو آنکھیں رکھتا ہو، جس کی آنکھ میں جتنی قوت ہے وہ اتنا دیکھتا ہے۔ یوں تو صرف قرآن عظیم ہی میں سب کچھ ہے:

﴿وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾(۱)

نہ کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔

اور: ﴿كُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُسْتَطَرٍ﴾(۲)

ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

اور: ﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ﴾(۳)

ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا۔

اور: ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾(۴)

ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

وغیرہا آیات خود اس کے ارشادات ہیں۔ من وتو اور ہر کہہ ومہ کے لیے تو یہ نہیں۔ قرآن جن پر نازل ہوا ان کے لیے ہر شی کا روشن بیان ہے۔ خود امت کے لیے نہیں۔ امت سے تو جس کو جتنا مبین قرآن علیہ الصلاۃ والسلام نے سکھا دیا اسے اتنا علم ہوا۔

خود قرآن کا ارشاد ہے:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾(۵)

اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اتاری کہ تم لوگوں سے بیان کردو جو ان کی طرف اترا اور کہیں وہ دھیان کریں۔

---

(۱) [سورة الأنعام: ۸۹] (۲) [سورة القمر: ۵۳]

(۳) [سورة الأنعام: ۳۸] (۴) [سورة النحل: ۸۹]

(۵) [سورة النحل: ٤٤]

www.waseemziyai.com

فقہ،قرآن وحدیث سے الگ کوئی چیز نہیں،شرح وتفسیر حدیث وقرآن ہے۔انہیں کا روشن بیان ہے۔فقہ عطر مجموعہ سنّت رسول وکتاب مجید فرقان ہے۔فقہ مجمل کی تفصیل ہے۔فقہ دینی تیسیر وتسہیل ہے۔فقہ راہ حسن وصواب وہدیٰ پر دلیل ہے۔فقہ رحمت رب جمیل ہے۔تفقہ واجتہاد جہاد اعظم واکبر ہے۔تقلید ائمہ مجتہدین فرض شرع مطہر ہے۔قرآن اس کا گواہ،حدیث اس کی شاہد،ساری امت مرحومہ اس کی قابل،اس کی قائل،اس کی فاعل،اس پر عامل۔

جس روز قرآن کا ارشاد نازل ہوا کہ:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾(۱)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کردیا۔

معلوم ہوگیا کہ بفضل اللہ تعالیٰ ہمارا دین کامل ہوگیا۔مگر جس طرح غیر مقلد کے نزدیک بھی بغیر حدیث کے کامل دین پر عمل ممکن نہیں جب تک مبین قرآن مبین بیان نہ فرمائیں،اور مطالب قرآنیہ کا ایضاح نہ کردیں۔ ناسخ منسوخ۔عام وخاص۔فرض وندب۔اباحت وارشاد وغیرہ کی وضاحت نہ فرمادیں۔بہاں تک بعض الفاظ شریفہ سے کیا مراد،یہ نہ بتادیں قرآن پر عمل ناممکن۔

جو کتاب جس موضوع کی ہو اس کے متعلق اس میں سب کچھ ہوتا ہے۔مگر جب تک استاذ پڑھاتا نہیں،مطلب سمجھاتا نہیں،شاگرد نہیں جانتا،تلمیذ نہیں سمجھتا۔کتاب کامل ہے،جس موضوع پر لکھی گئی اس پر پوری کامل بحث اس میں موجود ہے۔مگر یہ اس کمال سے منتفع ومتمتع نہیں ہوسکتا،جب تک بتانے والا بتائے نہیں۔یا کتاب اندھیرے میں رکھی ہو روشنی نہ ہو تو اگرچہ وہ کامل ہو مگر دیکھنے والا اسے بے روشنی نہیں دیکھ سکتا۔

یہی ہے وہ جو قرآن نے فرمایا:

﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ﴾(۲)

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

اسی لیے فرماتے ہیں حضور علیہ الصلاۃ والسلام:

((عن المقداد رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ۔ألا إني أوتيت القرآن ومثله معه، ألا يوشك رجل شبعان علىٰ أريكته يقول: عليكم بهذا القرآن، فما وجدتم فيه من حلال

---

(۱) [سورة المائدة:۳] (۲) [سورة المائدة:۱۵]

www.waseemziyai.com

فاحلوه، وما وجدتم فيه من حرام فحرموه، وإن ما حرم رسول الله كما حرم الله ، ألا لا يحل لكم الحمار الأهلي، ولا كل ذي ناب من السباع، ولا لقطة معاهد إلا أن يستغني عنها صاحبها، ومن نزل بقوم فعليهم أن يقروه، فإن لم يقروه فله أن يعقبهم بمثل قراه))(۱)

حضرت مقدام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار فرماتے ہیں: کہ مجھے قرآن کے ساتھ اسی کا مثل دیا گیا (حدیث عطا ہوئی) سنو قریب ہے کہ کوئی آسودہ حال، کہے کہ تم قرآن کریم کو اپنائے رہو جو کچھ اس میں حلال پاؤ اسے حلال جانو اور جو کچھ اس میں حرام پاؤ اسے حرام جانو، بلا شبہ رسول کی حرام کی ہوئی شی، رب تعالیٰ کے حرام کردہ کے مانند ہے۔ سنو اور تمہارے لیے حرام کرتے ہیں پالتو گدھا، ذی ناب درندہ اور ذمی کا لقطہ مگر یہ کہ مال والا اس سے بے نیازی ظاہر کردے، اور جو کسی قوم کے پاس بطور مہمان جائے تو ان پر ضروری ہے کہ اس کی مہمان نوازی کریں اور وہ اس کی میزبانی قبول نہ کریں۔ تو اسے حق حاصل ہے کہ وہ اپنی مہمانی کے برابر حاصل کرلے۔ (مترجم)

ایک اور حدیث ہے:

((عن الحسن بن جابر قال: قال رسول صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: يوشك أن يقعد الرجل منكم علىٰ أريكته يحدث بحديثي فيقول: بيني وبينكم كتاب الله، فما وجدنا فيه حلالاً استحللناه، وما وجدنا فيه حراماً حرمناه، وإنما حرم رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كما حرم الله عزوجل))(۲)

حسن بن جابر سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریب ہے کہ تم میں کوئی شخص صوفے پر بیٹھا ہو (آسودہ حال ہو) جب اس سے میری حدیث بیان کی جائے تو کہے، ہمارے تمہارے درمیان میں قرآن کریم ہے لہذا جس چیز کو ہم اس میں حلال پائیں گے اس کو حلال مانیں گے، اور جو اس میں حرام پائیں گے اسے حرام رکھیں گے، بے شک جسے رسول خدا حرام فرمادیں وہ رب تعالیٰ کے حرام کیے ہوئے کے مساوی ہے۔ (مترجم)

ایک اور حدیث ہے:

---

(۱) [مشكاة المصابيح كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ۱/۲۹]

(۲) [المستدرك للحاكم كتاب العلم: ۱/۱۹۲]

www.waseemziyai.com

((عن أبي رافع رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: لا الفين أحدكم متكئاً على أريكته يأتيه الأمر من أمري مما أمرت به أو نهيت فيقول: لا أدري ما وجدنا في كتاب الله اتبعناه))(۱)

حضرت ابورافع سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ میں تم میں سے کسی آسودہ حال شخص کو نہ پاؤں کہ جس کو میرا حکم امر و نہی کی صورت میں پہونچے، تو کہے، ہمیں نہیں معلوم، جو کچھ ہم کو قرآن کریم میں ملا ہم نے اسی کو مان لیا۔ (مترجم)

ایک اور حدیث ہے:

((عن العرباض بن سارية رضي الله تعالى عنه قال: قام فينا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: أيحسب أحدكم متكئاً على أريكته يظن أن الله (تعالى) لم يحرم إلا ما في هذا القرآن، ألا وإني والله قد أمرت ووعظت ونهيت عن أشياء أنها لمثل القرآن أو أكثر، وإن الله لم يحل أن تدخلوا بيوت أهل الكتاب إلا بإذن، ولا ضرب نسائهم ولا أكل ثمارهم إذا أعطوكم الذي عليهم))(۲)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ سرکار ہمارے درمیان جلوہ گر ہوے اور فرمایا: کیا تم میں سے کوئی آسودہ حال (صوفے پر ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا) شخص یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف وہی چیزیں حرام فرمائی ہیں جو اس قرآن میں موجود ہیں، خبردار! میں نے کچھ احکام دیے ہیں اور نصیحتیں فرمائی ہیں اور کچھ چیزوں سے منع فرمایا ہے، بے شک وہ حکم میں قرآن کی طرح ہیں بلکہ وہ تعداد میں اس سے بھی زیادہ ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہونے سے منع فرمایا ہے، اسی طرح ان کی عورتوں کو مارنے سے منع فرمایا اور ان کے میوہ جات کھانے سے بھی جب کہ وہ اپنا جزیہ ادا کردیں۔ (مترجم)

یوں ہی جب تک ائمہ مجتہدین، علماے دین متین جب تک بہ نظر غور و تامل قرآن و حدیث کو دیکھ کر ہمیں ان کے مطالب سے آگاہ نہ فرمادیں، ناسخ منسوخ وغیرہ نہ بتادیں، کلیات سے نئے نئے حوادث و جزئیات کا حکم استنباط کر کے نہ سمجھادیں اس وقت تک عامۃ الناس کو دین کامل پر کامل عمل ممکن نہیں۔ جیسے

---

(۱) [مشكاة المصابيح كتاب الايمان باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ۱/۲۹]

(۲) [مشكاة المصابيح: كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ۲۹]

www.waseemziyai.com

سنت حضرت سرکار رسالت وصحابۂ کرام علیہم ثم علیہم الصلاۃ والسلام سے دین کی تکمیل غیر مقلدین بھی مانتے ہیں۔ یوں ہی اہل سنت نائبان حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ائمہ کرام علماے اعلام کے بیان ،ایضاح مطالب کتاب وسنت سے۔ان کے ارشادات کوئی اور چیز نہیں، مجمل کی تفصیل، کلیات سے احکام جزئیہ کی تشکیل ہیں، جس طرح سنت کوئی دوسری چیز نہیں، کتاب اللہ کی تفصیل وتفسیر وتاویل اور جزئیات کے احکام کی تشکیل ہے، جو کتاب اللہ میں منصوص نہیں۔ظاہر تکمیل دین کے یہ معنی نہیں کہ دین بعد نزول قرآن ناقص تھا جسے سنت نے کامل کیا، بلکہ یہ معنی ہیں کہ کتاب اللہ کو سنت کی عینک سے دیکھے گا تو کمال پائے گا۔ چراغ سنت ہاتھ میں لے گا تو پوری طرح اسے نظر آئے گا۔ راہ سنت پر چلے گا تو بروجہ کمال مقصد تک پہونچے گا۔اسے چھوڑے گا تو کامل طور پر دین نہ سیکھے گا، اس کا دین ناقص رہے گا عورتوں سے زیادہ۔کہ ان کے لیے باعتبار رجال بعض امور میں خود شرع نے کمی رکھی ہے، اور اس نے خود اپنے آپ عمل میں کمی کی۔عورتوں کا دین فی نفسہ کامل ہے، اس میں نقصان اعتبار نسبتی ہے۔اور اس کے دین میں نقصان حقیقی۔سنت پر عمل کرتا تو دین کامل پر عامل ہوتا، اور اگر سنت سے منہ موڑے گا جب تو کتاب اللہ ہی سے روگرداں ہوگا، سارے دین پر نہ آدھے پر، کسی پر بھی عامل نہ ہوگا۔ایسے کو:

﴿عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ . تَصْلٰى نَاراً حَامِيَةً﴾ (۱)

کام کریں مشقت جھیلیں جائیں بھڑکتی آگ میں۔

اور: ﴿وَقَدِمْنَا إِلَى مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَاءً مَّنْثُوراً﴾ (۲)

کا مژدہ ملے گا۔اور کبھی ہرگز منزل تک بے قبول سنت، سنت پر چلے نہ پہونچ سکے گا۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

جو خلاف پیغمبر راہ تلاش کرے ہرگز منزل تک نہ پہونچ سکے گا۔(مترجم)

اور جو کچھ انہوں نے کام کیے تھے ہم نے قصد فرما کر انہیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرے کر دیا۔

أعاذنا اللّٰه تعالیٰ من إنكار السنن وانتهاكها علیٰ هذا القیاس،

سنت کو جب تک ائمہ دین متین حضرات مجتہدین کے ارشادات کی روشنی میں نہ دیکھے گا اندھیرے میں رہے گا۔ ہرگز منزل تک نہ پہنچ سکے گا، بھٹکتا پھرے گا۔ائمہ کا دامن تھامے ان کے قدموں

---

(۱) [سورة الغاشية: ٤] (۲) [سورة الفرقان: ٢٣]

www.waseemziyai.com

پر چلے گا تو راہ سنت پر گامزن ہوگا، اور یوں کتاب اللہ پر عمل کر سکے گا تو اس کا دین کامل ہوگا، اور ان کا دامن چھوڑے گا تو ہمیشہ نقصان میں ہوگا، اس کا دین ناقص ہی رہے گا، اور ان کے اصول سے منہ موڑے گا تو اندھے کنویں میں گرے گا جس سے بے انہیں ہاتھ دیے نہ نکل سکے گا۔ بئس المصیر. أعاذنا الله تعالیٰ منه آمین.۔

بے شک کتاب اللہ نے دین کامل فرمایا، مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتادیا: ''تمہارے پاس دو چیزیں آئی ہیں، ایک اللہ کی کتاب ایک خدا کا نور''۔ کہ کتاب کو اس نور سے دیکھو۔ اللہ کے رسول سے کتاب اللہ کو سیکھو۔ رسول کتاب وحکمت سکھاتے ہیں، کتاب کا ظاہر بھی سمجھاتے ہیں، اور اس کا باطن بھی، اس کے منصوصات کے مطالب بھی بتاتے ہیں، اور اس کے ارشادات بھی تعلیم فرماتے ہیں۔

﴿ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ﴾ (۱)

اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے۔

کلیات بھی پڑھاتے ہیں اور ان سے استنباط جزئیات بھی دکھاتے ہیں۔

رسول کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے۔

﴿مَّنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ ﴾ (۲)

جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

اسی لیے ارشاد ہوا:

﴿ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ﴾ (۳)

اللہ کا حکم مانو اور رسول کا۔

بے شک اس کتاب اللہ نے جس نے دین کامل فرمادیا ساتھ میں یہ بھی تو فرمادیا:

﴿وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ﴾ (۴)

اور اطاعت کرو اپنے اولی الامر (علما) کی۔

---

(۱) [سورة البقرة: ۱۲۹]

(۲) [سورة النساء: ۸۰]

(۳) [سورة النساء: ۵۹]

(٤) [سورة النساء: ۵۹]

www.waseemziyai.com

اور یہ بھی تو فرمادیا:

﴿ فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾(۱)

اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔

جب اپنے دین کی تکمیل یعنی دین پر کامل عمل کے لیے اہل ذکر سے دریافت کرنے، اولی الامر کے حکم پر چلنے، اور ان کی تقلید و پیروی کا حکم صاف ارشاد فرمایا، تو تقلید ائمہ دین، اہل ذکر، کمال دین۔ اور غیر مقلدی نقصان دین۔

بے شک سنت سے تکمیل دین ہے، مگر سنت کی تعلیم وہ تو کار ائمہ دین متین ہے۔ جب تک ان کی پیروی نہ ہوگی راہ راست نہ ملے گی۔

حدیقہ ندیہ ص:۱۴۴/ میں ہے

"ضد البدعة في العادة السنة الزائدة المقابلة لسنة الهدى ومعنى زيادتها كونها ليست لتكميل الدين بخلاف سنة الهدى، فإن الدين يتكمل بها."(۲)

عادۃً بدعت کی ضد سنت زائد ہے جو سنت ہدیٰ کے مقابل ہے اور اس کی زیادتی کا مطلب یہ ہے کہ وہ مکمل دین کے لیے نہیں ہے۔ برخلاف سنت ہدیٰ کے کیوں کہ اس سے دین کمال پاتا ہے۔ (مترجم)

دیکھو! حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے بآں کہ قرآن کا ارشاد ہے:

﴿أَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾(۳)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کردیا۔

یہ فرمایا:((أيحسب أحدكم متكئاً على أريكته يظن أن الله لم يحرم الأشياء إلا ما في هذا القرآن. الحديث))(۴)

کیا تم میں کا سوفے پر ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا شخص یہ خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف وہ حرام

---

(۱) [سورة النحل: ٤٣]

(۲) [الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية. ١٤٤]

(۳) [سورة المائدة: ٣]

(٤) [مشكاة كتاب العلم باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ٢٩/١]

www.waseemziyai.com

فرمایا جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔(مترجم)

بلکہ خود قرآن کا ارشاد سنایا:

﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾(۱)

اے محبوب م فرمادو کہ لوگو تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرماں بردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

اور: ﴿يَقَوْمِ اتَّبِعُونِ أَهْدِكُمْ سَبِيلَ الرَّشَادِ﴾(۲)

اے میری قوم میرے پیچھے چلو میں تمہیں بھلائی کی راہ بتاؤں۔

اور: ﴿وَمَا اتَىٰكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا﴾(۳)

جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

بعد نزول آیت کریمہ: ﴿أكملت لكم﴾ یہ ارشاد نہ فرمایا کہ اب تمہارا دین تو کامل ہو ہی گیا ہے، قرآن سے ہی اپنے سارے دینی احکام دیکھ لیا کرو۔

دیکھو! حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے بآں کہ سنت سے کتاب اللہ کے اجمال کی ضروری تفصیل فرمادی، ناسخ منسوخ کی، عام خاص وغیرہ کی تعلیم دے دی۔

یہی ارشاد فرمایا:

((أصحابي كالنجوم فبأيهم اقتديتم اهتديتم))(٤)

میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔(مترجم)

صحابہ کی پیروی وتقلید کا حکم ہوا، یہ نہ فرمایا کہ ہمارے ارشادات جمع کیے جائیں۔قرآن کے ساتھ شائع کر دیے جائیں، کہ اہل قرآن بننے والے قرآن ہی سے اپنا دین سیکھ لیں، اور اہل حدیث بننے والے قرآن وحدیث دونوں سے اپنے دین کی تعلیم حاصل کر لیں۔ بلکہ جمع حدیث کی تو ممانعت فرمائی تھی اگرچہ وہ حتمی نہ سہی۔

دیکھو! حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے قرآن کے ساتھ اپنی سنت کی پیروی کا حکم فرمایا، اپنی سنت

---

(۱) [سورة آل عمران: ۳۱] (۲) [سورة الغافر: ۳۸]

(۳) [سورة الحشر: ۷]

(٤) [مشكاة المصابيح . كتاب الرقاق . باب مناقب ابي بكر: ۱/٥٥٦]

www.waseemziyai.com

کے ساتھ سنت خلفا کی پیروی کا حکم دیا کہ فرمایا:

((علیکم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدین المهدین))(۱)

تم پر میری سنت کی اور میرے بعد خلفاے راشدین کی سنت کی اتباع ضروری ہے۔(مترجم)

اس کے ساتھ اقتدا صحابہ کا حکم فرمایا، سواد اعظم کے اتباع کو ارشاد فرمایا، نیز اجماع امت کو حق بتایا، تفقہ واجتہاد کو سراہا۔ تکمیل دین کی یہ راہ ہے جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے بتائی، جو اس سلسلہ کو تھامے رہے گا وہی راہ سنت پر مستقیم رہے گا، جو اسے چھوڑے گا سنت سے منہ موڑے گا، اپنا نقصان وخسارہ کرے گا، تحصیل وتکمیل علم وعمل کی اس راہ پر چلے گا تو دین کامل پائے گا۔ قرآن وحدیث کو ان کے علما سے حاصل کرے، ان کی پیروی کرے، ورنہ ڈرے کہ کسی گڑھے میں نہ گر پڑے، شیطان اسے دھکا نہ دے دے۔ قرآن وحدیث سے ہدایت پانے والے ہدایت پاتے ہیں، اور گمراہ ہوجانے والے گمراہ ہوجاتے ہیں۔

خود قرآن عظیم کا ارشاد ہے:

﴿يُضِلُّ بِهِ كَثِيراً وَيَهْدِي بِهِ كَثِيراً وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ. الَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾(۲)

اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہتیروں کو ہدایت فرماتا ہے اور اس سے انہیں گمراہ کرتا ہے جو بے حکم ہیں وہ جو اللہ کے عہد کو توڑ دیتے ہیں پکا ہونے کے بعد اور کاٹتے ہیں اس چیز کو جس کے جوڑنے کا خدا نے حکم دیا ہے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں وہی نقصان میں ہیں۔

یوں ہی حدیث کے لیے فرمایا گیا: ''**الأحادیث مضلة إلا للفقهاء**''(۳،۴)

احادیث سے غیر فقہا گمراہ ہوں گے۔

فقہاے صحابہ کی اقتدا صحابہ غیر مجتہدین وتابعین پر لازم ہوئی کہ ان کی اقتدا حضور علیہ الصلاۃ

---

(۱) [مشكاة المصابيح: كتاب الرقاق .باب مناقب أبي بكر: ۱/ ۳۰]

(۲) [سورة البقرة: ۲۶، ۲۷]

(۳) [فتح العلي المالك في الفتوىٰ على مذهب الامام مالك، الباب الافتاء بغير علم، ۱/ ۹۰]

(٤) [الفكر السامي في تاريخ الفقه الاسلامي: بحث مهم، ۲/ ۵۰۳]

www.waseemziyai.com

والسلام ہی کی اقتدا ہے۔تابعین کی اقتدا تبع تابعین پر، کہ وہ نہیں مگر اقتدائے صحابہ جو اقتدائے سرکار رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ ہے۔صحابہ میں بوجہ اختلافات حدیث اور اپنے اپنے اجتہادات کی بنا پر اختلاف جاری ہوا، وہ اختلاف ان کے پیروؤں مقلدوں میں ساری ہوا، تابعین وتبع تابعین مجتہدین میں اپنے اپنے اصول سے نئے حوادث کے احکام استنباط کرنے میں اجتہادی اختلافات ہوئے، اور وہ ان کے مقلدوں میں جاری اور ساری رہے۔مگر یہ سب ایک ہی درخت کے شاخیں ہیں، حاصل سب کا ایک ہی، جیسے شاخوں کے متعدد ہونے سے ثمر مختلف نہیں ہوسکتا، جس شاخ سے حاصل کرو ثمر وہی ملے گا، کسی سے آم کسی املی نہیں مل سکتی، ایک ہی دریا کی سب نہریں ہیں، پانی سب میں وہی، دریا کا پانی ہے، ایک ہی راہ کی یہ متعدد شاخیں ہیں جو اصل سے ملی ہیں، جس سڑک پر چلو گے اصلی راہ پر پہونچو گے۔اسی لیے ارشاد ہوا ہے:

((فبأيهم اقتديتم اهتديتم))(۱)

اور جو اصل راہ ہے اس سے منہ موڑو گے تو بئس المصیر پہونچو گے۔

جس سے بھاگے تھے یعنی اقتدا اور پیروی سے یہاں بھی نجات نہیں۔اب شیطانی پیروی ہوئی۔

یہ اختلاف، اختلاف مذموم وممنوع نہیں۔یہ اختلاف رحمت ہے۔کما فی الحدیث۔

حدیقہ ندیہ میں فرمایا:

"لعل قائلاً يزعم أن المجتهدين من أهل السنة والجماعة اختلفوا أيضاً اختلافاً كثيراً، أوتباينوا تبايناً شديداً، فهم وإن اختلف اجتهادهم فيما يسوغ فيه الاجتهاد فقد اجتمعوا من حيث لم يخالف واحد منهم كتاباً نصاً ولا سنة قائمة ولا إجماعاً ولا قياساً صحيحاً عنده، وإن كل واحد منهم قد أدى ما كلف من الاجتهاد واحرز الأجر الموعود على طلب الثواب."(۲)

ہوسکتا ہے کہ قائل کا یہ خیال ہو کہ مجتہدین اہل سنت میں آپس میں زبردست اختلاف ہے اور اقوال میں حد درجہ ٹکراؤ ہے، تو واضح رہے کہ اجتہاد کے پیش نظر کچھ مقامات پر اختلاف ہے، لیکن وہ سب اس امر میں متحد ہیں کہ ان میں سے کسی نے بھی نص کتاب، سنت رسول، اجماع اور قیاس صحیح کی مخالفت

---

(۱) [مشكاة المصابيح كتاب الرقاق، باب مناقب أبي بكر: ۱/ ٥٥٤]

(۲) [الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية.]

www.waseemziyai.com

نہیں کی۔ بے شک ہر ایک نے اجتہادی ذمہ داری ادا کر کے اجر موعود جمع کرلیا حاصل کرلیا۔ (مترجم)

دیکھو! ہاں کہ قرآن عظیم میں سب کچھ ہے کوئی بات ایسی نہیں جو اس میں نہیں، مگر حضور کے ارشادات سے یہی واضح ہوا کہ صحابہ بھی قرآن سے ہر حلال وحرام معلوم نہ فرما سکتے تھے۔ من وتو کی کیا گنتی۔ دیکھو! جس طرح ہاں کہ قرآن عظیم ہر شی کا روشن تبیان ہے، اتباع سنت بھی ضرور ہے، بے اتباع سنت قرآن عظیم تک رسائی ناممکن۔ یوں ہی اگر چہ سنت نہایت روشن بیان ہے مگر اس تک رسائی بے پیروی، اتباع علمائے سنت ممکن نہیں، کہ جیسے قرآن عظیم میں ناسخ منسوخ وغیرہ ہے، یوں ہی سنت میں بھی۔ کتاب وسنت کا علم حاصل کرنے اور انہیں سمجھنے کے لیے ہم ائمہ وعلما کے محتاج ہیں، تفاسیر قرآن وشروح حدیث کے ہم حاجت مند ہیں، تقلید کے بغیر ہم ایک قدم نہیں اٹھا سکتے۔

امام بخاری وغیرہ محدثین کو اگر یہ حق پہونچتا ہے کہ وہ حدیث کے مطالب کے ایضاح کے لیے منہ کھولیں، احادیث سے استنباط مسائل کریں، تو یارب ائمہ مجتہدین جو بخاری وغیرہ سے اقدم اور کہیں زیادہ افقہ واعلم ہیں، ان کا یہ حق (جن کی تقلید جن کے اتباع وپیروی کا قلادہ امام بخاری کا بھی زیب گلو ہے) غیر مقلدین کیوں سلب کرتے ہیں؟ یہ بر بنائے تقلید ائمہ مجتہدین ہم کو مصداق آیۃ:

﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ﴾ (۱)

بتانے والے، بخاری تو بخاری شوکانی بلکہ قنوجی وبھوپالی پر سر منڈانے والے، خود اپنے آپ کو اس کا مصداق کیوں نہیں جانتے؟ اے بخاری وغیرہ کو اپنے طور پر ارباب من دون اللہ ٹھہرانے والو! امام بخاری وغیرہ محدثین ہی کی مانو! تقلید وتفقہ واجتہاد کو حق جانو۔ دیکھو! تحصیل وتکمیل دینی علم وعمل کی راہ یہ ہے، جو اس راہ پر چلو گے تو دین کامل پاؤ گے۔ قرآن وحدیث کو علمائے کتاب وسنت سے لو، ان کی پیروی کرو۔ ورنہ ڈرو کہ کسی عمیق گڑھے میں نہ گر پڑو، بلکہ شیطان نے دھکا دیا اور تم گر چکے ہو، اگر اس گہرے گڑھے سے نکلنا چاہو تو اس کی ایک یہی صورت ہے کہ تقلید کرو۔

حضور علیہ الصلاۃ والسلام جب تک اس عالم ظاہر میں جلوہ افروز تھے اختلاف رہ ہی نہیں سکتا تھا، جب حضور نے اس عالم سے رحلت فرمائی، صحابہ کہ سب مجتہد تھے جو جو امور مجمع علیہ تھے ان کے سوا بہت امور میں اپنے اجتہاد سے مختلف ہوئے۔ جیسے وہ سب بحکم حدیث حق وہدایت پر ہیں، یوں ہی سارے ائمہ مجتہدین۔ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین۔ جیسے صحابہ کی اقتدا کمال دین ہے، یوں ہی ائمہ مجتہدین کی

---

(۱) [سورۃ التوبۃ: ۳۱]

www.waseemziyai.com

تقلید۔ جو وجوہ اختلاف صحابہ کے ہیں وہی وجوہ ان کے اختلاف کے۔ بے شک وہ کامل الاسلام نہیں جو سنت سرکار رسالت کو چھوڑے، اس پر عمل پیرا نہ ہو۔ پیروی صحابہ، قرآن کے ارشاد:

﴿فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ﴾(۱) پر عمل نہ کرے، اور وہ مسلمان نہیں جو اوامر قرآنیہ، احکام حدیثیہ سے منہ موڑے، انہیں نہ مانے، اس کا دین کامل نہیں۔ اس کا دین باطل ہے، ترک تقلید گمراہی ہے۔ بے شک وہ شخص سنی نہیں۔

غیر مقلدین زمانہ پر جو حکم کفر ہے اور وجوہ سے ہے نہ بوجہ ترک تقلید۔ ہماری اس تحریر سے اگرچہ سوال کا جواب کافی ہوگیا۔ بے ہودگی غیر مقلدی کا اگرچہ جواب کچھ ضروری نہیں مگر اسے آگے آئینہ بھی دکھا دیا جائے گا، جس میں اسے اس کی مکروہ صورت نظر آجائے گی، یہاں اپنی تائید اور مسلمانوں کے نفع مزید کے لیے اس وقت جو دو ایک کتابیں سامنے موجود ہیں ان سے بعض عبارات پیش کریں۔

حدیقہ ندیہ شرح طریقۂ محمدیہ میں حضرت عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی زیر حدیث حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"ومثله معه وهو السنة النبوية، فإن الله تعالىٰ اتاه إياها أيضاً كما آتاه الكتاب."(۲)

اور کتاب اللہ کے ساتھ اسی کی مثل سنت رسول بھی ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح آپ کو قرآن عطا فرمایا اسی طرح حدیث بھی عطا فرمائی۔ (مترجم)

پھر مدخل امام بیہقی سے نقل فرماتے ہیں:

"وسنة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من ثلاثة أوجه: أحدها: ما أنزل الله تعالىٰ فيه نص كتاب، فسن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بمثل نص الكتاب والثاني ما أنزل الله تعالىٰ فيه جملة، كتاب فبين عن الله معنى ما أراد بالجملة وأوضح كيف فرضها، أعاما أوخاصاً؟ وكيف أراد أن ياتي به العباد. والثالث: ماسن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مما ليس فيه نص كتاب، فمنهم من قال جعل الله له بما افترض من طاعته وسبق في عمله من توفيقه لرضاه أن يسن فيما ليس فيه نص

---

(۱) [سورة النحل: ٤٣]

(۲) [الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية.]

www.waseemziyai.com

كتاب ومنهم من قال لم يسن سنة قط .إلاولهاأصل في الكتاب كما كانت سنته لتبيين عدد الصلاة وعملها عن أصل جملة فرض الصلاة۔وكذلك ماسن في البيوع وغيرها من الشرائع ،لأن الله تعالىٰ قال:﴿لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل الا أن تكون تجارة عن تراض منكم﴾وقال:﴿أحل الله البيع وحرم الربوا﴾فما أحل و حرم فإنما بين فيه عن الله عزوجل كما بين الصلاة ومنهم من قال:بل جائته رسالة الله جل ثناء ه فأثبت سنة بفرض الله عزوجل ومنهم من قال: ألقى الله تعالى في روعه كلما سن وسنته الحكمة التي ألقيت في روعه عن الله عزوجل."(۱)

سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تین قسمیں ہیں:

(۱) وہ جس سلسلے میں نص کتاب نازل ہوئی، تو سرکار دو عالم نے اسے نص کتاب کے مطابق جاری فرمایا۔

(۲) وہ جس میں اللہ نے حکم مجمل نازل فرمایا وہاں سرکار نے اللہ عزوجل کی طرف سے اس اجمال کی مراد ظاہر فرمائی اور اس فرض کی کیفیت واضح فرمائی کہ وہ خاص ہے، یا عام، اور بندوں سے اس کی بجا آوری کس طرح مطلوب ہے۔

(۳) وہ سنت ہے کے نص کتاب میں کسی شی کا حکم مذکور نہیں تو سرکار نے اس کو بیان فرمایا: بعض کا قول ہے چوں کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اپنے اوپر لازم فرمالی اور بتوفیق الٰہی رب کی خوشنودی کے لیے عمل میں سبقت لے گئے اسی وجہ سے رب تعالیٰ نے انہیں یہ حق عطا فرمایا کہ جس مسئلہ میں قرآن میں نص موجود نہ ہو۔تو وہ اپنی طرف سے حکم بیان فرمادیں، جب کہ بعض کا موقف ہے کہ آپ نے جو بھی سنت بیان فرمائی (حدیث سے حکم بیان کیا) اس کی اصل کتاب اللہ میں موجود ہے جیسا کہ آپ نے تعداد صلات اور اس کی کیفیت ادا کے تعلق سے جو حکم بیان فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا، اور ایک گروہ کا کہنا ہے کہ آپ تک اللہ عزوجل کا پیغام آیا تو آپ نے حدیث کے ذریعہ اللہ عزوجل کے نماز کے تعلق سے اجمالی فریضہ کو بیان فرمایا، اسی طرح وہ احادیث جو آپ نے بیع وغیرہ احکام شرع بیان کرنے کے لیے پیش فرمائیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

پس آپ نے جو کچھ حرام فرمایا وہ قرآن میں بیان کردیا گیا ہے اور کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ

---

(۱) [الحدية الندية شرح الطريقة المحمدية.۹۹]

www.waseemziyai.com

نے جب بھی کوئی حکم بیان فرمایا تو وہ اللہ نے آپ کے دل میں القا فرمادیا، لہذا سنت وہ حکمت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے دل میں القا کردی جاتی ہے۔ (مترجم)

اسی مدخل مذکور میں امام بیہقی کی یہ روایت بھی ہے:

((عن عبد الله بن أبي رافع قال: سمعت أم لمة عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في قصة الرجلين يختصمان في موارث وأشياء قد ورثت، فقال: إنما أقضي بينكما برأي: فيما لم ينزل عليّ فيه شيء))(۱)

عبداللہ بن ابی رافع سے مروی ہے کہ میں ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان لوگوں کے بارے میں نبی کریم سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ جو میراث کے بارے میں جھگڑ رہے تھے، کہ آپ نے فرمایا: جو حکم مجھ پر نازل نہ ہوا میں اس کے بارے میں تم دونوں میں اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

وروي أيضاً بإسناده عن ابن شهاب أن عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه قال: وهو على المنبر يأيها الناس! ان الرأي إنما كان من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مصيباً؛ لأن الله عزوجل كان يريه إنما هو منا الظن والتكلف."(۲)

ابن شہاب زہری حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے منبر پر جلوہ گر ہوکر فرمایا کہ رائے سرکار کی حق وصواب تھی کیوں کہ اللہ عزوجل انہیں چاہتا ہے لیکن ہماری رائے محض ظن اور تکلف ہے۔

اسی میں ہے:

وذكر البيهقي أيضاً قال: أمر الله إياه صلى الله تعالى عليه وسلم وجهان: أحدهما: وحي ينزله فيتلو على الناس. والثاني: رسالة عن الله تعالىٰ والحكمة ما جاء ته الرسالة به عن الله فأثبت سنة لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم."(۳)

---

(۱) [السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصلح، باب ماجاء في التحلل: حديث: ۱۵۱٤٥: ۸/٤۲۸]

(۱) [السنن لكبرى للبيهقي كتاب آداب لقاضي، باب اثم من أفتى أو قضى بلجهل: حديث۲۰۹۳۹ــ۱۵/۹۹]

(۳) [الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية. ۹۹]

www.waseemziyai.com

امام بیہقی فرماتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر دو طرح کے حکم نازل فرمائے ایک وحی، کہ وہ آپ پر نازل ہوتی تو آپ لوگوں پر تلاوت فرماتے، اور دوسرا حکم پیغام وحکمت جسے فرشتہ اللہ کی طرف سے لاتا، تو آپ اسے سنت رسول کے طور پر باقی رکھتے۔

اسی میں ہے:

"وعن حسان بن عطية قال: كان جبرئيل عليه السلام ينزل على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بالسنة كماينزل عليه بالقرآن، يعلمه إياها كمايعلمه القرآن اھ، وقدمنا هذا فيما سبق، فالسنة مما أتاه الله تعالى لنبيه صلى الله تعالى عليه وسلم وليست مما جاء بها من تلقاء نفسه."(۱)

حسان بن عطیہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام قرآن کریم کی طرح سنت رسول بھی لے کر نازل ہوتے اور قرآن ہی کی طرح سنت بھی آپ کو تعلیم فرماتے، اور یہ بات ہم سابق میں بیان کر چکے ہیں، لہذا سنت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی جسے سرکار اپنی طرف سے بیان فرماتے۔ (مترجم)

اسی میں حدیث مذکور کے لفظ "**علیکم بهذا القرآن**" کے نیچے تحریر فرمایا:

"عليكم أي: الزموا الاقتصار على العمل بهذا القرآن فما وجدتم فيه، ولا يمكن أن يجدوا إلا بحسب قدرتهم، وإلا فكل شيء في القرآن كما قال تعالى: ﴿ما فرطنا في الكتب من شيء﴾(۲) فالقاصر يجد على حسب قصوره، فليلزم أن يجهل أكثر مما يعلم(من)حكم(حلال)،وهو ما نص على تحليله بعينه أو جنسه، كالبيع وأكل الخبز، فاحلوه أي، أحكموا بحله، واعلموا على ذلك، وما وجدتم فيه(من)حكم(حرام)،وهو ما نص على تحريمه بعينه أوجنسه كالربوا والرشوة،(فحرموه)أي: أحكموا بتحريمه أيضاً، واتركوا العمل به.وهذا القول من قائله ذلك الرجل المذكور فيه قصور واضح، إذ لا يمكنهم أن يجدوا في القرآن كلما حلله الله تعالى لهم، وحرمه عليهم وإن كان القرآن جامعاً لجميع ذلك، فلا بد من النظر في السنة النبوية أيضاً، فإن فيها بيان ما خفي في القرآن، وإيضاح مجمله

---

(۱) [الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية. ۹۹] (۲) [سورة الأنعام:۳۸]

www.waseemziyai.com

وتفصيل مقتضياته. "(۱)

تم ضرور قرآن پر عمل کرو، لہذا جو کچھ تمہیں قرآن میں ملے، حالانکہ لوگ اپنی قدرت ہی کے مطابق قرآن سے حاصل کر پائیں، کیوں کہ قرآن کریم میں سب کچھ ہے خود رب تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا لہذا کم علم کو اس کے علم کے مطابق حاصل ہوگا۔ اور اس شخص میں علم سے زیادہ جہالت ہوگی۔ یعنی حلال کا حکم کہ بعینہ اس پر یا اس حکم جنس پر نص وارد ہو مثلاً بیع اور کھانا پینا وغیرہ، تو اس کو حلال سمجھو اور اس پر عمل کرو، اور جو کچھ تمہیں حرام کا حکم ہے کہ بعینہ اس کی حرمت پر یا اس کی جنس کی حرمت پر قرآن میں نص موجود ہو، مثلاً ربا اور رشوت، پس اس کی حرمت کا حکم دو اور اس پر عمل نہ کرو، یہ قول اس شخص مذکور کے تعلق سے ہے جس میں علمی تصور واضح ہو، اس لیے کہ تمام انسانوں میں یہ قدرت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حلال یا حرام کردہ جملہ اشیا قرآن سے تلاش کرلیں اگر چہ قرآن کریم میں سب کچھ موجود ہے، لہذا سنت نبویہ کو سامنے رکھنا ہوگا، اس لیے کہ اس میں قرآن کے مخفیات کا بیان، اجمال کی توضیح اور مقتضیات کی تفصیل موجود ہے۔ (مترجم)

اسی میں زیر حدیث: "أبي رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے:

لا ألفين أي: أجدن أحدكم متكئاً على أريكته يأتيه أمري أي: شاني مما أي: من جهة الأمر الذي أمرت به الأمة بطريق الخلافة عن الله تعالىٰ في الأرض، أو نهيت الأمة عنه بالنيابة عن الله تعالىٰ فيقول: لا أدري، هذا الوارد إلي من الأمر والنهي، وما أي: الحكم الذي وجدناه في كتاب الله تعالىٰ من الأمر والنهي اتبعناه لا غير، وهذا أقول من طبع الله على قبله، فأراد أن يفرق بين الله ورسوله، ولن يصل إلىٰ ذلك أبداً. قال البيهقي في المدخل: زاد ابو عبد الله في روايته بهذا الإسناد عن الشافعي رضی الله تعالى عنه قال: وفي هذا تثبيت الخبر عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وإعلامهم أنه لازم لهم وإن لم يجدوا له نص حكم في كتاب الله عزوجل "(۲)

میں تم سے کسی ایسے شخص کو نہ پاؤں کہ وہ اپنے صوفے پر ٹیک لگائے بیٹھا ہو اور اس تک میرا حکم پہنچے، یعنی زمین پر خدا کے نائب ہونے کی حیثیت سے میں نے امت کو جو احکام دیے یا انھیں جن چیزوں

(۱) [الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية. ۱۰۰]

(۲) [الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية. ۱۰٤]

www.waseemziyai.com

سے روکا، تو وہ کہے کہ اس حکم دہی کو میں نہیں جانتا، ہم تو صرف انہی احکام ومنہیات کو مانیں گے جو ہمیں کتاب اللہ میں ملیں گے، یہ بات وہ اس لیے کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل پر مہر فرمادی ہے، لہذا وہ خدا اور رسول میں تفریق کرنا چاہتا ہے، جب کہ اس کا یہ مقصد کبھی بھی پورا نہ ہوگا، امام بیہقی مدخل میں فرماتے ہیں: کہ امام ابوعبداللہ نے حضرت امام شافعی کے حوالہ سے اس روایت میں زیادتی فرمائی ہے، کیوں کہ وہ فرماتے ہیں: کہ اس میں رسول کریم کی جانب سے خبر کی تثبیت ہے اور انہیں اس بات کی خبر دینا ہے کہ یہ حکم (خواہ حلال کا ہو یا حرام کا) ان پر لازم ہوگا اگر چہ قرآن کریم میں اس حکم کی نص موجود نہ ہو۔ (مترجم)

اسی میں زیر حدیث عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"أيحسب أحدكم متكئاً على أريكته يظن أن الله تعالىٰ لم يحرم على الأمة شيئاً إلا ما أي: الذي في هذا القرآن من المحرمات الظاهرة منه لكل أحد، وإلا فقد قال تعالىٰ: ﴿مافرطنا في الكتاب من شيء﴾. وفي الحديث قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ((الحلال ما أحل الله، والحرام ما حرم الله في كتابه)). وما سكت عنه فهومما عفا عنه. أخرجه السيوطي في الجامع الصغير. فإن في القرآن من الأحكام مالا يظهر بالبداهة لغالب الأنام، ولهذا لمادقّ نظر إمامنا أبي حنيفة رضى الله تعالى عنه في استنباط المسائل من القرآن مالم يعثر عليه أكثر المجتهدين نسب إليه القاصرون القول بالرأى، فإن من وجد الحكم في كتاب الله تعالىٰ لا يعدل عنه إلى السنة، ومن لم يجده في الكتاب عدل إلى السنة، إلاوإني قد أمرت بالمعروف الذي وجدته في كتاب الله تعالىٰ مالم يجده غيره، وهي الحكمة التي قال الله تعالىٰ عنها: ﴿وأنزل الله عليك الكتاب والحكمة﴾ وهي السنة النبوية كم قدمناه، فإن أمره صلى الله تعالى عليه وسلم من أمر الله تعالى ؛ لأنه نبيه ورسوله."(۱)

کیا تم میں کا صوفے پر ٹیک لگا کر بیٹھا (آسودہ حال) شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امت پر کچھ بھی حرام نہ فرمایا، مگر وہ محرمات جن کا ذکر اس قرآن میں ہے اور وہ ہر ایک پر ظاہر ہیں، جیسا کہ خود رب تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ: ہم نے کتاب اللہ میں کچھ اٹھا نہ رکھا، اور حدیث میں آیا ہے سرکار نے فرمایا حلال وہ ہے جسے اللہ نے حلال فرمایا اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام فرمایا، اور

(۱) [الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية. ۱۰٤]

www.waseemziyai.com

کتاب اللہ جس سے خاموش ہے وہ امت پر معاف ہے، اسے امام سیوطی نے جامع صغیر میں تخریج فرمایا بے شک قرآن میں بعض وہ احکام ہیں جو اکثر مخلوق کی نظر سے بالاتر ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ کی نظر دقیق قرآن کریم سے ان مسائل کے استنباط تک پہنچ گئی جس سے اکثر مجتہدین مطلع نہ ہو سکے، تو کوتاہ علموں نے انہیں قیاس کہنا شروع کر دیا، بے شک جسے حکم کتاب اللہ میں مل جائے گا وہ اسے سنت رسول کی طرف عدول نہ کرے گا، اور جسے اس میں حکم نہ مل سکے گا وہ سنت رسول کا رخ کرے گا، ہاں بے شک میں نے اس بھلائی کا حکم دیا جسے میں قرآن کریم میں پایا جب کہ دیگر لوگوں کی رسائی وہاں تک نہ ہو سکی، اور وہ حکمت ہے جس کے بارے میں رب نے فرمایا، اللہ نے آپ پر کتاب اتاری اور حکمت، اور حکمت سے مراد سنت نبویہ ہے جس کا ذکر ہم پہلے کئی بار کر چکے ہیں، کیوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس لیے کہ آپ اللہ کے نبی اور اس کے رسول ہیں۔ (مترجم)

"روى البيهقي في المدخل بإسناده عن أبي جعفر عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أنه دعى اليهود فسألهم فحدثوه حتى كذبوا على عيسى عليه السلام، فصعد النبي صلى الله تعالى عليه وسلم المنبر، فخطب الناس فقال: إن الحديث سيفشو، فما أتاكم عني، يوافق القرآن فهو عني وما أتاكم عني يخالف القرآن فليس عني. وقال الشافعي رضي الله تعالىٰ عنه: وليس يخالف الحديث القرآن، ولكن حديث رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مبين معنى ما أراد خاصاً وعاماً، ناسخاً ومنسوخاً، ثم يلزم الناس ماسن بفرض الله تعالىٰ، فمن قبل عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فعن الله قبل. وعن علي رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: إنها تكون بعدي رواة يروون عني الحديث، فأعرضوا حديثهم على القرآن، فما وافق القرآن فحدثوا به، ومالم يوافق القرآن فلا تأخذوا به، ووعظت أي: ذكرت الترغيب والترهيب، وبشرت وانذرت اخذاً من كتاب الله تعالى بوجه لم ينكشف لغيري. ونهيت الأمة عن أشياء من الأقوال والأعمال والاعتقادات والأحوال التي وصلت إلى من كتاب الله تعالىٰ. ولم يهتدي إلىٰ طريقها أحد من المجتهدين أصلاً، لأن طريق الوصول إليها الوحي والنبوة لا الاجتهاد، وإن أقر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قول المجتهد المخطي ووعده بالثواب عليه مرة لضرورة فقد إن الوحي والنبوة، أنها أي تلك الأشياء التي نهيت عنها مثل المناهي الظاهرة لكم من القرآن، لإني أخذتها من الوحي

www.waseemziyai.com

والنبوة، ولا أمر ونهى إلا ما في القرآن."(۱)

امام بیہقی نے مدخل میں ابوجعفر کے حوالہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں: کہ سرکار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہودیوں کو بلایا اور ان سے کچھ پوچھا تو انہوں نے آپ سے بیان کیا یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جھوٹ بولا، اس کے بعد حضور منبر پر تشریف فرما ہوئے اور آپ نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: بے شک یہ بات عن قریب ظاہر ہو جائے گی، لہذا جو کچھ تم تک میرے حوالہ سے پہونچے اگر وہ کتاب اللہ کے موافق ہو تو اسے میری طرف سے سمجھنا، اور جو کچھ بھی تم تک میرے حوالہ سے قرآن کریم کے خلاف پہونچے تو اسے میری طرف سے مت جاننا، حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ حدیث قرآن کریم کے مخالف نہیں ہے، بلکہ حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو معنی مراد کو واضح کرنے والی ہے کہ وہ حکم کس نوعیت کا ہے، عام ہے یا خاص، ناسخ یا منسوخ، اب لوگوں پر فرائض لازم ہوں گے جو آپ نے بیان فرمائے، پس جس نے انہیں رسول اللہ کی طرف سے قبول کیا تو گویا اس نے خدائے تعالیٰ کی طرف قبول کیا، حضرت علی راوی ہیں کہ سرکار نے فرمایا کہ میرے بعد کچھ راوی میرے حوالہ سے حدیث روایت کریں گے تو احادیث کو قرآن سے ملا کر دیکھنا تو جسے قرآن کے موافق پاؤ اسے بیان کرنا، اور جو قرآن کے موافق نہ ہو اسے مت قبول کرنا، نصائح فرماتے ہیں، یعنی ترغیب وترہیب ذکر کی ہیں، اور خوشی وڈر بھی، ان کو میں نے کتاب اللہ سے اخذ کیا ہے کہ میرے علاوہ پر یہ اس طرح منکشف نہ ہوے، میں نے قوم کو ان اقوال وافعال، اعتقادات واحوال سے روکا ہے جو مجھ تک قرآن کے ذریعہ پہنچے، جن تک کسی بھی مجتہد کی اصلا رسائی نہ ہوسکی اس لیے کہ ان تک پہونچنے کا راستہ وحی اور نبوت ہے نا کہ اجتہاد، نبی کریم نے مخطی مجتہد کے قول کو ثابت رکھا اور اس پر ایک ثواب کا وعدہ فرمایا تو یہ اس لیے تھا کہ نبوت ووحی کا دروازہ بند ہو چکا ہے، بے شک وہ امور جن سے میں نے تمہیں روکا وہ ان منہیات کی طرح ہیں جو قرآن کریم سے تمہارے لیے ظاہر ہوئے، کیوں کہ میں نے انہیں وحی اور نبوت کے ذریعہ حاصل کیا ہے، اور امر ونہی وہی ہے جو قرآن میں ہے۔ (مترجم)

"يدل عليه ما رواه البيهقي في المدخل بإسناده عن ابن طاوس عن أبيه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في مرضه الذي مات فيه: ((يا أيها الناس! لا تمسكوا علي بشيء، فإني لا أحل إلا ما أحل الله، ولا أحرم إلا ما حرم الله في كتابه))

(۱) [الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية. ۱۰٤]

www.waseemziyai.com

اه.وجميع علم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من القرآن لكنه من وجه الوحي والنبوة، فلهذا لا يمكن أن يصل إليه غير نبي، وفتح الأولياء وإن كان في القرآن أيضاً كذلك ولكنه من وجه آخر غير وجه الوحي والنبوة، وكذلك علم المجتهدين ولكنهم زادوا بالأخذ من بيان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم الذي هو السنة، وبيان غيرهم من المؤمنين الذي هو الإجماع والتأمل بالمقايسة في الكتاب والسنة والإجماع الذي هو القياس۔

والكل يجتمعون في أصل واحد هو مأخذهم وهو القرآن أخذ منه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم سنته، والولي فتحه، والمجتهد علمه. أو أكثر من المناهي الظاهرة لكم من القرآن لزيادة إطلاع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم على كتاب الله تعالىٰ مالم تطلع عليه الأولياء ولا المجتهدون، فيكشف منه عن أكثر ما ظهرلهم كلهم. فلهذا تمسك الإمام الشافعي رحمه الله تعالىٰ وغيره من المجتهدين بالسنة أكثر من الكتاب. حيث قال الشافعي رضى الله تعالىٰ عنه إذا صح الحديث فهو مذهبي."(۱)

اس پر دلالت کرتی ہے امام بیہقی کی وہ روایت جو آپ نے مدخل میں ابن طاؤس کے طریق سے بیان کی ہے وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا: کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں فرمایا:

اے لوگو کسی چیز کی وجہ سے میری گرفت کرنے کی کوشش نہ کرنا، بے شک میں اس چیز کو حلال سمجھتا ہوں جسے رب تعالیٰ نے حلال فرمایا، اور حرام بھی اسے کرتا ہوں جسے اللہ نے قرآن میں حرام فرمایا۔

سرکار کا جمیع علم قرآن سے حاصل شدہ ہے لیکن نبوت کے توسط سے یہی وجہ ہے کہ غیر نبی کی رسائی اس علم تک ممکن نہیں ہے تو اولیا اللہ کا کشف بھی اگر چہ قرآن سے اخذ کردہ ہے، لیکن وحی کے علاوہ دوسرے طریقہ سے ہے، اسی طرح مجتہدین کا علم بھی قرآن سے ماخوذ ہے، لیکن انہوں نے رسول سے بھی اخذ کیا ہے اور دوسرے مومنین کے علم کا بیان جسے اجماع کا نام دیتے ہیں، اور کتاب وسنت اور اجماع میں غور وفکر کر کے مستنبط وجوہ کو قیاس کا نام دیتے ہیں۔

---

(۱) [الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية. ۱۰٤]

www.waseemziyai.com

حاصل کلام یہ ہے کہ سب کے سب ایک ہی اصل پر جمع ہیں وہی ان کا ماخذ ہے، یعنی قرآن کریم جس سے نبی نے اپنی سنت، ولی نے اپنا کشف اور مجتہد نے اپنا علم اخذ کیا ہے، اس سے اکثر منہیات جو نبی نے تمہارے لیے ظاہر فرمائے، اس کی وجہ قرآن سے آپ کی زیادہ واقفیت ہے وہ ہیں جن تک اولیا اور مجتہدین کی رسائی نہ ہوسکی پس ان سب کے مقابلہ میں تنہا آپ سے زیادہ مسائل واضح ہوئے، پس یہی وجہ ہے کہ امام شافعی وغیرہ مجتہدین نے قرآن سے زیادہ سنت سے تمسک کیا (استدلال کیا ہے) جیسا کہ خود امام شافعی فرماتے ہیں کہ جب کوئی حدیث درجۂ صحت کو پہونچ جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ (مترجم)

حضرت شیخ علامہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ زیر حدیث: ((إن الله لا يجمع أمتي على ضلالة)) فرماتے ہیں:

ہر چہ برآں اتفاق کنند جز حق وصواب نبود۔ ودست قدرت واحسان الٰہی بر جماعت ست۔ وایں کنایت است از حفظ ونصرت حق تعالیٰ اہل حق را از ایذائے خلق وخوف اعدائے دین وتوفیق وے سبحانہ مر ایشانرا از برائے استنباط احکام واطلاع بر دریافت حق۔ وکسے کہ تنہا افتد از جماعت وبیروں آید از سواد اعظم انداختہ می شود در آتش دوزخ اھ مختصراً۔ (۱)

جس پر امت کا اتفاق ہو وہ یقیناً حق وصواب ہوگا، اور دست قدرت اور احسان الٰہی جماعت پر ہے، یہ کنایہ ہے استنباط احکام اور تلاش حق کی اطلاع سے، جو شخص جماعت سے الگ ہوا، اور سواد اعظم سے باہر ہوگیا وہ جہنمی ہے۔ (مترجم)

اسی حدیث مذکور کے نیچے حضرت سیدی علامہ عبدالرؤف مناوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"إن الله لا يجمع أمتي أي : علماء هم على ضلالة.

لأن العامة عنها تأخذ دينها، وإليها تفزع في النوازل، فاقتضت الحكمة حفظها، ويد الله على الجماعة، كناية عن الحفظ، أي: الجماعة المتفقة في الدين، فأهل السنة هم الفرقة الناجية اه مختصرا. إلا سألوا إذا لم يعلموا." (۲)

بے شک اللہ عزوجل میری امت یعنی اس کے علما کو گمراہی پر جمع نہ فرمائے گا، اس لیے کہ عامۃ

---

(۱) [أشعة اللمعات، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ۱/۱۴۳]

(۲) [التيسير شرح الجامع الصغير: ۲/۴۶۰]

www.waseemziyai.com

الناس انہی سے دین سیکھتے ہیں، اور مصائب وآفات میں انہی کی طرف رجوع کرتے ہیں، لہذا حکمت ان کی حفاظت کی مقتضی ہے، اللہ عزوجل کا دست قدرت جماعت پر ہے یعنی وہ جماعت جو دینی تفقہ رکھتی ہے، لہذا اہل سنت ہی فرقۂ ناجیہ ہے، خبردار وہ معلوم کرلیں اگر انہیں علم نہ ہو۔ (مترجم)

یہ جس حدیث کا ٹکڑا ہے اس کے نیچے حضرت شیخ محدث لکھتے ہیں:

گفت جابر بن عبد اللہ انصاری بیروں آمدیم مادر سفری پس رسید مردے را از رفیقان ما سنگے پس جراحت کرد آں سنگ در سر آں مرد، پس محتلم شد آن مرد پس پرسید یاران خود را، آیا می یابید برای من رخصت در تیمّم گفتند یاران او، نمی یابیم برای تو رخصت در تیمّم حالانکہ تو قدرت داری بر آب، وآب موجود ست نزد تو۔ فہم کردند ایں جماعت از قول حق سبحانہ: ﴿فلم تجدوا ماءً﴾ کہ وجود آب وقدرت بر تحصیل آں مانع ست از جواز تیمّم، وندانستند کہ مراد قدرت بر استعمال وعدم تضرر بآنست۔ پس غسل کرد آں مرد، پس مرد۔ پس ہرگاہ کہ ما قدوم آوردیم بر پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خبر کردہ شد آں حضرت را بایں واقعہ فرمود قتلوہ، قتلهم الله کشتند اورا بکشند ایشاں را خدائے تعالیٰ، چرا سوال نکرد بر علما را وقتیکہ ندانستند حکم را، پس نیست شفا ودور شدن علت عجز ونادانی ونافہمیدن مراد وترسیدن بوے مگر سوال کردن وپرسیدن از دانایان الخ۔ (۱)

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں: کہ ہم ایک سفر پر گئے ہوئے تھے کہ ہمارے ایک رفیق سفر کو پتھر لگ گیا جس کی وجہ سے اس کے سر میں زخم ہوگیا، پس وہی شخص محتلم ہوگیا تو اس نے ساتھیوں سے پوچھا کہ کیا میرے لیے تیمّم کی رخصت ہے، انہوں نے جواب دیا تمہارے لیے تیمّم کی اجازت نہیں، کیوں کہ تم پانی پر قادر ہو، اور تمہارے لیے پانی ہے بھی، انہوں نے اللہ عزوجل کے ارشاد ''جب تم کو پانی نہ ملے'' سے یہ سمجھا کہ پانی کا ہونا یا اس کے حصول پر قادر ہونا یہ جواز تیمّم سے مانع ہے، وہ لوگ یہ نہ سمجھ پائے کہ مراد استعمال پر قدرت اور اس کا ضرر رساں نہ ہونا بھی ہے، لہذا اس شخص نے غسل کیا جس کی وجہ سے مرگیا، جب ہم سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ کو اس واقعہ کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا: ان لوگوں نے اس کو مار ڈالا اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک فرمائے، انہوں نے علما سے کیوں نہ دریافت کیا جب ان کو معلوم نہ تھا۔ (مترجم)

تیسیر شرح جامع صغیر میں زیر حدیث: نضر الله عبداً ہے:

بين به أن راوي الحديث ليس الفقه من شرطه إنما شرطه الحفظ وعلى الفقيه

(۱) [أشعة اللمعات . كتاب الطهارة باب التيمم: ۱/ ۲۶۴-۲۶۵]

www.waseemziyai.com

التفهم والتدبر."(۱)

اس میں بیان کردیا گیا کہ راوی حدیث کا فقیہ ہونا شرط نہیں البتہ اس کے لیے قوی الحافظہ ہونا شرط ہے اور فقیہ کے لیے فہم وتدبر۔(مترجم)

اشعۃ اللمعات میں زیر حدیث حضرت سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے:

گفت آں حضرت چہ گونہ حکم می کنی وبچہ حکم می کنی وقتیکہ پیش آید ترا قضیہ، گفت معاذ حکم می کنم بہ کتاب خدا، گفت آں حضرت: پس اگر نیابی آں حکم را در کتاب خدا، گفت معاذ پس حکم می کنم بسنت پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، گفت آں حضرت: پس اگر نیابی در سنت رسول خدا، گفت معاذ: کار می بندم عقل وفکر خود را وتقصیر نمی کنم در اجتہاد وطلب صواب، پس دست زد پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در سینۂ معاذ از برائے تثبیت وافاضۂ زیادت علم، گفت آں حضرت: سپاس وستائش مر خدائے را کہ توفیق داد رسول رسول خدا را بچیزے کہ راضی وخوشنود ست بوے رسول۔ودریں حدیث دلیل ست بر شرعیت قیاس واجتہاد بر خلاف اصحاب ظواہر کہ منکر قیاس اند۔(۲)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ جب تمہیں کوئی قضیہ پیش آئے گا تو کس طرح فیصلہ کروگے، معاذ نے جواب دیا کہ قرآن کریم سے فیصلہ کروں گا، پھر آپ نے فرمایا کہ اگر قرآن میں اس کا جواب نہ ملا تو کیا کروگے، اس پر معاذ نے عرض کیا کہ سنت رسول سے حکم نافذ کروں گا، اس کے بعد پھر آقا نے فرمایا کہ اگر سنت رسول میں بھی نہ ملا تو؟ اب حضرت معاذ نے جواب دیا کہ اپنی عقل وفکر سے کام لوں گا اور اجتہاد اور تلاش حق میں کوئی کوتاہی نہ برتوں گا، پھر کیا تھا سرکار نے آپ کے سینہ پر زیادتی علم اور تثبیت کے لیے دست رحمت مارا، اور پھر فرمایا، کہ تمام تعریف ہے اس رب تعالیٰ کے لیے جس نے رسول خدا کے قاصد کو ایسی چیز کی توفیق بخشی جس سے اس کا رسول خوش ہے۔پس اس حدیث مبارک میں قیاس واجتہاد کی مشروعیت پر دلیل ہے اصحاب ظواہر کے خلاف جو کہ قیاس کے منکر ہیں۔(مترجم)

اسی میں زیر حدیث ہے:

''إنما نزل كتاب الله. الخ'' ہے۔آنچہ بدانید از کتاب خدا و برسد علم شما بداں پس بگوید وبیاں بکنید وآنچہ ندانید ونرسد علم شما بداں پس بسپارید آں را بدانندۂ او یعنی اللہ تعالیٰ ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

---

(۱) [التيسير شرح الجامع الصغير: ۲/ ٤٦٠]

(۲) [اشعة اللمعات، كتاب الامارة باب العمل في القضاء والخوف منه: ۳/ ۳۲۱]

www.waseemziyai.com

علیہ وسلم۔ وبعضے گفتہ اند: مراد عالمے ست کہ علم کتاب وتفسیر آں دارد۔(۱)

جو کچھ تم کتاب اللہ سے جانتے ہو اور تم تک اس کا علم پہونچا اسے بیان کرو، اور جو کچھ نہیں جانتے اور اس کا علم تم تک نہ پہونچا اسے جاننے والوں یعنی اللہ عزوجل اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سپرد کردو، اور بعض کہتے ہیں کہ ایسا عالم مراد ہے جس کو کتاب اللہ اور اس کی تفسیر کا علم ہو۔ (مترجم)

اسی میں زیر حدیث: ''أنزل القرآن علی سبعة أحرف. الخ'' ہے:

مراد فرستادہ شدہ است قرآن بہفت حرف۔ حرف در لغت بمعنی طرف ست، وایں جا ہفت نوع و ہفت طریق وآنچہ مناسب ایں معنی افتد مراد ست، ہر آیتی را ازاں حروف سبعہ کہ قرآن بر آں منزل ست ظاہرے ست وباطنے مراد بظاہر آنچہ ہمہ اہل زباں می فہمند، وباطن انچہ بندگان خاص حق تعالیٰ بر آں مطلع اند۔ یا مراد بظاہر ہر آنچہ بیان می کنند آنرا تفسیر، وباطن آنچہ کشف می نماید آں را تاویل۔ وتفسیر آں چہ متعلق بروایت ست وتاویل آں چہ متعلق بدرایت ست۔ وبعض گویند مراد بہ ظہر ایمان وبہ بطن عمل۔ یا بہ ظہر قراءت وتلاوت وبہ بطن تفہم وتدبر۔ یا ظہر لفظ وبطن معنی۔ یا مراد آنست کہ قصص قرآن در ظاہر اخبار ست، ودر باطن اعتبار۔ ولکل حد مطلع بضم میم وفتح طا مشددہ جائے بلند کہ بر آں برآیند وبر پایان وے مطلع شوند۔ وحد بمعنی طرف ونہایت از ظہر وبطن را حدے ونہایتے ست وہر حد ونہایت را مقامے ست کہ ترقی وصعود بر آں مقام اطلاعی واقع می شود بر آں حد ونہایت۔ پس مطلع ظہر تعلم عربیت ست وعلومے کہ ظاہر معنی قرآن بداں متعلق ست، ومعرفت اسباب نزول وناسخ ومنسوخ وامثال۔ ومطلع بطن ریاضت واتباع ظاہر وعمل بمقتضائے آں وتزکیۂ نفس وتصفیۂ قلب وتخلیۂ سر کہ بعد حصول آں بر بطون قرآن اطلاع افتد۔ وبعضے گفتہ کہ مراد بحد احکام شریعت ست کہ تعیین نمودہ وحد فرمودہ است وہر یک از احکام اوامر موضعے سے کہ بداں اطلاع افتد بر ہر حکم وتمامۂ آں حدود احکام ومواضع اطلاع بر آں حاصل نبود مگر حضرت رسالت را صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلمار ادراں طبقات ومنازل ومقامات ست بعضہا فوق بعض اھ مختصراً۔(۲)

اس سے مراد سات طریقوں پر بھیجا ہوا قرآن ہے۔ حرف لغت میں طرف کے معنی میں آتا ہے لیکن یہاں ساتھ قسمیں یا سات طریقے یا اس مقام کے مناسب جو معنی ہو وہ مراد ہے ان سات طریقوں میں سے کہ جن پر قرآن نازل ہوا ہے ہر آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن، ظاہر سے وہ مطالب مراد ہیں

---

(۱) [اشعة اللمعات، كتاب العلم: ۱/۱۶۵]

(۲) [أشعة اللمعات: كتاب العلم: ۱/۱۶۶]

www.waseemziyai.com

تمام اہل زبان سمجھتے ہیں اور باطن سے وہ اسرار وانوار مراد ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کے خاص بندے آگاہ ہوتے ہیں یا ظاہر سے مراد وہ معانی ہیں جو تفسیر سے معلوم ہوتے ہیں، اور باطن سے وہ جو تاویل سے منکشف ہوتے ہیں اور تفسیر وہ ہے جو روایت سے تعلق رکھے اور تاویل وہ ہے جو درایت سے تعلق رکھے، اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ظاہر سے آیت قرآنی پر ایمان لانا اور باطن سے ان پر عمل کرنا مراد ہے یا ظاہر سے اس کی قراءت وتلاوت اور باطن سے اس کا فہم وتدبر مراد ہے یا ظاہر سے الفاظ اور باطن سے معنی مراد ہے یا اس سے یہ مراد ہے کہ قرآن کے قصے ظاہر میں اخبار ہیں مگر باطن میں عبرت ونصیحت ہیں ولکل حد مطلع. بضم میم وفتح طائے مشددہ بمعنی بلند جگہ جس پر پہونچ کر اس جگہ اس کی آخری حدود سے آگاہ ہوتے ہیں حد بمعنی طرف ونہایت یعنی ظاہر وباطن میں سے ہر ایک کے لیے ایک حد نہایت ہے اور ہر حد ونہایت کے لیے ایک مقام ہے جس پر چڑھنے اور صعود کرنے سے اس حد ونہایت کی پوری پوری تحقیق معلوم ہوتی ہے پس ظاہر کا مطلع عربیت اور ان علوم کا سیکھنا ہے جن کے ساتھ قرآن کا ظاہر معنی تعلق رکھتا ہے اور اسباب نزولی کی معرفت اور ناسخ ومنسوخ وغیرہ اور باطن کا مطلع ریاضت ومجاہدہ یا ظاہرا شرع کی اتباع، تزکیہ نفس، تصفیہ قلب، روح کا تجلیہ اور سر کا تخلیہ جس کے حصول کے بعد قرآن کے بطون سے آگاہی ہوتی ہے۔ اور بعض علما نے کہا ہے کہ حد سے احکام شرع مراد ہیں جو متعین ہیں اور جن کی حدود مقرر ہیں پھر ان احکام میں سے ہر حکم کے لیے ایک جگہ ہے جہاں سے اس حکم کا علم حاصل ہوتا ہے اور یہ تمام حدود واحکام اور جہاں سے ان کا پتہ چلتا ہے ان سب کا مکمل علم صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہی حاصل ہے علما کے اس بارے میں مختلف طبقات مختلف مرتبے اور درجے ہیں کہ جن میں سے بعض کو بعض پر فوقیت حاصل ہے۔ (مترجم)

اسی میں زیر حدیث: ''العلم ثلاثة الخ.'' ہے:

علم اصول دین وشریعت سہ است: یکے آیتے کہ محکمہ است اشارت بکتاب اللہ است وتخصیص بآیت محکمہ بجہت آنست کہ آں ام الکتاب واصل اوست ومحفوظ است از احتمال واشتباہ وہر چہ جز اوہست از متشابہت محمول برآنست وعلومے کہ مبادی ووسائل آنست متعلق ست بداں۔ یا سنتے کہ ثابت است بحفظ متون واسانیدن آں۔ یا فریضہ ایست کہ مثیل وعدیل کتاب وسنت است واشارت است باجماع وقیاس کہ مستند ومستنبط انداز آں، وبایں اعتبار آں را مساوی ومعادل کتاب وسنت داشتہ اند وتعبیر از آں بفریضہ کردند تنبیہ برآں کہ عمل بآنہا واجب است چناں کہ بکتاب وسنت پس حاصل معنی حدیث آں شد کہ اصول دین چہار است، کتاب وسنت واجماع وقیاس، وہر چہ کہ ہست از مواد علوم جزیں پس

www.waseemziyai.com

آں فضل است ولا یعنی۔(۱)

دین وشریعت کے اصول کے علوم تین ہیں۔ایک آیت محکمہ۔اس سے کتاب اللہ کی طرف اشارہ ہے اور آیت کو محکمہ سے خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ محکم آیات ام الکتاب اور اصل ہیں اور احتمال واشتباہ سے محفوظ ہیں محکمات کے سوا جو کچھ ہے جیسے متشابہات وغیرہ تو وہ محکمات پر محمول ہیں اور جو علوم اس کے مبادی و مسائل ہیں وہ اس سے متعلق ہیں۔یا ایسی سنت ہے جو حفظ متون اور سندوں کے حفظ کی وجہ سے ثابت ہے۔یا وہ فریضہ عادلہ ہے جو قوت وثبوت میں کتاب وسنت کی طرح ہو اور اس میں اجماع اور قیاس کی طرف اشارہ ہے جو مستند اور کتاب وسنت سے اخذ کیا گیا ہو اس وجہ سے اسے کتاب وسنت کے مساوی قرار دیا گیا اور اسے لفظ فریضہ سے تعبیر کیا گیا تا کہ تنبیہ ہو کہ اس پر عمل کرنا بھی ویسے ہی واجب وضروری ہے جس طرح کتاب وسنت پر عمل کرنا ضروری ہے تو حدیث کا حاصل معنی یہ ہوا کہ دین کے اصول چار ہیں کتاب وسنت، اجماع اور قیاس، اور جو کچھ ان علوم کے علاوہ ہیں وہ زائد اور لا یعنی ہیں۔(مترجم)

تیسیر شرح جامع صغیر میں اسی حدیث کے نیچے ہے:

(أو فريضة عادلة) أي: مساوية للقرآن في وجوب العمل بها وفي كونها صدقاً وصواباً"(۲)

فریضہ عادلہ یعنی واجب العمل ہونے اور صدق صواب ہونے میں قرآن کے مساوی ہے۔(مترجم)

تفسیرات احمدیہ میں قاضی بیضاوی سے زیر کریمہ: ﴿فلولا نفر الآية﴾ ذکر کیا:

"في الآية دليل على أن الفقه من فروض الكفاية"(۳)

آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ فقہ فرض کفایہ ہے۔(مترجم)

اسی میں فرمایا: "التفقه هو الاجتهاد، ومن المعلوم أنه فرض كفاية.(۴)

تفقہ سے مراد اجتہاد ہے اور ظاہر ہے کہ یہ فرض کفایہ ہے۔(مترجم)

---

(۱) [أشعة اللمعات: كتاب العلم: ۱/۱۶۷]

(۲) [التيسير شرح جامع صغير: ۲/۱۵۶]

(۳) [تفسير البيضاوي: ۱/۴۲۵]

(۴) [التفسيرات الأحمدية. ۴۸۱]

www.waseemziyai.com

اسی میں ہے:

"التفقه هو الجهاد الأكبر"(۱)

تفقہ جہاد اکبر کا نام ہے۔(مترجم)

اسی میں زیر کریمہ :﴿كنتم خير أمة.﴾ ہے:

"قد تمسك به الإمام فخر الإسلام البزدوي وغيره على كون إجماعهم حجة، لأنه من ثمرات خيريتهم في الدين.

وقال القاضي الأجل: يستدل بهذا الآية على أن الإجماع حجة ؛ لأنها يقتضي كونهم آمرين بكل معروف ناهين عن كل منكر، إذا للام فيها للاستغراق، ولو أجمعوا على باطل كان أمرهم على خلاف ذلك."(۲)

امام فخر الاسلام بزدوی وغیرہ نے آیت کریمہ سے اجماع فقہا کے حجت ہونے پر استدلال کیا ہے، کہ یہ ان کے دین میں بہتر ہونے کا نتیجہ ہے۔

اور قاضی اجل نے بھی اس آیت کریمہ سے اجماع کے حجت ہونے پر استدلال کیا ہے کیوں کہ یہ اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے منع فرمائیں۔اس لیے کہ اس میں لام استغراق کے لیے ہے، اور اگر وہ باطل پر اجماع کرتے تو ان کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔(مترجم)

اسی میں زیر آیۃ :﴿وكذلك جعلنا كم أمة وسطا الآية.﴾ ہے:

"قد استدل الشيخ ابو المنصور الماتريدي بالآية على أن الإجماع حجة ؛ لأن الله تعالىٰ وصف هذه الأمة بالعدالة والعدل هو المستحق بقبول قوله، فإذا اجمعوا على شي وشهدوا به لزم قبول هكذا في المدارك، وإليه مال القاضي البيضاوي وتمسك الشيخ الإمام فخر الإسلام البزدوي أيضاً به وبآيتين آخرين قوله تعالىٰ: ﴿كنتم خير أمة.﴾ وقوله تعالىٰ: ﴿ومن يشاقق الرسول.﴾ الآية"(۳)

اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل۔شیخ ابو منصور ماتریدی نے اس

---

(۱) [تفسير البيضاوي: ۱/٤۲٥]

(۲) [التفسيرات الأحمدية. ۲۱۷]

(۳) [التفسيرات الأحمدية. ٤٤]

www.waseemziyai.com

آیت کریمہ سے اجماع کی حجیت پر استدلال کیا ہے اس لیے کہ رب تعالیٰ نے اس امت کو عدالت سے متصف فرمایا، اور عادل کا قول مستحق قبولیت ہوتا ہے، لہذا اگر وہ کسی امر پر اجماع کریں اور اس پر دلائل پیش کریں تو ان کا امر ماننا واجب ہوگا۔ اسی طرح مدارک میں، اور اس طرف قاضی بیضاوی کا میلان ہے، نیز امام فخر الاسلام بزدوی علیہ الرحمہ نے بھی اس سے اور اس کے علاوہ دیگر آیتوں "کنتم خیر امة" اور "من یشاقق الرسول" سے اجماع کی حجیت واضح کی ہے۔ (مترجم)

اسی میں زیر آیہ: ﴿وأطیعوا اللہ. الآیة﴾ ہے:

"قیل: المراد بأولی الأمر علماء الشرع، فکأنه أمر الجاهلین بإطاعة العلماء بإطاعة المجتهدین. لقوله تعالیٰ:

﴿ولوردوه إلی الرسول وإلیٰ اولی الأمر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم﴾(۱)

وقد یضعف هذا التوجیه بقوله تعالیٰ:

﴿فان تنازعتم في شيء﴾.

لأنه معناه: إن تنازعتم أنتم واولو الأمر، ولیس للمقلدأن ینازع المجتهد في حکمه إلا أن یقال: إن معناه إن تنازعتم بینکم یا أولی الأمر مع أولی الأمر.

وبالجملة قد استدل به منکر وا القیاس علی أن القیاس لیس بحجة؛ لأن اللّٰه تعالیٰ أوجب رد المختلف إلی الکتاب والسنة دون القیاس۔ ولنا ان ندفع شبهتهم بأن رد المختلف إلی الکتاب والسنة إنما هو القیاس علیهما یدل علیه لفظ الرد، ولما أمر به بعد إطاعة اللّٰه تعالیٰ وإطاعة الرسول دل علی أن الأحکام ثلثة مثبت بظاهر الکتاب ومثبت بظاهر السنة، ومثبت بالرد علیهما علی وجه القیاس، فکانت حجة لنا في أن القیاس حجة، هکذا في البیضاوي.

والحق أن المراد به کل أولی الحکم إماماً کان أو أمیراً، سلطاناً کان أوحاکماً، عالماً کان أومجتهداً، قاضیاً کان أومفتیاً. علیٰ حسب مراتب التابع والمتبوع، لأن النص مطلق فلا یقید من غیر دلیل الخصوص."(۲).

---

(۱) [سورة النساء:۸۳]

(۲) [التفسیرات الأحمدیة.۲۹۸]

www.waseemziyai.com

ایک قول یہ ہے کہ اولوالامر سے مراد علمائے شریعت ہیں، گویا جاہلوں کو علما اور مجتہدین کی اطاعت کا حکم دیا گیا، اس لیے کہ رب تعالیٰ کا فرمان ہے:

اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے یہ جو بات میں کاوش کرتے ہیں۔

بے شک یہ توجیہ رب اکبر کے ارشاد "فإن تنازعتم في شئ" کی وجہ سے ضعیف ہے، کیوں کہ اب مطلب یہ ہے کہ تم اور اولوالامر (علمائے مجتہدین) اگر آپس میں متنازع ہو، جب کہ مقلد کو مجتہد سے اس کے بیان کردہ حکم میں جھگڑے کا حق نہیں۔

ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مطلب اس کا یہ ہے اے علم وحکمت والو جب تم ایک دوسرے سے اختلاف کرو یعنی دو اولوالامر (مجتہدین علما) کی جماعت میں اگر تنازع ہو۔

حاصل کلام یہ ہے کہ منکرین قیاس نے اس آیت سے اجماع کے حجت نہ ہونے پر استدلال کیا ہے، اس لیے کہ رب تعالیٰ نے مختلف فیہ مسئلہ میں کتاب اللہ اور سنت رسول کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے نا کہ قیاس کرنے کا، ہم اس شبہ کا یوں ازالہ کرتے ہیں، ان کے اعتراض کا یوں جواب دیتے ہیں کہ مختلف مسئلہ کو کتاب اللہ اور سنت رسول کی طرف لوٹانے سے مراد ان پر قیاس کرنا ہے، جس پر کلمہ "رد" دال ہے، اور جب اطاعت خدا اور رسول کے بعد اس (قیاس) کا حکم دیا گیا، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ احکام تین طرح کے ہیں۔ (۱) جو ظاہر کتاب سے ثابت ہوں، (۲) جو ظاہر سنت سے ثابت ہوں۔ (۳) جو قیاس کے طور پر ان کی طرف رجوع کرنے سے ثابت ہوں، لہذا اس سے ہمیں حجیت قیاس پر دلیل مل گئی، اسی طرح بیضاوی میں ہے۔

اور حق بات ہے کہ اولی الامر سے ہر صاحب حکم مراد ہے خواہ وہ امام ہو یا امیر، سلطان ہو یا حاکم، عالم ہو یا مجتہد قاضی ہو یا مفتی، تابع ومتبوع کے مراتب کے اعتبار سے اس لیے کہ نص مطلق ہے لہذا اسے بغیر دلیل خصوص کے مقید نہیں کیا جاسکتا۔

ترجمہ:

اسی میں زیر کریہ: ﴿فاعتبروا يأولى الأبصار﴾ ہے:

تو عبرت لو اے نگاہ والو۔

"الله تعالىٰ أمرنا بالاعتبار: وهو التأمل في المثلات المذكورة والقياس نظيره بعينه، لأن الشرع شرع أحكاماً بمعان أشار إليها كما أنزل مثلات

www.waseemziyai.com

بأسباب قصصها، وح يكون إثبات حجة القياس عقلياً أي: ثابتاً بدلالة النص المشابه للقياس، لا ثابتاً بعين القياس وإلا يلزم الدور،أو نقول: إن الله تعالىٰ أمرنا بالاعتبار، والاعتبار رد الشي إلىٰ نظيره، وهو عام شامل للقياس والمثلات، وح يكون إثبات حجة القياس بعبارة النص، فهذا دليل جامع بين العقل والنقل، ولذلك ترى أهل الأصول يجعلونه تارة عقلياً وأخرى نقليا، وقد تمسك به صاحب المدارك والبيضاوي،وأيضاً الحجة النقلية ماروي عن معاذ بن جبل قال له رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بم تقضي يا معاذ الحديث."(۱)

اللہ تعالیٰ نے ہمیں عبرت لینے کا حکم دیا،عبرت نام ہے مذکور نظائر اور امثال میں غور وفکر کرنے کا، اور قیاس بھی اسی کو کہتے ہیں،اس لیے کہ شریعت نے احکام کو ان معانی کے ساتھ مشروع کیا جن کی طرف اشارہ ہو چکا،مثلاً قصص کے اسباب کے ساتھ ان کے نظائر کو نازل فرمایا،اسی سے قیاس کی حجیت عقلاً یعنی دلالت النص سے ثابت ہوتی ہے جو کہ قیاس کے مشابہ ہے،عین قیاس سے ثابت نہیں ہو رہی ہے ورنہ تو دور لازم آئے گا۔

یا ہم یوں کہیں گے کہ رب تعالیٰ نے ہمیں اعتبار کرنے کا حکم دیا اور اعتبار نام ہے شی کو اس کی نظیر کی طرف لوٹانے کا، اسی طرح قیاس کی حجیت عبارت النص سے ثابت ہوگی ،لہذا یہ دلیل عقل ونقل دونوں کو جامع ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض علماے اصول اس (قیاس) کو عقلی دلیل مانتے ہیں،اور بعض نقلی دلیل مانتے ہیں،اس سے صاحب مدارک اور قاضی بیضاوی نے تمسک (استدلال) کیا ہے نیز نقلی دلیل وہ ہے جو حضرت معاذ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم کس طرح فیصلہ کروگے اے معاذ۔(مترجم)

اسی میں زیر آیہ:﴿من يشاقق الرسول. الآية﴾ ہے:

"معناها ومن يشاقق الرسول أي: يخلافه، ﴿ويتبع غير سبيل المؤمنين﴾ من عمل أو اعتقاد نوله ما تولى أي: نسلط على ما أحبه من الردة والكفر والضلال، ﴿ونصله جهنم﴾ أي: ندخله فيها وساء ت الجهنم مصيرا له،

والحاصل: أن هذه الآية هي التي تدل على أن الإجماع كالكتاب

(۱) [التفسيرات الأحمدية.٦٩]

www.waseemziyai.com

والسنة. كما ذكر أهل الأصول والمفسرون جميعاً،وذلك ؛ لأن الله تعالى جعل اتباع سبيل المومنين كمشاقة الرسول عليه السلام حيث جعل كلا منها مشتركا في جزاء واحد وهو﴿ نوله ماتولى ونصله جهنم﴾ والجزاء المذكور جزاء لكل منهما بالاستقلال كما قال في البيضاوي.والآية تدل على حرمة مخالفة الإجماع، لأنه تعالى رتب الوعيد الشديد على المشاقة، واتباع غير سبيل المؤمنين، وذلك إما لحرمة كل واحدمنهما، أو أحدهما أو الجمع بينهما.والثاني باطل، إذلا يصح أن يقال من شرب الخمر وأكل الخنزير استوجب الحد وهكذا الثالث ؛ لأن المشاقة محرمة ضم إليها غيره أو لم يضم، وإذا كان اتباع غير سبيلهم محرماً كان اتباع سبيلهم واجباً، لأن ترك اتباع سبيلهم ممن عرف سبيلهم اتباع غير سبيلهم هذا لفظه.

فعلم أن اتباع سبيل المؤمنين أي: ما عليه المؤمنون بأجمعهم واجب، وذلك يسمى بالإجماع، فيكون الإجماع حجة قطعية يكفر جاحده كالكتاب والسنة المتواتره، ويكون مقدماً على الخبر المشهور والأحاد اذا انتقل إلينا بإجماع كل عصر في نقله، وأما إذا انتقل إلينا بالإفراد كان كنقل السنة بالأحاد، ولا بد في الإجماع من داع مقدم وهو قد يكون من خبر الواحد والقياس، يعني لابد أن يثبت الحكم من خبر الواحد والقياس، ثم تجمع عليه الأمة والعزيمة فيه أن يقول كل واحد أجمعنا في هذا الحكم، أو يشرع كل واحد على الفعل والرخصة فيه أن يتكلم البعض، أو يفعل البعض دون البعض۔

وأهل الإجماع من كان مجتهداً غير ذي هوى ولا فسق، وقيل لا إجماع إلا للصحابة، وقيل لا إجماع إلا لأهل المدينة، والكلام فيه طويل مذكور في أصول الفقه إن شئت فارجع إليه."(۱)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو رسول خدا کی مخالفت کرے،اور مسلمانوں سے جداراہ چاہے،یعنی ان کے خلاف عمل یا عقیدہ رکھے،تو ہم اس پر اس کا پسندیدہ ارتداد،کفر وگمراہی مسلط کردیں گے،اور ہم اسے جہنم میں داخل کریں گے اور جہنم اس کے لیے کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔

---

(۱) [التفسيرات الأحمدية.۲۰۹]

www.waseemziyai.com

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آیت کتاب وسنت کی طرح اجماع کی حجیت پر دال ہے۔ جیسا کہ علماے اصول اور جملہ مفسرین نے بیان کیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ غیر مسلموں کی اتباع کو اللہ عزوجل نے رسول کی مخالفت کے مساوی قرار دیا اس لیے کہ دونوں کو ایک ہی جزا میں شریک کیا اور جزا یہ ہے ﴿نولہ ماتولی﴾ ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے، اور جزائے مذکور ہر ایک کے لیے مستقل جزا ہے، جیسا کہ قاضی بیضاوی نے فرمایا ہے، اور آیت کریمہ مخالفت اجماع کی حرمت پر دال ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے وعید شدید کو مخالفت اور غیر مسلموں کی راہ کی اتباع پر مرتب فرمایا، وہ اس لیے کہ آیت یا تو دونوں میں سے ہر ایک کی حرمت کے لیے ہے، یا کسی ایک کی حرمت یا مجموعی طور پر دنوں کی حرمت کے لیے ہوگی، جب کہ دوسری صورت باطل ہے کیوں کہ یہ کہنا درست نہیں کہ شرابی اور خنزیر کھانے والے سزا کے مستحق ہیں، اسی طرح تیسری صورت درست نہیں ہے، اس لیے کہ مخالفت خود ہی حرام ہے خواہ اس کے ساتھ غیر کا اتصال ہو یا نہ ہو، اور جب غیر مسلموں کی راہ کی پیروی حرام ٹھہری تو مسلمانوں کی راہ کی اتباع واجب ہوگی، کیوں کہ اس شخص کا مسلمانوں کی راہ کی اتباع نہ کرنا جس پر ان کی راہ ظاہر ہو اس کا یہ عمل غیروں کی راہ کی پیروی ثابت کرتا ہے، یہ قاضی بیضاوی کے الفاظ ہیں، پس معلوم ہوا کہ راہ مسلمین یعنی جو سارے مسلموں کی راہ اور ان کا موقف ہے اسی کی پیروی واجب ہے اور اس کو اجماع کہتے ہیں، لہذا اجماع حجت قطعی ہوگا اور اس کا منکر کافر ہوگا، جیسا کہ کتاب وسنت متواترہ کا منکر کافر ہوتا ہے۔ اور یہ خبر مشہور اور اخبار احاد پر مقدم ہوگا، جب کہ یہ ہر دور کے اجماع کے ساتھ ہم تک پہنچے، اور اگر افراد کے ساتھ موصول ہو تو اخبار آحاد کی طرح ہوگا۔

اور اجماع میں کسی سبب مقدم کا ہونا ضروری اور یہ سبب مقدم بھی خبر واحد اور قیاس سے ثابت ہوتا ہے، یعنی مطلب یہ ہے کہ اولا حکم خبر قیاس سے حکم میں اجماع کرلیا ہے یا ہر ایک فعل کو مشروع قرار دے، اور رخصت یہ ہے کہ بعض کہیں، یا صرف بعض افراد اس فعل کو کریں، اجماع کا اہل وہ شخص ہے جو فاسق اور خواہش نفس کا پیروکار نہ ہو، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اجماع صرف صحابہ کا معتبر ہے، جب کہ کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ صرف اہل مدینہ کا اجماع قابل قبول ہے غرض کہ اس سلسلے میں گفتگو طویل ہے جو اصول فقہ میں مذکور ہے، لہذا اس کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔ (مترجم)

حدیقہ ندیہ ص: ۸۱ میں فرمایا:

قولہ تعالیٰ: ﴿یاأیھا الذین اٰمنوا أطیعوا اللہ وأطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم﴾ یرید بھم أمراء المسلمین في عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

www.waseemziyai.com

وبعده ويندرج فيهم الخلفاء والقضاة وأمراء السرية، وقيل علماء الشرع لقوله تعالىٰ:﴿وَلَو رُدُّوهُ إِلَى الرَّسولِ وإِلَى أولِى الأمرِ مِنهُم﴾ ذكره البيضاوي،

وقال الواحدي:﴿أَطيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ اتباع الكتاب والسنة وأولى الأمر منكم،

قال ابن عباس:في رواية الوالبي هم الفقهاء والعلماء أهل الدين يعلمون الناس معالم دينهم أو جب اللّٰه تعالىٰ طاعتهم(كذا) قال جابر:وهو قول الحسن والضحاك ومجاهد.

وقال الزجاج: وجملة اولى الأمر من يقوم بشان المسلمين في أمردينهم وجميع ما أدى إليه صلاحهم،

وقال شيخ زاده في حاشيته على البيضاوي عند قوله تعالىٰ: **﴿وعلم آدم الأسماء كلها﴾** المراد من أولى الأمر العلماء في أصح الأقوال ؛ لأن الملوك يجب عليهم طاعة العلماء ولا ينعكس.(۱)

اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا،اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں،ان (اولو الامر) سے مراد زمانہ رسول کے امرا ہیں اور اس کے بعد اس فہرست میں خلفا،قاضی اور فوج کے سپہ سالار داخل ہیں،اور ایک یہ ہے کہ علمائے شریعت مراد ہیں،کیوں کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ اے رسول اور اپنے اختیار وحکومت والوں کی طرف پھیر دو،یہ قاضی بیضاوی کا بیان تھا۔

اور واحدی کہتے ہیں کہ حکم مانو اللہ کا اور رسول اللہ کا،اس کا مطلب یہ ہے کہ کتاب وسنت کی اتباع ضروری ہے اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی بھی،اسی کی روایت میں یہ ہے کہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ان سے مراد فقہا اور علمائے دین ہیں جو لوگوں کے دینی معاملات جانتے ہیں،اللہ تعالیٰ نے قوم پر ان کی اطاعت واجب فرمادی،یہی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے اور اسی کی طرف حسن ضحاک اور مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا میلان ہے،اور زجاج کا کہنا ہے کہ اول الامر میں وہ تمام لوگ آتے ہیں جو لوگوں کے دینی معاملات حل فرماتے ہیں اور ان کے اصلاح کے کام انجام دیتے ہیں،شیخ زادہ بیضاوی کے حاشیہ میں اللہ کے ارشاد﴿و علم آدم الاسماء کلها﴾ (اور اللہ تعالیٰ آدم کو تمام اشیا کے نام سکھائے) کے

---

(۱) [الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية.۸۷]

www.waseemziyai.com

تحت فرمایا کہ اولوالامر سے اصح قول کے مطابق علما مراد ہیں، اس لیے کہ بادشاہوں پر بھی علما کی اطاعت واجب ہے، نہ کہ علما پر ان کی۔ (مترجم)

"وقال الشيخ العيني رحمه الله تعالى في شرح الكنز قوله: وللشاب العالم أن يتقدم على الشيخ الجاهل في مسائل شتّى أخر الكنز؛ لأنه أفضل منه. قال الله تعالى: ﴿قل هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون﴾ وقال الله تعالى: ﴿أطيعوا الله وأطيعوا الرسول واولي الأمر منكم﴾ والمراد بأولى الأمر العلماء في أصح الأقوال. ﴿فإن تنازعتم أنتم واولي الأمر منكم﴾ في شي من أمور الدين، وهو يؤيد الوجه الأول يعني من المراد باولى الأمر: الأمراء، اذ ليس للمقلد أن ينازع المجتهد في حكمه بخلاف الرؤس، إلا أن يقال: الخطاب لأولى الأمر على طريقة الالتفات قاله البيضاوي.

وقال الخازن: تنازعتم يعني: اختلفتم في شي من أمر دينكم.

والتنازع اختلاف الآراء، وأصلها من انتزاع الحجة، وهو إن كل واحد من المتنازعين ينزع الحجة لنفسه، فردوه إلى الله والرسول أي: ردوا ذلك الأمر الذي تنازعتم فيه إلى كتاب الله عزوجل وإلى رسوله صلى الله تعالى عليه وسلم ما دام حيا، وبعد وفاته إلى سنة، فإن وجد ذلك الحكم في كتاب الله أخذ به، فان لم يوجد ففي سنة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فإن لم يوجد في السنة فسبيله الاجتهاد.

وقيل: الرد إلى الله ورسوله أن تقول لما لا تعلم الله ورسوله أعلم.

وقال البيضاوي، فردوه: فراجعوا فيه، الى الله: الى كتابه والرسول بالسوال عنه في زمانه والمراجعة إلى سنته دون القياس، وأجيب بأن رد المختلف إلى المنصوص عليه إنما يقول بالتمثيل، والبناء عليه، وهو القياس۔ ويؤيد ذلك الأمر به بعد الأمر بطاعة الله وطاعة رسوله، فإنه يدل على أن الأحكام ثلثة: مثبت بالكتاب ومثبت بالسنة، ومثبت بالرد إليهما على وجه القياس. اه مختصراً."(۱)

اور امام عینی رحمۃ اللہ علیہ شرح کنز میں فرماتے ہیں: کہ عالم نوجوان جاہل شیخ سے مقدم ہے مختلف

(۱) [التفسيرات الأحمدية. ۸۷]

www.waseemziyai.com

مسائل میں، اس لیے کہ وہ اس سے افضل ہے، جیسا کہ خود رب تعالیٰ کا ارشاد ہے اے محبوب آپ فرمادیجیے کہ عالم و جاہل برابر نہیں، ایک دوسرے مقام پر ہے کہ ''حکم مانو خدا کا اور حکم مانو رسول خدا کا اور اپنے ذی اختیار لوگوں کا'' اور صحیح قول کے مطابق اولی الامر سے مراد علما ہیں، ''اگر تم اور اولی الامر تنازع کر بیٹھو'' کسی دینی معاملہ میں، اور یہ پہلی توجیہ کی تائید کر رہا ہے یعنی اولی الامر سے مراد حاکم ہیں، اس لیے کہ مقلد کو مجتہد سے جھگڑنا جائز نہیں، اس کے بیان کردہ کسی حکم میں، برخلاف حکام کے، ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اولی الامر سے خطاب علی سبیل الالتفات ہے، جیسا کہ قاضی بیضاوی نے فرمایا ہے، اور خازن کہتے ہیں کہ تنازع عتم سے مراد ہے کہ جب تمہارا کسی دینی مسئلہ میں اختلاف ہو، کیوں کہ تنازع کا مطلب آرا کا مختلف ہونا ہے اور یہ انتزاع حجت سے نکلا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ متنازعین میں سے ہر ایک اپنی حجت، رائے اور دلیل پیش کرے، تو اس کو اللہ اور رسول خدا کی طرف پھیر دو، یعنی اس مختلف مسئلہ کو قرآن کریم کی طرف لوٹا دو، اور سرکار جب تک حیات ظاہر میں ہوں تو ان کی طرف پھیرو۔ اور بعد وفات آپ کی سنت کی طرف۔

پس اگر وہ حکم قرآن میں مل جائے تو اس پر عمل کیا جائے گا اور اس میں نہ ملے تو حدیث کی طرف رجوع کیا جائے گا، اور حدیث میں بھی نہ ملے تو پھر قیاس سے حل کیا جائے گا، اور ایک قول یہ ہے کہ خدا اور رسول خدا کی طرف پھیرنے سے مراد یہ کہ جس بات کو تم نہیں جانتے، اس کے بارے میں اللہ و رسول اعلم کہو (اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں) اور قاضی بیضاوی فرماتے ہیں کہ یعنی اس مسئلہ میں اللہ عزوجل یعنی اس کی کتاب کی مراجعت کرو، اور سرکار کے زمانے میں آپ سے پوچھو اور آپ کی رحلت کے بعد آپ کی سنت کی طرف رجوع کرو، نہ کہ قیاس کی طرف، اس کا جواب یہ دیا گیا کہ مختلف کو منصوب علیہ کی طرف پھیرنا یہ بطور تمثیل ہوگا اور اس پر بنا کرنے کے طور پر ہوگا۔ اور یہی قیاس ہے، اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اطاعت خدا و رسول خدا کے بعد اس کا حکم دیا گیا، لہذا یہ اس پر دال ہے کہ احکام تین طرح کے ہیں۔ (۱) جو کتاب اللہ سے ثابت ہوں، (۲) جو سنت رسول سے ثابت ہوں۔ (۳) وہ جو ان دونوں کی طرف قیاس کے طور پر رجوع کرنے سے ثابت ہوں۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

''ومن يشاقق الرسول أي: يخالفه، ويتبع غير سبيل المؤمنين، أي: غير ما هم عليه من اعتقاد وعمل، ذكره البيضاوي۔ نوله ما تولى أي: نجعله والياً لمن تولى من الضلال، ونخلي بينه وبين ما اختاره، ونصله جهنم وساء ت مصيرا. قال

البيضاوي: الآية تدل على حرمة مخالفة الإجماع؛ لأنه تعالىٰ رتب الوعيد الشديد على المشاقة واتباع غير سبيل المؤمنين الخ."(۱)

جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اختلاف کرے اور مومنوں کی راہ سے جدا راہ چاہے، یعنی ان کے عمل واعتقاد سے الگ عقیدہ رکھے اور عمل کرے، اسے قاضی بیضاوی نے ذکر فرمایا ہے: (ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے) یعنی اسے گمراہوں کا والی بنائیں گے، اور اس کے اختیار کردہ عمل کے ساتھ اسے چھوڑ دیں گے۔ اور اسے جہنم میں داخل کریں گے وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے، قاضی بیضاوی فرماتے ہیں۔ یہ آیت کریمہ مخالفت اجماع کی حرمت پر دلالت کر رہی ہے، اس لیے کہ رب تعالیٰ نے شدید وعید کو مخالفت اور غیر مسلموں کی راہ کی اتباع پر مرتب فرمایا ہے۔ (مترجم)

اسی میں اس حدیث کی شرح:

"عن الحارث بن الأعور رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه أنه قال: مررت بالمسجد فإذا الناس يخوضون في الأحاديث، فدخلت على عليّ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه فأخبرته فقال: أوقد فعلوها قلت: نعم، قال: أما إني سمعت رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ تعالى عليه وسلم يقول: إلا أنها ستكون فتنة، قلت: فما المخرج منها يا رسول اللّٰہ! قال: كتاب اللّٰہ فيه نبأ ما قبلكم، وخبر ما بعدكم، وحكم ما بينكم، هو الفصل ليس هو بالهزل، من تركه من جبار قصمه اللّٰہ، ومن ابتغى الهدى في غيره أضله اللّٰہ الحديث."

فرماتے ہیں: "قال رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ تعالى عليه وسلم: المخرج منها كتاب اللّٰہ تعالىٰ أي: التمسك به، وترك الأراء العقلية، فإن فيه بيان حكم هذه المسألة، ففي كتاب اللّٰہ بيان حكم كل شيء حتى المسألة المذكورة في التكلم في المساجد بكلام أهل الدنيا، وفيه المعافاة من كل داء، والسلامة من كل فتنة، وكل محنة ظاهراً وباطناً فيه، أي: في كتاب اللّٰہ نبأ أي: خبر ما أي: الذين قبلكم وخبر ما بعدكم، يعني: علوم الأولين والآخرين، وهي قصص الأمم الماضية، وحديث هذه الأمة إلىٰ يوم القيامة، وحكم ما بينكم في الدنيا من حلال وحرام ومندوب ومكروه ومباح وصحيح وفاسد، وفي الآخرة من ثواب وعقاب وعتاب وسوال وحساب وخلود في نعيم، أو

(۱) [التفسيرات الأحمدية. ۸۹]

www.waseemziyai.com

في عذاب أليم.هو يعني: كتاب الله تعالىٰ الفصل ليس هو بالهزل، من تركه أي: لم يعمل به ولم يقف عند حلاله وحرامه، ولم تعظ بمواعظه من جبار بيان لمن تركه، وهو كل عات قصمه الله تعالى، أهلكه الله ودمره في كل أمر شرع فيه، لكونه ترك الاقتداء والاتباع لكتاب الله تعالىٰ، وتبع رأيه وعقله، ومن ابتغى إلى طلب الهدى الإيصال إلى الحق في غيره، أي: في غير كتاب الله تعالى،

وأما السنة والإجماع والقياس التابع لذلك فهي من الكتاب أيضاً بدليل قوله تعالىٰ: ﴿وما اتكم الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا﴾ **وقوله:** ﴿ولا تفرقوا﴾ **وقوله:** ﴿ولا تنازعوا﴾ **وقوله:** ﴿وكونوا قوامين بالقسط﴾ **وقوله:** ﴿فاعتبروا يا أولي الأبصار﴾ فإن الاعتبار هو القياس، كما أن النهي عن التفرق والتنازع يقتضي الحث على الإجماع۔ وذكر الخازن في تفسير قوله تعالىٰ: ﴿ومن يشاقق الرسول﴾ الآية قال: روي أن الشافعي رحمه الله تعالىٰ سئل عن آية من كتاب الله قول علىٰ أن الإجماع حجة، فقرأ القرآن ثلث مائة مرة حتى استخرج هذه الآية، وهي قوله: ﴿ويتبع غير سبيل المؤمنين﴾ وذلك لأن اتباع غير سبيل المؤمنين مفارقة الجماعة وهو حرام.فوجب أن يكون اتباع سبيل المؤمنين ولزوم جماعتهم واجباً، لأن الله تعالىٰ ألحق الوعيد لمن يشاقق الرسول ويتبع غير سبيل المؤمنين، فثبت بهذا أن إجماع الأمة حجة، وذكره البيضاوي في تفسير الآية المذكورة."(۱)

حضرت حارث بن اعور رضی اللہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں: کہ میں مسجد کے پاس سے گزرا تو میں نے لوگوں کو گفتگو کرتے سنا، پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور میں نے آپ کو اس کی خبر دی اس پر آپ نے فرمایا کہ کیا لوگ ایسا کرتے ہیں تو میں نے عرض کیا: ہاں، پھر آپ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا خبردار عن قریب فتنہ ہوگا، میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اس سے کس طرح بچا جا سکتا ہے، آپ نے فرمایا: کتاب اللہ کے ذریعہ، اس میں تم سے اگلوں کی خبریں ہیں اور تمہارے بعد آنے والوں کی بھی خبریں ہیں اور تمہارے زمانہ کے احکام بھی اس میں ہیں، یہ مفصل ہے ہنسی دل لگی سے بہت دور ہے، جس نے اسے گھمنڈ کی وجہ سے ترک کیا، چھوڑ دیا، اللہ تعالیٰ

---

(۱) [التفسيرات الأحمدية. ۸۹]

www.waseemziyai.com

اسے ہلاک فرمائے گا، اور جو اس سے ہٹ کر ہدایت تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اسے گمراہ فرمادے گا (مکمل حدیث) رسول کریم نے فرمایا کہ اس سے بچنے کی صورت قرآن کریم ہے، یعنی اس سے استدلال کرنا اور عقلی آرا کو ترک کردینا، بے شک اس میں اس مسئلہ کا حکم بیان ہے، پس قرآن کریم میں ہر شی کا حکم بیان کردیا گیا ہے یہاں تک مسئلہ مذکورہ کا یعنی مساجد میں دنیاوی گفتگو کرنے کا بھی حکم مذکور ہے، اس میں ہر بیماری کا علاج اور اس میں ہر فتنے اور ہر آشائش کا بیان ہے خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی، اور اس میں اگلوں اور پچھلوں کی خبریں ہیں، اولین وآخرین کے علوم ہیں، یعنی امم ماضیہ کے قصے اور امت کو قیامت تک پیش آنے والے مسائل کا ذکر، دنیا میں حلال، حرام، مستحب، مباح، مکروہ، صحیح اور فاسد وغیرہ اشیا کے احکام، نیز آخرت میں ثواب، عقاب، عذاب، سوال وجواب، اور جنت ودوزخ میں دائمی دخول وغیرہ امور کا قرآن میں تذکرہ ہے، یعنی کتاب اللہ میں ہر چیز کی تفصیل ہے یعنی مذاق کی اس میں گنجائش نہیں، پس جس نے اس پر عمل نہ کیا، اور اس کے حرام وحلال کو نہ مانا اور اس کے مواعظ سے نصیحت نہ پکڑی گھمنڈ کی وجہ سے یہ تارک قرآن کا بیان ہے، پس وہ سرکش ہے اللہ تعالیٰ اسے ہلاک فرمادے گا، اور اس کام کو ناکام وتباہ فرمادے گا جس کو وہ شروع کرے، اس لیے کہ اس نے کتاب اللہ کی اتباع اور پیروی ترک کردی، اور اپنی رائے اور عقل کے پیچھے دوڑتا رہا، اور حق تک پہنچنے کے لیے غیر قرآنی راہ کی پیروی کرتا رہا ہے۔

حدیث، اجماع، اور قیاس جو کہ کتاب اللہ کے تابع ہیں وہ بھی کتاب اللہ سے ہی ماخوذ ہیں، جس پر اللہ کا یہ ارشاد دال ہے ''جو کچھ رسول تمہیں دیں اسے لے لو، اور جس سے منع کریں باز رہو'' اس طرح فرمان ربی: ﴿لاتفرقوا، ولاتنازعوا﴾ (کونوا) قوامین بالقسط ﴿فاعتبروا یأولی الأبصار﴾ ٹکڑوں میں نہ بٹو، جھگڑا مت کرو، انصاف پر قائم رہو، اے بصیرت والو، عبرت پکڑو، یہ تمام ارشادات الٰہی ان کے قرآن سے ماخوذ ہونے پر دال ہیں، ا ، لبہ کہ اعتبار قیاس کو کہتے ہیں اور اختلاف اور نزاع سے باز رہنا اجماع کو ثابت کرتا ہے، خازن نے رب تعالیٰ کے قول ﴿من یشاقق الرسول﴾ کی تفسیر میں ذکر کیا ہے، روایت کی گئی ہے۔ کہ امام شافعی سے ایک ایسی آیت کے بارے میں سوال کیا گیا جو اجماع کی حجیت پر دال ہو، تو آپ نے تین سو دفعہ قرآن کی تلاوت کی یہاں تک آپ نے اس آیت ﴿ویتبع غیر سبیل المؤمنین﴾ ''جو مسلمانوں سے جدا راہ کی پیروی کرے) کا استخراج کیا، اس لیے کہ غیر مسلموں کی راہ کی پیروی جماعت سے علاحدگی ہے اور وہ حرام ہے پس ضروری ہوا کہ مسلمانوں کی راہ کی اتباع اور ان کی جماعت کے ساتھ رہنا واجب ہو، اس لیے کہ رب تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اختلاف کرنے اور غیر مسلموں کی راہ کی اتباع کرنے کی وعید کو ایک ساتھ ذکر کیا، لہذا اس ـــ

www.waseemziyai.com

ثابت ہوتا ہے کہ اجماع امت حجت ہے، اور قاضی بیضاوی نے اسے آیت مذکورہ کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔(مترجم)

اسی میں یہ حدیث:

((عن عائشة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم قال: ستة لعنتهم ولعنهم اللّٰہ، وکل نبي مجاب الدعوة: الزائد في کتاب اللّٰہ الحدیث)) کے نیچے لکھتے ہیں:

"الزائد یعني الذي زاد في کتاب اللّٰہ تعالیٰ مالیس منه عامداً متعمداً بأن وضع کلمة مثلا زائدة وعلمها لمن لم یقرأ القرآن بعد، أو کتب کلمة زائدة وأدخلها في کلام اللّٰہ تعالیٰ، أو اخترع کیفیة عمداً، أو قرأ بها آیة من کتاب للّٰہ تعالیٰ، أو زاد حکماً من أحکام اللّٰہ تعالیٰ بمجرد قیاس عقله وطبعه، کمن حرم مالم یحرمه اللّٰہ تعالیٰ في کتابه، أو أباح مالم یبحه اللّٰہ تعالیٰ في کتابه، ولا یدخل في ذلك من حرم أو أباح بالسنة أو الإجماع أو القیاس في حق المجتهد، فإنه حکم بالکتاب أیضاً؛ لأنها منه کما قدمنا، وکذلك من اخترع بعقله ورأیه معناً لآیة من کتاب اللّٰہ تعالیٰ لا یلیق بالشریعة.

کما روي عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما إنه قال: قال رسول صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم: ((من قال في القرآن بغیر علم فلیتبوء مقعده من النار.

وفي روایة: من قال في القرآن برأیه-))

أخرجه الترمذي وقال: حدیث حسن.

قال العلماء: النهي عن القول في القرآن بالرأی إنما ورد في حق من یتأول القرآن علی مراد نفسه، وما هو تابع لهواه، وهذا لا یخلوا إما أن یکون عن علم أولا، فإن کان عن علم کمن یحتج ببعض آیات القرآن علیٰ تصحیح بدعته وهو یعلم أن المراد من الآیة غیر ذلك، لکن غرض ه أن یلبس علیٰ خصمه بما یقوی حجته علیٰ بدعته، کما یستعمله الباطنیة والخوارج وغیرهم من أهل البدع في المقاصد الفاسدة، لیغروا بذلك الناس. وان کان القول في القرآن بغیر علم لکن عن جهل، وذلك أن تکون الآیة محتملة لوجه فیفسرها بغیر ما تحتمله من المعاني والوجوه،

www.waseemziyai.com

فهذان القسمان مذمومان وكلهما داخل في النهي والوعيد الوارد في ذلك.

فأما التاويل وهو صرف الآية على طريق الاستنباط إلى معنى يليق بها، محتمل لما قبلها وما بعدها، وغير مخالف للكتاب والسنة. فقد رخص فيه أهل العلم فإن الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم قد فسروا القرآن، واختلفوا في تفسيره على وجوه، وليس كل ماقالوه سمعوه من النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ولكن علىٰ قدر ما فهموا من القرآن تكلموا في معانيه، وقد دعى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لابن عباس فقال: اللهم فقهه في الدين وعلمه التأويل. فكان أكثر مانقل عنه التفسير كذا قاله ابو محمد الخازن في أول تفسيره."(۱)

ام المؤمنین سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ سرکار نے فرمایا: کہ چھ لوگوں پر میں نے لعنت کی اور ان پر رب تعالیٰ بھی لعنت بھیجتا ہے، اور ہر نبی مستجاب الدعوات ہے، ان چھ ملعونوں میں سے ایک کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا، زیادتی کرنے والے سے مراد وہ شخص ہے جس نے کتاب اللہ میں بالقصد ایسی چیز زیادہ کی جو اس میں سے نہ ہو، مثلاً اپنی طرف سے کوئی کلمہ گڑھا اور اس شخص کو وہ کلمہ پڑھا دیا، جس نے اب تک قرآن کریم کی تلاوت نہ کی ہو، یا کوئی زائد کلمہ لکھ کر کلام اللہ میں داخل کر دیا، یا قصداً کوئی طریقہ گڑھا اور اس طریقہ پر کتاب اللہ کی کوئی آیت تلاوت کی۔ یا پھر اپنی طبیعت اور عقل سے احکام الٰہی میں کوئی حکم زیادہ کر دیا، مثلاً وہ شخص جو اس چیز کو حرام قرار دے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حرام نہ کیا ہو، یا ایسی چیز کو مباح قرار دے جس کی اباحت کلام الٰہی میں نہ آئی ہو، اس حکم میں وہ شخص داخل نہ ہوگا جو سنت رسول، اجماع یا قیاس۔ مجتہد سے کسی شی کو حرام یا حلال قرار دے، اس لیے کہ یہ بھی کتاب اللہ کا حکم ہے، کیوں کہ یہ سب قرآن ہی سے ماخوذ ہیں، جیسا کہ ہم بیان کر چکے، اسی طرح وہ شخص بھی کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا ٹھہرے گا، جس نے اپنی رائے، اور عقل سے قرآن کی کسی آیت کے ایسے معنی گڑھ لیے جو شریعت کے شایان شان نہ ہوں، جیسا کہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: کہ سرکار نے فرمایا جس نے قرآن میں بغیر علم کے کچھ کہا تو وہ جہنمی ہے، اور ایک روایت میں یہ ہے، جس نے قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہا، امام ترمذی نے اس حدیث کو تخریج فرمانے کے بعد کہا یہ حدیث حسن ہے۔

---

(۱) [التفسيرات الأحمدية. ۱۱۷]

www.waseemziyai.com

علما فرماتے ہیں کہ قرآن میں رائے سے کچھ کہنے سے نہی اس شخص کے حق میں وارد ہوئی ہے جو قرآن کی تاویل اپنے نفس کی مراد کے مطابق کرے، اور وہ اپنی نفسانی خواہش کا پیروکار (اپنے نفس کا پیرو ہو) یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ تاویل علم سے ہوگی یا نہیں، اگر علم سے ہے، مثلاً وہ شخص جو اپنی بدعت کی تصحیح پر بعض آیات قرآنیہ سے دلیل لائے حالاں کہ وہ جانتا ہے کہ آیت سے یہ معنی مراد نہیں لیکن اس کا مقصد اپنے مدمقابل کو ایسی چیز کے ذریعہ شک میں ڈالنا ہے جو اس کی بدعت پر دلیل کو تقویت بخشے جیسا کہ باطنیہ اور خوارج جیسے بدعتی فرقے اپنے فاسد مقالوں کو فروغ دینے کے لیے اس کا استعمال کرتے ہیں، تاکہ لوگوں کو دھوکہ میں مبتلا کردیں، آیا پھر قرآن میں انجانے میں اپنی رائے سے کچھ کہے، مگر اس کا سبب جہالت ہو، مثلاً کوئی آیت کریمہ کسی وجہ (ایک معنی کا احتمال) رکھتی ہے لیکن یہ شخص اس آیت کی تفسیر اس کے معانی اور وجوہ محتملہ کے خلاف کرے، پس یہ دونوں قسمیں مذموم ہیں نیز اور وارد شدہ وعید میں داخل ہیں، تاویل کا مطلب ہے کہ آیت کو استنباط کے طریقہ پر مناسب معنی کی طرف پھیرنا جو کہ آیت کے ماقبل و مابعد کا احتمال رکھے، اور وہ کتاب وسنت کے مخالف نہ ہو اس میں اہل علم کو رخصت ہے، اس لیے کہ صحابہ نے قرآن کریم کی تفسیر کی ہے اور اس کی تفسیر میں متعدد وجوہ پر اختلاف بھی ہے، اور انہوں نے جو کچھ اس کی تفسیر میں کہا وہ سب سرکار سے نہیں سنا ہے، بلکہ قرآن سے جو کچھ انہوں نے سمجھا اسی کے حساب سے اس کے معانی بیان کیے، اور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے دعا فرمائی، اور یوں ارشاد فرمایا اے اللہ انہیں دین کی سمجھ عطا فرما اور ان کو تاویل کا علم عطا فرما، اسی وجہ سے آپ سے زیادہ تر تفسیر ہی منقول ہے، ابو محمد خازن نے اپنی تفسیر کے آغاز میں یہی فرمایا۔ (مترجم)

یہی علامہ محمد آفندی رومی برکلی ''طریقہ محمدیہ'' اور عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی دمشقی قدس سرہ القدسی اسی ''حدیقہ ندیہ'' میں اس شبہ کے جواب میں کہا جیسا کہ اوپر ''فصل الاعتصام بالکتاب والسنۃ'' اور اس کے بعد کی فصل میں یہ گذر چکا ہے کہ کتاب عزیز قرآن اور سنت نبویہ محمدیہ، امر دین میں ہر مکلف کو کافی ہیں، وہ ظاہر و باطن کسی میں ان دونوں کے غیر کی طرف محتاج نہیں، انہیں کے انوار اسے کافی ہیں، وہ کسی اور روشنی کا حاجت مند نہیں ہوسکتا۔

اس سے ظاہر ہوا کہ جو امر کتاب وسنت سے ثابت نہیں بدعت مکروہہ ہے، اور گمراہی وضلالت۔ جب یہ بات ہے تو فقہا کا یہ ارشاد کہ ''ادلہ شرعیہ چار ہیں،'' کیوں کر مستقیم ہوگا۔

امام نسفی نے منار میں فرمایا:

اصول شرع تین ہیں: کتاب، سنت، اجماع امت، اور چوتھی اصل قیاس ہے۔

www.waseemziyai.com

امام فخر الاسلام نے فرمایا:

اصل رابع انہیں اصول سے مستنبط قیاس ہے۔

مرقاۃ الوصول میں فرمایا:

''ادلہ چار ہیں: کتاب، سنت، اجماع، قیاس، کہ دلیل یا وحی ہوگی یا غیر وحی۔ وحی متلو تو یہی کتاب ہے یا متلو نہ ہوگی۔ یہی سنت ہے۔ اور غیر وحی اگر ایک زمانہ کے سارے مجتہدوں کا قول ہے تو یہی اجماع ہے، اور اگر سب کا نہیں، یہی قیاس ہے۔

فرماتے ہیں:

"قلنا في الجواب عن ذلك: نعم أدلة الشرع أربعة، ولكنها ترجع إلىٰ اثنين: الكتاب، والسنة، إذ لابد للإجماع من سند أي: دليل يستند قول أهل الإجماع إليه،

قال في شرح مرقاة الوصول: لا بد للإجماع من سند أي: دليل أو إمارة يستند الإجماع إليه، لاستحالة الاتفاق بلا داع عادة، ولأن الحكم الذي ينعقد به الإجماع إن لم يكن عن دليل سمعي كان عن عقل، وقد ثبت أن لا حكم له عندنا۔

وفي شرح المنار لابن ملك وقيل: ينعقد الإجماع لا عن دليل بل بإلهام، وتوفيق بأن يخلق الله تعالى فيهم علماً ضرورياً ويوفقهم لاختيار الصواب، كبيع التعاطي وأجرة الحمام۔

ولكن نقول: ذلك فاسد، لأن العدول لا يتصور منهم الإجماع علىٰ حكم من أحكام الله تعالىٰ جزافاً بل بناءً علىٰ حديث، أو معنىً من النصوص رواه مؤثراً وما ذكره من بيع التعاطي وأجرة الحمام، فالإجماع فيهما واقع عن دليل؛ لأنه لم ينقل إلينا اكتفاءً بالإجماع كذا في جامع الأسرار."(۱)

ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ ہاں ادلہ شرع چار ہیں لیکن وہ دو کی طرف راجع ہیں یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول، اس لیے کہ اجماع کے لیے کسی سند یعنی دلیل کا ہونا ضروری ہے، جس سے اہل اجماع کا قول سہارا لے۔

اور شرح مرقات الوصول میں ہے کہ اجماع کے لیے کوئی دلیل یا علامت کا ہونا ضروری ہے تا کہ

---

(۱) [التفسيرات الأحمدية. ۱۵۳]

www.waseemziyai.com

اجماع اس پر سہارا لے اور اعتماد کرے، اس لیے کہ بغیر سبب وداعی کے اتفاق محال ہے، اور اس لیے بھی کہ جس حکم پر اجماع ہوگا، اگر وہ دلیل نقلی سے نہ ہو تو وہ دلیل عقلی سے ہوگا اور یہ بات ثابت ہو چکی کہ ہمارے نزدیک عقل کا حکم معتبر نہیں۔

اور ابن ملک کی کتاب شرح منار میں ہے کہا گیا ہے کہ اجماع دلیل سے منعقد نہیں ہوتا بل کہ الہام وتوفیق کے ذریعہ ہوتا ہے، وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ ان میں علم ضروری طور پر پیدا فرما دیتا ہے، اور صواب اختیار کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے، مثلاً بیع تعاطی اور حمام کی اجرت۔

لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ فاسد ہے، اس لیے کہ عادلین سے یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کسی بھی حکم الٰہی پر بے تکے پن سے (بے سوچے سمجھے) اجماع کر لیں، بلکہ ان کے اجماع کی بنا کسی حدیث، یا نصوص کے کسی معنی میں ہوتی ہے، جو موثر طریقہ پر مروی ہو، اور بیع تعاطی اور اجرت کا جو ذکر کیا گیا، تو اس میں اجماع دلیل سے ہوا ہے، وہ ہم تک اجماع پر اکتفا کرتے ہوئے نقل نہیں کی گئی، اسی طرح جامع رموز میں ہے۔ (مترجم)

"وقال التفتازاني في التلويح:

والجمهور على أنه لا يجوز الإجماع إلا عن سند وأمارة، لأن عدم السند يستلزم الخطاء، إذ الحكم في الدين بلا دليل خطاء، ويمتنع إجماع الأمة على الخطاء أيضاً اتفاق الكل من غير داع مستحيل عادة، كالإجماع على أكل طعام واحد۔

وفائدة الإجماع بعد وجود السند.

سقوط البحث، وحرمة المخالفة.

وصيرورة الحكم قطعياً۔

ثم اختلفوا في السند، فذهب الجمهور إلى أنه يجوز أن يكون قياساً، وإنه واقع كالإجماع على خلافة أبي بكر رضي الله تعالى عنه قياساً على أمته في الصلاة، حتى قيل رضيه رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لأمر ديننا أفلا نرضاه لأمر دنيانا.

وذهب الشيعة وداؤد الظاهري ومحمد بن جرير الطبري إلى المنع من ذلك.

www.waseemziyai.com

أما جواز كون السند خبراً واحداً فمتفق عليه، كذا في عامة الكتب۔

وقد وقع في الميزان وأصول الإمام السرخسي أن المذكورين خالفوا في الظني قياساً كان أو خبراً واحداً، ولم يجوز والإجماع إلا عن قطعي ؛ لأنه قطعي، فلا يبتني إلا على قطعي، لأن الظن لا يفيد القطع۔

وجوابه ان كون الإجماع حجة ليس مبنياً على دليله بل هو حجة لذاته كرامة لهذه الأمة، واستدامةً لأحكام الشرع، والدليل على بطلان مذهبه أنه لو اشتراط كون السند قطعياًلوقع الإجماع لغواً ضرورة ثبوت الحكم قطعياً بالدليل القطعي من أحدهما أي: من الكتاب والسنة حالاً بأن كان صريح آية أو حديث ولو خبر واحد، أو مآلا أيْ: مرجعاً يرجع إلىٰ كتاب أو سنة، وهوٌ القياس، كما قدمناه على القول الصحيح، إذ في اشتراط السند للإجماع خلاف ذكرناه،

وكذا في كون القياس وخبر الواحد سنداً للخلاف الذي مر.ولابد للقياس أيضاً من أصل ثابت بأحدهما أي: بالكتاب أو السنة، فإنه أي: القياس مظهر للحكم الثابت به لا مثبت له۔

قال في شرح مرقاة الوصول: القياس مظهر لا مثبت، والمثبت ظاهراً دليل الأصل وحقيقةً هو اللّٰه تعالىٰ۔

ثم قال في شروط القياس: وأن يكون المعدى حكماًشرعياً ثابتاً بأحد الأدلة الثلثة: الكتاب والسنة والإجماع، إذلوكان حسياً أو لغوياً لم يجز.الخ "(۱)

علامہ تفتازانی تلویح میں فرماتے ہیں: کہ جمہور کا موقف یہ ہے اجماع بغیر سند یا دلیل کے جائز نہیں ہے اس لیے کہ وہ عدم خطا کو مستلزم ہے کیوں کہ بغیر دلیل کے دین کا حکم دینا خطا ہے، اور امت کا خطا پر اجماع کر لینا بھی محال ہے، نیز بغیر کسی سبب کے تمام لوگوں کا اتفاق عادتاً محال ہے، مثلاً ایک کھانے پر اجماع محال ہے اور دلیل پائے جانے کے بعد اجماع کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے بحث ختم ہو جاتی ہے اور نیز مخالفت حرام اور حکم قطعی ہو جاتا ہے پھر سند میں اختلاف ہے، پس جمہور کا موقف یہ ہے کہ سند کا قیاسی ہونا

(۱) [التفسيرات الأحمدية.۱۵۳]۔

www.waseemziyai.com

بھی درست ہے بلکہ اس کا وقوع ہو چکا ہے، جیسا کہ حضرت ابوبکر کی خلافت پر اجماع ہوا نماز میں ان کی امامت پر قیاس کرتے ہوئے، یہاں تک کہ کہا کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان سے ہمارے دینی معاملہ میں راضی ہوئے تو کیا ہم ان سے اپنے دنیاوی معاملات میں راضی نہ ہوں، جب کہ شیعہ، داؤد ظاہری اور محمد بن جریر طبری نے اس بات سے انکار کیا ہے۔

البتہ سند کا خبر واحد ہونا متفق علیہ ہے، عامہ کتابوں میں اسی طرح آیا ہے، میزان اور اصول امام سرخسی میں آیا ہے کہ مذکورہ لوگوں نے سند کے ظنی ہونے میں مخالفت کی ہے، قیاس ہو کہ خبر واحد، انہوں نے اجماع صرف دلیل قطعی سے جائز قرار دیا ہے اس لیے کہ وہ خود قطعی ہے لہذا وہ قطعی ہی پر مبنی ہوگا، اس لیے کہ ظن قطع کا فائدہ نہیں دیتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اجماع کا حجت ہونا دلیل پر موقوف نہیں ہے بل کہ وہ تو خود حجت ہے اس امت کے شرافت کی وجہ سے اور احکام شریعت کو دوام بخشنے کے لیے، اور اس مذہب کے بطلان پر دلیل یہ ہے کہ آلہ سند کا قطعی ہونا شرط ہو جائے تو اجماع لغو ہو جائے گا، اس لیے کہ اب حکم یقینی طور پر دلیل قطعی یقینی کتاب وسنت میں سے کسی ایک سے ثابت ہوگا فوراً مثلاً آیت یا حدیث صریح ہو اگر چہ خبر واحد ہی ہو، اس کو ہم صحیح قول کے مطابق بیان کر چکے۔

اجماع کے لیے سند کی شرط لگانے میں اختلاف ہے جسے ہم ذکر کر چکے، اسی طرح قیاس اور خبر واحد کے سند ہونے میں بھی گذشتہ اختلاف کی وجہ ہے، اور قیاس کے لیے بھی کتاب وسنت سے کوئی ثابت شدہ اصل ہونا چاہیے، اس لیے کہ قیاس حکم ظاہر کرنے والا ہے، ثابت کرنے والا نہیں ہے، شرح مرقات الوصول میں آیا ہے کہ قیاس حکم کو ظاہر کرنے والا، حکم کے لیے مثبت نہیں مثبت تو ظاہراً اصل کی دلیل ہے جب کہ حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہے، پھر قیاس کے شرائط کے بارے میں فرمایا، اور یہ کہ معدیٰ حکم شرعی ہو، نیز ادلہ ثلاثہ۔ کتاب وسنت اور اجماع میں سے کسی ایک سے ثابت ہو، اس لیے کہ اگر معدیٰ حسی یا لغوی ہو تو قیاس جائز نہ ہوگا۔ (مترجم)

اسی میں ہے:

"في شرح المنار لابن ملك قدم الكتاب؛ لأنه حجة من كل وجه، واعقبه بالسنة ؛ لأن حجيتها ثابتة بالكتاب، وأخر الإجماع لتوقف حجيته عليهما، ثم قال: والقياس أصل بالنسبة إلىٰ حكمه، فرع بالنسبتة إلىٰ الثلثة اهـ.

وكون حجية السنة موقوفة على الكتاب لقوله تعالىٰ: ﴿وما اتكم الرسول

www.waseemziyai.com

فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا﴾وتوقف الإجماع عليهما بسبب اشتراط السند له، وهو من أحدهما حالا أو مآلا، فالكتاب أصل من كل وجه، والسنة والإجماع أصول من وجه وفروع من وجه(فمرجع الأحكام)الشرعية كلها و(مثبتها)أي: الحاكم بإثباتها(اثنان)فقط في الحقيقة، وهما الكتاب والسنة، والأدلة الباقية راجعة إليهما.

وأما شرائع من قبلنا فملحقة بالكتاب والسنة.والعرف والتعامل ملحق بالإجماع والاستصحاب والتحري عمل بأحد الأربعة والعمل بالظاهر، والأشهر عمل بالاستصحاب، والأخذ بالاحتياط عمل بقوله عليه السلام:(دع ما يريبك إلى مالا يريبك) "والقرعة لتطييب القلب بالسنة أو الإجماع وآثار الصحابة وكبار التابعين بشبهة الحديث" أو بقوله عليه السلام:(أصحابي كالنجوم فبأيهم اقتديتم اهتديتم).

وقوله عليه السلام:(خير القرون قرني الذين أنا فيهم) ثم الذين يلونهم الحديث."

"وفي شرح ابن ملك على المنار: فإن قلت: قد ثبت الحكم بشرائع من قبلنا وبتعامل الناس، وبالأخذ بالاحتياط، وبالتحرى، وبآثار الصحابة، فكيف حصرت الأصول في الأربعة؟

قلنا: هذه الأحكام غير خارجة عنها، أما شرائع من قبلنا فقد صارت شريعة لنا؛ لأن نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم قصها علينا ولم ينكرها، والتعامل ملحق بالإجماع العملي، والأخذ بالاحتياط العمل بأقوى الدلائل كما في الأصول الثلثة، والعمل بالتحرى عمل بالسنة، لأنها وردت في جوازه عند الحاجة، والعمل بالآثار عمل بقوله صلى الله تعالى عليه وسلم: (أصحابي كالنجوم) انتهى.والحاصل أن كلما ذكر راجع إلى الأصول الأربعة، والأصول الأربعة راجعة إلى الكتاب والسنة.والسنة شرح الكتاب وبيانه، فهي راجعة إليه.

قال البيهقي:في أول المدخل: ووضع يعني الله تعالى رسوله صلى الله تعالى عليه وسلم في دينه موضع الإبانة عنه ما أراد بكتابه عاماً وخاصاً وفرضاً ولتبين ندباً وإباحةً وإرشاداً ووقتاً وعدداً.فقال جل ثناء ه:﴿وأنزلناعليك الذكر لتُبيِّن للناس مانزل إليهم ولعلهم يتفكرون﴾اه.فالأصل الحقيقي هو كتاب الله تعالى لا غير، فظهرلك أيها المنصف أن أصول الشريعةأربعة ترجع إلى اثنين هما الكتاب والسنة اه.باختصار يسير."(١)

---

(١) [التفسيرات الأحمدية.١٥٤]

www.waseemziyai.com

ابن ملک نے شرح منار میں کتاب اللہ کو مقدم رکھا اس لیے کہ وہ ہر اعتبار سے حجت ہے، اور اس کے بعد سنت رسول کو رکھا اس لیے کہ ان دونوں کی حجیت کتاب اللہ سے ثابت ہے اور اجماع کو مؤخر کیا اس لیے کہ اجماع کی حجیت ان دونوں پر موقوف ہے، پھر فرمایا: کہ قیاس اصل ہے حکم کی طرف نسبت کرتے ہوئے اور فرع ہے ان تینوں کی طرف نسبت کرتے ہوئے، اور سنت کی حجیت موقوف ہے کتاب اللہ پر باری تعالیٰ کے ارشاد ''جو کچھ رسول تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے روکیں باز رہو'' کی وجہ سے، اور اجماع ان دونوں پر موقوف ہے کیوں کہ اجماع کے لیے سند شرط ہے، اور سند ان دونوں میں سے کسی ایک سے ہوگی حال یا مآل کے اعتبار سے، پس کتاب اللہ ہر جہت سے اصل ہے اور سنت و اجماع من وجہ اصل ہیں اور من وجہ فرع ہیں، لہذا تمام احکام شرعیہ کا مرجع اور ثابت کرنے والی حقیقتاً صرف دو چیزیں ہیں کتاب اللہ اور سنت، اور باقی ادلہ شرعیہ ان دونوں کی طرف راجع ہیں اور ہم سے پہلے والوں کی شریعتیں کتاب وسنت کے ساتھ ملحق ہیں، عرف اور تعامل اجماع کے ساتھ لاحق ہیں اور استصحاب اور تحری ادلہ اربعہ میں سے کسی ایک پر عمل کرنا ہے، اور ظاہر و اظہر استصحاب پر عمل ہے اور احتیاط پر عمل یہ سرکار کے فرمان: ((دع مائیر بیک إلی مالائیر بیک)) پر عمل کرنا، جو تم کو شک میں ڈال دے اسے چھوڑ کر غیر مشکوک اشیا کو اپناؤ، صحابہ اور کبار تابعین کے آثار شبہ حدیث سے ملحق ہیں، یا پھر سرکار کے فرمان، میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جس کی بھی اقتدا کرلو گے راہ یاب ہو جاؤ گے، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان سب سے بہتر میرا زمانہ یعنی ان لوگوں کا زمانہ جس میں میں ہوں (پھر ان کے بعد والوں کا) کے ساتھ ملحق ہیں۔

شرح ابن ملک علی المنار میں ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ احکام شرع پچھلی شریعتوں، تعامل ناس، اور احتیاط اور تحری اور آثار صحابہ سے بھی ثابت ہوئے ہیں پھر اصول شرع چار میں کس طرح منحصر ہو گئے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ احکام انہی چار کے تحت داخل ہیں، اور سابقہ شریعتیں ہماری شریعت ہو گئیں، اس لیے کہ سرکار دو عالم نے ہی انہیں ہم سے بیان فرمایا ہے اور اس پر انکار بھی نہیں فرمایا، اور تعامل ناس اجماع کے ساتھ ملحق ہے، اور احتیاط پر عمل اقویٰ دلیل پر عمل کرنا ہے جیسا کہ اصول ثلاثہ میں ہے اور تحری پر عمل در حقیقت سنت ہی پر عمل ہے، اس لیے کے وقت ضرورت حدیث سے اس کے جواز کا حکم ثابت ہے، اسی طرح اثار صحابہ پر عمل سرکار کے ارشاد میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، پر عمل کرنا ہے، حاصل گفتگو یہ ہے کہ جو کچھ بھی مذکور ہوا وہ سب انھیں چار اصولوں کی طرف راجع ہے اور اصول اربعہ کتاب وسنت کی طرف راجع ہیں، رہی سنت تو یہ کتاب اللہ کی شرح اور اس کا بیان ہے لہذا یہ بھی اسی کی طرف راجع ہے اور امام

www.waseemziyai.com

بیہقی نے مدخل کے آغاز میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے دین میں اپنی مراد واضح کرنے کے مقام پر فائز فرمایا تا کہ آپ بیان فرمادیں کہ یہ حکم خاص ہے یا عام، فرض ہے یا مستحب، اباحت ہے یا ارشاد اور اس سے وقت مراد ہے یا تعداد وغیرہ، جیسا کہ خود رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تم پر ذکر اتارا تا کہ تم لوگوں سے بیان کردو جو ان کی طرف نازل کیا گیا، کہ وہ سوچیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اصل حقیقی صرف کتاب اللہ ہے، لہذا اے منصف تم پر عیاں ہوگیا کہ شریعت کے اصول چار ہیں: جو دو کی طرف راجع ہیں اور وہ دونوں کتاب اور سنت ہیں۔ (مترجم)

بحمد اللہ سبحانہ وتعالیٰ شانہ جہاں بروجہ اتم آیات کریمہ واحادیث فخیمہ واقوال علما وائمہ سے آفتاب نصف النہار سے بھی زیادہ روشن وتاباں ہوا کہ اصول شرع چار ہیں، بے ان چار اصول کے شریعت پر عمل ممکن ہی نہیں۔ جو یہ چار اصول نہ مانے وہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کا نام ہی لیتا ہے، درحقیقت کتاب اللہ وسنت رسول اللہ پر عامل نہیں۔ اور نہ غیر مجتہد کو بے تقلید، کتاب وسنت پر عمل ممکن۔ وہاں یہ بھی آشکار ہوگیا کہ علما وائمہ محض اپنی رائے سے دین میں کچھ نہیں کہتے، نہ اسے جائز رکھتے ہیں، وہ تو اسے حرام وکبیرہ جانتے ہیں۔

کذاب غیر مقلدوں کا یہ ظلم عظیم ہے کہ وہ ان پر بہتان اٹھاتے، سخت شدید خبیث افترا کرتے، جیسے یہ غیر مقلدین اختراع فی الدین کہتے ہیں ان کی رائے بتاتے ہیں، ہرگز وہ ان کا اختراع نہیں، ہرگز وہ ان کی رائے نہیں۔ تفقہ واجتہاد کو رائے اور اختراع کہنے والے آنکھیں کھولیں، اگر نزول عناد نے ابھی انہیں بالکل ہی اندھا نہ کردیا ہو۔ تفقہ واجتہاد کے متعلق علما وائمہ کے جو ارشادات اوپر ان کی عبارات میں گزرے انہیں دیکھیں اور عقل رکھتے ہوں تو سمجھیں، کہ تفقہ واجتہاد اور چیز ہے اور عقلی گدے اور اپنی رائے محض کے ڈھکوسلے اور اپنی خواہش وہوائے نفس وطبیعت کے منصوبے اور چیز۔

اوپر کی عبارات میں اس مطلب کے ارشادات نہ سمجھ سکیں، یا اس مطلب کے صریح ارشادات تلاش گراں جانیں تو ''طریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ'' کا یہ ارشاد ہی دیکھ لیں۔ فرماتے ہیں:

"لا يغرنّك طاعات الجهال المتنسكين الفاسدين المفسدين الضالين المضلين بغيرهم إلىٰ قوله: خارجين عن مناهج علماء الشريعة المحمدية، لتمسكهم بأحكام عقولهم الضعيفة وآرائهم السخيفة، وعلماء الشريعة يتمسكون بأحكام كتاب الله وسنة رسوله وإجماع الأمة المهديين، وتعميم الدليل بحكم القياس في الثابت باليقين الخ."

www.waseemziyai.com

تمہیں ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے جاہل عبادت گزاروں کی طاعت جو فاسد ومفسد ہیں اور گمراہ وگمراگر ہیں، یہ علمائے شریعت محمدیہ کے درجہ سے باہر ہیں کیوں کہ یہ اپنی کمزور عقول اور ضعیف آلہ سے استدلال کرتے ہیں اور علمائے شریعت کتاب اللہ، سنت رسول، اور اجماع امت کے احکام پر کاربند، اور قیاس مجتہدین پر عمل پیرا رہتے ہیں۔ (مترجم)

تفقہ واجتہاد کا فرض ہونا علما نے ثابت فرمادیا، اور مجرد قیاس عقل وہوائے نفس وخواہش طبیعت سے کوئی حکم کرنا اسے منہی عنہ، ناجائز وحرام بتادیا۔ تفقہ واجتہاد کا سنت صحابہ نہ فقط صحابہ بلکہ سنت رسول علیہ السلام ہونا آشکارا کردیا۔ علما کے ارشادات پر اگر غیر مقلد عناداً نظر التفات نہ کرے تو اس پر سخت آفت، غضب اور مصیبت تو یہ ہے کہ حدیثوں میں یہی لفظ رائے موجود ہے، اوپر دونوں حدیثیں گذریں۔

ایک: ''إنما أقضي بينكما برأي لم ينزل عليّ فيه''(۱)

دوسری حضرت سیدنا عمر فاروق عادل اعظم کا فرمان:

''إن الرأي إنما كان من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مصيباً؛ لأن الله تعالى كان يريه إنما هو منا الظن والتكلف.''(۲)

بے شک میں تمہارے درمیان اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا اس مسئلہ میں جس کے تعلق سے مجھ پر کوئی حکم نازل نہ ہوا، بے شک رائے سرکار کی طرف سے درست تھی اس لیے کہ رب تعالیٰ انہیں دکھادیا کرتا تھا، اور ہماری جانب سے تو محض ظن اور تکلف ہے۔ (مترجم)

یہاں رائے کا لفظ دیکھ کر غیر مقلد معلوم نہیں اپنی اندھی سمجھ سے حضرت سیدنا فاروق اعظم بلکہ خود حضور سیدنا سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کیا رائے قائم کرے۔ کیا غیر مقلد ان حدیثوں کو بھی مخترع بتادینے کی جرأت کرے گا۔ یا معاذ اللہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس رائے کی بنا پر مخترع فی الدین ٹھہرائے گا۔ غیر مقلد سے یہ جرأت تو عجب نہیں، مگر اس پر قہر بلا اور سخت قیامت تو خود قرآن عظیم نے نازل کردی یہ فرما کر:

﴿وداؤد وسليمن اذ يحكمن في الحرث اذ نفشت فيه غنم القوم وكنا لحكمهم شهدين ففهمناها سليمن وكلا اتينا حكما وعلما.﴾(۳)

---

(۱) [مشكل الآثار للطحاوي باب بيان مشكل ما روي من أمر الرجلين: ۱/ ۳۳۰]

(۲) [سنن ابي داود: باب في قضاء القاضي اذا اخطأ، ۳/ ۳۰۲]

(۳) [سورة الأنبياء: ۷۸]

www.waseemziyai.com

اور داؤد اور سلیمان کو یاد کرو، جنہوں نے کھیتی کا ایک جھگڑا چکائے تھے۔ جب رات کو اس میں کچھ لوگوں کی بکریاں چھوٹیں اور ہم ان کے حکم کے وقت حاضر تھے۔ ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا۔

تفقہ واجتہاد کو مجرد عقلی ڈھکوسلوں سے ممتاز فرمادیا۔

تفقہ واجتہاد کو عطیۂ خداوندی اور نعمت الٰہی قرار دیا۔

تفقہ واجتہاد اور اس سے حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کو سراہا۔ ایک قضیہ سے متعلق حضرت سیدنا داؤد وحضرت سیدنا سلیمان۔ علیٰ نبینا وعلیہما وعلیٰ سائر الانبیا والرسل الصلاۃ والسلام۔ کے دو فیصلوں کا آیۂ کریمہ مذکورہ میں قصہ بیان فرمایا: کہ یاد فرمایئے داؤد وسلیمان کو جب وہ دونوں ایک کھیتی کے بارے میں فیصلہ کررہے تھے، جب کہ اس میں گھس کر لوگوں کی بکریاں اسے چر گئی تھیں، ہم ان کے فیصلوں کو دیکھ رہے تھے تو ہم نے اس کے بہتر حکم کی سمجھ سلیمان کو دی، انہیں سمجھا دیا، اور داؤد وسلیمان ہر ایک کو ہم نے حکومت وعلم عطا فرمایا۔

مفصل قصہ یوں ہے کہ: عہد سیدنا داؤد علیہ السلام میں کسی کے کھیت میں بکریاں رات میں پڑیں، اور سارا کھیت چر گئیں۔ حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کے حضور مقدمہ آیا، آپ نے نقصان زرع اور بکریوں کی قیمت کا حساب لگایا۔ تو کھیت کا نقصان ساری بکریوں کی قیمت کے برابر تھا، لہذا آپ نے فیصلہ دیا کہ یہ سب بکریاں جنہوں نے کھیت چرلیا ہے، کھیت والے کو دے دی جائیں۔ حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں وہ لوگ حاضر ہوئے اور وہ فیصلہ ان سے عرض کیا۔ انہوں نے فرمایا: کہ اچھا فیصلہ فرمایا۔ مگر ایک دوسرا فیصلہ جو ارفق بالفریقین ہے۔ جب حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام نے ان کا یہ قول سنا انہیں بلا کر پوچھا کہ تم کیا حکم دیتے، انہوں نے فرمایا: میں بکریاں کھیت والے کو دلا دیتا اور کھیت بکری والے کو کہ وہ اس کے دودھ وغیرہ سے فائدہ مند ہوتا رہتا، یہاں تک کہ جب سال آئندہ اس کا کھیت پھر اسی حالت میں آجائے، تو بکریاں واپس کردے۔ حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام نے بھی یہ فیصلہ بہت پسند فرمایا، اپنے فیصلہ کو واپس لیا اور اسی فیصلہ پر عمل کیا گیا۔

تفسیرات احمدیہ میں فرمایا: "قيل كان بالاجتهاد إلا أن اجتهاد سليمٰن أشبه بالصواب وهو المختار للإمام الزاهد وفخر الإسلام."(۱)

کہا گیا ہے کہ یہ فیصلہ اجتہاد کے ذریعہ تھا مگر یہ کہ سلیمان علیہ السلام کا اجتہاد صواب حق کے زیادہ

---

(۱) [التفسيرات الأحمدية. ۵۲۱]

www.waseemziyai.com

قریب تھا، یہی امام زاہد وفخر الاسلام کا مختار موقف ہے۔ (مترجم)

اس آیت اور قصہ سے علما نے باب اجتہاد کے بعض مسائل مستنبط فرمائے۔

اسی میں ہے:

"وإذا كان بالاجتهاد فليستنبط من الآية، والقصة مسائل باب الاجتهاد وهو المقصود لنا من ذكرها في هذا المقام."(۱)

اور جب حکم اجتہاد سے تھا تو آیت کریمہ سے استنباط کرنا چاہیے اور یہ قصہ باب اجتہاد کے مسائل میں سے ہے اسی وجہ سے ہم نے اسے اس جگہ ذکر کیا۔ (مترجم)

یوں ہی بفضلہ تعالیٰ یہ بھی ثابت ہولیا کہ ارشادات علما وائمہ ارشادات شرعیہ ہیں۔ وہ اوامر ونواہی الٰہیہ ہیں۔ جیسے کہ صحابہ کے ارشادات۔ غیر مقلد جھوٹا ہے جو کہتا ہے، کہ "وہ نہ تو خدا کے ارشادات ہیں، نہ ان پر کاربند ہونے کا اس نے حکم دیا ہے" بے شک اس نے حکم دیا ہے کہ فرمایا:

﴿فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾(۲)

یوں تو وہ صحابہ کے اقوال بلکہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے ارشادات کو بھی یہی کہہ بھاگے گا۔ ولاحول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم. علما نے ان کی کوئی رگ پھڑکتی نہیں چھوڑی ہے۔ تفسیرات احمدیہ میں سید عارف باللہ حضرت ملا جیون رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بے ہودگی کا بھی جواب تحریر فرمادیا ہے۔

تحریر فرماتے ہیں:

"إن قال قائل أي : ضرورة في تبعية أبي حنيفة مثلا حيث لم يأمر الله ولا رسوله بل لم يصرح به ابو حنيفة أيضاً، ولوسلم أن تبعية المجتهد لازمة للمقلد فأى ضرورة في التزامه مذهباً واحداً بعينه بل يجوز له أن يعمل بمذهب، ثم ينتقل إلىٰ آخر(إلى أن قال)

قلت:أما الأول فلأن الانسان لا يخلوإما إن لم يعمل شيئاً من الأشياء أو يعمل، والأول باطل لقوله تعالىٰ:﴿أيحسب الانسان ان يترك سدى﴾۔ ولأنه يحتاج

---

(۱) [التفسيرات الأحمدية. ۵۲۱]

(۲) [سورة النحل:۴۳]

www.waseemziyai.com

إليه في البيع والشراء واللباس والطعام وغير ذلك وإن لم يفعل الصلاة والصوم، فتعين أن يعمل بأعمال ويشتغل بأفعال، وحينئذٍ لا يخلوا إما أن يتسمك بالكتاب والسنة، وحينئذٍ لا يخلو إما أن يكون له قدرة علىٰ معرفة وجوهه ومعانيه وطرقه وأحكامه أولا۔

والثاني لابد أن يكون تابعاًلأحد من الأئمة، فهو المراد۔ والأول إما أن يكون له مع ذلك ملكة الاستنباط والقدرة التامة علىٰ استخراج المسائل أولا."(۱)

اگر کوئی کہے کہ امام اعظم کی اقتدا کی کیا ضرورت ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا حکم نہ دیا بلکہ خود امام اعظم سے بھی اس کی صراحت نہیں ہے، اور اگر تسلیم کرلیا جائے کہ مجتہدین کی پیروی مقلد پر ضروری ہے تو ایک ہی مذہب کو اپنائے رہنے کی کیا ضرورت ہے بل کہ مقلد کو اختیار رہے کہ وہ ایک مذہب پر عمل کرے پھر دوسرے مذہب کو اختیار کرے تو میں اس کا یہ جواب دوں گا کہ انسان یا تو بالکل کوئی عمل نہ کرے گا یا کرے گا پہلی صورت باطل ہے، کیوں کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے بے کار چھوڑ دیا جائے گا۔ اور اس لیے بھی کہ انسان کو عمل کی حاجت ہے بیع وشرا (خرید وفروخت) میں اور کپڑے اور کھانے وغیرہ میں، اگر چہ وہ نماز وروزہ پر عمل نہ کرے، پس متعین ہوگیا کہ وہ عمل کرے گا اور کام کاج میں مصروف رہے گا، اور یہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ قرآن وسنت سے استدلال کرے گا۔ (عمل کرے گا) اب یا تو اسے اس کے وجوہ معانی، طرق واحکام کی معرفت پر قدرت ہوگی یا نہیں، اگر قدرت نہ ہو تو یقیناً وہ کسی امام کی اقتدا کرے گا، یہی ہمارا مقصود ہے، اور صورت اولیٰ میں یا تو اس میں اس معرفت کے ساتھ ساتھ استنباط کا ملکہ اور مسائل کے استخراج کی قدرت تامہ ہوگی یا نہیں۔ (مترجم)

"الأول هو المجتهد، ولا كلام فيه بل نحن أيضاً مقرون بعدم اتباعه لمجتهد آخر والثاني: إما أن يكون تابعاً لأحد من الأئمة فهو المراد أو يكون تابعاً لأحد، بل يقول إن عملي على الأصول التي هي ثلثة ولست بتابع لأحد فنقول له إن كون أصول الشرع ثلثة، إنما هو أول مسألة بناه ابو حنيفة رحمه الله تعالىٰ، وأيضاً لا أقل من أن يحتاج في المسائل القياسية، وفي معرفة الناسخ والمنسوخ، وفي معرفة كون

(۱) [التفسيرات الأحمدية. ۵۲۲]

www.waseemziyai.com

الإجماع قطعياً مقدماً على خبر الواحد، وكون العام المخصوص ظنياً وأمثاله من جميع تقسيمات الكتاب والسنة والإجماع وأحكامها، إذ ما كل ذلك إلا اصطلاحات أبي حنيفة، فإلى أي شي يهرب يلزم التبعية ضرورة۔

وأما الثاني وهو إنه إذا التزم التبعية يجب عليه أن يدوم على مذهب التزامه، ولا ينتقل إلى مذهب آخر، فلأن الانتقال يوجب أن يظهر عنده بطلان المذهب السابق.

والحال إن أهل كل مذهب يقولون بحقيقة المذاهب الأربعة فقد وقع فيما أبى. على أن العامي لا وجه له إلى الانتقال والعالم غاية وجه انتقاله ترجيح الأدلة من جانب المرجوح إليه وهو موقوف على ازدياد الفضيلة ونقصانها، فإن كل واحد ينصب دلائل على طبق مذهبه، والعالم الغير المجتهد ليس في قدرته ترجيح المذاهب بحسب الدلائل، فإن ذلك موقوف على معرفة اصطلاحات كل واحد، ومعرفة الكتاب بتقسيماته الأربعة، وكذا السنة مع تقسيماتها المختصة بها، والإجماع بأقسامها الثلثة، والأقيسة بشروطها وأحكامها وأركانها، ووقوعها كل ذلك متعذر في حق المقلد، وحينئذٍ كل ذلك لا يعلم ماهو الحق عند الله تعالىٰ فالانتقال من مذهب إلى مذهب ترجيح بلا مرجح الخ."(۱)

پہلی صورت میں یعنی اس میں استنباط کا ملکہ ہو، تو وہ مجتہد ہے اس میں کوئی کلام نہیں بل کہ ہم بھی مانتے ہیں اسے دوسرے مجتہد کی اتباع کی حاجت نہیں، اور دوسری میں (اگر اس میں ملکۂ استنباط نہ ہو) یا تو وہ معین امام کی اقتدا کرے گا یا کسی امام کی اقتدا نہ کرے گا بل کہ کہے گا کہ میرا عمل تینوں اصولوں پر ہے اور میں کسی کا مقلد نہیں ہوں تو ہم اسے جواب دیں گے کہ اصول شرع کا تین ہونا پہلا مسئلہ ہے کہ جس کی بنیاد امام اعظم نے رکھی۔ لیکن وہ کم از کم قیاس کے مسائل میں تو کسی مجتہد کی تقلید کا محتاج ہوگا، اور اسی طرح ناسخ ومنسوخ کی معرفت، اور اجماع قطعی کے خبر واحد پر مقدم ہونے کی معرفت میں، اسی طرح عام مخصوص کے ظنی ہونے کی جان کاری کے سلسلے میں، اور کتاب وسنت اور اجماع کی تمام تقسیمات اور ان کے احکام کی معرفت کے لیے وہ ضرور کسی مجتہد کی تقلید کا محتاج ہوگا، جب کہ یہ سب کی سب امام اعظم کی اصطلاحات

---

(۱) [التفسيرات الأحمدية. ۵۲۲]

www.waseemziyai.com

ہیں، لہذا جدھر بھی جائے گا اقتدا ثابت ہو جائے گی۔

اور رہا دوسرا مسئلہ (ایک امام کی اقتدا کا مسئلہ) تو اس کی دلیل ہے کہ جب وہ تقلید کو اپنائے گا تو اس پر اسی مذہب پر قائم ودائم رہنا ضروری ہوگا، اور دوسرے مذہب کی طرف نہ جائے گا، اس لیے کہ دوسرے مذہب کی طرف جانا اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ مذہب اول کا بطلان اس پر ظاہر ہو گیا، اور حال یہ ہے کہ تمام مذاہب والے مذاہب اربعہ کی حقانیت کا قول کرتے ہیں، مزید برآں عام آدمی کو ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف انتقال کرنے کا حق نہیں ہے، اور عالم کے انتقال کی وجہ زیادہ سے زیادہ مذہب مرجوح الیہ کی جانب سے ادلہ کی ترجیح ہے، اور فضیلت کی زیادتی اور نقصان پر موقوف ہے۔ اس لیے کہ ہر مذہب والا دلائل کو اپنے مذہب کے مطابق قائم کرتا ہے، اور غیر مجتہد عالم تو دلائل کے اعتبار سے مذاہب کی ترجیح پر بھی قادر نہیں ہوتا، کیوں کہ یہ موقوف ہے، ہر ایک کی اصطلاح کی معرفت پر، نیز اس کے لیے کتاب اللہ کی چار تقسیمات کا علم بھی ضروری ہے، نیز سنت اور اس کی تقسیمات کی جان کاری بھی چاہیے، اسی طرح اجماع کو اس کی تینوں قسموں کے ساتھ جاننا بھی ضروری ہے، نیز اس کے احکام شرائط اور ارکان کے ساتھ معرفت ضروری ہے، (تب جا کر کہیں ترجیح کا حق حاصل ہوگا) اور ان تمام چیزوں کا مقلد کے اندر پایا جانا متعذر ہے، لہذا ہر ایک نہیں سمجھ پائے گا کہ عنداللہ کیا ہے، لہذا ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرا مذہب اپنانا ترجیح بلا مرجح ہوگی۔ (مترجم)

وہابیہ مقلد ہوں یا غیر مقلد ان پر سب سے زیادہ مصیبت کا پہاڑ شاہ ولی اللہ صاحب، یا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے اقوال ہوتے ہیں، افسوس کہ اس وقت میرے پاس شاہ ولی اللہ صاحب کی کتابیں موجود نہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے فتاویٰ سے دو فتویٰ ایک متعلق اہانت علم وعلما، دوسرا متعلق انکار کتاب فقہ نقل کرتا ہوں:

سوال: کسے کہ از کتب فقہ منکر شود از روے شرع شریف حکم چیست۔

جواب: اگر آں شخص منکر شود بجہت آں کہ بایں کتاب از فقہ اہل سنت ست پس آں شخص مبتدع ست، چہ انکار آں شخص بجہت عدم اعتقاد بحقیقت آں کتاب ست.....گو مطابق باحادیث صحیحہ اہل سنت باشد بخلاف انکار شافعی کتاب حنفی را انکارش بجہت ترجیح مذہب خود بر مذہب حنفی می باشد نہ بجہت بطلان اصول وفروع حنفیہ" اھ بالاختصار۔

سوال: کسے کہ اہانت علم وعلما کند حکم او چیست۔

www.waseemziyai.com

جواب: کسے کہ اہانت علم دین وعلما نماید بجہت آں کہ ایں علم وایں علما موجب اختیار باطل واہانت حق اند، وایں علم محض برائے قضایا وحق تلفی موضوع ست پس آں شخص کافرست اھ۔

غیر مقلدین، شاہ صاحب، اور اپنے امام الطائفہ التالفہ اسماعیل دہلوی کے استاذ وپیشوا اس کے دادا کے یہ فتوے دیکھیں اور اپنا حکم سمجھ لیں۔ توفیق الٰہی مساعدت فرمائے تو توبہ کریں۔ واللہ الھادي وھو الموفق للصواب وإلیه المرجع في کل باب۔

تمام آیات واحادیث پر عمل ممکن نہیں کہ ان میں ناسخ بھی ہیں منسوخ بھی۔ اور عمل بالمنسوخ شرعاً ناجائز وحرام۔ ناسخ ہی پر عمل ہوگا۔ واللہ تعالیٰ أعلم۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ جواب باحسن وجوہ تمام ہوا، اور شفا العی فی جواب سوال بمبئ اس کا نام۔ والحمد للہ ولی الأنعام والصلاۃ والسلام علیٰ سید الأنام وسائر الرسل الکریم وآله وصحبه وحزبه أجمعین وبارک وسلم مادامت اللیالي والأیام۔

جواب کا دوسرا رخ

ہم نے وعدہ کیا تھا غیر مقلد کو آئینہ دکھائیں گے، لہذا حسب وعدہ اس کے منہ کے آگے آئینہ رکھتے ہیں، اپنی کریہہ صورت اس میں دیکھے، مگر دیکھ کر آئینہ پر غصہ نہ کرے، اپنی حالت پر تاسف کرے، اور اس بدحالت کو بدلنے کی کوشش کرے۔ واللہ ھو الموفق۔

کیا غیر مقلد اپنی طرح اہل قرآن بننے والوں کو یہ کہنے کی اجازت دے گا کہ ''دین کا معاملہ اس دن سے پیچیدہ اور مشکل ہوگیا جب سے علما، نہ صرف علما بلکہ صحابہ نے طریقۂ نبوی، نہ صرف صحابہ بلکہ (خاک بدہن گستاخ) سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طریقۂ قرآنی سے روگردانی کی۔ علما نے کتب احادیث کے مجادلات اور قیل وقال (جرح وتعدیل، صحیح وحسن وضعیف، غریب ومنکر، مقطوع وموضوع وغیرہ وغیرہ، اور صحابہ وتابعین اور امام بخاری وغیرہ محدثین کے اختلافات کثیرہ (معاذ اللہ ان جھگڑوں) کو اپنا شیوہ بنالیا (پناہ خدا) صحابہ اور (خاک بدہن گستاخ) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی رائے سے احکام لگائے۔ معاذ اللہ دین میں اختراع کرنے کا دروازہ کھول دیا۔ پھر (معاذ اللہ) ستم یہ کیا کہ سب مخلوق خدا کو مجبور کرنے لگے کہ دین کو یوں حاصل کریں، کتب حدیث اور ان کے قیود وشرائط رموز پر کاربند ہوں، جو انہوں نے اپنی رائے سے قرار دے رکھے ہیں، بے شمار قیدیں اور شرطیں ہیں، انسان دیکھتے ہی گھبرا جاتا ہے، اور کسی طرح نہیں سمجھتا کہ ان میں حق کتنا ہے اور باطل کتنا، علاوہ ازیں ان کتابوں

www.waseemziyai.com

میں طرح طرح کے ایسے مسائل موجود ہیں جو کبھی واقع نہیں ہوتے، وہ محض فرض وتخمین کی پیداوار اور ذہن ودماغ کے اختراع ہیں، ان سے کوئی علم بھی حاصل نہیں ہوتا، البتہ دماغ پریشان اور فکر پراگندہ ہوتی ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ نہ تو خدا کے احکام ہیں اور نہ ان پر کاربند ہونے کا اس نے حکم دیا ہے، کوئی مضائقہ نہیں کہ یہ کتابیں کتب خانوں میں بطور تاریخی یادگاروں کے محفوظ رکھی جائیں، یہ تو کسی حال میں بھی درست نہیں کہ ہم ان کتابوں کو مقدس مان کر ان کی عبادت شروع کردیں، اور ان کی سطر سطر کو وحی سمجھیں) اور اختلاف کو ناقابل معافی گناہ سمجھیں، علما نے تقلید کو شیوہ بنالیا ہے، اور اللہ ورسول وصحابہ نے ان کا دروازہ کھول دیا ہے، پھر ستم یہ کہ تمام مسلمانوں پر ان کتابوں کے اتباع اور ان کے مصنفین کی تقلید ضروری ٹھہراتے ہیں، اگرچہ لفظ تقلید سے بھاگتے ہیں اور اگر کوئی روگردانی کرے اور کہے کہ میرے لیے کتاب اللہ کفایت کرتی ہے، اس پر زندیقیت اور خروج عن الملۃ کا فتویٰ لگاتے ہیں''۔

ولاحول ولاقوۃ إلا باللہ العلی العظیم۔ جو جواب اہل قرآن بننے والوں کی اس بے ہودہ بک بک کا غیر مقلدین دیں، وہی جواب اپنی اس لغو وباطل جھک جھک کا ہماری جانب سے سمجھ لیں۔ فقط۔ مولیٰ عزوجل انہیں توفیق توبہ دے اور ہمیں اور انہیں سب کو راہ حق وہدایت پر مستقیم رکھے۔ إنه بالإجابة جدير وهو علىٰ كل شيء قدير وصلى الله تعالىٰ علىٰ سيدنا محمد وآله وصحبه وبارك وسلم إلى اليوم والأخير.

www.waseemziyai.com

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کی کتاب بسط البنان کا پہلا رد

وقعات السنان

الی

حلق المسماۃ بسط البنان

۱۳۳۰ھ

www.waseemziyai.com

مولوی اشرف علی تھانوی وہابی

کی کتاب ''بسط البنان'' کا رد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بخدمت جناب گرامی القاب سراپا کرم وسیع المناقب (جمع المنقب) مولوی اشرف علی تھانوی صاحب السلام علی من اتبع الھدیٰ

جب سے ''سیفی النقی'' جیسی ملعون وناپاک کتاب آپ حضرات نے چھپوائی اور بیچی اور مدرسہ دیوبند سے شائع کی اور آپ کے علما نے اس پر افتخار اور اس سے استنباط اور اس کی نقول کا ذبہ ملعونہ پر اعتماد کیا، جس کی نظیر آج تک کسی آریہ و پادری کو بھی نہ بن پڑی کہ خصم کے آباء واجداد، اکابر ومشائخ اسیاد حتی کہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم کے اسمائے طیبہ سے کتابیں کی کتابیں دل سے تراش لیں، ان کی عبارتیں گڑھ لیں، ان کے مطبع اور صفحے بنالیے، کہ تم تو یوں کہتے ہو اور تمہارے یہ اکابر کرام اپنی فلاں فلاں کتاب، مطبوعات فلاں فلاں مطابع کے، فلاں فلاں صفحے پر یوں فرماتے ہیں۔ حالاں کہ جہاں میں نہ ان کتابوں کا نشان، نہ ان عبارتوں کا پتہ، بلکہ تمام وکمال محض ایک گڑھا ہوا خواب پریشان ہے جس کی تعبیر صرف اس قدر ﴿لعنۃ اللہ علی الکذبین﴾ اس روز سے آپ حضرات کسی عاقل کے نزدیک لائق کلام وخطاب نہ رہے، اور جب ہی سے آپ کی طرف سے دو ورقیاں، چار ورقیاں، ہزار در ہزار سب وشتم اور دشنام، کذب وافترا واتہام پر مشتمل برسات میں حشرات الارض کی طرح پھیل پڑیں، اور خصوصاً واقعۂ مراد آباد اور اس میں آپ صاحبوں کا عجز وفرار، اور مناظرہ بند کرنے کے لیے یا پولیس المدد، یا نصاریٰ الغیاث، کی پکار عالم آشکار ہو کر اور بھی سونے پر سہاگہ ہوئی، پھر رشحۂ اخیرہ کا جب ہی سے آپ پر نازل ہونا، اور آج تک لاجواب رہنا اور بھی آپ کے اموات غیر احیا ہونے پر رجسٹری کر گیا، بایں ہمہ آپ کے اذناب چاہتے ہیں کہ آپ کی مستعار حیات، جس میں تائے تانیث کے سوا باقی حصہ بالکل معدوم ہو گیا ہے، چین سے نہ گزرے اور آپ سے چھیڑ چلی ہی جائے، لہٰذا ان کی دہن دوزی کو کتاب

www.waseemziyai.com

مستطاب "الکاوی فی العاوی والغاوی" اور کتاب لاجواب "القثم القاصم للداسم القاسم" اور کتاب سراپا انتخاب "اشدالباس علی عابد الخناس" یعنی "رد تحذیر الناس" اور کتاب کامل انصاب "نورالفرقان بین جند الاله والاحزاب الشیطان" وغیرہا سے یہ چند مختصر سوال التقاط کر کے حاضر کرتا ہوں، اگر آپ نے جواب کی ہمت کی جو انشا اللہ العظیم آپ کو کبھی نہ ہوئی نہ ہو، تو بقیہ مباحث جلیلہ بھی اسی پیرائے میں گزارش کر کے دکھادوں گا، کہ آپ حضرات نے اللہ ورسول۔ جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ کو جو منہ بھر بھر گالیاں دیں، اور آپ کے حمایتیوں نے جان توڑ کر ان کے نامندمل زخم بھرنے کے لیے سخت مہمل پادر ہوا تاویلیں گڑھیں، وہ حقیقۃً "دوستی بے خرداں دشمنی ست" کے قبیل سے تھیں، اور آپ کی بات بنانے کے بدلے الٹی آپ پر ریش خند اور مرہم ریش ہونے کے عوض اور نمک پاش ومشک آگند ہوئیں۔

﴿سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِن قَبْلُ﴾(۱)

﴿وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا﴾(۲)

﴿وَلَن يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا﴾(۳)

﴿وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا﴾(۴)

﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا﴾(۵)

وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا وناصرنا وماونا محمد واله وصحبه تعظیما وتبجیلا. آمین

سوال اول

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا جو قرآن عظیم میں منصوص اور مسلمانوں کے ضروریات دین سے ہے، صرف یہ لفظ ضروریات سے ہے، معنی کچھ گڑھ لیجیے۔ یا اس کے کوئی معنی ضروریات سے ہیں۔ برتقدیر ثانی وہ معنی کیا ہیں؟

سوال دوم

جو معنی کہ ایک شخص تیرہ سو برس کے بعد تراشے اور ان کے ایجاد بندہ ہونے کا خود بھی مقر ہو، اور

---

(۱) [سورۃ الأحزاب: ٦٢]
(۲) [سورۃ الأحزاب: ٦٢]
(۳) [سورۃ النساء: ١٤١]
(۴) [سورۃ التوبة: ٤٠]
(۵) [سورۃ النساء: ١٢٢]

www.waseemziyai.com

وہ مقرر نہ ہوتا تو سلف صالحین سے آج تک کسی سے ان کا منقول نہ ہونا خود ان کے حدث پر شاہد عدل ہو، کیا یہ ضروریات دین سے ٹھہریں گے۔ یا وہ معنی جو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ وتابعین وائمہ دین سے متواتر اور عام مسلمانوں میں دائر وسائر ہیں وہ ضروریات دین سے ہوں گے۔ ضروریات دین کے کیا معنی ہیں؟

سوال سوم

رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ وتابعین وائمہ دین نے خاتم النبیین کے یہی معنی بتائے کہ حضور سب سے پچھلے نبی ہیں، بعثت اقدس کے بعد اب کوئی جدید نبی نہ ہوگا۔ یا یہ بتائے ہیں کہ حضور نبی بالذات ہیں اور انبیا نبی بالعرض ہیں، اور ما بالعرض کا قصہ ما بالذات پر ختم ہو جاتا ہے، یہ معنی خاتم النبیین اگر بتائے ہوں تو ثبوت دیجیے، نہ بتائے ہوں تو اقرار کیجیے کہ واقعی یہ حدث محدث ہے، اور ضروریات دین سے وہی معنی اول ہیں۔

سوال چہارم

جو معنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ وتابعین وائمہ دین بتاتے آئے ان کو خیال عوام کہنے والا ضروریات دین کا منکر ہے یا نہیں، اس نے صحابہ وائمہ حتی کہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معاذ اللہ معنی قرآن مجید سے جاہل ونافہم ٹھہرایا یا نہیں، ایسا ٹھہرانے والا کافر ہے، یا مسلمان سنی ہے یا بد دین بندۂ شیطان۔

سوال پنجم

جو معنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ وتابعین وائمہ سے متواتر اور مسلمانوں میں ضروری دینی ہو کر دائر وسائر ہیں وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ انور میں۔ یا حضور کے بعد کسی کو نبوت ملنے کے منافی ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو صاف کہہ دیجیے کہ حضور کے بعد کتنے ہی جدید نبی ہوں معنی آیت واحادیث کے کچھ خلاف نہیں۔ اور اگر ہیں تو زمانہ اقدس میں یا حضور کے بعد دوسرا نبی تجویز کرنا معنی متواتر ختم نبوت کے خلاف، اور اس میں ضرور خلل انداز، اور جو اس کا منکر وہ ضروریات دین کا منکر ہو کر کافر ہوا یا نہیں؟۔

سوال ششم

ختم زمانی کا انکار کفر ہے یا نہیں؟۔ اگر ہے تو اسی وجہ سے کہ وہ ختم نبوت کی آیت واحادیث کے اس معنی متواتر ضروری دینی کے خلاف ہے۔ یا کسی اور من گڑھت وجہ سے۔ برتقدیر ثانی وہ وجہ بتایئے

www.waseemziyai.com

،قرآن وحدیث وکلام ائمہ سے اس کا ثبوت دیجیے۔ برتقدیراول جواس معنی کوخیال عوام بتا چکا اورخود وہ معنی گڑھے کہ نبی جدید پیدا ہونا منافی ختم نبوت نہ رہا،تو کس منہ سے ختم زمانی کے منکر کو کافر کہہ سکتا ہے،اس کی دلیل مثبت کفر پیدا کیجیے۔

سوال ہفتم

جب کہ اس کے معنی پر نبوت جدیدہ منافی ختم نبوت نہیں،توختم زمانی وہ کہاں سے ثابت کرے گا۔کیا اسی ختم نبوت سے جس کے وہ معنی اس نے خیال جہال ٹھہرادیئے،یہ تو باطل ہے،اور دوسری کوئی دلیل نہیں تو وہ خود بھی ختم زمانی کا حقیقۃً منکر ہوا یا نہیں؟۔اوراس کے منکر کو کافر کہہ کر خود اپنے کفر کا مقر ہوا یا نہیں؟۔کیا اپنے کفر کا اقرار کافر کو کفر سے بچالیتا ہے؟۔

سوال ہشتم

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد نبوت جدیدہ کا صرف وقوع ماننا کفر ہے،اس کی تجویز کفر نہیں،یا تجویز بھی کفر ہے۔ برتقدیراول ائمۂ کرام کے کلام سے ثبوت دیجیے۔ برتقدیرثانی تجویز کفر ہے تو اس لیے کہ منافی ختم نبوت ہے۔یا اور کسی وجہ سے۔ برتقدیرثانی اس وجہ کا بیان وثبوت۔اور برتقدیراول جو قائلِ وقوع کو کافر کہے اور آپ کی تجویز نبوت جدیدہ کو خلاف ختم نبوت نہ جانے وہ کافر ہوگا یا نہیں۔اگر دو مسئلہ ہوں،ان میں ہر ایک کا انکار کفر ہو،زید ان میں سے ایک کے منکر کو کافر کہے اور دوسرے کا خود منکر ہو تو اس کا پہلے کے منکر کو کافر کہنا دوسرے کے انکار سے خود کافر ہونے کے کیا منافی ہوسکتا ہے؟۔

سوال نہم

اللہ عزوجل کے ماننے والو!اللہ انصاف،اللہ انصاف،اللہ انصاف،ایک ولید پلید کہے:

''عوام کے خیال میں تو اللہ تعالیٰ کا واحد ہونا بایں معنی ہے کہ اللہ اکیلا ہے،تنہا خدا ہے،مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تعدد یا توحد وجود میں بالذات کچھ فضیلت نہیں،عرش بھی ایک ہی ہے،اور سب میں نیچے کی زمین بھی ایک ہی ہے،آدم بھی ایک ہی ہیں،ابلیس بھی ایک ہی ہے،پھر مقام حمد میں "لا الہ الا اللہ" فرمانا کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے،ہاں اگر اس وصف کو اوصاف حمد میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو مقام حمد قرار نہ دیجیے تو البتہ توحید باعتبار تنہائی وجود صحیح ہوسکتی ہے،مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی ، بلکہ بنائے توحید اور بات پر ہے جس سے تنہائی وجود خود بخود لازم آجاتی ہے۔تفصیل اس اجمال کی یہ کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات کے آگے ختم ہوجاتا ہے،اصل کے آگے ظل کو کوئی دعویٰ نہیں پہونچتا ہے،خدا کے لیے کسی اور خدا کے نہ ہونے کی وجہ اگر ہے تو یہی ہے،یعنی ممکنات کے وجود

www.waseemziyai.com

اور کمالات وجود سب عرضی بمعنی بالعرض ہیں، سو اسی طور خدا کی توحید کو تصور فرمائیے، یعنی وہ موصوف بوصف الوہیت بالذات ہے، اور سوا اس کے اور ہوں تو موصوف بالعرض ہوں گے، اور ان کی الوہیت اس کا فیض ہوگی، پر اس کی الوہیت کسی اور کا فیض نہیں، تو حید بمعنی معروض کو تنہائی وجود لازم ہے، اگر بطور اطلاق یا عموم مجاز اس توحید کو کونی اور مرتبی سے عام لے لیجیے تو پھر دونوں طرح کی توحید مراد ہوگی۔ پر ایک مراد ہو تو شایان شان الٰہی توحید مرتبی ہے نہ کوئی اور، مجھ سے پوچھیے تو میرے خیال ناقص میں تو وہ بات ہے کہ سامع منصف انکار ہی نہ کر سکے، وہ یہ کہ توحید وتعدد یا عددی ہوگا یا وجودی یا مرتبی، یہ تین نوعیں ہیں، باقی مفہوم تو حد وتعدد ان تینوں کے حق میں جنس، اور ظاہر ہے کہ مثل چشم وچشمہ معانی عین ان تینوں میں بون بعید نہیں، جو لفظ توحید کو مشترک کہیے جنس نہ کہیے، سو لفظ وجود کی جا پر اگر موصوف تو حد بھی کوئی مفہوم عام ہی تجویز کیا جائے تو بہتر ہے، سو اگر اطلاق وعموم ہے تب تو ثبوت توحید وجودی ظاہر ہے، ورنہ تسلیم لزوم توحید کونی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے۔ ادھر تصریحات قرآن وحدیث اس باب میں کافی، کیوں کہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے، پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا، گو الفاظ مذکورہ توحید کونی بسند متواتر منقول نہ ہوں، جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض ووتر وغیرہا، جیسے اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔ غرض توحید اگر بایں معنی تجویز کی جائے جو میں نے عرض کیا تو اللہ کا واحد ہونا بندوں ہی کی نظر سے خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض ازل میں بھی کہیں اور کوئی خدا ہو جب بھی اللہ کا واحد ہونا بدستور باقی رہتا ہے، بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ بھی کوئی خدا پیدا ہو تو پھر بھی توحید الٰہی میں کچھ فرق نہ آئے گا''۔ انتہی ولید بلید وکلام پلید ختم ہوا۔

اب استفتا ہے کہ ولید جو ازل میں یا بعد ازل بھی اور خدا پیدا ہونے کو توحید الٰہی کے کچھ منافی نہیں جانتا کافر ہوا یا نہیں؟۔ اور اس کا وہ ادعائے ریائی کہ توحید وجودی بھی متواتر اور اس کا منکر کافر ہے، اس کفر سے اسے کیا بچائے گا۔ ہاں اس نے زبانی کہا کہ جو دوسرا خدا مانے کافر ہے، اور اس سے اتنا سمجھا گیا کہ وہ دو خدا موجود نہیں مانتا مگر اس کی تجویز تو کرتا ہے اور دوسرا خدا پیدا ہونے کو توحید الٰہی کے کچھ منافی نہیں جانتا، یہ کیا کفر نہیں؟۔ تو اس کی اگلی تکفیر خود اس کے اس پچھلے کفر کو کیا اٹھائے گی نہیں نہیں وہ ضرور قطعاً یقیناً کفر ہوگا اور شیاطین اس کی بگڑی بنانے کو اس کے سر پر جو تا ویل کا ٹوکرا دھرتے ہیں اسے تو کفر سے بچا نہیں سکتے خود اس کے ساتھ کفر کے گڑھے میں گرتے ہیں۔ کہیے یہ حق ہے یا نہیں ہے، حق ہے تو قبول کرو۔ نہیں تو وجہ مدلل بیان کرو۔

www.waseemziyai.com

سوال دہم

کیا ہر ممکن ذاتی جائز الوقوع ہوتا ہے۔ آپ لوگ جو معاذ اللہ کذب باری کو ممکن ذاتی کہتے اور بخوف مسلماناں اس کے تجویز کرنے والے کو کافر کہتے ہیں، اگر چہ قطعا تجویز بلکہ وقوع کے قائل ہو جیسا کہ کتاب مستطاب "سبحن السبوح" سے ثابت ہے، تو امکان اور تجویز کا فرق خود بھی جانتے ہو، پھر" المعتمد المستند شریف ص ۱۰۹" کی عبارت کریمہ کا خباثات تحذیر الناس سے فرق پوچھنا کمال وقاحت و بے شرمی ہے یا نہیں؟۔ المعتمد المستند شریف تو بحمد اللہ تعالیٰ ایک امام معتمد کی تصنیف ہے، آج تک کسی جاہل سے جاہل مسلمان نے بھی "تحذیر الناس" کی سی یہ خباثتیں بکی ہیں کہ ختم زمانی میں کچھ فضیلت نہیں، اس کا مراد لینا کلام اللہ کو مہمل کر دینا ہے، ختم نبوت کے یہ معنی ہیں کہ اور نبی بالعرض ہیں، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد نبی جدید کی تجویز کچھ مخل خاتمیت نہیں، کہاں تو یہ کھلے کفر اور کہاں وہ صریح حق کہ نبوت جدیدہ ممکن الوقوع نہیں جو اسے ممکن الوقوع کہے کافر ہے، مجرد امکان ذاتی ہے، وہ بھی تعدد خاتم میں نہیں، دو خاتم النبیین ہونا محال بالذات ہے جو المعتمد المستند کے ارشادات عالیہ ہیں، یہاں فرق نہ سمجھنا تو اس سے بھی بدتر ہے جو حضرت مولوی معنوی قدس سرہ نے فرمایا کہ..

آں چہ انسان می کند بوزینہ ہم

آں کند کز مرد بیند دم بدم

او گماں بردہ کہ من کردم چواد

فرق را کے بیند آں ستیزہ جو

وہاں نقالی تو تھی اسے تو اتنی بھی نصیب نہیں اور فرق کی طلب۔

سوال یازدہم

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے دھرم میں عزیز و جلیل ہیں یا نہیں؟۔

﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾

قرآن عظیم کا ارشاد ہے یا نہیں؟۔ حضور کی ذات مقدسہ پر عزت وجلالت کا حکم کرنا صحیح ہے یا نہیں؟۔

سوال دوازدہم

بآں کہ بہ نص قطعی قرآن عظیم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلکہ ان کے بندے ان کے غلام بھی عزیز و جلیل ہیں۔ اللہ عزوجل کی طرح محمد عزوجل کہنا منع ہے یا نہیں؟۔ علمائے کرام نے اس کی

www.waseemziyai.com

ممانعت فرمائی یا نہیں ؟۔ اگر ہے تو اس ممانعت کی کیا وجہ ہے؟، آیا یہ کہ عزت وجلالت معاذ اللہ ذات اقدس سے مسلوب ہے اور ذات مقدسہ پر اس کا حکم کرنا صحیح نہیں؟۔ یا اس کی وجہ محض اس لفظ سے مختص ہے نہ کہ حکم کو شامل۔

سوال سیزدہم

جو اس ممانعت کی بنا پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر عزت وجلالت کا حکم کرنا ہی صحیح نہ جانے وہ فقط لفظ عزوجل کے اطلاق کو منع کرتا ہے؟۔ یا خود معنی عزت وجلالت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت کرنے کو باطل وغیر صحیح ماننا ہے، ایسا ماننے والا مسلمان ہے یا کافر، سنی ہے یا بددین فاجر؟۔

سوال چہاردہم

شے پر شی کا حکم کرنا موضوع کے لیے معنی محمول کا ثابت کرنا ہے۔ یا صرف لفظ کا اطلاق کرنا؟۔ جو حکم ہی کو باطل مانے اس کا یہ عذر کہ میں صرف اس لفظ کے اطلاق کو رد کرتا ہوں حکم صحیح مانتا ہوں، صریح مکابرہ، ہٹ دھرمی، عناد، بے شرمی ہے یا نہیں؟۔

سوال پانزدہم

ولید سے سوال ہو کہ زید اللہ عزوجل کو سید، فیاض کہتا ہے کہ فیضان کی اس سے ابتدا ہے، زید کا استدلال اور یہ عقیدہ کیسا ہے؟۔ ولید اس کے جواب میں کہے:

''اللہ عزوجل کی ذات مقدسہ پر مبدئیت فیض کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس سے مراد مبدئیت بنظر بعض اشیا ہے، یا بلحاظ کل؟۔ اگر بعض اشیا مراد ہیں تو اس میں اللہ تعالیٰ کی کیا تخصیص ہے ایسا مبدا ہونا تو ہر کسگر، ہر کمھار، اور کافروں اور جانوروں کے لیے بھی حاصل ہے، کیوں کہ ہر شخص کوئی نہ کوئی ایسی بات کرتا ہے جس کی اسی سے ابتدا ہے، کسگر، کمھار نئی نئی مورتیں مٹی سے بناتے ہیں۔ بجار سب سے پہلے عمرو بن لحی کافر نے چھوڑے۔ سنت نبویہ بدلنے کی ابتدا سب سے پہلے یزید نے کی۔ جو خ بتانے کی ابتدا..... سے ہے، تو چاہیے کہ ہر کمھار اور کافر اور جانور کو مبدأ فیاض کہا جائے، پھر اگر زید اس کا التزام کرے کہ ہاں میں سب کو مبدأ فیاض کہوں گا تو پھر مبدئیت فیض کو من جملہ کمالات الٰہیہ شمار کیوں کیا جاتا ہے؟۔ جس امر میں مومن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات الوہیت سے کب ہوسکتا ہے، اور اگر التزام نہ کیا جائے تو خدا و غیر خدا میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے، اور اگر تمام اشیا کی مبدئیت مراد ہے اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی ونقلی سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اپنی ذات کا مبدأ نہیں، اگر کسی کو ایسے الفاظ سے شبہ واقع ہو

www.waseemziyai.com

جیسا قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مذکور ہے ﴿خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾(۱) یا مثل اس کے تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہاں عموم واستغراق حقیقی مراد نہیں؛ کیوں کہ اس کا استحالہ اوپر دلیل نقلی وعقلی سے ثابت ہو چکا ہے، بلکہ عموم واستغراق اضافی مراد ہے، یعنی باعتبار خالقیت بعض اشیا کے کہ اس پر قدرت کمالات ضروریہ متعلقہ بہ الوہیت سے ہے عموم فرمایا گیا، پس اس کا مقتضی صرف اس قدر ہے کہ الوہیت کے لیے جو مبدئیتیں لازم وضروری ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو بتمامہا حاصل ہیں، الفاظ عموم کا عموم اضافی میں مستعمل ہونا محاورات جمیع السنہ میں بلانکیر جاری ہے، اور خود قرآن مجید میں مذکور، بلقیس کی نسبت فرمایا گیا ﴿وَأُوتِيَتْ مِن كُلِّ شَيْءٍ﴾(۲) یعنی اس کے پاس تمام چیزیں تھیں۔ یہ ظاہر ہے کہ اس کے پاس اس زمانہ کی ریل اور تار برقی اور لمپ اور گیاس اور فوٹو وغیرہا ہرگز نہ تھے، وہاں بھی اشیائے ضروریہ لازمۂ سلطنت کا عموم مراد ہے، پس ایسا عموم مثبت مدعائے زید ہرگز نہیں، اجو بہ مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ زید کا عقیدہ اور قول سراسر غلط اور خلاف نصوص شرعیہ ہے، ہرگز اس کا قبول کرنا کسی کو جائز نہیں۔ زید کو چاہیے کہ توبہ کرے اور اتباع سنت اختیار کرے''۔

تمام ہوئی ولید پلید کی تقریر کفر تخمیر۔ تو آپ ہی فرمائیے کہ اس خبیث کا یہ جواب کفر بے حجاب وتنقیص شان رب الارباب عز جلالہ ہے یا نہیں؟۔

سوال شانزدہم

اس نے اس کلام ملعون میں مبدئیت کی دو قسمیں: مبدئیت کل، ومبدئیت بعض کر کے قسم اول کا بطلان دلیل عقلی ونقلی سے ثابت مانا یا نہیں؟۔ کہو مانا اور صراحۃً مانا، تو اس کے نزدیک مبدئیت الٰہی صاف صاف قسم دوم کی ہوئی یا نہیں؟۔ کہو ہوئی اور ضرور ہوئی، اب اسی قسم پر کہتا ہے کہ اس میں اللہ کی کیا تخصیص ہے، ایسا مبدأ ہونا تو ہر کس گر، ہر کمھار کے لیے بھی حاصل ہے، تو صاف صریح، بے پھیر پھار، بے گنجائش انکار، اس نے کہا یا نہیں کہ جیسا مبدأ اشیا ہونا اللہ کے لیے ثابت ہے ایسا تو ہر کس گر، ہر کمھار کے لیے حاصل ہے۔ کیا اس میں اس نے صراحۃً اللہ واحد قہار کو گالی دی یا نہیں؟۔ بولو ڈی اور ضرور دی۔

سوال ہفت دہم

حفظ الایمان والی رسلیا کی تقریر بعینہ یہی تقریر ولید پلید ہے یا نہیں؟۔ کہو ہے اور ضرور ہے، اس

---

(۱) [سورۃ الأنعام: ۱۰۲] (۲) [سورۃ النمل: ۲۳]

www.waseemziyai.com

کے مصنف نے بھی اس کلام ملعون میں علم متعلق بہ غیوب کی دو قسمیں: علم کل وعلم بعض، کر کے قسم اول کا بطلان دلیل عقلی ونقلی سے ثابت مانا یا نہیں؟ کہو مانا اور صراحۃً مانا، تو اس کے نزدیک علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاف صاف قسم دوم کا ہوا یا نہیں؟ کہو ہوا اور ضرور ہوا، اب اسی قسم پر کہتا ہے کہ اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔ تو صاف صریح، بے پھیر پھار، بے گنجائش انکار، اس نے کہا یا نہیں کہ مغیبات کا جیسا علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت ہے ایسا تو ہر پاگل، ہر چوپائے کے لیے حاصل ہے، کیا اس میں اس نے صراحۃً محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دی یا نہیں؟۔ بولو دی اور ضرور دی۔

سوال ہشت دہم

رسلیا والا اپنے کفر پر پردہ ڈالنے کو ایک مکر یہ گڑھتا ہے:

''کہ لفظ ایسا کا یہ مطلب نہیں کہ جیسا علم واقع میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے الخ۔ نعوذ باللہ منہا۔ بلکہ مراد اس لفظ ایسا سے ہے مطلق بعض علم گو وہ ایک ہی چیز کا ہو، اور گو وہ چیز ادنی ہی درجے کی ہو، کیوں کہ اوپر بھی مذکور ہو چکا ہے کہ بعض سے مراد عام ہے، اور عبارت آیندہ بھی اس کی دلیل ہے، ھو قولہ: کیوں کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے سے مخفی ہے،۔ یوں ہی ولید پلید کہتا ہے کہ لفظ ایسا کا یہ مطلب نہیں کہ جیسا مبدأ ہونا واقع میں اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے الخ۔ نعوذ باللہ منہا۔ بلکہ مراد اس لفظ ایسا سے ہے: مطلق بعض شی کا مبدأ ہونا گو وہ ایک ہی چیز کا ہو، اور گو وہ چیز ادنی ہی درجے کی ہو، کیوں کہ اوپر بھی مذکور ہو چکا ہے کہ بعض سے مراد عام ہے، اور عبارت آیندہ بھی اس کی دلیل ہے، وھو قولہ: کیوں کہ ہر شخص کوئی نہ کوئی ایسی بات کرتا ہے جس کی اسی سے ابتدا ہے''۔

ان بلید وپلید دونوں کا یہ مکر کیسا ہے، اور دونوں مردود ہیں یا ایک مردود، دوسرا مقبول، تو وجہ فرق کیا ہے؟۔ حالاں کہ دونوں نے بعینہ ایک کلام کہا ہے۔

سوال نوازدہم

ولید پلید کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا مبدأ ہونا اور رسلیا والے کے نزدیک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم واقع میں محیط کل ہے یا محیط بعض؟۔ اول کو آپ ہی تو عقلاً ونقلاً باطل بتا آیا، تو ضرور واقع میں مبدئیت خدا وعلم مصطفیٰ ایسا ہی مانتا ہے جیسے کہ کہہ رہا ہے: تو ہر کس گر کمھار، ہر پاگل جانور کو حاصل ہے۔ پھر کدھر بھاگتا ہے کہ لفظ ''ایسا'' کا یہ مطلب نہیں کہ جیسا کہ علم واقع میں الخ۔ کیوں جناب تھانوی صاحب یہ ان دونوں بلید پلید کی صریح کہہ کر مکرنی ہے یا نہیں؟۔

www.waseemziyai.com

سوال بستم

رسلیا دالا دوسرا فریب یہ بتاتا ہے کہ...

''پھر اس عبارت سے چند سطر بعد دوسری عبارت میں تصریح کہ نبوت کے لیے جو علم لازم وضروری ہیں وہ آپ کو بتمامہا حاصل ہوگئے تھے، انصاف شرط ہے جو شخص آپ کو جمیع علوم عالیۂ شریفہ متعلقہ نبوت کا جامع کہہ رہا ہے کیا وہ نعوذ باللہ زید وعمرو صبی ومجنون وحیوانات کے علم کو مماثل آپ کے علم کے بتلائے گا، کیا زید وعمرو وغیرہ کو یہ علوم حاصل ہیں، یہ علوم تو آپ کے مثل دوسرے انبیا علیہم السلام کو بھی حاصل نہیں''۔

یوں ہی ولید پلید کہتا ہے:

''کہ پھر اس عبارت سے چند سطر بعد دوسری عبارت میں تصریح ہے کہ الوہیت کے لیے جو مبدئیتیں لازم وضروری ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو بہ تمامہا حاصل ہیں، انصاف شرط ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ کو جمیع مبدئیات عالیہ شریفہ متعلقہ الوہیت کا جامع کہہ رہا ہے کیا وہ نعوذ باللہ یزید وعمرو بن لحی اور کسگروں کمہاروں جانوروں کی مبدئیت کو مماثل اللہ کی مبدئیت کے بتلاوے گا، کیا یزید وعمرو وغیرہ کو یہ مبدئیتیں حاصل ہیں، یہ مبدئیتیں تو انبیا وملائکہ علیہم السلام کو بھی حاصل نہیں''۔

ان دونوں بلید وپلید کے اس فریب میں کیا فرق ہے؟۔

سوال بست ویکم

کیا ان دونوں بلید وپلید کے اس مکر سے ان ملعون کلموں کی شناعت اٹھ جائے گی کہ جیسی مبدئیت اللہ کی ہے ایسی تو ہر کسگر کمہار کو حاصل ہے، جیسا علم حضور کو ہے ایسا تو ہر پاگل ہر جانور کو حاصل ہے۔

سوال بست ودوم

رسلیا والا تیسری چال یہ چلتا ہے:

''کہ بلکہ اس شق پر جو محذور لازم کیا گیا اس میں غور کرنے سے تو معلوم ہوسکتا ہے کہ مشابہت کی نفی کی گئی ہے، چناں چہ بعض علوم غیبیہ کے مراد لینے پر یہ خرابی بتلائی ہے کہ اس میں حضور کی کیا تخصیص الخ۔ یعنی اس صورت میں آپ کی تخصیص نہ رہے گی بلکہ زید وعمرو وغیرہ بھی اس صفت میں آپ کے شریک ومشابہ ہوجائیں گے حالاں کہ آپ کی صفات خاصہ کمالیہ میں کوئی آپ کا شریک ومشابہ نہیں ہے، اس لیے یہ شق باطل ہوئی''۔

یوں ہی ولید پلید کہتا ہے کہ...

www.waseemziyai.com

''بلکہ اس شق پر جو محذور لازم کیا گیا اس میں غور کرنے سے تو معلوم ہوسکتا کہ مشابہت کی نفی کی گئی ہے، چناں چہ مبدئیت بعض اشیا مراد لینے میں یہ خرابی بتلائی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی کیا تخصیص الخ ۔یعنی اس صورت میں اللہ کی تخصیص نہ رہے گی بلکہ زید وعمرو وغیرہ بھی اس صفت میں اس کے شریک ومشابہ ہو جائیں گے حالانکہ اس کی صفات خاصہ کمالیہ میں کوئی اس کا شریک ومشابہ نہیں ہے۔اس لیے یہ شق باطل ہوئی''۔

ان دونوں کی اس چال میں کیا فرق ہے؟۔

سوال بست وسوم

ان دونوں بلید وپلید کی یہ چال صریح بے ایمانی ہے یا نہیں؟۔کی تو صاف صاف نفی تخصیص کہ یہ اللہ ورسول سے خاص نہیں، ہر کسگر کمہار، پاگل جانور کو حاصل ہیں، اور بننا چاہتے ہیں طالب تخصیص، یعنی ہم نے تو یہ کہا تھا کہ ایسے ہونا چاہئیں کہ اللہ ورسول سے خاص ہوں۔ بے ایمانو! تخصیص تو وہ چاہے جو ان کو ان کی صفت جانے، تم دونوں تو اللہ ورسول پر ان کا حکم ہی صحیح نہیں مانتے، نہ کہ ان کی ان کے لیے خصوصیت چاہو۔ع

شرم بادت از خدا واز رسول

کیوں جناب تھانوی صاحب، ان دونوں بلید وپلید کی مکاری سے بڑھ کر اور کیا مکاری ہوگی بکیں کفر اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے اسلام بنانا چاہیں، کیوں جناب تھانوی صاحب کیا جو خود کہا اسے اس کی نقیض پر حمل کر کے ہر کافر مسلمانی کا دعویٰ نہیں کر سکتا؟۔

سوال بست وچہارم

رسلیا والا چوتھا داؤں یہ کھیلتا ہے کہ...

''اگر بزعم معترض تشبیہ کے لیے بھی ہو تب بھی علم زید وعمرو وغیرہ کو علم رسول اللہ سے تشبیہ نہیں دی گئی بلکہ مطلق بعض علوم سے جس کا اوپر ذکر ہے'' یوں ہی ولید پلید کہتا ہے ''اگر بزعم معترض تشبیہ کے لیے بھی ہو تب بھی مبدئیت یزید وعمرو بن لحی وغیرہ کو مبدئیت خدا سے تشبیہ نہیں دی گئی بلکہ مطلق بعض مبدئیت سے جس کا ذکر اوپر ہے'' ان دونوں کے اس داؤں میں کیا فرق ہے؟۔

سوال بست وپنجم

جناب تھانوی صاحب ملاحظہ ہو کہ ایمان کے ساتھ ان دونوں بے ایمانوں کے حواس بھی جاتے رہے ہیں، سبحان اللہ! علم زید کو تشبیہ دی ہے مطلق بعض علوم سے۔مبدئیت زید کو تشبیہ دی ہے مطلق بعض

www.waseemziyai.com

مبدئیت سے۔آج تک کسی سلیم الحواس نے فرد کو مطلق سے تشبیہ دی ہے، جیسے کہیے کہ...

''تھانوی صاحب تو بالکل ایسے ہیں جیسے آدمی''۔

کیوں جناب تھانوی صاحب! ان دونوں مکاروں کا یہ کھسیانا داؤں ان کی فصد لینا چاہتا ہے یا نہیں؟۔ بلکہ یقیناً ایک فرد کو دوسرے سے تشبیہ دی، اور وہ مطلق وجہ شبہ ہے کہ دونوں میں مشترک ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم ہی کو ہر پاگل جانور کے علم سے تشبیہ دی، اللہ عزوجل کی مبدئیت ہی کو ہر کسگر کمہار کی مبدئیت سے تشبیہ دی، اور پھر بے ایمانی محض منہ زوری سے مسلمانی پکڑا چاہتے ہیں۔ان سے کہیے: خبیثو! دور رہو، تمہارا منہ اور مسلمانی، کیوں تھانوی صاحب یہ ٹھیک ہے یا نہیں؟۔

سوال بست وششم:

رسلیا والا جعل یہ گانٹھتا ہے کہ...

''بلکہ بفرض محال اگر علم رسول سے بھی تشبیہ ہوتی تب بھی من کل الوجوہ نہ ہوتی، بلکہ صرف اتنے امر میں کہ جس طرح مطلق بعض غیوب کا حصول آپ کے لیے علت ہوگیا اطلاق عالم الغیب کے لیے، اسی طرح مطلق بعض غیوب کا حصول دوسروں کے لیے علت ہوجائے گا اطلاق عالم الغیب کے لیے، اگرچہ یہ دونوں بعض متغائر ہوں''

یوں ہی ولید پلید کہتا ہے کہ...

''بلکہ بفرض محال اگر مبدئیت خدا سے بھی تشبیہ ہوتی تب بھی من کل الوجوہ نہ ہوتی بلکہ صرف اتنے امر میں کہ جس طرح مطلق مبدئیت بعض کا حصول اللہ کے لیے علت ہوگیا اطلاق مبدأ فیاض کے لیے اسی طرح مطلق مبدئیت بعض کا حصول دوسروں کے لیے علت ہوجائے گا اطلاق مبدا فیاض کے لیے، اگرچہ یہ دونوں بعض متغائر ہوں''

ان دونوں کی اس جعل سازی میں کیا فرق ہے؟۔

سوال بست وہفتم:

جناب تھانوی صاحب! ان دونوں بے ایمانوں کی مکاری دیکھیے: کسگر کمہار کی مبدئیت اور اللہ عزوجل کا مبدأ ہونا مشبہ ومشبہ بہ تھے، اور مطلق مبدئیت بعض وجہ شبہ، اور صحت اطلاق مبدأ فیاض کے لیے علت ہونا اس پر متفرع کہ...خبیث نے یہ تشبیہ دے کر اس پر تفریع کی تھی کہ...تو چاہیے کہ ہر کمہار کو مبدأ فیاض کہا جائے، یوں ہی ہر پاگل جانور کے علم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم اقدس مشبہ ومشبہ بہ تھے اور مطلق علم بعض مغیبات وجہ شبہ، اور صحت اطلاق عالم الغیب کے لیے علت ہونا اس پر متفرع کہ..مردک نے یہ تشبیہ دے کر اس پر

www.waseemziyai.com

تفریع کی تھی کہ..تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے ،اب دونوں خبیث ومردک اس تفریع ہی کو وجہ شبہ کیے دیتے ہیں، کیا آپ کے نزدیک ان بدحواسوں کی مت ٹھکانے ہے؟۔

سوال بست وہشتم:

رسلیاوالا چھٹا جل یہ کھیلتا ہے کہ...

''ایسی تشبیہ من بعض الوجوہ تو نص قطعی قرآنی میں موجود ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ (۱)

تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں

﴿إِن تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ﴾ (۲)

اگر تمہیں دکھ پہنچتا ہے تو انھیں بھی دکھ پہنچا جیسا تمھیں پہنچتا ہے۔

اول میں مقبول کی ایک حالت کو غیر مقبول کی ایک حالت سے۔اور دوسری میں غیر مقبول کی ایک حالت کو مقبول کی حالت سے تشبیہ دی ہے''

بعینہ اسی طرح ولید پلید کافر کہتا ہے،ان دونوں کے اس جل میں کیا فرق ہے؟۔

سوال بست ونہم:

جناب تھانوی صاحب! آپ نے ان خبیثوں کی بے ایمانی دیکھی،کہاں تو مسلمانوں کی تسکین کو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ اگر لڑائی میں تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو ایسی ہی تکلیف کافروں کو بھی پہنچتی ہے،اوران پلید وبلید کا ایک کمال خدا ورسول کی نفی کے لیے یہ بکنا کہ جیسی مبدئیت اللہ کو ہے ایسی تو ہر کسگر کمہار کو ہے،جیسا علم غیب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر پاگل جانور کو ہے۔کیوں جناب تھانوی صاحب! ان بے ایمانوں کو کبھی مسلمانی کی ہوا بھی لگی ہے۔اور جب ان دل کے اندھوں کو یہاں فرق نہ سوجھا تو یہ کیا [illegible] کہ مولی عزوجل اپنے بندوں کی نسبت جو فرمائے، یا محبوبان الٰہ براہ تواضع جو اپنی نسبت فرمائیں انھیں دوسرا حجت بنا کر اپنی طرف سے بکے،تو ایمان سے جائے،زبان گدی کے پیچھے سے کھینچی جائے،جہنم کی آگ میں ''ذق انک انت الاشرف الرشید'' کہہ کر چلا جائے۔

اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَى﴾ (۳)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) [سورة الكهف: ۱۱۰] (۲) [سورة النساء: ۱۰٤]

(۳) []

www.waseemziyai.com

((ارسلنا ابن امراۃ قرشیۃ تاکل الفدید))(۱)

دوسرا تو کہہ دیکھے، جناب تھانوی آپ نے سنا ہوگا کہ کافروں نے رسولوں سے کہا:

﴿مَا أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا﴾(۲)

کیا مسلمان بھی ایسا کہتے تھے؟۔

ہمسری با اولیا بر داشتند انبیا را ہم چوں خود پنداشتند

کیوں جناب تھانوی صاحب! ان دونوں پلید ولید پر کے لاکھ تف کی جائے۔

سوال سیم:

رسلیا والا ساتواں چھل یہ چلتا ہے کہ...

''البتہ اگر کوئی صرف اس تشبیہ پر اکتفا کر کے وجوہ تفاوت وتفاضل کو بیان نہ کرے تو بے شک قبیح ہے، لیکن جب اس کا ساتھ ساتھ بیان ہو جیسا کہ قرآن مجید میں ﴿مثلکم﴾ کے بعد ﴿یوحی الیّ﴾ ہے، اور ﴿تالمون﴾ کے بعد ﴿وترجون من اللہ مالا یرجون﴾ ہے، اور جیسا کہ تقریر مذکور میں کہ کلام متلاصق ومتناسق ہے آپ کا جامع علوم لازمۂ نبوت ہونا مصرح ہے، یا طرز بیان تفاوت پر دال ہو، پھر کیا قباحت ہے؟۔ اور جب کہ تشبیہ ہی نہ ہو تب تو شبہ کا کوئی موقع ہی نہیں''

یوں ہی ولید پلید کہتا ہے کہ

''البتہ اگر کوئی صرف اس تشبیہ پر اکتفا کر کے وجوہ تفاوت وتفاضل کو بیان نہ کرے تو بے شک قبیح ہے لیکن جب اس کا بھی ساتھ ساتھ بیان ہو جیسا کہ قرآن مجید میں ﴿مثلکم﴾ کے بعد ﴿یوحی الیّ﴾ ہے، اور ﴿تالمون﴾ کے بعد ﴿وترجون من اللہ مالا یرجون﴾ ہے اور جیسا کہ تقریر مذکور میں کہ کلام متلاصق ومتناسق ہے اللہ تعالیٰ کا جامع مبدئیات لازمۂ الوہیت ہونا مصرح ہے، یا طرز بیان تفاوت پر دال ہو پھر کیا قباحت ہے؟۔ اور جب کہ تشبیہ ہی نہ ہو تب تو شبہ کا کوئی موقع ہی نہیں''۔

ان دونوں کے اس چھل میں کیا بل ہے؟۔

سوال سی ویکم:

جناب تھانوی صاحب! آپ نے ان بے ایمانوں کی خباثت دیکھی، کیا اللہ ورسول کو بری

---

(۱) [ ]

(۲) [سورۃ یٰسین: ۱۵]

www.waseemziyai.com

تشبیہیں دینی اسی وقت کفر ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ ان کی کوئی خوبی نہ بیان کی جائے، اور اگر اس کے ساتھ ایک آدھ خوبی بیان کر دو تو پھر اللہ و رسول کو جیسی ذلیل سے ذلیل چاہو تشبیہیں دو کچھ قباحت نہیں۔ قباحت تو جب سوجھے کہ دل میں اللہ و رسول کی عظمت ہو، ایمان ہو محبت ہو۔

سوال سی و دوم:

جناب تھانوی صاحب خفا ہونے کی بات نہیں جو اللہ و رسول کو کہہ چکے ہو اپنوں کو بھی کہو گے، یا وہاں غیظ و غضب سے بھڑکتی آگ میں رہو گے۔

آپ کی ذریات نے ایک شیطنت یہ نکالی ہے کہ آپ اور آپ کے بڑے جیسی ناپاک سی ناپاک بات چاہیں اللہ و رسول۔ جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ کی جناب میں منہ بھر کر بک جائیں وہ تو سب شیر مادر اور کمال ملائی کا جوہر۔ اس پر اہل اسلام جوان دشنامیوں پر حکم شرع لگائیں یا آفتاب پر ان کا تھوکا ہوا ان کے منہ پر پلٹیں تو بے تہذیب ہیں، بازاری گفتگو کرتے ہیں، قابل خطاب نہیں، لائق کلام اہل حجاب نہیں، اس ڈھٹائی بے حیائی کی کچھ حد ہے، تو بات کیا ہے یہ کہ تمہاری جھوٹی عزت، ساختہ وقعت ان کی نگاہوں میں اللہ و رسول کی سچی عظمت سے بدرجہا زائد ہے، جب تو تم اللہ و رسول کو جیسی چاہو گالیاں دو، آنکھوں سکھ، کلیجے پے ٹھنڈک، اور اس پر مسلمان تمہارا نام الف کے تلے لیں تو بے تہذیب ہیں فحش کلام ہیں۔

﴿أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۱)

خیر اس کا فیصلہ تو روز قیامت ہوگا۔

وہی آیت: ﴿اللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ (۲)

جو آپ نے بسط البنان میں الٹی پڑھی اور تم پر حجت ہونے کے لیے اس کی لوح پر چڑھی کہ ((رب تالی القرآن والقرآن یلعنه)) وہی انشاء اللہ العزیز روز قیامت تمہارے گلوں پر سوار ہوگی، اور جو اللہ و رسول کی گالیوں کے جواب میں تمہیں کچھ کہنا بے تہذیبی بتاتے ہیں، ان سب سے بھی سوال ہوگا۔

﴿وقفوهم انهم مسئولون﴾ (۳)

انہیں ٹھہراؤ ان سے سوال ہونا ہے کہ اللہ و رسول تمہاری نگاہ میں ایسے ہلکے تھے، اور ان کے یہ بد

---

(۱) [سورۃ ھود: ۱۸]

(۲) [سورۃ الحج: ٦٩]

(۳) [ ]

www.waseemziyai.com

گو لعین اتنے بھاری۔ تمھیں یا تمہارے ماں باپ کو کوئی آدھی بات کہے تو تہذیب وانسانیت سب بالائے طاق رکھتے، ایک کی دس کہہ کر بھی پیچھا نہ چھوڑتے، اور اللہ ورسول کے دشنام دینے والوں کے ساتھ ایسے مقدس بے نفس بنتے۔

﴿وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ﴾ (۱)

خیر یہ تو روز قیامت کا قصہ ہے ﴿اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَنَا وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِيْنَ﴾ (۲)

اس وقت آپ سے ایک سادہ عرض ہے، سیدھی طرح انسان بن کر سنیے اور ہو سکے تو جواب دیجیے، ورنہ توفیق ملے تو کلمۂ اسلام پڑھ کر توبہ کیجیے، ہاں ہاں، اور ولید وبلید تم دونوں نے اللہ ورسول کو تو وہ کچھ کہا کہ جیسی مبدئیت اللہ کو حاصل ہے ہر کسگر کمہار کو حاصل ہے، جیسا علم غیب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے ایسا ہر پاگل ہر جانور کو ہے۔ اور اس پر جو خبر مسلمانوں نے تمہاری لی تو ''بسط البنان'' میں سات حیلوں حوالوں کی سوجھی، اور صاف ٹھہرالیا کہ اللہ ورسول کی جناب میں ایسا منہ کھول دینے میں کچھ قباحت نہیں۔ اب سوال ہے کہ اگر سعید وحمید وغیرہما کہیں کہ جیسا علم جناب گنگوہی صاحب کو تھا ایسا تو ہر کتے کو ہوتا ہے۔ جیسا جناب نانوتوی صاحب کو تھا ایسا ہر الو کو ہوتا ہے۔ جیسا جناب تھانوی صاحب کو ہے ایسا تو ہر گدھے کو ہوتا ہے۔ جیسا جناب دہلوی کو تھا ایسا تو ہر سور کو ہوتا ہے۔ جناب گنگوہی صاحب کی صورت کتے کی سی تھی۔ جناب نانوتوی صاحب کی شکل الو کی سی تھی۔ جناب تھانوی صاحب کا چہرہ گدھے کا سا ہے۔ جناب دہلوی صاحب کا منہ سور کا سا تھا۔ اور وجہ شبہ یہ بتائے کہ گنگوہی ونانوتوی وتھانوی ودہلوی صاحبان کو بھی بعض علم ہے، اور کتے، الو، گدھے، سور کو بھی بعض ہے، اگرچہ جنابان مذکورین کو درسیات کا علم جتنا آج کل مولوی کہلانے کو لازم وضروری ہے کتے، الو، گدھے، سور سے زائد ہے۔ جنابان مذکورین کا منہ، چہرہ، شکل، صورت بھی مخلوق ہے، حادث ہے، فانی ہے۔ اور کتے، الو، گدھے، سور کے منہ بھی مخلوق وحادث وفانی ہیں اگرچہ آدمی بچہ کہلانے کے لیے جو نقشہ لازم وضروری ہے جنابان مذکورین کو بتمامہا حاصل ہے۔ تو کیا ایسا کہنا آپ حضرات پسند کریں گے؟۔ کیا اسے ان جنابوں کی توہین نہ کہیں گے؟۔ کیا جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے لکھ کر چھاپ دیا اور اب اس پر اڑے ہوئے ہو، جھوٹے بہانوں سے اسے بنانے کے پیچھے پڑے ہو، یوں ہی لکھ کر اپنے مہر ودستخط سے یہی الفاظ گنگوہی ونانوتوی

---

(۱) [سورۃ الشعراء: ۲۲۷]

(۲) [ ]

www.waseemziyai.com

واسمٰعیل دہلوی کی نسبت چھاپ دو گے، جو عذر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دے کر گڑھے، کیا یہاں جاری نہیں؟ سب بعینہا جاری ہیں۔

حمید وسعید کہتے ہیں کہ...

(۱) ایسا سے مراد مطلق بعض وفانی ہے نہ کہ واقع میں جیسے جنابوں کے علم ورخ تھے۔

(۲) اس عبارت میں تصریح ہے کہ علم وشکل بہ قدر لازم مولویت وانسانیت انھیں حاصل تھے۔

(۳) بلکہ مشابہت کی نفی کی تھی کہ تخصیص چاہیے اور یہ خاص نہیں۔

(۴) گنگوہی ونانوتوی وتھانوی واسمٰعیل دہلوی صاحبان کے علم ورخ کو کتے، الو، گدھے، سور کے علم ورخ سے تشبیہ نہ دی بلکہ مطلق بعض علوم وفانی رخ سے۔

(۵) تشبیہ بھی سہی تو من کل الوجوہ نہ تھی۔

(۶) من بعض الوجوہ ناقص وکامل کی تشبیہ قرآن عظیم میں موجود ہے۔

(۷) فقط تشبیہ پر سکوت ہوتا تو ایک بات تھی ہم نے ساتھ ساتھ وجہ تفاوت بھی تو بتادی۔

تو کیا وجہ کہ آپ یہ عذرات اپنے بڑوں کے حق میں نہ سنیں، اور خود محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں گڑھیں، بلکہ آپ کو تو حمید وسعید کے عذر پیش کرنے کی بھی حاجت نہ چاہیے، آپ خود ان عذرات کے بادی ہیں۔ وہ کہتے جائیں کہ گنگوہی صاحب سور کی طرح ہیں۔ نانوتوی صاحب گدھے کی مثل تھے۔ اسمٰعیل دہلوی صاحب کتے کی مانند تھے۔ اور آپ شاباش دیتے اور آمنا صدقنا کہتے جائیں، بلکہ حمید وسعید کے کہنے پر کیوں رکھیے، خود ہی وہ لائق وبلند خطابات اپنے ان بڑوں کی نسبت لکھ کر چھاپیے، اور ہزار پانچ سو نسخے ہمیں بھیجیے کہ آپ کی ''خفض ایمان'' کی طرح ملک میں شائع کریں اور آپ کا عذر مسلمانوں کو سنائیں کہ بھائیو! جناب تھانوی صاحب کو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہی خاص عداوت نہیں، ان کی بولی ہی یہ ہے، وہ اپنے بڑوں کو بھی ایسا ہی کہتے ہیں۔ کیوں تھانوی صاحب! صلاح کیسی ہے؟ تمہارے نفع کی کہی، ہاں ہاں وہ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے جن کو منہ بھر کہا اور چھاپ دیا، اپنے بڑوں کی طرف ایسا خیال کرتے کلیجہ چار چار ہاتھ اچھلے گا۔ یہ ہے تمہارا اسلام، یہ ہے تمہارا ایمان۔

﴿أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾ (۱)

---

(۱) [سورۃ الأحزاب: ٦٢]

www.waseemziyai.com

مسلمانو! اس سے زیادہ اور بھی وضوح حق کا ذریعہ ہے؟۔

سوال سی وسوم:

جناب تھانوی صاحب! آپ پلید و بلید دونوں کی ستم بوکھلاہٹ آٹھویں عیاری ملاحظہ کریں:

مسلمانوں نے جب ان بے ایمانوں پر قہر الٰہی اتارا کہ مردکو! تم نے دو ہی قسموں میں حصر کیا، یا تو کل کو محیط ہو اس طرح کہ ایک فرد بھی خارج نہ رہے (حفظ الایمان ص ۸)۔ یا مطلق بعض ایک ہی چیز کی قدر ہو کہ چیز ادنیٰ ہی درجہ کی ہو (بسط البنان ص ۴)۔ جس کے سبب تمہارے نزدیک اللہ عزوجل کی مبدئیت بے پایاں، اور یزید و عمرو بن لحی اور ہر کسگر کمہار کی ذلیل مبدئیت میں کچھ فرق نہ رہا، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم بے انتہا، اور زید و عمر اور ہر پاگل و جانور کے ذلیل علم میں کچھ تفاوت نہ رہا۔ جس کی بنا پر ولید پلید تو پوچھنے بیٹھا کہ خدا اور کمہار میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے۔ اور رسلیا والا بلید تو پوچھنے بیٹھا کہ نبی اور چوپائے میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے۔

مردکو! یوں تو خدا کی قدرت سے بھی منکر ہو بیٹھو کہ بعض پر قدرت ہونا مراد ہے، تو اس میں اللہ عزوجل کی کیا تخصیص ہے ایسی قدرت تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔ اور اگر کل اشیا پر قدرت مراد ہے اس طرح کہ اس کا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل عقلی و نقلی سے ثابت ہے۔ کہ اشیا میں خود ذات باری بھی ہے، اور اسے خود اپنی ذات پر قدرت نہیں۔ یہ دیکھ کر خبیثوں کے پیٹ میں چوہے دوڑے، اب ان دو احتمالوں کے سوا تیسرا سوجھا، اپنی عبارتوں میں تو اس کا کہیں پتہ نہ تھا، لہذا بزور زبان نری ڈھٹائی سے اپنی ایک ہی شق کے دو ٹکڑے کر کے وہ تیسرا اس میں داخل کر لیا۔ رسلیا والا بولتا ہے:

''ایک شق اور محتمل تھی کہ آپ کو عالم الغیب تو کہیں مگر نہ تو بنا بر جمیع علوم غیر متناہیہ کے، اور نہ بنا بر مطلق بعض علوم کے، تا کہ اشتراک لازم آوے، بلکہ بنا بر علوم وافرہ عظیمہ کے جو دوسروں کو حاصل نہیں، سو یہ شق یہاں صراحۃً مذکور نہیں، مگر اس کی طرف بھی مع جواب کے اس قول میں اشارہ کر دیا ہے کہ اگر التزام نہ کیا جاوے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضروری ہے، یعنی اگر آپ کو عالم الغیب کہنے اور دوسروں کو عالم الغیب نہ کہنے کا التزام کیا جائے تو شرعًا اس فرق کے معتبر ہونے پر دلیل لانا ضروری ہے، یعنی یہ ثابت کرنا چاہیے کہ عالم علوم شریفہ کثیرہ پر شریعت نے عالم الغیب کو اطلاق کرنے کی اجازت دی ہے۔

یوں ہی ولید پلید کہتا ہے: ایک شق یہاں اور محتمل تھی کہ اللہ تعالیٰ کو مبدأ فیاض تو کہیں مگر نہ تو بنا بر مبدئیت جمیع اشیا حتی خود ذات الٰہی کے، اور نہ بنا بر مطلق مبدئیت بعض اشیا کے، تا کہ اشتراک لازم آئے

www.waseemziyai.com

، بلکہ بنا بر مبدئیات وافرہ عظیمہ کے جو دوسروں کو حاصل نہیں ، سو یہ شق یہاں صراحۃً مذکور نہیں مگر اس کی طرف بھی مع جواب کے اس قول میں اشارہ کر دیا ہے کہ اگر التزام نہ کیا جاوے تو خدا و غیر خدا میں وجہ فرق بیان کرنا ضروری ہے، یعنی اگر اللہ تعالیٰ کو مبدأ فیاض کہنے اور دوسروں کو مبدأ فیاض نہ کہنے کا التزام کیا جائے تو شرعاً اس فرق کے معتبر ہونے پر دلیل لانا ضروری ہے، یعنی ثابت کرنا چاہیے کہ مبدئیت اشیائے شریفہ کثیرہ پر شریعت نے مبدأ فیاض اطلاق کرنے کی اجازت دی ہے''۔

جناب تھانوی صاحب! ذرا ان دونوں مردکوں کی عقل کے ناخن تو لیجیے، کیا کسی ذی عقل مسلمان کے وہم میں بھی یہ شقیں گزرنے کی تھیں، کہ ذلیل سی ذلیل اور ادنیٰ سی ادنیٰ صفت جو ہر کسگر کمہار، ہر پاگل چوپائے میں پائی جائے ہم اس سے اللہ و رسول کو موصوف کر کے ان کی یہ تعریفیں کرتے ہیں۔ یا یہ کہ جب تک اللہ خود اپنی ذات کا مبدأ نہ ہو جائے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمیع علوم الٰہیہ کو محیط نہ ہو جائیں ہم ان کی یہ تعریفیں نہ کریں گے، بلکہ قطعاً یقیناً تعریفوں کا منشا وہی شق تھی جسے یہ خبثاً دانستہ چھوڑ گئے، تو اس بے ایمانی کی کچھ حد ہے کہ خصم کے مقابل دو صریح باطل شقیں جو ہرگز نہ اس کی مقول، نہ اس کو مقبول، نہ کسی عاقل کے نزدیک معقول، ان کا بطلان بیان کر دیجیے۔ اور شق صحیح کہ یقیناً وہی ان کے خصم کی مراد، اور ہر عاقل کا ذہن اسی کی طرف جائے، یوں چھوڑ جائیے۔ یا بفرض غلط اشارہ کے گھونگھٹ میں چھپ لیے، نئے آپ سمجھیں یا آپ کا پیٹ۔

کیوں تھانوی صاحب! پاگل کے سوا کوئی بھی ایسی پلید حرکت کرے گا۔ کیوں تھانوی صاحب! اصل مقصود کو پردے میں چھپا جانا، جھانولی بتا جانا، اور دو صریح مہمل باتیں کہ کسی کے وہم میں بھی نہ ہوں ان کو یوں چمک چمک کر طویل بیان میں لانا، پاگل کے سوا کس کا کام ہے۔ کیا آپ ان خبیثوں سے نہ پوچھیں گے کہ مردکو! یہ کس نے کہی تھیں کہ تم ان کو رد کرتے ہو، اور جو صریح واضح مراد تھی اسے چھوڑ کر چنپت بنتے ہو، آخر پاگل تو ہو نہیں، بلکہ تکفیر سے بچنے کے لیے دانستہ بنتے ہو، کیوں تھانوی صاحب کیسی کہی۔

سوال سی و چہارم:

اصل مقصود یوں بچا کر دو مہمل باتوں پر گرمانا، جو کسی طرح ان کے خصم کیا کسی کے وہم میں نہ تھیں، اور اس پر وہ ناپاکیاں گانا کہ جیسا علم غیب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر پاگل، ہر چوپائے کو ہے۔ جیسا مبدأ فیض خدا ہے ایسا تو ہر کسگر کمہار کو ہوتا ہے۔

جناب تھانوی صاحب! آپ اس قصدی تبدیلی بحث کا کچھ اور فائدہ بتا سکتے ہیں سوا اس کے کہ ان پلید و بلید کو منظور ہی یہ تھا کہ اللہ و رسول کی جناب میں ایسی خباثتیں بکیں، اصل مقصود پر بحث سے

www.waseemziyai.com

وہاں ان ملعون لفظوں کی کب گنجائش ملتی، دوسرا کوئی ملعون بات کہے تو اس کی شناعت ظاہر کرنی مجبوری ہے، مگر وہ بات کہ نہ دوسرے نے کہی، نہ اس کے خواب وخیال اور وہم وگمان میں، نہ کسی عاقل کے نزدیک اس کی اصلا گنجائش تھی، وہ اپنے دل سے تراش کر لا کھڑی کرنی اور عظمت والی بارگاہوں پر یوں گالیاں برسانی، سوا اس خبیث بد باطن کے کس کا کام ہے جسے مقصود ہی اللہ ورسول کی جناب میں گالیاں لکھنا تھا۔

کیوں جناب تھانوی صاحب! کیا آپ کسی مسلمان عاقل سے اس کی نظیر پیش کر سکتے ہیں، میں جانتا ہوں آپ بے مثال نہ سمجھیں گے، اللہ ورسول کی جناب میں آپ بک چکے ہیں، ہم تفہیم کے لیے مثال پیش کریں تو معاف فرمانا، حاشا ہم خود نہیں کہتے ہیں بلکہ بات یہ ہے کہ اللہ ورسول کی جناب میں گستاخی آپ صاحبوں نے کی اور ہلکی سمجھی، اور اسے بنانے کی رات دن فکر رکھی، تو یہ دکھانا ہے کہ اگر اسی طرز کا کلام کوئی بے باک تمھیں اور تمہارے بڑوں کو کہے تو تمہیں کتنا برا لگے، جس سے تم سمجھ جاؤ کہ ہاں واقعی تم سے گستاخی ہوئی، اور تم نہ سمجھو تو مسلمان تو سمجھ لیں، جو انداز تقریر اپنے لیے اتنا برا لگا خدا اور رسول پر بے دھڑک بکا، ایمان کا حال معلوم ہو گیا۔

لہذا اور دریافت ہے کہ زید کہے: حضرت اسماعیل دہلوی وجناب گنگوہی وجناب نانوتوی وجناب تھانوی صاحبان ہر ایک صاحب بے نظیر ہیں، اس پر اگر کوئی بے باک بول اٹھے کہ...

''اگر بے نظیر سے یہ مراد کہ یہ لوگ۔ معاذاللہ۔ اللہ کی طرح وحدہ لاشریک لہ ہیں، جب تو اس کا بطلان دلیل عقلی نقلی سے ظاہر، اور اگر یہ مراد کہ ان میں ہر ایک کے پیچھے دفع نجاست کا ایک راستہ ہے، تو اس میں ان کی کیا تخصیص یہ سوراخ تو ہر کتے سور کے ہوتا ہے، تو چاہیے سب کو بے نظیر کہا جائے، پھر اگر زید اس کا التزام کرے کہ ہاں میں ہر کتے سور کو بھی بے نظیر کہوں گا، تو بے نظیر کہنے میں ان صاحبوں کا کیا کمال ہوا جس میں کتے سور تک شریک ہیں۔ اور اگر التزام نہ کیا جائے تو جناب اسماعیل دہلوی، گنگوہی، نانوتوی، تھانوی، اور کتے سور میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے''۔

تو اللہ کو ایک جان کر کہنا: کیا اسے ان صاحبوں کی توہین کرنے والا نہ جانو گے، ضرور جانو گے، اور ہم بھی کہیں گے کہ اس نے بہت بے ہودہ بات کہی، بے تہذیبی برتی۔ اس سوراخ پر بے نظیر کس نے کہا تھا۔ یا اس کا یہاں کیا احتمال تھا۔ یا اس طرف کس کا ذہن جا سکتا تھا۔ کچھ بھی نہیں، بلکہ اس بے باک کو ان حضرات کے سوراخ بکھاننا تھے، اس لیے بحث بدل کر اصل مقصود چھوڑ کر ان کے سوراخ لے کر چلا۔

ایمان سے کہنا: بعینہ یہی حالت ان دونوں بلید وپلید کی ہے یا نہیں؟۔ ہر کسگر کمہار جتنی نئی بات کر لیتا ہے،۔ ہر پاگل چوپایا جو ایک آدھ بات دوسرے سے مخفی جانتا ہے۔ اس پر مبدأ فیاض ہونے،

www.waseemziyai.com

یا غیوب جاننے کا حکم کس نے کیا تھا۔ یا اس کا یہاں کیا احتمال تھا۔ یا اس طرف کس کا ذہن جا سکتا تھا۔ کچھ بھی نہیں، بلکہ ان ناپاکوں کو منظور ہی یہ تھا کہ اللہ ورسول کی جناب میں ایسے ذلیل وشرم ناک الفاظ بکیں، اس لیے بحث بدل کر، اصل مقصود چھوڑ کر، مطلق بعض علم ومبدئیت لے کر چلے۔ ہاں فرق اتنا ہے کہ اس شخص کو عقلاً صرف بے تہذیب کہیں گے، اور اس ولید پلید اور رسلیا والے بلید کو کافر مرتد، کہ اس کی بے باکی اسماعیل وگنگوہی ونانوتوی وتھانوی کے ساتھ تھی، اور ان پلید وبلید کی گستاخی اللہ واحد قہار اور حضور سید الابرار کی بارگاہ میں۔ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ﴾ (۱)

سوال سی وپنجم:

جناب تھانوی صاحب! ملاحظہ ہو ان دونوں پلید وبلید کا صاف صریح حاصل تقریر یہ ہے کہ اس حکم کی صحت کا منشا۔ یا مطلق بعض علم ومبدئیت ہے۔ یا علم ومبدئیت محیط کل۔ ثانی باطل ہے، اور اول میں اللہ ورسول کی کیا تخصیص ایسے علم ومبدئیت تو ہر پاگل، ہر جانور، ہر کمہار، ہر کسگر کو حاصل ہیں۔ تو ان سب پر یہ حکم صحیح ہونا چاہیے، یہاں تک بزعم خود ثابت کر لیا کہ یہ منشا سب میں مشترک ہے اور باہم کچھ فرق نہیں، اسی بنائے فاسد پر یہ چنائی چنی کہ اب دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو التزام کر لو کہ ہاں ہم سب کے لیے یہ اوصاف ثابت مانیں گے، تو اس میں اللہ ورسول کا کیا کمال ہوا، جس میں جانور تک شریک ہیں۔ اور اگر کہو کہ نہیں نہیں بلکہ اللہ ورسول کے لیے مانیں گے اوروں کے لیے نہ مانیں گے، تو اللہ اور کسگر کمہار اور نبی اور پاگل جانور میں وجہ فرق بتاؤ، علت کہ مطلق علم ومبدئیت کا حصول تھا سب میں مشترک ہے، پھر حکم اللہ ورسول کے ساتھ خاص اور کمہار، کسگر، پاگل، جانور سے منتفی ہونا کیا معنی؟۔ یہ صاف صریح ان کی تقریر کا منطوق ہے۔ اس میں تیسری شق کدھر سے آ گئی، ابتدائے کلام ان لفظوں سے تھی کہ...

''اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے'' الخ

''اللہ کی کیا تخصیص ہے'' الخ

جس کا صاف مطلب نفی فرق تھا، یعنی اتنی بات میں سب برابر ہیں کہ سب میں مشترک ہے، کسی کی خصوصیت نہیں۔ اور انتہائے کلام ان لفظوں پر ہوئی کہ...

''نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے''۔

---

(۱) [سورۃ الشعراء: ۲۲۷]

www.waseemziyai.com

''خدا وغیر خدا میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے''۔

یہ بھی وہی بات ہوئی کہ اس امر میں نبی وغیر نبی میں کچھ فرق نہیں۔ خدا وغیر خدا میں کچھ فرق نہیں۔ ہوتا کیا فرق ہے۔ تو اول تا آخر مسلسل متلاصق متناسق کلام کا آدھا الگ توڑ کر محض زبان زوری سے تیسرا احتمال داخل کیے لیتے ہیں جو اس تقریر کے بالکل خلاف ہے۔ یہاں تو نفی فرق ہو رہی ہے، اور اس تیسرے احتمال پر فرق تسلیم کیا ہے، وہ بھی اتنا عظیم کہ آسمان وزمین کے فرق کو اس سے کچھ نسبت نہیں، یعنی کہاں خدا کی مبدئیت، کہاں کسگر کمہار کی۔ کہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم غیب، کہاں پاگل جانور کے۔

کیوں تھانوی صاحب! نفی فرق کی شق کو تسلیم فرق کی شق بنانا، ان بلید و پلید کی کیسی کھلی بے ایمانی ہے۔ تھانوی صاحب! مطلب تو مطلب لفظوں ہی کو دیکھیے، کہاں تو یہ کہ...

''وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے''۔

یعنی کوئی وجہ فرق نہیں جو مدعی ہو بیان کرے، جس میں صاف انکار فرق ہے۔

اور کہاں یہ کہ...

''شرعاً اس فرق کے معتبر ہونے پر دلیل لانا ضرور ہے''۔

جس میں صاف اقرار فرق ہے۔ کیوں تھانوی صاحب! انکار کو اقرار ٹھہرا کر کونسا کافر مسلمان نہیں بن سکتا؟۔

سوال سی و ششم:

جناب تھانوی صاحب! ملاحظہ ہو کہ رسلیا والے کو خود اس ''بسط البنان'' میں بھی تسلیم ہے کہ اس کی یہ تقریر مستقل دلیل ہے۔ ص۴ پر کہتا ہے:

''میں نے اس دعوے پر دو دلیلیں قائم کی ہیں، وہ عبارت دوسری دلیل کی ہے جو اس لفظ سے شروع ہوئی ہے۔

''پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر الخ''

اب اگر اس کی دوشقی میں وہ تیسرا احتمال داخل نہ کریں جب تو بے شک یہ دلیل رہتی ہے اور وہ مستدل، اگرچہ یہ دلیل اسے جہنم کی طرف دلیل ہو کہ دوشقیں کر کے دونوں باطل کر دیں، مگر یہ اپنی دوشقی میں وہ تیسرا داخل کر کے وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے'' کہ یہ معنی گڑھتا ہے کہ...

''اس فرق کے معتبر ہونے پر دلیل لانا ضرور ہے''۔

www.waseemziyai.com

یہ دلیل نہ ہوئی بلکہ طلب دلیل ہوئی، اور یہ قائل مستدل نہ رہا بلکہ مانع ہوگیا، مگر خود اسے اب تک تسلیم ہے کہ وہ مستدل ہے مانع نہیں، اس کی یہ تقریر دلیل ہے سوال نہیں، تو اسی کے منہ واضح ہوا کہ اس کی دوشقی میں اس تیسری کا دخول ''حفض الایمان'' تو ''خفض الایمان'' اس ''بسط البنان'' کے ص ۴ لکھنے تک بھی اس کے ذہن میں نہ تھا، اب خصم کی مار بچانے کو یہ جھوٹا شاخسانہ چھیڑا اور خود اپنے اوپر بھی بہتان جوڑا ہے...

سوال سی وہفتم:

جناب تھانوی صاحب! ان دونوں پلید و بلید کی نویں غداری دیکھیے!

اولاً: سائل کا سوال کہ وہ بھی انہی کا خانہ ساز تھا اس کی عبارت ملاحظہ ہو جس میں صراحۃً یہ الفاظ موجود کہ...

زید کا یہ عقیدہ کیسا ہے؟۔

نہ یہ کہ صرف لفظ کو پوچھتا ہوا گرچہ معنی صحیح ہوں، اسے یہ رسلیا والا یوں بناتا ہے کہ...

''سوال میں مقصود اصل مسئلہ کی تحقیق نہیں ہے بلکہ عالم الغیب کے اطلاق کو پوچھا ہے''۔

تھانوی صاحب دیکھیے! یہ بلید کیسا کذاب و دزد بکف چراغ ہے، سائل تو صاف صاف عقیدہ کو پوچھتا ہے، یہ نرے اطلاق لفظ پر ڈھالتا ہے۔

ثانیاً: جواب کے لفظ دیکھیے:

''آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے''

ملاحظہ ہو! نفس حکم کو صحیح نہیں مانتا، نہ کہ صرف اطلاق لفظ کو۔

ثالثاً: دلیل ذلیل جو پیش کی اگر ٹھیک پڑتی تو یہ بھی نفس حکم کا ابطال کر رہی ہے، نہ کہ صرف اطلاق لفظ کا، اگرچہ حکم صحیح اور منشا ثابت ہو، اور وہ اس تیسری شق پر منشائے حکم کو خود تسلیم کرتا اور انکار کو صرف اطلاق لفظ کی طرف پھیرتا ہے کہ..

''یہ ثابت کرنا چاہیے کہ عالم علوم شریفہ کثیرہ پر شریعت نے عالم الغیب کو اطلاق کرنے کی اجازت دی ہے''

ملاحظہ ہو! اس شق سوم پر منشائے حکم عالم علوم شریفہ کثیرہ ہوتا تھا، اسے تسلیم کرتا اور صرف اجازت اطلاق لفظ کا ثبوت مانگتا ہے، تو خود اسی کے منہ روشن طور پر واضح ہوا یا نہیں کہ اس کی دوشقی تقریر میں یہ تیسرا کسی طرح داخل نہیں ہوسکتا۔ اس سے تو سائل نے صراحۃً حکم وعقیدہ کا سوال کیا، اور اس نے صاف صاف حکم کو غیر صحیح بتایا، اور اس کی وہ دوشقی تقریر نفس حکم ہی کی نفی کرتی آئی، تو اس میں یہ تیسرا کہ منشا حکم کو صحیح

www.waseemziyai.com

مان کر صرف اطلاق لفظ میں کلام کرتا ہے کیوں کر داخل ہوسکتا ہے۔

تھانوی صاحب! کیا آپ نہ کہیں گے کہ یہ عیار غدار پکے بے ایمان کیا دہیں:

﴿یحرفون الکلم عن مواضعه﴾(۱) میں یہود کے بھی استاد ہیں۔

سوال سی وہشتم:

جناب تھانوی صاحب! اگر ہم ان دونوں پلید و بلید کی مان بھی لیں، تو ذرا غور سے بتائیے کہ اس مکاری میں رسلیا والا بلید بڑھ کر رہا۔ یا ولید پلید؟۔ ہم تو جانیں ولید پلید رسلیا والے پر چڑھ کر رہا، اس لیے کہ اس فریبی بناوٹ پر دونوں پلید و بلید کا حاصل تقریر وہاں تک تو مشترک رہا، آگے ولید کو دوراہیں ہیں:

اولاً: وہ کہہ سکتا ہے کہ زید مستدل تھا اور میں مانع ہوں، مجھے اتنا کہنا کافی ہے کہ صحت اطلاق کے لیے اس فرق کے شرعاً معتبر ہونے پر دلیل لانا ضروری ہے۔

ثانیاً: مستدل بنے تو یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ عزوجل کے نام توقیفی ہیں، صحت اطلاق کے لیے صرف صحت معنی کافی نہیں، اور قرآن وحدیث سے نہ لفظ مبدأ ثابت ہے نہ لفظ فیاض۔ فرق ہزاروں قسم کے سہی صحت اطلاق نہیں۔ مگر بلید بے چارے نے اپنی دونوں گلیاں بند کرلیں، پہلی تو اس لیے کہ وہ اپنی مسماۃ ''بسط البنان'' کے منہ اقرار کر بیٹھا کہ میں مستدل ہوں نہ کہ مانع۔ اور پچھلی اس لیے کہ بے چارہ ولید کی سی کوئی دلیل بھی پیش نہیں کرسکتا۔ لے دے کر اگر کہے تو وہی جو دلیل اول میں کہہ چکا ہے کہ اس میں ایہام ہے، لہذا جائز نہیں۔ اس تقدیر پر یہ وہی دلیل اول ہوجائے گی کہ جب صرف اطلاق لفظ میں بحث ہے تو اس سے اسی قدر متعلق، اور یہ عین دلیل اول ہے، باقی ہزلیات لغو وخارج از بحث ہیں، حالاں کہ وہ اسی مسماۃ ''بسط البنان'' کے منہ اقرار کر چکا ہے کہ میں نے اس پر دو دلیلیں قائم کی ہیں، دوسری دلیل اس لفظ سے شروع ہے:

''پھر آپ کی ذات مقدسہ پر الخ''

بے چارے کی دونوں گلیاں بند ہیں، کہیے ولید پلید رسلیا والے پر چڑھ کر رہا یا نہیں۔ غرض جناب تھانوی صاحب ملاحظہ ہو! بے چارے رسلیا والے نے کفر کا ٹوکرا سر سے ٹالنے کے لیے اپنی دوشقی میں تیسرا احتمال داخل کرنے کے لیے ساتوں کرم کیے، انکار فرق کو اقرار فرق بنایا، سوال عقیدہ کو سوال لفظ بنایا نفی حکم کو تصحیح حکم بنایا، ابطال منشا کو تسلیم منشا بنایا، دلیل ابطال معنی کو دلیل ممانعت لفظ بنایا، خود مستدل سے مانع

---

(۱) [illegible]

www.waseemziyai.com

بنا۔غرض گرگٹ کے سے رنگ بدلا،کونسا روپ تھا کہ نہ بھرا،اعلانیہ پیٹ بھر کر کھایا،مگر کال نہ کٹا۔

کیوں جناب تھانوی صاحب!یوں ''نہ'' کو''ہاں''۔''ہاں'' کو''نہ''،بنا کر کون سے مجنوں کا کلام صحیح نہیں ہوسکتا۔کون سے کافر کا کفر اسلام نہیں ہوسکتا۔اسی پر کہتے تھے کہ...

مصنف حسام الحرمین اور تمام علمائے کرام حرمین شریفین رسلیا والے کا مطلب نہ سمجھے،بے شک ایسا مطلب وہی سمجھے جس سے دونوں جہاں میں خدا سمجھے۔تھانوی صاحب بناوٹ کا مزہ چکھا:

''ذق انک انت الاشرف الرشید.''

سوال سی وہم:

جناب تھانوی صاحب!اب کہ رسلیا والے کا گھونگھٹ کھل گیا،اور سب نے دیکھ لیا کہ کلام معنی میں ہے نہ صرف اطلاق لفظ میں،اگر چہ یہ بکمال بے حیائی اپنی دوشقی میں وہ تیسرا احتمال داخل بھی کر لے ،تو اب اس کی اس پچھلی کیادی کا حاصل یہ ہوگا کہ اگر چہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کے علوم کثیرہ جلیلہ شریفہ وافرہ حاصل ہیں،اور پاگل یا جانور کو ایک آدھ ذلیل بات کا علم غیب،یہ فرق ہے تو بے شک ''مگر شرعاً اس فرق کے معتبر ہونے پر دلیل لانا ضرور ہے''۔یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بے حد و پایاں علوم غیب کی شرع نے کچھ قدر کی ہو،اور اسے حضور کے لیے توصیف و مدح کا سبب جانا ہو، ایسا نہیں بلکہ شرع کی نگاہ میں مورث مدح نہ ہونے میں حضور کے علوم اور ہر پاگل جانور کا علم یکساں ہے،اس لیے کہ شرع نے اس فرق کا کچھ اعتبار نہیں کیا ہے۔

کیوں جناب تھانوی صاحب!

یہ کیا کھلا کفر نہیں؟۔یہ کیا توہین شان محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں؟۔

یہ کیا صریح ابطال قرآن وحدیث واجماع امت نہیں؟۔

(۱)اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ﴾(۱)

ہمارا محبوب غیب کے بتانے میں بخیل نہیں۔ہمارا محبوب غیب کی تعلیم میں متہم نہیں۔

کہیے آپ کے کسی پاگل یا جانور کی بھی ایسی مدح فرمائی۔کہیے شرع نے فرق معتبر مانا یا نہیں۔

(۲)اللہ عزوجل فرماتا ہے:

---

(۱) [سورۃ التکویر: ۲۴]

www.waseemziyai.com

﴿ولا يظهر على غيبه أحداً إلا من ارتضى من رسول﴾ (۱)
اللہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو۔
کہیے آپ کے کسی پاگل یا جانور کا بھی استثنا فرمایا۔
(۳) اللہ عزوجل فرماتا ہے:
﴿وما كان الله ليطلعكم على الغيب ولكن الله يجتبي من رسله من يشاء﴾ (۲)
اللہ اس لیے نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں اپنے غیب پر مطلع فرمادے ہاں اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔
کہیے آپ کے کسی پاگل یا جانور کو بھی "ہاں" فرمایا۔ کیا آپ کے پاگل اور جانور "عام" میں داخل نہیں
(۴) اللہ عزوجل فرماتا ہے:
﴿ولئن سألتهم ليقولن إنما كنا نخوض ونلعب قل أبالله وآياته ورسوله كنتم تستهزئون﴾ (۱)
اگر تم ان سے پوچھو تو وہ ضرور کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی مشغلے اور کھیل میں تھے تم فرمادو کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔
ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ امام بخاری ومسلم اپنے مصنف، اور ابن جریر وابن منذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ اپنی اپنی تفاسیر میں امام اجل سیدنا مجاہد تلمیذ خاص عالم القرآن حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے راوی:
"انه قال في قوله تعالى: ﴿ولئن سألتهم ليقولن إنما كنا نخوض ونلعب﴾ [أيضاً: ٦٥] قال رجل من المنافقين يحدثنا "محمد ان ناقة فلان بوادي كذا وكذا وما يدريه بالغيب".
یعنی اس آیت کریمہ کی شان نزول یہ ہے کہ ایک منافق نے کہا تھا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں خبر دیتے ہیں کہ فلاں شخص کا ناقہ فلاں جنگل میں ہے، محمد کو غیب کا کیا علم۔ اس پر اللہ عزوجل نے فرمایا: کیا اللہ ورسول سے ٹھٹھا کرتے ہو، تم اس کلام کے کہنے سے کافر ہو گئے،

---

(۱) [سورۃ الجن: ۲۷] (۲) [سورۃ آل عمران: ۱۷۹]
(۳) [سورۃ التوبۃ: ۶۵]

www.waseemziyai.com

دیکھو: تفسیر امام ابن جریر مطبع مصر جلد ۱ ص ۱۰۵
اور تفسیر درمنثور امام جلال الدین سیوطی مطبع مصر جلد ۳ ص ۲۵۱

تھانوی صاحب اور سب دیوبندی صاحبو اور سب وہابی صاحبو! جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یوں کہا کہ ان کو غیب کا کیا علم، رسول کو کیا خبر، اس پر اللہ واحد قہار کا فتوائے تکفیر مبارک۔ کبھی آپ کے کسی پاگل یا جانور کو ایسا کہنے پر بھی کافر تو کافر کچھ بھی برا کہا۔ کہیے شرع مطہر نے اس فرق جلیل کا کتنا عظیم اعتبار فرمایا۔ رسلیا والا پہلے تو فرق ہی نہ مانتا تھا، اب ہارے درجے مانا تو اسے بے اعتبار کر دیا، ہر طرح رہا کافر کا کافر۔ کیوں تھانوی صاحب کتنا ٹھیک ہے۔

فائدہ: ذرا یہ بھی یاد رہے کہ بعینہ یہی لفظ "مایدریہ بالغیب" یعنی رسول کو کیا خبر، آپ کے امام جی اسماعیل دہلوی صاحب نے اپنی "تقویت الایمان" مین لکھے ہیں، ان پر بھی اللہ عزوجل کا یہ فتوئے کفر نازل ہوا یا نہیں

(۵) اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا﴾ (۱)

خضر کو ہم نے اپنے پاس سے ایک علم دیا۔

تفسیر بیضاوی میں ہے: وھو علم الغیوب.

وہ علم کہ اللہ تعالیٰ نے خضر علیہ الصلوۃ والسلام کو عطا فرمایا وہ غیبوں کا علم ہے۔

(۶) اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا﴾ (۲)

خضر نے موسیٰ سے کہا: آپ میرے کاموں پر صبر نہ کر سکیں گے۔

تفسیر ابن جریر میں اس آیت کے تحت میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

((کان رجلا یعلم علم الغیب قد علم ذلك)) (۳)

خضر علم غیب جانتے تھے ان کو یہ علم دیا گیا تھا۔

---

(۱) [سورۃ الکھف: ٦٥]

(۲) [سورۃ الکھف: ٦٧]

(۳) [تفسیر جامع البیان، سورۃ الکھف]

www.waseemziyai.com

(۷) اسی حدیث میں ہے، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: خضر علیہ الصلوۃ والسلام نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

((لم تحط من علم الغیب بما اعلم))(۱)

جو غیب میں جانتا ہوں آپ کا علم اسے محیط نہیں۔

(۸) مرقاۃ شرح مشکاۃ شریف میں ''کتاب عقائد'' حضرت شیخ عبداللہ شیرازی سے ہے:

"نعتقد ان العبد ینقل فی الاحوال حتی یصیر الی نعت الروحانیۃ فیعلم الغیب"(۲)

ہمارا عقیدہ ہے کہ بندہ ترقی مقامات پاکر صفت روحانی تک پہنچتا ہے، اس وقت اسے علم غیب حاصل ہوتا ہے۔

(۹) اسی میں اسی ''کتاب عقائد'' سے ہے:

''یطلع العبد علی حقائق الاشیاء وتجلی له الغیب وغیب الغیب."(۳)

نور ایمان کی قوت بڑھ کر بندہ حقائق اشیا پر مطلع ہوتا ہے اور اس پر غیب تو غیب، غیب کا بھی غیب روشن ہوجاتا ہے۔

(۱۰) امام شعرانی کتاب ''الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر'' میں فرماتے ہیں:

"للمجتهدین القدم الراسخ فی علوم الغیب".

علم غیب میں ائمہ مجتہدین کا قدم مضبوط ہے۔

کہیے علم غیب کا حکم صحیح ہوا یا نہیں؟۔ کہیے فرق معتبر ہوا یا نہیں؟۔ کہیے خود قرآن عظیم نے آپ پر فتوئے کفر دیا یا نہیں؟۔ کہیے اللہ واحد قہار کا فتوی بھی آپ کو قبول ہے یا نہیں؟۔ کیا اللہ عزوجل کو بھی کہہ دیجیے گا کہ حسام الحرمین کے مفتیوں کی طرح وہ بھی ہمارا مطلب نہ سمجھا، اور ناحق کفر کا فتوی جڑ دیا۔

تنبیہ: تھانوی صاحب! یہ مباحث جلیلہ جو یہاں طے ہو لیے کہ بحث خود حکم میں ہے نہ کہ صرف اطلاق لفظ میں، اور یہ کہ اطلاق لفظ سے منع ہو تو صرف بر بنائے ایہام، وہ یہ دلیل نہیں دلیل اول ہے، یہ دلیل ابطال منشا حکم کر رہی ہے نہ کہ ایک لفظی حکم کا بیان، اور یہ کہ خفض الایمان کی دوشقی میں تیسرا احتمال کسی

---

(۱) []

(۲) [مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح: کتاب الایمان، ۱/۶۲]

(۳) [مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح: کتاب الایمان، ۱/۵۷]

www.waseemziyai.com

طرح نہیں سماتا، بلکہ اس کا صریح مخالف ہے، اور یہ کہ بفرض باطل اگر وہ تیسرا بھی لیجیے تو اس کا حاصل یہ کہ علوم عظیمہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا ہوئے شرعاً محض بے قدر ہیں، اس قابل نہیں کہ ان کے سبب علم غیب کا حکم ذات مقدسہ پر صحیح ہو۔ یہ سب مباحث یاد رکھنا کہ ان بلید و پلید کی دسویں کیا دی میں پھر ان کے اعادہ کی حاجت نہ ہو۔ ذی روحوں میں سے سب سے ارذل جانور ہیں، اور جانوروں میں ایک نہایت رذیل وہ مسکین باربر ہے جو حماقت میں ضرب المثل ہے، پھر بھی جب کسی بدخصلت پر بہت سے ڈنڈے کھالیتا ہے انھیں یاد رکھتا اور اسے چھوڑ دیتا ہے، ان بلید و پلید سے کہیے کہ آدمی صورت ہو کر ایک گدھے سے بدتر حالت میں نہ ہوں، اگرچہ ہے یہی کہ ﴿بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ (۱)

تنبیہ: اس کے بعد مسماۃ بسط البنان نے مسئلہ غیب کی نسبت چند سطروں میں کچھ ریز کی ہے، اس کا جواب باذن الوہاب مستقل رسالہ سے سنیے گا، مجھے تو یہاں رسلیا والے کے کفر سے بحث ہے۔

سوال چہلم:

جناب تھانوی صاحب! اس تمام خرابی بسیار کے بعد ان دونوں پلید و بلید کی سب سے پچھلی، سب سے بدتر دسویں کیا دی، بربادی، ہٹ دھرمی، شوخ چشمی، ڈھٹائی، بے حیائی ملاحظہ کیجیے کہ...

خبثا اپنے کفر میں اگلے دو ایک علما کو بھی سانا چاہتے بلکہ سانتے ہیں، کافر کفر و اسلام کا فرق کیا جانیں، مسلمانوں کو بھی اپنا سا جانتے ہیں۔ رسلیا والے کی مسماۃ ''بسط البنان'' اپنی بڑھتی بہار میں یوں کھلکھلاتی ہے۔

شرح مواقف کے موقف سادس، مرصد اول، مقصد اول، میں فلاسفہ کے جواب میں ہے:

''قلنا: ماذكرتم مردود بوجوه؛ اذ الاطلاع على جميع المغيبات لايجب للنبي اتفاقا منا ومنكم، ولهذا قال سيد الا[illegible]۔

﴿وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ﴾ (۲)

والبعض أي الاطلاع على البعض لايختص به أي بالنبي۔(۳)

انصاف درکار ہے، کیا ''لایختص'' کا وہی مفہوم نہیں جو عبارت ''حفظ الایمان'' کا ہے۔ اور

---

(۱) [سورۃ الفرقان: ٤٤]

(۲) [سورۃ الاعراف: ۱۸۸]

(۳) [كتاب المواقف المرصد الأول في النبوات: ۳/۳۳۳]

www.waseemziyai.com

حاشیہ پر بولتی ہے:

اس عبارت سے بھی اصرح واشبہ "مطالع الانظار شرح طوالع الانوار" للبیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت ذیل جو صفحہ ۴۰۸ طبع استانبول وصفحہ ۱۹۹ طبع مصر میں ہے:

فذهب الحكماء الىٰ أن النبي من كان مختصا بخواص ثلث : الاولى أنِ يكون مطلعاً على الغيب بصفاء جوهر نفسه وشدة اتصاله بالمبادي العالية من غير سابقة كسب وتعليم وتعلم (الى قوله) وقد أورد على هذا بأنهم ان أرادوا بالاطلاع الاطلاع على جميع الغائبات فهو ليس بشرط في كون الشخص نبياً بالاتفاق ، وان أردوا به الاطلاع على بعضها فلايكون ذلك خاصة لنبي ؛ اذمامن أحد الا ويجوز أن يطلع على بعض الغائبات من دون سابقة تعليم وتعلم . وأيضا النفوس البشرية كلها متحدة بالنوع فلاتختلف حقيقتها بالصفاء والكدر فما جاز لبعض جاز أن يكون لبعض آخر، فلايكون الاطلاع خاصة للنبي اھ".

بعینہ اسی طرح ولید پلید کہتا ہے، فقط "خفض الایمان" کی جگہ اس کی بہن اپنی رسلیا "خبط الشیطان" کا نام لیتا ہے۔

کیوں جناب تھانوی صاحب! جس طرح بلید خفض الایمان والا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم اقدس کو پاگل چوپائے کے علم سے ملانے والا عبارتوں کو محض منہ زوری سے اپنی سند بناتا اور اپنا کفران دو عالموں پر تھوپا چاہتا ہے، اسی طرح ولید "خبط الشیطان" والا اللہ عزوجل کی مبدئیت کو ہر کسگر کمہار کی مبدئیت سے ملانے والا۔ کیا ان دونوں کتابوں کو یوں ہی بزور زبان اپنی سند بتا کر اپنا کفران پر نہیں تھوپ سکتا۔ دونوں میں وجہ فرق کیا ہے؟۔

سوال چہل ویکم:

جناب تھانوی صاحب! ہم آپ سے بعض مسائل شرعیہ دریافت کریں، ذرا آنکھیں کھول کر ہوش میں آکر ان کو جواب دیجیے۔ اہل علم پر تو بعون اللہ العزیز المقتدر اسی قدر سے ان دونوں پلید و بلید کی کیا دی بربادی واضح ہو جائے گی، اس کے بعد بحولہ تعالیٰ مسماۃ "بسط البنان" کے خاص مغالطہ کھولنے پر اتریں، تمام اہل فہم انشاء اللہ تعالیٰ اس سے سمجھ لیں گے کہ مسماۃ ملعونہ نے کیسی ڈھٹائی برتی، اسی ضمن میں بفضلہٖ تعالیٰ رسلیا والے کی تحریف وتبدیل عبارتوں میں قطع وبرید ظاہر کریں جس سے بعونہ تعالیٰ ہر بچہ بلکہ آپ کے یہاں کا ہر پاگل ہر جانور بھی آنکھوں دیکھ لے گا کہ مسماۃ "بسط البنان" کتنی پکی حرافہ بے

www.waseemziyai.com

ایمان۔ولاحول ولاقوۃ الا باللہ المستعان

ہاں جناب!

(۱)اللہ عزوجل پرلفظ''معبود'' کا اطلاق قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا مشہور میں کہیں آیا ہے؟۔

(۲)اگر حدیث احاد میں کہیں ہے تو وہ حدیث صحیح یا ضعیف یا کیسی ہے؟۔

(۳)اللہ عزوجل کے اسما توقیفی ہیں یا نہیں؟۔

(۴)عَبَد بالتحریک بمعنی غضب وانکار ہے یا نہیں؟۔قاموس دیکھ کر بولیے تو عابد بمعنی غضب وانکار کنندہ اور معبود بمعنی مغضوب ومنکر ہوا یا نہیں؟۔

(۵)اگر بزعم خود ان وجوہ پر کوئی شخص اس کا اطلاق ممنوع مانے حالانکہ اللہ عزوجل کے الٰہ حق ہونے پر قطعی ایمان رکھتا ہے،تو کیا وہ صرف اس لفظی فرعی بحث کے باعث کافر یا توہین کنندہ رب العزت یا بددین ہوجائے گا؟۔اس پر جو اعتراض ہوگا وہ علمی بحث ہوگی،جیسی کسی عالمانہ غلطی یا لغزش پر ہوتی ہے ۔۔یا نوبت تا بحکم کفر وبددینی پہنچے گی،حالانکہ اس کا کلام بوجہ عدم توقیف۔یا ایہام معنی سخیف صرف اطلاق لفظ میں ایک فقہی طرز پر ہے،حقیقت معنی کا قطعا معتقد ومقر ہے۔کیا فقہا میں اختلاف نہیں ہوتے؟ کیا ان میں ایک فریق کی تکفیر وتضلیل کی جاتی ہے؟۔

سوال چہل ودوم:

لیکن ولید پلید اگر اس پر یوں انکار کرے کہ اللہ کی ذات مقدسہ پر معبودیت کا حکم کیا جانا اگر بقول حمید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس سے مراد معبود کل ہے،یعنی ہر شخص جس کی عبادت کرتا ہو۔تو یہ تو بداہۃ نہیں،کروڑوں آدمی اور جن اسے نہیں پوجتے۔

﴿وَلَا أَنتُمْ عٰبِدُونَ مَآ أَعْبُدُ﴾(۱)

بلکہ ہزاروں وہ ہیں کہ پوجنا تو درکنار اسے مانتے ہی نہیں۔اور معبود بعض مراد ہے کہ کوئی شخص جسے پوجتا ہو،تو اس میں''اللہ کی کیا تخصیص ایسا معبود تو ہر بت اور پتھر اور پیڑ یہاں تک کہ مہادیو کا لنگ بھی ہے،ان میں اور اللہ میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے''

تو اس ولید ملعون نے اللہ عزوجل کی توہین کی یا نہیں؟۔کھلا کفر بکا یا نہیں؟۔

(۲)اس کی ناپاک تقریر سرے سے معبودیت اللہ تعالیٰ کی نفی کرتی ہے۔یا فقط اطلاق میں ایہام

---

(۱) [سورۃ الکافرون:۳]

www.waseemziyai.com

بتاتی ہے۔

(۳) اس کا یہ عذر کہ میری بحث تو صرف اطلاق لفظ میں ہے، صریح بے ایمانی ہے یا نہیں؟۔

(۴) اطلاق لفظ پر بحث میں عدم توقیف یا ایہام کا ذکر ہوتا، اس تقریر کی اس میں کیا گنجائش تھی، تو اسے اس پر ڈھالنا، اس تمام تقریر کو اڑا دینا، اور گفتہ کو ناگفتہ ٹھہرا دینا ہے یا نہیں۔ یوں ہر کافر اپنے آپ کو مسلمان گڑھ سکتا ہے یا نہیں۔

(۵) یہ تو نفس عبارت و مطلب کی صریح مباینت ہے جس کے باعث اس تقریر کفر تخمیر کو اس اطلاق لفظ کی بحث فقہی بتایا، کسی کچے پاگل، یا پکے مکار، بے ایمان کے سوا دوسرے سے معقول نہ تھا، مگر جب کہ وہ اطلاق لفظ کی بحث پہلے لکھ کر یہ تقریر جدا لکھے اور خود مقر ہو کہ یہ میری دوسری دلیل ہے، اس کے بعد اسے پہلی کی طرف ڈھالے، تو آپ اس کے لیے پاگل یا مکار بے ایمان سے بڑھ کر کوئی خطاب تجویز فرمائیں گے یا اسی قدر پر قناعت کریں گے؟۔

(۶) اسی کا دوسرا پہلو: خیر یہ تو ولید پلید کے کوتک تھے، اب اس کا بڑا چچا شرید شریر کہ اصل مناط معبودیت یعنی وجوب وجود و خالقیت کل کا منکر ہے، یوں کہے کہ لوگ جس کی عبادت کرلیں وہی خدا ہے، اس پر حمید کہے کذاب تو جھوٹا ہے، خدا کے یہ ہرگز معنی نہیں، سب لوگوں کا عبادت پر متفق ہونا تو بالاطلاق شرط الوہیت نہیں، اور بعض تو ہر بت اور پتھر اور پیڑ اور لنگ تک کو پوجتے ہیں، تو تیرے طور پر یہ سب خدا ہو جائیں گے۔ اس صورت میں حمید نے حق کہا یا نہیں؟۔ اور معاذ اللہ حمید نے توہین کی یا شرید شریر نے جو توہین کی تھی اس کا رد کیا؟۔

(۷) اگر مسلمانوں کے ڈر سے حق بول دو کہ ہاں پہلی صورت میں ولید نے توہین الٰہ کی اور کافر ہوا، اور دوسری صورت میں حمید نے حق کہا اور توہین کا رد کیا، تو اب وجہ فرق بتانا ضرور ہے۔ ولید و حمید دونوں کی بات اندھوں کو ایسی ہی ایک معلوم ہوگی جیسی ''خفض الایمان'' اور شروح مواقف و مطالع کی کہ دونوں نے عبادت کل کی نفی کی، اور عبادت بعض کو اللہ سے نہ جانا، تو آپ کے لیے دونوں ایک ہی بات کہہ رہے ہیں، "لایختص" کا مفہوم دونوں میں مشترک ہے۔

سوال چہل وسوم:

آپ اپنی مبلغ علم دنیا ہی میں دیکھیے! بادشاہ وقت کہ ملک چند اقلیم و مالک متعدد تخت سیم ہو، کئی سلطنتیں اس کے زیر حکم ہوں، رعایا اسے سلطان قاہر کے لقب سے تعبیر کرے۔

(۱) اس پر طاغی کہے ''اس سے مراد کل عالم پر تسلط ہے، تو یہ بداہۃً غلط ہے۔ کل زمین اس کی

www.waseemziyai.com

سلطنت میں نہیں۔ اور بعض حصۂ زمین پر تسلط مراد تو اس میں بادشاہ وقت کی کیا تخصیص ہے، ایسا تسلط تو ہر نواب، راجہ، بلکہ ہر چھوٹے سے زمیندار، بلکہ اپنے گھر پر ہر بھنگی چمار، کو ہوتا ہے۔ اس بادشاہ اور بھنگی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے۔ وہ بادشاہ کی سلطنت قاہرہ کا منکر اور ہر بھنگی چمار سے اسے ملا کر اس کی توہین کرنے والا ہوا یا نہیں؟۔

(۲) باغی کہ اصل مناط یعنی مالکیت تاج وتخت وفوج ونگین وخود مختارانہ حکم نافذ بہ قہر مبین سے منکر ہے، یوں کہیے کہ جو کوئی بھی زمین میں تسلط رکھتے ہوں سب سلطان قاہر ہیں، اس لقب وخطاب کے لیے اسی قدر درکار ہے، اس پر کوئی نائب سلطنت کہے کہ بے ادب تو جھوٹا ہے، زمین میں نرے تسلط سے کیا کام چلتا ہے۔ کل زمین پر تسلط تو بالاتفاق مراد نہیں، اور بعض پر تسلط میں بادشاہ کی کیا تخصیص ہے، یہ تو ہر نواب، راجہ، بلکہ ہر زمین دار، بلکہ اپنے گھر پر ہر بھنگی چمار، کو ہے، تو تیرے طور پر سب سلطان قاہر کہلانے کے لائق ہو جائیں گے۔ کیا اس صورت میں نائب سلطنت نے بادشاہ کی توہین کی یا اس کی عظمت جتائی اور باغی نے جو اس کی سلطنت قاہرہ کی بے قدری کی تھی اس کی تقبیح وتہجین کی؟۔

(۳) اگر بادشاہ وقت کے ڈر سے حق بول دو کہ بے شک پہلی صورت میں اس طاغی نے توہین بادشاہ کی، اور دوسری میں نائب سلطنت نے حق کہا، اور باغی نے جو توہین کی تھی اس کا رد کیا، تو دونوں کے کلام میں فرق بتائیے۔ آپ کے طور پر تو اس طاغی اور نائب سلطنت دونوں کی بات ایک سی ہے، دونوں نے تسلط کل زمین کی نفی کی اور تسلط بعض حصہ زمین کی بادشاہ سے خصوصیت نمائی۔ پھر کیا وجہ کہ طاغی تو بادشاہ کی توہین کرنے والا ٹھہرا، اور نائب سلطنت اس کی توہین کا رد کرنے اور عظمت کا قائم رکھنے والا ہوا؟۔

تھانوی صاحب! اب بھی آپ کو دن میں سورج سوجھا یا نہیں، جو فرق ان مثالوں میں بتاؤ گے وہی ظاہر کر دے گا کہ یوں ''خفض الایمان'' والا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت عظیمہ سے طاغی اور حضور کی صریح شدید قطعی یقینی توہین کرنے والا ہوا، اور شارحان مواقف وطوالع نائبان سلطنت نے نبوت کی اس کم قدری کو کہ باغی فلاسفہ نے کی تھی رد کیا اور اس کی عظمت جلیلہ کا ثبوت دیا۔

سوال چہل وچہارم:

میں جانتا ہوں کہ جناب کو اتنی عقل بھی نہ دی گئی کہ واضح وروشن مثالوں کے بعد بھی مطلب سمجھ سکو جب تک اصل منشائے غلط پر صریح تنبیہات سے نفس مقام پر اس کی تطبیق دکھا کر ہندی کی چندی نہ کر دی جائے، پھر بھی جناب کا سمجھ لینا اگرچہ از قبیل خرق عادت ضرور ہے مگر ایک احتمال بعید عقلی تو ہے لہذا بتائیے کہ...

(۱) جناب کے نزدیک عرفی تعریف یعنی مدح، اور فلسفی تعریف یعنی حد یا رسم میں کوئی فرق ہے

www.waseemziyai.com

یانہیں؟۔یعنی معرّف مذکور'' کہ عبارات آئندہ میں لفظ تعریف سے ہم اسی کو مراد لیں گے'' معرَف کا مساوی ہونا لازم ہے یانہیں، معرف اس پر اور وہ معرف پر مقصور ہوتا ہے یانہیں، جہاں وہ پایا جائے معرف خواہی نخواہی وہاں موجود ہوگا یانہیں؟۔

(۲) معرف سے اس کا اجلی واظہر ہونا ضرور ہے یانہیں؟۔

(۳) وہ تمیز کے لیے ہوتا ہے یا ابہام کے لیے؟۔

(۴) معنی مبہم نامتعین کا اس میں ارادہ باطل ہے یانہیں؟۔

سوال چہل وپنجم:

مطلق کی دونوں طرفین ادنیٰ واعلیٰ خود متعین، اور اوساط مبہم ومحتمل ہیں یانہیں؟۔

(۱) مثلاً علم یا اطلاع اگر اس سے مطلق علم مراد لیجیے، یعنی کسی شے کا علم اگرچہ ایک ہی کا ہو اگرچہ وہ چیز ادنیٰ درجہ کی ہو تو یہ سب سے کم تر درجہ ہے۔ اور اگر علم مطلق مراد ہو، یعنی جمیع معلومات کا علم اس طرح کہ کوئی شے اس سے خارج نہ رہے تو یہ سب سے برتر درجہ ہے۔ یہ تو دونوں متعین ہیں، مگر وسط یعنی کم تر سے زائد اور برتر سے کم اس میں ہزاروں لاکھوں بلکہ غیر متناہی مراتب ہیں کہ دو چیز کا علم ہو۔ دس کا، سو کا، ہزار کا، لاکھ کا، الیٰ غیر ذلک، تمام مراتب اعداد یہاں محتمل ہیں، آیا ایسا ہے یانہیں؟۔

(۲) علما نے جا بجا مطلق کو ادنیٰ یا اعلیٰ پر حمل کے سوا اوساط پر حمل کو اسی عدم تعین کی بنا پر کہ ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی، رد فرمایا ہے یانہیں؟۔

سوال چہل وششم:

(۱) کیا وصف مدح کے لیے اسی قدر بس ہے کہ فی نفسہ ایک شرف والی بات ہو اگرچہ عام مبتذل اور ہر کس وناکس کو شامل ہو۔

مثلاً تھانوی صاحب کی کوئی یہ مدح کرے کہ...

دندان تو جملہ دردہا نند — چشمان تو زیر ابروانند

نے دم بسرین نہ شاخ برسر — نے جبہ موچو خرس در بر

تو کیا مدح سمجھا جائے گا، یا تمسخر واستہزا؟۔ حالاں کہ بجائے خود ضرور یہ اوصاف حسن ہیں کہ...

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِيٓ أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ﴾ (۱)

---

(۱) [سورة التين: ٤]

www.waseemziyai.com

کی خبر دیتے ہیں۔

(۲) یا یہ لازم کہ وہ ممدوح ہی سے خاص ہو، اس کے غیر میں اصلا نہ پایا جائے۔ قرآن کریم نے ہمارے حضور پرنور سید عالم ﷺ کی نسبت فرمایا:

﴿مَحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾(۱)

اور فرمایا:

﴿ یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ﴾(۲)

اور سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی نسبت فرمایا:

﴿وَلَقَدِ اصْطَفَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾(۳)

کیا رسالت صرف ہمارے حضور اور صلاح صرف سیدنا ابراہیم کے ساتھ خاص ہے، ان کے سوا نہ کوئی رسول، نہ صالح۔

(۳) وہ ممدوح پر مقصور نہ سہی، کیا یہ ضرور ہے کہ ممدوح اس پر مقصور ہو، یعنی اس کے سوا ممدوح میں کوئی وصف کمال ہو ہی نہیں، کیا کسی معظم کی ثنا دو وصفوں سے ممکن نہیں، کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سوائے رسالت اور ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم میں سوائے صلاح کوئی خوبی نہیں؟۔

(۴) قصر جانبین سے نہ سہی، کیا یہ ضرور ہے کہ وہ جامع جملہ اوصاف ممدوح ہو، ایک اسی کے کہنے میں جملہ صفات ممدوح آجاتے ہوں، کیا وصف رسالت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جملہ کمالات اور وصف صلاح سیدنا خلیل علیہ الصلاۃ والسلام کے جملہ فضائل کو شامل ہے؟۔ ایسا ہو تو جتنے رسول ہیں سب جملہ کمالات محمدیہ ۔علی صاحبها افضل الصلاة والتحية۔ سے متصف ہوں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کوئی فضیلت خاصہ نہ رہے، جتنے صالحین ہیں سب تمام فضائل خلیل الرحمٰن صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ سے موصوف ہوں۔ کیا یہ آپ کے نزدیک حق ہے؟۔

(۵) کیا اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت کہے کہ جو خوبیاں اور کمالات اللہ نے ان کو بخشے ہیں وہ سب رسول کہہ دینے میں آجاتے ہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام خصائص جلیلہ کا منکر ہوگا یا نہیں؟۔ کیا وہ خصوص آیات قرآنیہ واحادیث متواترۃ المعنی واجماع ائمۂ سلف

---

(۱) [سورۃ الفتح: ۲۹] (۲) [سورۃ یٰسین: ۳]

(۳) [سورۃ البقرۃ: ۱۳۰]

www.waseemziyai.com

وخلف کا مخالف ہوگا یا نہیں؟۔ کیا آپ اسے گمراہ بددین ضال مضل نہ کہیں گے؟۔

(۶) اور اگر وہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد اور حضور کی مراد یہی بتائے کہ جو خوبیاں اور کمالات اللہ نے مجھ کو بخشے ہیں وہ سب رسول کہہ دینے میں آجاتے ہیں۔ اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا کیا یا نہیں؟۔ وہ حدیث متواتر ((من کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعدہ من النار)) (۱)

کا مورد ہو کر مستحق عذاب نار وغضب جبار ہوا یا نہیں؟۔

(۷) شمول جملہ اوصاف ممدوح بھی نہ سہی، کیا اس کا اعظم اوصاف ممدوح ہونا ضرور ہے کہ اور جتنے اوصاف ہیں سب اس سے نیچے ہوں۔ کیا اوصاف مدح میں عظیم واعظم نہیں ہوتے۔ کیا عظیم سے بھی مدح جائز ہے یا صرف اعظم سے۔ کیا کسی معظم کی ثنا میں دو وصفوں کا ذکر کرنا ممکن ہے۔ کیا وصف صلاح سیدنا خلیل علیہ الصلاۃ والسلام کا اعظم اوصاف ہے۔ صدیق ہونا، نبی مرسل صاحب شریعت ہونا، مرسلین کرام خمسہ اولوالعزم سے ہونا، خلیل الرحمٰن عز جلالہ ہونا۔ اب وصف صلاح ان سب سے اعظم ہے؟۔

(۸) قرآن عظیم نے جو منعم علیہم کے چار گروہ بیان فرمائے:

﴿مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ﴾

ان میں ایک وصف دوسرے سے اعظم ہے یا نہیں۔ ہے تو اسی ترتیب پر کہ قرآن عظیم نے فرمایا۔ یا اس کے خلاف؟۔

(۹) کیا ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سب سے اعظم وصف صرف رسالت ہے؟۔

(۱۰) اگر کوئی شخص مدعی ہو کہ بشر کے حق میں رسالت سے بڑا کوئی مرتبہ نہیں، وہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خاص تر اوصاف عظیمہ کا منکر ہوگا یا نہیں؟۔

(۱۱) کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہیں ایسا فرمایا ہے۔ اگر فرمایا ہو نشان دیجیے، ورنہ حضور کی طرف اس کی نسبت کرنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا اور بحکم حدیث مذکور استحقاق نار وغضب خدا ہے یا نہیں؟۔

(۱۲) یہ بھی نہ سہی، کیا یہ ضرور ہے کہ وہ وصف اپنی غایت اقصیٰ، نہایت اعلیٰ پر ممدوح میں پایا

---

(۱) [مقدمہ صحیح مسلم، باب في التحذیر من الکذب علی رسول اللہ ﷺ، حدیث: ٤-١/٣٤]

(۲) [سورۃ النساء: ٦٩]

www.waseemziyai.com

جائے ، اگر اس سے زیادت ممکن ہوئی تو اس کی مدح اس سے نہ کرسکیں گے ۔ کیا اللہ عزوجل نے علم وسمع وبصر وقدرت سے اپنے عباد مرسلین کی مدح نہ فرمائی ۔ کیا اللہ عزوجل کے علم وسمع وبصر وقدرت ان سے زائد نہیں؟۔

(۱۳) تناہی فی المقدار ضرور نہ سہی کیا یہ لازم ہے کہ جس وصف سے ہم مدح کریں اس کی مقدار ہم کو معلوم ہو، ورنہ مدح نہ ہوسکے گی ۔ کیا ابہام مدح کے لیے بھی ایسا ہی مضر ہے جیسا تعریف فلسفی کے لیے ۔ کیا بلغا نہایت مدح میں خود قصداً ابہام نہیں کرتے اور اسے ابلغ وادخل فی المدح نہیں جانتے ۔ کیا رب عزوجل کا مدح حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں فرمانا:

﴿فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى﴾(۱)

کمال مدح نہیں؟۔

کیا اس کا مدح والے ارشاد: ﴿وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾(۲)

میں خلق کو نکرہ لانا مفید تعظیم نہیں؟۔

(۱۴) مسماۃ ''بسط البنان'' نے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ''جمیع علوم عالیہ شریفہ متعلقہ نبوت کا جامع'' اور حضور کے علوم غیب کو کہا ہے ''وافرہ عظیمہ جو دوسروں کو حاصل نہیں'' یہ اقرارات دل سے ہیں یا صرف مسلمانوں کے دکھاوے کو۔

﴿يَقُوْلُوْنَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ﴾(۳)

(۱۵) اگر خدا کا دھرا سر پر یہ اقرارات دل سے بتائیے تو آیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہ علوم عالیہ شریفہ وافرہ عظیمہ خاصہ قابل مدح ہیں یا نہیں؟۔ ان سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح وثنا کرسکتے ہیں یا نہیں؟۔

(۱۶) اگر قابل مدح ہیں اور ان سے حضور کی مدح صحیح وحق ہے تو کیا آپ ان کی مقدار معین کرسکتے ہیں کہ کتنے علوم غیب حضور اقدس کو ہیں؟۔

(۱۷) ائمۂ کرام مثل امام قاضی عیاض وامام احمد قسطلانی وغیرہما اکابر قدست اسرارہم نے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم غیب کی نسبت فرمایا:

---

(۱) [سورہ النجم: ۱۰] (۲) [سورۃ القلم: ٤]

(۳) [سورہ آل عمران: ۱٦۷]

www.waseemziyai.com

"البحر لایدری قعرہ" (۱)

ایک سمندر ہے جس کی تھاہ معلوم نہیں۔

اور علی قاری نے فرمایا:

"انما یکون سطراً من سطور علمہ ونہراً من بحور علمہ"

تمام لوح وقلم کے علم جن میں سب کان ومایکون میں داخل ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مکتوب علم سے ایک سطر اور علم حضور کے سمندروں سے ایک نہر ہیں۔

اور اس قسم کے صدہا کلمات علمائے کرام ہیں، یہ واقعی ہیں یا آپ کے دھرم میں یوں ہی خوشامد سے لکھ دیے ہیں۔ اگر واقعی ہیں تو یہ ابہام عظیم اور داخل فی المدح ہے کہ اس فضل عظیم کی مقدار تک عقول دیگراں کی رسائی نہیں۔ یا ابہام نافی ومنافی مدح؟۔

تنبیہ: پھر سوجھائی دیتا ہوں کہ ان سوالات میں متعدد نمبر خصوصاً ۴۶ر میں ایک ایک نمبر کے تحت میں کئی کئی نمبر ہیں۔ جناب تھانوی صاحب براہ عنایت فرمائی ہر سوال وہر نمبر کا جدا جدا جواب دیں۔ اڑان گھائی کی نہیں بدی۔

سوال چہل وہفتم:

ہر کلام کی صحت کا جو مناط ہو جو اسے صحیح نہ مانے وہ اس مناط کا منکر ہوگا یا مناط صحت مان کر صحت بتائے گا۔ برتقدیر اول منکر کا انکار اسی مناط کا انکار بتائے گا یا کسی دوسرے مناط کا؟۔ ذرا سمجھ کر بولنا۔

سوال چہل وہفتم: بارگاہ سلطانی میں قرب خاص کا ایک مرتبہ جلیلہ عظیمہ ہو کہ کوئی شخص اپنی کسی جد وجہد کے سبب اس تک نہ پہنچ سکے، اس کا حصول محض فضل وعطائے سلطان پر موقوف ہو، سلطان جلیل الشان اپنے بعض محبوبان خاص اراکین سلطنت، معظمان مملکت کو اپنے فضل سے اس رتبہ جلیلہ پر ممتاز فرمائے، بعض بے ادب باغی کہ فضل وعطائے سلطانی سے منکر ہیں، اس مرتبہ جلیلہ کو اس سے بہت کم درجہ کے اوصاف پر ڈھالیں اور تصریح کریں کہ وہ مرتبہ بس ان اوصاف نازلہ کا نام ہے، تاکہ ان معظمین کا اختصاص زائل اور سلطان کا فضل خاص منفی وباطل ہو، اور وہ اوصاف ایسے ہوں جنھیں خود کہتے ہوں کہ ذلیل وخسیس افراد میں بھی پائے جاتے ہیں، اور ان معظمین کرام کے لیے ان میں بھی کوئی حد امتیاز وانقطاع شرکت اراذل کی نہ باندھ سکیں، بلکہ یوں ہی مہمل ومجمل چھوڑیں جو ان ذلیلوں کو بھی شامل

---

(۱) [الشفاء بتعریف حقوق المصطفی: الفصل الرابع والعشرون ما أطلع من الغیوب ومایکون، ۱/۶۵۰]

www.waseemziyai.com

ہو سکے۔تو آیا انھوں نے اس مرتبہ جلیلہ عظیمہ کی صریح توہین کی یا نہیں؟۔

(۲) مرتبہ عظیمہ خاصہ ممتازہ نا قابل شرکت اغیار کو اس سے کم درجہ کے اوصاف مشترک پر ڈھالنا اس مرتبہ کی تنقیص ہے یا نہیں؟۔

(۳) یہی تنقیص درکنار خود ان اوصاف میں ہر کس وناکس کی شرکت مان کر اس فضل جلیل کو متبذل وذلیل کر دیا یا نہیں؟۔

(۴) کیا خادمان سلطنت ان سے نہ کہیں گے کہ گستاخ مسخرو، جب تم نے وہ مرتبہ جلیلہ فقط اوصاف کا نام رکھا اور اس کے اصل مناط یعنی فضل واختصاص بارگاہ سلطانی سے انکار کر دیا، اور خود کہتے ہو کہ یہ اوصاف ناقصوں قاصروں بلکہ ذلیلوں کمینوں میں بھی پائے جاتے ہیں، تو تمہارے طور پر یہ سب ذلیل بھی اس فضل جلیل سے متصف ٹھہرے، اور معاذ اللہ ان میں اور ان معظمین کرام میں کوئی وجہ امتیاز نہ رہی۔ کہیے ان مسخروں بے ادبوں پر یہ اعتراض حق ہے یا نہیں؟۔

(۵) کہیے اس مرتبہ جلیلہ کی توہین ان بے ادب گستاخوں نے کی یا ان خدام سلطنت نے جنھوں نے ان کے کلام گستاخی کی شناعت ظاہر کی۔ گستاخی کی گستاخی جتانے والا معاذ اللہ خود گستاخی کرتا ہے یا گستاخی کا رد؟۔

سوال چہل ونہم:

معظمین کرام اراکین سلطنت کے بعض اوصاف عظیمہ ایسے ہوں کہ ان کی طرف اعلیٰ حضرت سلطانی سے خاص ہے اور طرف ادنیٰ ہر کس وناکس میں موجود، مگر یہ معظمین اس کی ایسی جلیل عظیم مقدار سے متصف ومخصوص ہوں جس کے سبب وہ اوصاف بھی ان کے دامن فضائل کے طراز اور نظر رعایا وخود نگاہ سلطانی میں ان کے لیے وجہ امتیاز ہوں، خدام سلطنت، اراکین کرام کی ان اوصاف سے مدح کریں، یہ مدح صحیح وبرمحل ہے یا نہیں؟۔

(۲) طرف اعلیٰ کو تو رعیت سلطانی کا ہر متنفس جانتا ہے کہ خاص بہ حضرت سلطان ہے، اس کا ارادہ درکنار مدح اراکین میں اس کی طرف ذہن اسی کا جائے گا جو حقیقۃً سلطان سے باغی اور اس کی سلطنت میں اوروں کو شریک کرنے کی دھن میں ہو۔ رہی طرف ادنیٰ کے ہر کس وناکس میں موجود وہ کسی پکے بے خبر کچے پاگل کے سوا مقام مدح اکابر میں ملحوظ نہیں ہو سکتی۔اب اگر کوئی بے ادب بدلگام، دریدہ دہن نمک حرام، اس مدح اکابر کرام پر یوں منہ آئے کہ یہ مدح غلط وباطل ہے، اس وصف کا حکم ان اکابر پر صحیح نہیں، کہ وہ بروجہ کامل صرف حضرت سلطانی سے خاص، اور غیر کامل میں ان اراکین سلطنت کی کیا

www.waseemziyai.com

خصوصیت ،ایسا تو ہر ذلیل وخسیس میں موجود ہے، ان میں اور ان کمینوں میں فرق کیا ہے، کیا یہ سرکش، باغی وطاغی اور عداوت اراکین سلطنت کا داغی ہوا یا نہیں؟۔

(۳) اراکین کرام کی اس مدح جلیل کا باطل کرنے والا ہوا یا نہیں۔ ان پر اس فضیلت کے حکم کو اس نے غیر صحیح کہہ کر نفس فضیلت کا ابطال کیا یا نہیں؟۔

(۴) خدام سلطنت کا کلام مدح تھا، اور مدح میں ہرگز کوئی ایسا متبذل وصف مراد نہیں ہوسکتا، تو اس کا احتمال ان کے کلام میں تھا۔ یا اس نے قصداً تحریف کر کے اس وصف جلیل کو اس متبذل ذلیل پر ڈھالا؟۔

(۵) معظمین کے وصف جلیل کو صفت ذلیل پر ڈھالنے والا اس وصف اور ان معظمین کی توہین کرتا ہے یا نہیں؟۔

سوال پنجاہم:

تھانوی صاحب پلید وبلید کا ایمان تو معلوم، مگر آخر کوئی دھرم رکھتے ہیں، ان سے اسی دھرم سے کہلوائیے کہ صورت اولیٰ مذکورۂ سوال ۴۸ر میں خدام سلطنت نے ان باغیوں کی گستاخی رد کی یا نہیں؟۔ کہ خود ان خبیثوں کے کلام میں توہین تھی۔ اور صورت ثانیہ میں جو اس سوال ۳۹ میں ہے، کلام خدام سلطنت تعظیم اراکین تھا یا نہیں۔ اس باغی منکر نے اس مدح جلیل کو وصف ذلیل پر ڈھال کر خود گستاخی کی یا نہیں؟۔ کہ ان ادب داں مداحوں کے کلام میں توہین نہ تھی اس نے اپنی طرف سے توہین ایجاد کی۔

(۲) ان سے کہیے دھرم سے کہیں: صورت اولیٰ میں ان خدام سلطنت کا وہ ردِ توہین فرمانا کہ بے ایمانو! تمہارے طور پر اراکین کرام کی کچھ خصوصیت نہ رہی، وجہ امتیاز نہ رہی، صورت ثانیہ کے اس باغی طاغی کے لیے سند ہوسکتا ہے جو عظیم جلیل تخصیص ماننے والے مداحوں کا رد کر کے خود کہتا ہے کہ...''اس میں ان اراکین کی کیا تخصیص ایسا تو ہر ذلیل میں موجود ہے'' اراکین اور کمینوں میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے۔

(۳) کیا اس طاغی کا کہنا کہ انکار تخصیص دونوں کے کلام میں ہے، اس کی صریح حرام زدگی نہیں۔ تھانوی صاحب! بلید وپلید جہنم میں جائیں، کیا ملا بن کر آپ بھی اس طاغی سے نہ کہیے گا کہ او مردود! وہ خود منکر تخصیص نہیں بلکہ ان بے ادب باغیوں پر رد کرتے ہیں، کہ مردکو! تمہارے طور پر تخصیص نہ رہی، اور تو تو خود منکر تخصیص ہوا، اور قائلان تخصیص یعنی مداحین اراکین کا رد کیا، اور اکابر عظام کو ذلیلان لئام سے ملا دیا۔ کیا اس سے نہ کہیے گا کہ مردود دیوانہ ہوا ہے، ردتوہین کو سند توہین بناتا ہے، تیری مت کتنی

www.waseemziyai.com

گندی، کیسے خبیث دیو کی بندی، کہ تو اسلام کو کفر کیا چاہتا ہے، مسلمانوں پر اپنا کفر تھوپا چاہتا ہے: "احسأيا كلب الشيطان ، فمالك حظ فى الايمان" کیوں تھانوی صاحب یہ حق ہے یا نہیں؟۔

تھانوی دین میں کہہ بھاگ خدا لگتی کچھ
مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

سوال پنجاہ ویکم:

جناب تھانوی صاحب کہیے! اب بھی یہ ناپاک ولید پلید اور رسلیا والا بلید کچھ چیتے یا نہیں؟۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہندی کی چندی چاہیں گے، ان احمقوں سے فرمائیے کہ مردکو! آؤ تطبیق کرالو (دیکھو سوال ۴۸)

وہ سلطان جلیل البرہان رب العزت جل جلالہ ہے۔ اور وہ مرتبۂ جلیلہ کہ محض فضل وعطائے سلطانی ہے رسالت ونبوت۔ اور وہ اراکین سلطنت معظمان مملکت جن کو سلطان نے اپنے فضل خاص سے اس مرتبۂ جلیلہ پر ممتاز فرمایا، حضرات انبیا علیہم افضل الصلاۃ والثنا۔ اور وہ بے ادب باغی کہ فضل وعطائے سلطانی سے منکر ہو کر اس مرتبہ جلیلہ کو اوصاف نازلہ پر ڈھالتے ہیں، فلاسفہ ہیں۔ اور وہ خادمان سلطنت کہ ان بے ادبوں کی ان گستاخیوں کو ان پر مار رہے ہیں یہ علما ہیں۔

کیوں تھانوی صاحب! پلید وبلید بہ جہنم، ان جاہلوں کے کیا منہ لگیں، آپ تو پڑھے لکھے ہیں، ایک آدھ عالم کی کچھ صحبت اٹھائے ہوئے ہیں۔

دیکھیے تو اسی شرح مواقف میں اسی موقف اسی مرصد اسی مقصد، ہاں ہاں اسی بحث میں جس میں سے ایک ٹکڑا یہ مسماۃ "بسط البنان" نقل کرلائی اور باقی اپنی مخفی جیب میں چھپائی۔

(۱) شروع بحث مذکور میں یہ عبارت تو نہ تھی:

"النبى عند أهل الحق من الأشاعرة وغيرهم من الملليين من قال له الله تعالىٰ ﴿ممن اصطفاه من عباده ارسلتك﴾ اوبلغهم عنى اونحوه ، ولا يشترط فيه شرط من الاحوال المكتسبة بالرياضات والمجاهدات ولا استعداد ذاتى كما تزعمه الحكما ، بل الله سبحنه يختص برحمته من يشاء من عباده ، فالنبوة رحمة موهبة متعلقة بمشيئة فقط ، وهذا الذى ذهب اليه اهل الحق بناء على القول بالقادر المختار الذى يفعل مايشاء ويختار مايريد".(۱)

---

(۱) [كتاب المواقف المرصد الأول في النبوات: ۳/۳۳۲]

www.waseemziyai.com

کیوں تھانوی صاحب اس عبارت سے مسلمانوں اور فلسفیوں کا اصل منشائے نزاع کیسا واضح تھا کہ یہ مرتبۂ جلیلہ ہمارے نزدیک محض فضل وعطاووہب کبریا ہے، جسے کوئی کسب وجہد سے کسی طرح حاصل نہیں کرسکتا بخلاف فلاسفہ کہ وہ خبیث اس سے منکر ہیں۔ کیا اس میں صاف تصریح نہ تھی کہ ہمارے ان کے اختلاف کا مبنی یہ ہے کہ اللہ عزوجل ہمارے نزدیک قادر مختار ہے جو چاہے کرے، اور فلاسفہ اس سے کافر ہیں۔

کیوں تھانوی صاحب! مسماۃ یہ سارا کلام کیسا ہضم کرگئی جس سے کھلتا کہ فلاسفہ اصل مناط نبوت اور اس کے اختصاص بہ انبیائے حق کے منکر اور اسے کسبی مانتے ہیں کہ ریاضت وغیرہ سے حاصل ہوسکتی ہے۔

(۲) اسی کے متصل تھا:

"اما الفلاسفة فقالوا : النبی من اجتمع فیه خواص ثلاث" (۱)

جس سے روشن تھا کہ یہاں فلاسفہ علوم غیب سے حضرات انبیائے کرام علیہم افضل الصلاۃ والسلام کی مدح نہیں کررہے ہیں، بلکہ نبی کی تعریف فلسفی جامع مانع بتانا چاہتے ہیں جس سے ثابت کہ جس میں یہ تین باتیں پائی جائیں وہی نبی ہے کسے باشد۔ کیوں تھانوی صاحب! مسماۃ یہ دوسرا جملہ بھی کیسا ہضم کرگئی کہ فرق مبحث نہ کھلنے پائے۔

(۳) اسی کے متصل ان تینوں باتوں سے جن کا اجتماع فلاسفہ کے نزدیک نبی ہوجانے کو بس ہے، پہلی بات کے بیان میں خود متن مواقف میں تھا۔

"أحدها أن یکون له اطلاع علی المغیبات"(۲)

جس میں لفظ "اطلاع" نکرہ تھا کہ قلیل وکثیر سب کو شامل، جسے ایک ایک بات بھی گزشتہ وآئندہ وموجود کی معلوم ہوجائے اس پر صادق ہے۔

"له اطلاع علی المغیبات الکائنة والماضیة والآتیة"(۳)

کیوں تھانوی صاحب! مقام تعریف ہے اور تعریف منافی ابہام، اور مطلق اطلاع واطلاع مطلق کے اندر اوساط غیر متناہی، جن میں خاص مقدار کی تعیین پر نہ عبارت دال نہ اصلا کوئی دلیل۔ کیا

---

(۱) [کتاب المواقف المقصد الأول۔ المرصد الأول في النبوات: ۳/۳۳۲]

(۲) [کتاب المواقف المقصد الأول في النبوات: ۳/۳۲۹]

(۳) [کتاب المواقف المرصد الأول في النبوات: ۳/۳۳۳]

www.waseemziyai.com

فلاسفہ یا ان کی طرف سے آپ برہان دے سکتے ہیں کہ دس، یا سو، یا ہزار، یا لاکھ، کتنی تعداد کے غیب جاننا نبی کو لازم، اور اس کے غیر کو محال، اور جب تعیین ناممکن اور بہ فرض غلط ہوتی بھی تو ہرگز الفاظ تعریف میں اس سے تعرض نہیں، یا تو محمل ممکن نہ رہا مگر طرف ادنیٰ کہ مطلقاً بعض غیب پر اطلاع اگرچہ ایک ہی پر ہو۔ یا طرف اعلیٰ کہ جمیع غیوب کا احاطۂ تامہ جس سے کچھ باہر نہ رہے۔ اور ثانی خود فلاسفہ کے نزدیک نبی کے لیے ضرور نہیں، تو قطعاً اول متعین رہا، اور قول فلسفی کا حاصل یہ ٹھہرا کہ ایک غیب پر بھی اطلاع ہو جانا خاصۂ نبی ہے کہ جس میں یہ بات پائی جائے وہ ضرور نبی ہے۔

تھانوی صاحب! مسماۃ یہ تیسرا بھی کیسا ہضم کر گئی جس سے فلاسفہ پر اعتراض علما کا منشا کھلتا۔

(۴) اسی کے متصل خود فلاسفۂ حمقا سے اسی امر اول کے بیان میں منقول تھا:

"وکیف یستنکر ذلك الاطلاع فی حق النبی وقد یوجد ذلك فیمن قلّست شواغله لریاضة اومرض او نوم، فان هؤلاء قد یطلعون علی مغیبات ویخبرون عنها کما یشهد به التسامع والتجارب بحیث لاتبقی فیه شبهة لمنصفین"(۱)

جس سے ظاہر تھا کہ ان احمقوں نے اطلاع علی الغیب کو انبیا سے خاص مان کر خود ہی یہ بھی کہہ دیا کہ غیر انبیا ریاضت والے اور بیمار اور سوتے آدمی بھی غیبوں پر مطلع ہو جاتے اور غیب بتاتے ہیں جس پر تجربے ایسے گواہ ہیں کہ انصاف والوں کو اس میں شبہ کی گنجائش نہیں۔

تھانوی صاحب! مسماۃ یہ چوتھا بھی ہضم کر گئی جو خاص منبع الزام فلاسفہ واعتراض علما تھا، تھانوی صاحب اس حرافہ کے یہ قطع بریدوں کے طور مار دیکھتے جائیے۔

(۵) اسی کے متصل وہ عبارت تھی کہ.. "قلنا ماذکرتم مردود"

جو اس مردودہ نے نقل کی، اور اس میں بھی "أي بالنبی" تک۔

مگر یہ جملہ "کما اقررتم به حیث جوزتموه للمرتاضین والمرضی والنائمین فلایتمیز به النبی عن غیره"(۲)

ہضم کر گئی، جس سے واضح تھا کہ یہ نبی وغیر نبی میں امتیاز نہ رہنا فلاسفہ کے اس قول خبیث کی خباثت ہے جو الزاماً ان پر وارد کی گئی ہے، نہ کہ معاذ اللہ "خفض الایمان" والے کی طرح علما خود نبی وغیر نبی

---

(۱) [کتاب المواقف المرصد الأول في النبوات: ۳/۳۳۳]

(۲) [کتاب المواقف المرصد الأول في النبوات: ۳/۳۳۳]

www.waseemziyai.com

میں فرق کے منکر ہوئے ہوں۔ مسماۃ یہ پانچواں بھی نگل گئی۔

(۶) اسی کے متصل فلاسفہ پر دوسرا اعتراض تھا کہ...

"احالة ذلك الاطلاع على اختلاف النفوس مع اتحادها بالنوع كما هو مذهبهم مشكل ؛ لان المساواة في الماهية توجب الاشتراك في الاحكام والصفات، واسناد الاختلاف الى احوال البدن مبنى في القول بالموجب بالذات".(۱)

مسماۃ چھٹا بھی صاف اڑا گئی جس سے اور بھی صریح روشن تر تھا کہ ان خبیثوں کی خباثت بروجہ الزام ان کے منہ پر ماری جارہی ہے۔

کیوں تھانوی صاحب! یہاں بھی کہہ دینا کہ علما بطور خود کہہ رہے ہیں کہ جب نبی وغیر نبی کی ماہیت ایک ہے، تو نبی اور ہر کافر کا سب صفتوں میں شریک ہونا واجب۔

کیوں تھانوی صاحب! رسلیا والا شرمایا تو نہ ہوگا۔ شرمائے تو جب کہ ایمان ہو، جب ایمان نہیں حیا کہاں۔

(۷) تھانوی صاحب! رسلیا کی اوندھی کھوپڑی کی شامت دیکھیے: شرح مواقف کی عبارت سے تو یہ دوسرا اعتراض الگ چٹ کر گئی مگر حاشیہ پر شرح طوالع کی عبارت لاتے وقت وہ اپنا چرتر بھول گئی، اس کا دوسرا اعتراض بھی نقل کر لائی کہ...

"وايضا النفوس البشرية كلها متحدة بالنوع فماجاز لبعض جاز لاخر فلايكون الاطلاع خاصة للنبى"

وہ تو اس پر مگن ہوگئی کہ آہا نبی کا خاصہ اڑایا جاتا ہے، تو "خفض الایمان" کے گھاؤ میں بتی ہو جائے گی کہ کیا "لایختص" کا وہی مفہوم نہیں جو عبارت حفظ الایمان کا ہے؟۔ اور یہ سمجھ نصیب دشمنان کہ علما معاذ اللہ خاصۂ انبیا نہیں اڑاتے بلکہ فلاسفہ حمقا کو ان کے مذہب ناپاک پر نیچا دکھاتے ہیں، اور خفض الایمان خود نبی کا خاصہ اڑاتی ہے۔ علما تو فلسفی توہین کا رد کر رہے ہیں اور خفض الایمان آپ توہین بک رہی ہے۔ خیر یہ بات تو آئندہ کہنے کی تھی جہاں سوال ۴۹ کی تطبیق کی جائے گی، مگر سلسلۂ سخن اس تک پہنچا اور حق بحمد اللہ اہل حق پر واضح ہو ہی لیا ہے، حال واستقبال یکساں ہے۔ ولله الحمد

(۸) تھانوی صاحب! حسام الحرمین شریف نے جو "خفض الایمان" اور اس کی ماں "براہین

---

(۱) [كتاب المواقف المرصد الأول في النبوات: ۳/۳۳٤]

www.waseemziyai.com

قاطعہ" اور اس کی خالہ "تحذیر الناس" کی عبارات کفریہ کو ذکر کیا، اور ساری کتابیں اٹھا کر نہ دھریں، اس پر آپ کے اذناب وحواری نے کیا کیا عوعو کا جھوٹا غوغا ناواقف عوام کو دھوکے دینے کے لیے مچایا، دیوبند کی سرزمین سر پر اٹھا کر قریٰ قوم لوط علیہ الصلاۃ والسلام کی طرح آسمان تک پہنچانی چاہی کہ... ہے ہے آدھی لکھی۔ ہے ہے پوری نہ لی، حالانکہ جتنی عبارت سے کفر متعلق ہے قطعاً پوری لے لی تھی، ساری کتاب نقل کر دینی کیا ضروری تھی، خیر اس کی تفصیل تو "القمہ القاصم للداسم القاسم" میں ملاحظہ ہو۔ مگر رسلیا کی فرمائیے کتنی پکی حرافہ بے ایمان ہے کہ خاص مقام سے بیان کے بیان ہضم، اور بیچ میں سے تین حرف کا جملہ پکڑ لیا۔ کیا آپ ان ناپاک حرکتوں پر رسلیا پر نہ تھوکیں گے۔ کیا اس سے نہ کہیے گا کہ... ع

شرم بادت از خدا واز رسول

مگر کیا فائدہ کہ رسلیا والا خدا اور رسول کو مانتا ہی نہیں۔ جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(۹) مسماۃ نے قطع برید یں اپنے اسی چھکے میں نہ کیں۔

شرح مواقف میں اسی کے متصل دوسرے خاصہ خرق عادات کے رد میں فرمایا:

"ظهور الامور العجيبة الخارقة للعادة لايختص بالنبى كمااعترفتم به فكيف تميزه عن غيره"(۱)

یہاں بھی فلاسفہ کے اعتراف سے ان پر ضرب تھی۔ کیوں تھانوی صاحب! کیا علمائے سنت خود اپنے طور پر کہہ رہے ہیں کہ انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کے معجزات اور چلہ کشوں کے عجیب واقعات میں کچھ فرق نہیں۔ رسلیا یہ ساتواں بھی ہضم کر گئی۔

(۱۰) اسی کے متصل سب سے بڑھ کر کلام تیسرے خاصۂ وحی پر تھا کہ..

"مآل ماذكره الى تخيل مالا وجودله فى الحقيقة كما للمرضى والمجانين على ماصرحوا به، فكيف يكون نبيا من كان امره ونهيه من قبيل مايرجع الى تخيلات لا اصل لها قطعاً، وربما خالف مادعا اليه المعقول ايضاً".(۲)

کیوں تھانوی صاحب! یہاں بھی کہہ دینا کہ شارحان مواقف وطوالع انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کی وحی کو محض بے اصل سرسامیوں اور پاگلوں کا ساہذیان بتا رہے ہیں۔

---

(۱) [كتاب المواقف المرصد الأول في النبوات: ۳/۳۳۵]

(۲) [كتاب المواقف المرصد الأول في النبوات: ۳/۳۳۶]

www.waseemziyai.com

ع شرم بادت از خدا واز رسول

سوال پنجاہ ودوم:

تھانوی صاحب! خبیث مرتد نیچری کہ حقیقت وحی کا منکر اور قرآن مجید کو ایک جوشیلے آدمی کی باتیں بتاتا ہے کہ جوش کے وقت بے خودانہ اس کے منہ سے نکلتی ہیں، کیا وہ مسماۃ ''بسط البنان'' کی طرح اس عبارت ''شرح مواقف'' کو اپنی سند نہیں بتا سکتا، بلکہ مسماۃ بے چاری کو تو اتنا ہی نصیب ہوا کہ... ''انصاف درکار ہے، کیا "لا یختص" کا وہی مفہوم نہیں جو عبارت ''خفض الایمان'' کا ہے۔

وہ تو اس سے بڑھ کر بڑی تعلّی سے کہہ سکتا ہے کہ...''انصاف درکار ہے، میں نے تو وحی کو فقط جوشیلے آدمی کی باتیں کہا تھا، شارح مواقف تو اسے پاگلوں کی بک، سرسامیوں کی جھک بنا رہے ہیں''

تو کیا اس کا یہ سند لانا آپ صحیح بتائیں گے، ایسا ہے تو قسمت کا لکھا کفر مبارک، اور نہ مانیے تو وجہ بولیے کیوں یہ عبارت اس کی سند نہیں ہوسکتی حالاں کہ اس میں تو وحی کو اس سے بھی بدتر درجہ میں پھینکا ہے۔ اب کہیے گا کہ نیچری مردک دیوانہ ہے، صاحب مواقف وشارح "رحمہما اللہ تعالیٰ" نے معاذ اللہ اپنی طرف سے تو ایسا نہیں کہا، بلکہ فلاسفہ کے قول پر اس کا الزام دیا ہے۔ جی تو رسلیا کے داؤں کو یہ کیوں نہ سوجھی وہ "لا یختص" بھی انھوں نے اپنی طرف سے نہ کہا انھیں خبیثوں کو الزام دیا ہے، نیچری کو دیوانہ کہہ گئے، کہن چری کو پگلی کیوں نہیں کہتے۔ اگر کہیے یہاں تو خود ماتن نے صاف کہہ دیا ہے "علی ماصرحوا بہ" یعنی یہ فلاسفہ کی تصریح ہے۔ جی تو وہاں کیا انھوں نے صاف نہ فرمادیا تھا "کما اقررتم بہ" یعنی یہ فلاسفہ کا اقرار ہے، بلکہ وہاں تصریح فلاسفہ اس امر کے متعلق بتائی ہے کہ دیوانے غیر موجود اشیا کو دیکھتے ہیں۔ عبارت یہ ہے:

"کما للمرضی والمجانین وانہم یشاھدون مالا وجود لہ فی الخارج علی ماصرحوا بہ وقرر واما ھو السبب فیہ، ولاشك ان ذلك انمایکون علی سبیل التخیل دون الشماھدۃ التحقیقۃ"(۱)

اور یہاں خود "لا یختص" کو اقرار فلاسفہ بتاتا ہے کہ "لا یختص بالنبی کما اقررتم بہ" تو یہاں امر اور بھی واضح تھا مگر

ع جب آنکھ ہی نہ ہو تو کھلا دن بھی رات ہے

---

(۱) [کتاب المواقف المرصد الأول في النبوات: ۳/۳۳۶]

www.waseemziyai.com

کیوں تھانوی صاحب کیسی کہی

ع شرم بادت از خدا واز رسول

مگر میرا یہ کہنا ہی فضول ہے، جب ایمان نہیں شرم کیوں کر معقول۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم.

تھانوی صاحب! اب تو کھلا کہ یہ سب خباثتیں فلاسفہ کے مذہب میں تھیں جن کو علما آشکار فرمارہے ہیں کہ بے ایمانو! تم نے نبی کو اتنی قدر کردی۔ نہ کہ جو توہین نبوت ان کے کلام و مذہب میں نہ تھی بلکہ اس کا اصلا احتمال کسی عاقل کو نہ ہوتا، وہ یہ علما معاذ اللہ "خفض الایمان" کی طرح خود بک رہے ہیں۔ مگر ہے یہ کہ تف بروئے بے دینی، بھلے مانس کی صورت! شیطان ملعون کی ٹانگ تلے آکر کفر زبان سے نکال دیا، تو ابھی ورتو یہ کھلا ہے، یا عمر بھر ابلیس ہی کا ساتھ دینا ہے۔ وہ دیکھو وہ دور سے ٹھٹھے لگا کر کہہ رہا ہے:

﴿إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ﴾ (۱)

للہ اپنی عاقبت پر رحم کرو، اور اس کے آگے سرکار واحد قہار سے جو حکم نافذ ہوا ہے اس سے ڈرو۔ وہ یہ کہ...

﴿فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَا أَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيهَا وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ﴾ (۲)

والعیاذ باللہ رب العلمین

نہ سہی اپنی ڈھلی بگڑی تم جانو، اپنے ساتھ علما کو کیوں سانو۔ انصاف درکار ہے، وہ تو ایسے ہی کفر کا رد کررہے ہیں جیسا تم نے بکا، پھر اپنے رد کو اپنی سند بنائے لیتے ہو، مگر یہ بھی ابلیسی چال اور عوام کو اپنے کفر میں پھانسنے کا جال ہے، لیکن الحمد للہ مسلمانوں کا حافظ اللہ ہے، وہ دیکھیے آپ کی پھانسی آپ ہی کے گلے میں پڑی۔ والحمدللہ رب العلمین

سوال پنجاہ وسوم:

تھانوی صاحب! رسلیا والا بھی کیا یاد کرے گا کہ کسی کرّے سے پالا پڑا تھا، یہاں تک تو خبثائے فلاسفہ پر انطباق دکھایا تھا، اب وہ کھولوں جس سے مخالف چوندھیا کر پٹ ہو جائے اور آنکھ کھولے تو چوپٹ ہو جائے۔

---

(۱) [سورۃ الحشر: ۱۶]

(۲) [سورۃ الحشر: ۱۷]

www.waseemziyai.com

تھانوی صاحب! آپ نے یہ بھی دیکھا کہ سوال ۴۸ رفلاسفہ ہی پر منطبق نہیں بلکہ یہ پلید وبلید سب انھیں کفار عنید سے صابق الجوت بالجوت ہیں۔ بعینہ یہ کفار انھیں کفار کی راہ چلے ہیں، علما نے جو ان کافروں کا رد کیا وہی ان کافروں پر ''حسام الحرمین'' نے وارد کیا۔

تھانوی صاحب! ان بے ایمانوں کی ڈھٹائی تو دیکھیے، اپنے رد کو اپنی سند بنائے لیتے ہیں، اس کے اشارات اوپر بھی گزرے مگر کام تو ان سے ہے جن کو بدیہیات بھی مجہول مطلق ہیں۔ لہذا پورا انطباق کھول کر دکھاؤں، ابھی نہ سوجھی تو میں سجھاؤں۔

مبدئیت جس سے زید نے رب عزوجل کا وصف کیا، اس کا مناط وجوب وجود ہے کہ اس سے مراد افاضۂ وجود ہے، جو واجب الوجود نہیں، اپنی حد ذات میں خود ہالک ونامقتضیٰ وجود ہے، دوسرے کے لیے کیا مقتضی وجود ومفید ہستی ہوگا۔ ولید پلید اسے اس مناط حق پر رکھتا تو اسے کسی شق، کسی صورت میں کسگر کمہار خدا کے برابر نہ سوجھتے، مگر اس بے ایمان نے اسے مناط حق سے پھیر کر صرف ظاہری تبدیل ہیأت ووضع پر لا ڈھالا اور ایسے وصف عظیم، کو یوں بے قدر کر دیا، اسی طرح علم غیب، جس سے زید نے نبی ﷺ کا وصف کیا، اس کا مناط مثل مناط رسالت صرف اختصاص ووہب ربانی تھا جس پر آیہ کریمہ:

﴿وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِن رُّسُلِهِ مَن يَشَاءُ﴾ (۱)

شاہد، یعنی وہ بات جسے جان لینے کی طرف عقل وحواس کو راہ نہ ہو رب عزوجل محض اپنے فضل سے اپنے بندہ کو اس کے علم کی راہ دے، اس پر انسے تسلط بخشے، جیسا کہ خود اس نے قرآن عظیم میں ارشاد فرمایا:

﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ.﴾ (۲)

رسلیا والا بلید مرید اس مناط حق پر رہتا تو اسے کسی شق، کسی صورت میں ہر پاگل، ہر چوپایہ نبی کے مانند نہ سوجھتا، مگر اس مردود نے اسے مناط حق سے توڑ کر صرف اتنی بات پر لا ڈھالا کہ کوئی بات ایسی جاننا جو کسی دوسرے پر چھپی ہو، جس سے پاگل چوپائے کو اس صفت جلیلہ میں معاذ اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شریک کر سکے، اور پھر براہ عیاری خفض الایمان میں ''کسی نہ کسی بات'' کہا اور مسماۃ اس پر اور حاشیہ چڑھاتی ہے کہ گویا وہ ایک ہی چیز ہو، حالاں کہ یوں تو ہر پاگل ہر چوپائے کو روزانہ لاکھوں علم غیب ہیں۔

---

(۱) [سورہ آل عمران: ۱۷۹]

(۲) [سورۃ الجن: ۲۶، ۲۷، ۲۸]

www.waseemziyai.com

مثلاً: دیوبند میں جو دیوانہ ہو اس کے سامنے وہاں کے مکان کی ایک ایک اینٹ، زمین کا ایک ایک ذرہ، گھر کے مرد عورتوں بچوں کا ایک ایک بال، گھر کی ایک ایک مکھی بھنگا وغیرہ وغیرہ لاکھوں چیزیں ہیں۔ اور تھانہ بھون میں جو چوپایا ہو اس سے وہ سب مخفی ہیں۔ یوں ہی تھانہ بھون کا چوپایہ وہاں کی لاکھوں اشیاء دیکھ رہا ہے، جو دیوبند کے دیوانے سے چھپی ہیں۔ کیا جناب تھانوی صاحب باستثنائے منقطع کے سوا کوئی عاقل اسے علم غیب کہے گا۔

مسلمانو! دیکھا، اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیسی صفت جلیل عظیم اختصاصی کو کیسی ذلیل متبذل بے قدری بات پر لا ڈھالا، تو یہ ان کفار فلاسفہ کا پورا فضلہ خوار ہوا، وہی نفی مناط ہے، وہی اختصاص الٰہی و وہب ربانی سے عدول ہے، وہی صفت جلیلہ کی توہین وتذلیل ہے، وہی کسی نہ کسی بات کا اطلاق وشمول ہے۔ ہاں فرق اتنا ہے کہ وہاں للّٰہ فلاسفہ نے نبی کا خاصہ کہہ کر وہ بکی کہ ہر کس وناکس کو شامل ہوگئی، اور علما نے ان احمقوں کو الزام دیا کہ اب نبی وغیر نبی میں کیا تمیز ہے۔ اور یہاں یہ ان کا کاسہ لیس ان سے بھی پانچ جوتیاں بڑھا ہوا خود اپنے منہ نفی خاصہ کر رہا ہے کہ...

''اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے''۔

اور خفض الایمان صفحہ ۷ پر خود اپنے منہ نبی وغیر نبی میں فرق کا انکار کر رہا ہے کہ...

''نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے'' (خفض الایمان ص ۸)

تھانوی صاحب! ملاحظہ ہو وہ فلاسفہ بدتر کافر۔ یا یہ رسلیا والا فاجر؟۔

شرح مواقف وشرح طوالع کی عبارتیں ان کافروں کا زیاوہ رد ہیں جو نہ نفی خاصہ کے خود قائل ہوئے، نہ نفی امتیاز کے، بلکہ ان کے قول سے اوپر الزام آئے۔ یا اس مرتد پر زیادہ قہر ہیں جو اپنے منہ ان نفیوں کے کفر بک رہا ہے؟۔

تھانوی صاحب! ان پلید وبلید کی کمال منہ زوری بے ایمانی دیکھی، کیسا اپنے قاہر رد کو الٹی اپنی سند بنایا چاہتے ہیں۔

ضربت مرداں دیدی نقمت رحمٰن چشیدی

فائدہ: تھانوی صاحب! اس دسویں کیادی پر اعتراضات میں ہمارے اگلے تین پر پھر نظر ڈالیے، دیکھیے وہ رسلیا والے پر کیسے ٹھیک اتر گئے، کیا اتنی ضربات عظیم کے بعد بھی نہ سوجھی ہوگی۔ ولید وشرید وفلاسفہ وعنید وپلید وبلید سب خبیثوں کو ایک ہی آزار۔ ہر ایک ہی کفر کا بیمار۔ سب پر ابلیس ایک ہی طرح سوار۔ یعنی اوصاف جلیلہ کے سچے مناط سے انکار۔ ذلیل وبے قدر احوال پر اوتار۔ توہین نبی وواحد

www.waseemziyai.com

قہار۔ وعقبی الکفرین النار۔ یوں ہی طاغی و باغی پر بھی یہی پھٹکار۔ اور وہ دونوں بھی ایسے ہی کفار۔ اگر کسی نبی مثلاً سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام کی سلطنت پر وہ انکار۔ اس تقدیر پر گمان ہوسکتا تھا کہ یہ سات قسم کے کافر ہیں اور جہنم کے بھی سات دروازے ہیں، بحکم ﴿لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِّكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ﴾ (۱)

ہر ایک کو جدا دروازے سے داخل کریں، مگر نہیں وہ ساتوں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے اور جہنم کے ایک ہی دروازے سے ڈھکیلے جانے کے قابل ہیں۔ والعیاذ باللہ رب العلمین.

سوال پنجاہ و چہارم:

تھانوی صاحب میری دراز نفسی معاف فرمائیے، میرا کلام طویل ہوا، پہلے حل کا نام سن کر آپ کا جی ڈھونڈھتا ہوگا کہ دوسرا اور مسماۃ کی گرہیں کھولنے اترتا ہے، انصاف کیجیے تو ایک ہی نے کیا لگی رکھی کہ دوسرا اور مانگے، مگر ہاں اس کی اس ہٹ کی ناز برداری ضرور ہمیں کرنی رہی کہ یہ تو تم نے علم غیب کے معنی ومناط اہل عقل کے طور پر لے کر فلاسفہ اور رسلیا کو جہنم کے ایک ہی کوئیں میں ڈھکیل دیا۔ وہ کہتی ہے میں یوں نہیں مانتی، میری گہرائی پر اتر و جس میں ہر پاگل، ہر چوپائے کو علم غیب ہو، دیکھوں تو اس میں تم میری ڈیڑھ گرہ کیسے کھولے لیتے ہو۔ رسلیا کی یہ تریاہٹ اگرچہ نری جنون کی بوکھلاہٹ، کوئی پاگل کہے کہ تم نے عقلا کے مسلمات پر میری بکواس رد کی، پاگلوں کے مسلمات پر تو رد کردو، اس کا جواب اتنا ہی بس ہے کہ ہشت۔ مگر مجھے رسلیا کی تو ہر طرح ناز برداری منظور، لہذا جس طرح سوال ۴۸ر کا انطباق دکھایا سوال ۴۹ر کا بھی دکھادوں کہ اس کی آنکھیں پھٹ کر رہ جائیں۔ چل کہاں تک چلتی ہے۔

چہ قدر بدشت تو سن بہ پیش دواندہ ام من

چہ قدر رمیدہ است او چہ قدر راندہ ام من

ہاں تھانوی صاحب! کہیے تو زید مسلمان جو اپنے رب، اپنے نبی، اپنے ائمہ، اپنے علما۔ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہم ورحمہم۔ سے سیکھ کر (جیسا کہ سوال ۳۹ر میں اس کا ایک مختصر نمونہ گزرا) اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر علم غیب کا حکم کرتا ہے، اسے حضور کی مدح کریم مقصود ہے۔ یا کچھ اور؟۔

(ا) بولو کہ ہاں، وہ اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح ہی کرتا ہے اور یہی اس کی مراد ہے۔

---

(۱) [سورۃ الحجر: ٤٤]

www.waseemziyai.com

(۲) اب بولو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں یہ وصف جلیل تمام عالم سے ارفع واعلیٰ درجہ پر ہے یا نہیں؟۔ کہو ہے اور ضرور ہے، اور کیوں نہ کہو گے کہ خدا کا دھرا سر پر، یہی بسط البنان اس کی مقر ہو چکی ہے۔

(۳) اب کہو کہ اس کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس درجہ وفور وکثرت پر ہونا کہ شمار لاکھ لاکھ بار تھک رہے اور اس کی مقدار کا لاکھواں حصہ نہ گن سکے، کچھ تعریف فلسفی کی طرح بوجہ ابہام منافی مدح ہے یا اور زیادہ مؤید مدح؟۔ کہو کہ ہرگز منافی نہیں بلکہ کمال مؤید۔

(۴) اب بولو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں یہ وصف عظیم جلیل کریم قابل مدح ہے یا نہیں؟۔ مسلمانی کا نام پیارا جانتے ہو تو کہو کہ ہاں ضرور عظیم مدح کے قابل ہے، جس سے قرآن عظیم نے ان کی مدح فرمائی، خود انھوں نے اپنی صحیح حدیثوں میں اپنے رب کی یہ جلیل نعمت اپنے لیے جتائی، صحابہ وتابعین وائمہ دین میں قرناً فقرناً ان کی یہ ثنا ہوتی آئی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

"قدر ما اعطاہ من الغیوب وعلّم"

زیادہ تسکین چاہو تو خالص الاعتقاد سے اپنا علاج کراؤ۔

(۵) اب سوالات سابقہ دیکھ کر بولو کہ مناط مدح کیا ہے، مدح کو کتنی بات ضرور، کیا جب تک کسی صفت میں اللہ عزوجل کی برابری نہ ہو اس سے مدح نہیں ہو سکتی؟۔ کیا کوئی کافر سا کافر ایسا کہہ سکتا ہے بشرطے کہ دھرم کا گنگو ہی انیٹھوی نہ ہو۔

(۶) کیا مدح کسی عام ذلیل مبتذل وصف سے ہوگی، کیا کوئی احمق سا احمق، کودن سا کودن ایسا گمان کر سکتا ہے بشرطے کہ امت کا تھانوی دیوبندی نہ ہو۔ سبحان اللہ! مدح اور وہ بھی کس کی اعظم الممدوحین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی، اور اس میں مراد ایک ایسا وصف ہو جو ہر پاگل جانور حتی کہ ہر وہابی کے اندر پایا جاتا ہے، کہو کہ نہیں ہرگز نہیں، کسی عاقل کو اس کا گمان بھی نہیں ہو سکتا۔

(۷) اب بولو کہ جب شق اول قطعاً منتفی ومخصوص بہ حضرت عزت جل جلالہ تھی، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مناط مدح علوم غیب وافرہ کثیرہ عظیمہ، تمام جہان سے فزوں تر، حدشمار واحصا سے باہر، قطعاً موجود کہ بسط البنان بے چاری کو بھی مسلمانوں کا جی رکھنے کے لیے اس کا ظاہری اظہار واقرار مقصود، تو اسے چھوڑ کہ شق دوم ذلیل مبتذل پر ڈھالنا کہ یقیناً ہرگز نہ اس کا احتمال، نہ کسی عاقل کے لائق وہم وخیال۔ صراحۃً محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح عظیم کو بگاڑنا اور اس وصف کریم پر اپنی بری توہین کی تھیلی پھاڑنا ہے یا نہیں؟۔ کہو ہے اور ضرور ہے، سوال ۳۴ر میں فلاں وفلاں کے سوراخوں

www.waseemziyai.com

والا بیان نہ بھول جانا۔

(۸) اب کہو یہ توہین کہ کلام زید میں معاذ اللہ اس کی بود رکنار، زنہار زنہار اصلاً ہرگز اس کا احتمال ہی نہ تھا، خفض الایمان والا خود ہی اس کا بادی ہوا، وصف عظیم کو ایسی ذلیل بات پر ڈھال کر آپ ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دینے کا فسادی ہوا، یا شارحان مواقف وطوالع کی طرح اس توہین کا کہ کلام مخالفین میں تھی مظہر ومناوی ہوا؟۔ کہو کہ نہیں نہیں، بلکہ یہ دشنامی خود ہی بادی فسادی ارتدادی ہوا۔

(۹) آگے چلو خفض الایمان کی بے ہنگم تقریر کی مدح بشیر ونذیر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رد میں تھی، خود مناط مدح کا انکار کرے گی یا کچھ اور۔ (دیکھو سوال ۴۷) کہو کہ ہاں اس نے مناط ہی کا انکار کیا اور ضرور تنقیص شان حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرتکب ہوا۔

(۱۰) اب بولو کہ خفض الایمان والے نے اس مدح کا حکم ذات مقدسہ پر صحیح نہ مان کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فضیلت کو باطل کر دیا یا نہیں؟۔ کہو ہاں ضرور باطل کیا، اور واحد قہار کا غضب اپنے سر لیا۔

تھانوی صاحب! اب سمجھے کہ وہ معظم کریم، رکن اعظم سلطنت الٰہی، مملکت ربانی کے دولہا، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، اور وہ وصف عظیم علم غیب جس کی طرف اعلیٰ رب العزت عز جلالہ سے خاص، اور طرف ادنی خفض الایمان کے دھرم پر ہر پاگل چوپائے کو حاصل، اور اوساط میں بسط البنان کے اقرار مجبوری سے سب سے ارفع واعلیٰ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصف کامل، اور زید مسلمان وہ خادم سلطنت کہ اپنے آقائے کریم کی مدح کر رہا ہے، اور وہ بے ادب بدلگام، منہ پھٹ نمک حرام، وہ رسلیا کا نافرجام کہ اس پر منہ آتا، اور اس مدح عظیم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو باطل کرتا، اور اس کا حکم حضور پر غیر صحیح بتاتا، اور حضور کی صفت کو پاگل جانور کے حال سے ملاتا، اور حضور اور ان ذلیلوں میں وجہ فرق پوچھتا، اور حضور کی مدح جلیل کو ایسی ذلیل بات پر ڈھالتا، اور اس صفت کریم اور خود موصوف عظیم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کی شدید اشد توہین کرتا ہے۔

﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ﴾ (۱)

جناب تھانوی صاحب! سمجھے خاک، خاک سمجھے، خدا کو مان کر ایک دفعہ تو سر ہلا دو، اگرچہ بزا خفش ہی کی طرح، مگر توبہ، تم اور حق کا اقرار، وہ تو ہمارا رب عزوجل فرما چکا:

---

(۱) [سورۃ الأنعام]

www.waseemziyai.com

﴿لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ إِلَّا أَنْ تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ (۱)

اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما چکے:

((یمرقون من الدین کمایمرق السھم من الرمیة ثم لایعودون)(۲)

ولاحول ولاقوة الا بالله العلی العظیم.

سوال پنجاہ وپنجم:

تھانوی صاحب اب تو آپ کو "لایختص" کا فرق بھی سوجھ گیا کہ لفظ ومفہوم وہی ہیں، فقط کفر واسلام کا فرق ہے، عبارت علما میں "لایختص" مقال کفار کا اظہار، اور پلید وبلید رسلیا والے کی عبارتوں میں خود ان کی بکواس کفر پار، علما مسلمان ہیں اور یہ دونوں کفار، ادھر سوال ۴۸ رفلاسفہ اور ۴۹ واں رسلیا والے پر ٹھیک اتر گیا۔ اب پچاسواں آپ خود اتار لیجیے، اور اپنے ایسے عظیم رد کو اپنی سند بنانے پر ولید پلید اور سلیا والے بلید دونوں کی چاند پوری مار لیجیے، اور اس سے بھی کڑا چاہیے تو وہ پہلا عظیم حل دیکھیے جس نے ایک ہی سوال ۴۸ رفلاسفہ اور رسلیا والے دونوں پر اتار کر دکھا دیا، جس نے دونوں کا ایک رنگ کے کافر ہونا بتایا، یا جس نے آفتاب سے زیادہ روشن ثابت کر دیا کہ شروح مواقف وطوالع کی عبارتیں جس طرح فلاسفہ کی رد ہیں، بعینہ ایسے ہی خفض الایمان والے کے رد اشد ہیں، بلکہ ثابت کر دیا کہ وہ عبارتیں خفض الایمان والے پر کفار فلاسفہ سے بھی بڑھ کر غضب وقہر اللہ الاحد ہیں، جس نے بتا دیا کہ رسلیا والے کی چاند پوری کھجائی، کہ اسے ان عبارات علما سے استناد کی سوجھائی، مسلمانوں نے دیکھ لیا کہ اس کا یہ استناد اسی شامت کی ماری بکری کی مثال ہوا: جسے اس کا مالک جنگل میں ذبح کرنا چاہتا تھا اور چھری نہ تھی، بکری نے حسب عادت کھر سے زمین کھرچنی شروع کی، حسن اتفاق کہ کہیں دبا ہوا پٹھان کا چھرا نکل آیا، مالک نے بکری کو گھٹنے تلے دبایا، اور وہی چھرا اس کے گلے پر پھیر دیا، اب پڑی خرخر کر رہی ہے، خون کے فوارے چھلک رہے ہیں، تھوڑی دیر پاؤں پٹھپٹا کر دم توڑ گئی، اور عرب کے لیے "کالباحث عن حتفه بظلفه" مثل چھوڑ گئی۔

---

(۱) [سورۃ التوبة: ۱۱۰]

(۲) [صحیح البخاري، کتاب الصلاة، المجلد الأول]

(۳) [نهاية الأدب في فنون الأدب: ذكر خلافة القاهر بالله، ۲۳/۱۰۶]

www.waseemziyai.com

افسوس کہ ایمان سے کفر کر گئی بکری
آنکھیں تو نہ تھیں پہلے ہی اب مر گئی بکری

واقف نہ تھی اس شرح مواقف کے چھرے سے
گلے کے گلے جس کے تلے دھر گئی بکری

چوپائی نے اس غیب کا علم آہ نہ پایا
خود کھود کے اپنا ہی گلا چر گئی بکری

طالع میں مگر شرح طوالع کا اسد تھا
یوں جس کے سبب زیر غضنفر گئی بکری

تھی یاد کس اشرف کی غضب ہار گلے کا
مرتے ہوئے کرتی ہوئی خرخر گئی بکری

یہ تو رسلیا کی دسویں کیادی کی گت ہوئی، خدا کو ایک جان کر کہنا: کبھی خواب میں بھی شروح مواقف وطوالع کے یہ جلیل مطلب سوجھے تھے۔ آپ تو آپ، دھرم سے کہنا اپنے کسی بڑے کسی استاد سے بھی کسی مطلب کا ایسا عظیم وبسیط قاہر وباہر بیان سنا تھا، افسوس کہ کسی پاگل، کسی چوپائے نے اتنا علم غیب نہ پڑھا کہ ان عبارتوں کا نام لینا گلے پر الٹی چھری ہو جائے گا، جن کا سہارا پکڑتے ہیں، ان میں تیز خنجر بھرے ہیں، ڈوبتے کے بھاگ کمل کا باگ ہو جائے گا، ادھر وہ نو مکر، جعل، فریب، یوں تیرہ تین بارہ باٹ ہو ئے۔ سالہا سال آپ کی خاموشی، آپ کی بے ہوشی، پر پردہ ڈالے ہوئے تھی، بھرم بنا تھا، آپ کے اذناب چیخ پکار مچاتے تھے، کہ ہرگز ہرگز خفض الایمان کا یہ مطلب نہیں جو ''حسام الحرمین'' اور ''المعتمد المستند'' نے لکھا، اور علمائے کرام حرمین محترمین نے سمجھا، بے چارے جاہلوں کو احتمال ہوتا تھا کہ ہاں شاید کوئی ایسا ہی مطلب جناب کے شکم میں حلول کیے ہو جو مکہ ومدینہ تک اکابر علما نہ سمجھے، اور جو شاید خفض الایمان کا گلا کفر سے بچالے۔ اب کہ آپ کے حواریوں نے ابھارا، بھار کر، کونچیں مار مار کر دس برس بعد آپ کا دہن شریف کھلوا ہی چھوڑا، اور خود جناب نے اپنے شکمی مطالب وعذرات کا بھانڈا پھوڑا، کھل گیا کہ وہ حق نری شیخی اور تین کانے تھے، بس یہی مطلب نامراد تھا، جو یقینی کفر وارتداد تھا، جو عذر گڑھا، اس کا وبال آپ ہی کے سر پر پڑا، جوتا ویل جھاڑی، اس نے آپ کی بگڑی اور بگاڑی۔

کھل گیا سب پہ ترا بھید غضب تو نے کیا
کیوں تیرے منھ کا کھلا چھید غضب تو نے کیا

www.waseemziyai.com

خیر یہ تو مناظرانہ وار تھے، اب خیر خواہانہ معروض

آپ شروع بسط البنان میں فرماتے ہیں:

''میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا''

الحمد للہ کہ مضمون کو آپ خبیث مان چکے، اور یہ ہم نے آپ کو دکھا دیا کہ وہ آپ ہی نے لکھا اور اپنی خفض الایمان میں لکھا۔

آپ فرماتے ہیں:

''لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گزرا''

اور ہم نے آپ کو دکھا دیا کہ یہ خبیث مضمون آپ ہی کے دل وزبان وقلم کا ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

''میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا، چناں چہ اخیر میں عرض کروں گا''

اور ہم نے آپ کو دکھا دیا کہ نرا لزوم نہیں خفض الایمان میں یقیناً اسی کا التزام ہے۔ رہی آپ کی اخیر کی، چناں چہ اس نے آپ کے کفر پر اور جسٹری کر دی، ایک بھی بنائے نہ بنی۔

مریض کفر پر لعنت خدا کی
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

﴿فِی قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضاً﴾(۱)

آپ فرماتے ہیں:

''جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں''۔

جی! اور مضمون والے کو کیسا؟۔

آپ فرماتے ہیں:

''اور میرے دل میں کبھی اس کا خطرہ نہیں گزرا''

کہ یوں الٹی آفتیں گلے پڑیں گی جیسا کہ اوپر معروض ہوا، اور بیانات قاہرہ سے ہم نے ثابت کر دیا۔

آپ فرماتے ہیں:

''تو میری مراد کیسے ہو سکتا ہے''

---

(۱) [سورۃ البقرۃ: ۱۰]

www.waseemziyai.com

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دینے والا ہمیشہ نامراد ہے، نامرادوں کو مراد کہاں، اور رہی سہی جو زبانی ہلڑ کی تھی مراد آبادی ہزیمت اس پر بالکل پانی پھیر گئی۔

خیر یہاں تک تو نرے مکر کے ساتھ دن کے سورج سے مکرنا تھا، آگے حسام الحرمین کا کرّ اوران کہی کہلواتا اور خود آپ کا کفر آپ کے منہ قبولواتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

''جو شخص ایسا اعتقاد رکھے۔ یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے، میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی''۔

خدا کے لیے ''حسام الحرمین'' نے اور کیا زہر گھول دیا تھا جس پر آپ کے طائفہ نے وہ زمین سر پر اٹھائی تھی کہ ہائے کافر کہہ دیا، کافر کہہ دیا۔ جناب آپ تو خود خفض الایمان والے کو کافر کہہ رہے ہیں، کیا خارج از اسلام اور کافر میں آپ کچھ فرق سمجھتے ہیں۔ بلکہ للہ انصاف! حسام الحرمین نے تو اتنا فرمایا بھی نہ تھا کہ جو اعتقاد بھی نہ رکھے اور اس کے کلام میں اس کی صراحت بھی نہ ہو صرف اشارہ ہی نکلے وہ بھی کافر ہے، یہ آپ نے خود اپنے لیے اضافہ کیا، یعنی مسلمانی پر آئے تو پوری ہی گائے کھائیں۔ الحمد للہ حسام الحرمین کا سحر حلال آپ کے سر چڑھ کر بولا، خود آپ نے اپنی ڈبل تکفیر پر منہ کھولا، رہا یہ کہ ہمارا یہ مطلب نہ تھا، اسے ہر عاقل پہلے ہی جانتا تھا، آپ اردو بولے تھے نہ کہ گوروں کی انگریزی کہ اوروں کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔

اب بفضلہٖ تعالیٰ ''وقعات السنان'' نے آپ ہی کی سندوں سے آپ کا وہی مطلب ثابت کر دیا جسے آپ خود مان رہے ہیں کہ بے شک کفر ہے، بے شک توہین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے، پھر قبول کفر میں کیوں دیر ہے، اشاعت توبہ وایمان میں کیا ہیر پھیر ہے، ورنہ آپ کے اذناب کہ آپ کے دم سے بندھے ہیں ان کے کفر کا وبال بھی آپ ہی کے سر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ((فان علیك اثم الأریسین))(۱)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُم بِغَيْرِ عِلْمٍ أَلَا سَاءَ مَا يَزِرُونَ﴾(۲)

---

(۱) [عمدة القاري شرح صحيح البخاري: باب تقضي الحائض المناسك، ۳/۲۷٤]

(۲) [سورة النحل: ۲۵]

www.waseemziyai.com

والعیاذ باللّٰہ رب العلمین ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم.

الحمدللہ بسط البنان کے تمام عذرات بارد ہ کو گھر پہنچادیا، ایک حرف باقی نہ رہا، اب چلتے وقت کی اس کی پچھلی کچھ شکایتیں باقی ہیں، وہ قابل توجہ بھی نہ تھیں، مگران میں تازے کفر کیے ہیں، ان کی خاطر چند سوال اور سہی کہ باذنہ تعالیٰ ساٹھ کا عدد کامل ہوجائے، وباللہ التوفیق۔

سوال پنجاہ وششم:

(۱) رسلیا بولتی ہے: ''میں نے سنا ہے''

جی آپ کو دیکھنا کہاں نصیب۔ اُف رے تیرا بھولا بننا، سالہا سال سے ''المعتمد المستند'' کا نعرہ ''حسام الحرمین'' کی جھنکار شرق سے غرب تک، عجم سے عرب تک گونج رہی ہے، اور خود رسلیا اور رسلیا کے اکابر کی گردن تیغ تکفیر سے اڑ رہی ہے، مگر رسلیا کا وہ گہرا پردہ کہ اس نے آج تک کچھ نہ دیکھا، سو میں سے ایک ضرب کی اڑتی ہوئی بھنک کہیں کان میں پہنچ گئی، اس کا جواب دینے اٹھی۔

تھانوی صاحب! کیا آپ حلف سے کہہ سکتے ہیں کہ رسلیا والے نے المعتمد المستند، تمہید ایمان، حسام الحرمین، تینوں میں سے کوئی نہ دیکھی، یہ کہیے کہ سب دیکھیں اور سخت سے سخت پا کر آنکھیں میچ لیں۔

سورداسوں کا گلہ کیا ان کو دن بھی رات ہے
دیکھ کر بنتے ہیں گنگو ہی یہ کیسی بات ہے

(۲) فرض کردم کہ رسلیا کی دونوں بند ہیں، مگر حلف سے کہیے کہ تمام قاہر اعتراضوں میں ایک یہی اس کے کان تک پہنچا کہ جواب کے لیے خاص اسی پر منہ مارا۔ ہاں یہ کہیے کہ سنے سب مگر اپنے زعم باطل میں اسی پر کچھ ریز کی سکت پائی۔

(۳) جی ہاں کیا سنا ہے:

''یہ کہ میری دلیل کے مقدمات پر نقض کیا گیا ہے''۔

تھانوی صاحب! وہ دیکھیے: دروغ گورا حافظہ نباشد، وہ تقریر ذلیل جسے رسلیا کے ص ۴ پر صاف صاف دلیل مانا تھا کہ ''وہ عبارت دوسری دلیل کی ہے'' خصم کا وار بے پناہ دیکھ کر ص ۵ پر اسے منع وطلب دلیل گڑھ لیا کہ ''دلیل لانا ضرور ہے'' یعنی یہ ثابت کرنا چاہیے، جب من ہی من میں ٹھہرائی کہ اس قہر کا وقت گزر گیا، تیں ہی سطر بعد ص ۷ پر وہی اگلی ہانک پھر نکل گئی کہ ''میری دلیل'' تھانوی صاحب! رسلیا کی بوکھلاہٹ دیکھتے جائیے۔

(۴) جی ہاں کیا نقض کیا گیا ہے یہ کہ ''اس بنا پر چاہیے کہ آپ'' یعنی حضور اقدس سید عالم صلی اللہ

www.waseemziyai.com

تعالیٰ علیہ وسلم کو ’’عالم بھی نہ کہیں، مگر مجھ کو حیرت ہے کہ اتنا صریح فرق معترض کے خیال میں نہ آیا، یہ نقص اس وقت ہوتا کہ آپ کو عالم مطلق بعض علوم کی بنا پر کہا جاتا، آپ کو تو عالم خاص علوم عظیمہ مختصہ کی بنا پر کہا جاتا ہے‘‘۔

تھانوی صاحب! اس بد ذات رسلیا کی چوری اور سرزوری دیکھی۔ آپ تو مدح محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رد کے لیے حضور کے علوم عظیمہ جلیلہ مختصہ بے حد شمار کو اڑا کر مناط مدح صرف اتنی ذلیل بات پر ڈھالا کہ...

’’کسی نہ کسی بات کا علم جو دوسرے سے مخفی ہے‘‘ (خفض الایمان ص ۸)

’’گو وہ ایک ہی چیز ہو گو ادنیٰ ہی درجہ کی ہو‘‘ (بسط البنان ص ۴)

اور اس پر جو اس کے خصم نے نقض کیا تو الٹا اسی پر تھوپتی ہے کہ

’’اتنا صریح فرق خیال میں نہ آیا‘‘

کیا آپ اس سے نہ فرمائیں گے کہ مسخری! خیال میں تو تیرے نہ آیا، تیرے خصم نے تجھے سکھایا، وہ دیکھ حسام الحرمین ص ۲۳ر پر

’’اس کا قول کہ خیال کرو، اس نے یعنی رسلیا والے نے کیوں کر ایک دو حرف جاننے اور ان علموں میں جن کے لیے حد نہ شمار کچھ فرق نہ جانا، تو اس کے نزدیک فضیلت اس میں منحصر ہو گئی کہ پورا احاطہ ہو، اور فضیلت کا سلب واجب ہوا ہر اس کمال سے جس میں کچھ بھی باقی رہ جائے تو غیب وشہادت کی کچھ تخصیص نہ رہی، مطلق علم کی فضیلت کا سلب انبیا علیہم الصلاۃ والسلام سے واجب ہوا‘‘ بے ایمان مکارہ، یہ نقض تھا کہ فرق بتا کر تیرے فرق نہ کرنے ہی پر اوتارا، اب الٹا تو اس فرق نہ کرنے کو اپنے خصم ہی پر تھوپتی ہے۔ ہندی مثل تو یہاں اور تھی مگر یہی سہی کہ ’’الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے‘‘۔

(۵) رسلیا کہتی ہے: ’’اور اس میں یہ مقدمات جاری نہیں‘‘

مت کٹی! کیوں نہیں جاری؟۔ تو نے علم کی دو ہی قسمیں تو کیں، اور یہ یقیناً قسم اول محیط کل نہیں، تو قطعاً اسی قسم دوم علم بعض میں داخل، جسے تو کہتی ہے کہ...

’’بعض مراد تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ایسا علم غیب تو ہر مجنون بلکہ جمیع بہائم کے لیے بھی حاصل‘‘ دیکھ سوال ۱۷، ۱۹، ۳۲ وغیرہا۔

(۶) ساڑھے چار صفحہ کی رسلیا ہے ضرور بڑی پانچ آبی، سمجھی کہ یہ وہی مصیبت ہے جو رسلیا والے پر اس فرق کے بھلانے سے پڑی، خصم پھر منہ میں پتھر دے دے گا کہ علوم غیب سے محمد رسول اللہ صلی اللہ

www.waseemziyai.com

تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح سن کر حضور کے علوم عظیمہ جلیلہ مختصہ بے شمار کیوں بھلا کر وہ کھلا ملعون کفر بک بیٹھی ،تو اس زخم نامندمل کے بھرنے کو پھر اپنی آٹھویں عیاری یاد کرتی ہے کہ

''اس جواب کا بطلان اوپر شق مذکور میں اشارۃً گزر چکا ہے''

جی :اور اس پر سوال ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۲، ۴۳، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰ وغیرہا میں جو بے بھاؤ کی بے گنتی بے شمار پڑیں وہ بھی یاد ہیں یا نہیں؟۔اف ری رسلیا تیرا بھولا پن خون پوچھتی جا اور کہہ خدا جھوٹ کرے۔

سوال پنجاہ وہفتم:

رسلیا آگے کہتی ہے:

''دوسرے اس جواب سے بھی قطع نظر کی جائے تب بھی غایت مافی الباب ایک علمی سوال ہوگا، جس کا اہل علم سے تعجب نہیں''

تھانوی صاحب! آپ اس کافرہ فاجرہ کی کفر شنیع پر جرأت بے باکی ڈھٹائی ملاحظہ کریں، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسی شدید ناپاک گالی دینے کو کیسا ہلکا ٹھہراتی ہے کہ

''ایک علمی سوال ہے جس کا اہل علم سے کچھ تعجب نہیں''

اے سبحان اللہ! وہ فرق جو خدا کا دھرا سر پر سوجھانے سے سوجھا تھا، کہ کہاں پاگلوں چوپاؤں کا ایک آدھ ذلیل بات جان لینا، اور کہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم عظیمہ جلیلہ مختصہ بے حد و بے شمار۔ اب اس سے خود قطع نظر کر گئی، تو علم اقدس اور ہر پاگل ہر چوپائے کے علم میں اب سوا مساوات کے کیا رہا، وہ بکنا کہ...

''اس میں حضور کی کیا تخصیص ایسا علم غیب تو ہر ول بلکہ جمیع بہائم کے لیے ہے''۔

اب اسی کے منہ صاف صاف وہی بات ہوگئی یا نہیں جو در بھنگی صاحب نے آپ سے پوچھی کہ...

''آپ نے حفظ الایمان میں اس کی تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا علم جیسا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے ایسا ہر بچے پاگل بلکہ ہر جانور ہر چوپائے کو ہے''۔

(۲) اب آپ کی وہ جھوٹی توبہ، تلا کہ...

''میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا، میرے قلب میں بھی اس کا خطرہ نہ گزرا، میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم میں نہیں آتا''

صریح جھوٹ ہوگئی یا نہیں؟۔

www.waseemziyai.com

(۳) اب آپ کا وہ مجبوری کا حکم کہ...

''جو ایسا اعتقاد کرے یا بلا اعتقاد اشارۃً کہے اس کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں، وہ تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی''۔

آپ ہی کے صاف اقرار سے آپ پر پورا اتر گیا یا نہیں؟۔

تھانوی صاحب! قسمت کا کفر کہاں جائے، بے گناہ زید وعمرو کا خون سر چڑھ کر بولتا ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دینا کہ کروڑوں بے گناہوں کے قتل سے کروڑوں درجہ بدتر ہے، کیوں کر آپ کے سر چڑھ کر نہ بولتا۔

کہیے اب تو آپ کے ہر عذر معمولی کی گلی بند ہوئی، اس کفر کا اقرار ص کر لیا۔ قائل کے کافر ہونے کا اقرار ص۳ پر دے چکے۔ اب کیا خود اقراری کافر مرتد ہونے کے لیے اس کے منتظر ہو کہ کسی دن یہ لکھ دو کہ...

''اشرفعلی ولد فلاں پسر فلاں تھانہ بھون کا رہنے والا کافر مرتد ہے''

یوں تو آج تک ابلیس نے بھی نہیں قبولا ہے۔

تھانوی صاحب! حسام الحرمین کی بحمد اللہ تعالیٰ زندہ کرامت دیکھی، کیسا آپ کا گلا دبا کر، آپ کی ہر گلی بند کر کے، مجبورانہ آپ کے منہ سے قبولوا دیا کہ...

''بے شک بے شک اشرفعلی تھانوی کافر''

تھانوی صاحب! کیا اب بھی ایمان نہ لاؤ گے؟۔ کہاں ہیں تھانوی صاحب کے حمایتی کہ انہیں کفر سے بچانے کو اپنا پیٹ پھاڑے مرے جاتے تھے، اب اپنا سر پھوڑ کر مریں، کہ تھانوی صاحب بلا تاویل بے پھیر پھار اپنے آپ کو کافر مان چکے ہیں، اب مدعی سست گواہ چست کی نہیں بدی، تم سب بھی تھانوی صاحب کے کفر کا کلمہ پڑھو، اور صاحب حسام الحرمین کے دست حق پرست پر بیعت کر کے ایمان لاؤ، الٰہی توفیق دے۔

(۴) تھانوی صاحب! وہ اقراری کفر تو الگ رہا، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایسی شدید گالی کو جسے خود لکھ رہے ہو کہ...

''تنقیص ہے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی''

ایسا ہلکا سمجھنا کہ ایک علمی سوال ہے جس کا اہل علم سے کچھ تعجب نہیں، خود کیا دوسرا ڈبل کفر نہیں؟۔

تھانوی صاحب! بینوا توجروا

www.waseemziyai.com

(۵) آگے رسلیا کف افسوس ملتی ہے کہ...

''اہل علم کی یہ سنت مستمرہ ہے کہ علمی گفتگو کی جائے، افسوس تو جاہلانہ وسوقیانہ سب وشتم اور رمی بالکفر اور کھینچ تان کر بہتان باندھنے کا ہے''۔

تھانوی صاحب تیسرا کفر مبارک، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یوں ٹھنڈے دل سے گالیاں دو جن کو خود بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین اور ان کے قائل کو اسلام سے خارج قبول کرو۔ وہ تو عالمانہ مہذب گفتگو ہوئی، اور گالی دینے والے شقی کافر کو مسلمان برا کہیں تو یہ جاہلانہ بازاری گفتگو ہے۔

(۶) تھانوی صاحب! جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دینے والے پر حکم کفر باطل ماننا، اور اسے رمی بالکفر و بہتان سے تعبیر کرنا (یعنی مسلمانوں نے اس گالی دینے والے پر ناحق جھوٹ کفر پھینک مارا، وہ تو ہٹا کٹا مسلمان ہے) کیا یہ آپ کا چوتھا کفر نہیں۔

(۷) جانے دو، جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دی، جس کا توہین شان اقدس ہونا تمہیں خود مسلم، وہ تمہارے دھرم میں مسلمان ہے یا کافر؟۔ اگر مسلمان ہے تو تم اسے خارج از اسلام کہہ کر مسلمان رہے یا کافر ہوئے؟۔ اور اگر کافر ہے تو تم اس کی تکفیر کو ناحق بہتان ورمی بالکفر کہہ کر مسلمان رہے یا کافر ہوئے؟۔

(۸) یہیں آپ نے اسے ''جاہلانہ ومعاندانہ'' جدال کہا ہے، کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دینے پر جو مسلمان تکفیر کرے وہ جاہل ہٹ دھرم ہے؟۔ یہ آپ کا پانچواں کفر ہے۔

(۹) یہیں ''اس کا انتظام خدا کے سپرد'' کر کے یہ ٹھہرایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو گالی دینے والے سے راضی ہے، اور جو گالی دینے والے ملعون کو برا کہے اس پر غضب کرتا، اسے عذاب دیتا ہے۔ یہ آپ کا چھٹا کفر ہے۔

(۱۰) یہیں آپ نے دشنامی خبیث کی تکفیر کو لغویات کہا ہے، یہ آپ کا ساتواں کفر ہے۔

(۱۱) یہیں آپ ایک مصرع می سرایند ع

با خدا داریم کار و با خلائق کار نیست

مسلمان تو یہاں اور معنی لیتے ہیں جسے میں ثابت کردوں گا کہ وہابیہ کو منظور نہیں، آپ کے یہاں واقعی عموم اپنے ظاہر پر ہے، اور خلائق میں انبیا وسید الانبیا علیہم افضل الصلاۃ والثنا بھی داخل، واقعی حضور سے آپ کو کام ہوتا تو یہ پاگلوں چوپایوں والی سڑی گالی یونہی دیتے، مگر یہ تو فرمائیے کہ خدا سے آپ کو کیا

www.waseemziyai.com

کام ہے، گنگوہی صاحب نے اسے کاذب کہا، آپ انہیں امام جانیں، یہ آپ کا اٹھواں کفر ہے۔

(۱۲) گنگوہی صاحب نے ابلیس کو اللہ کا شریک مانا، آپ انہیں پیشوا مانیں، یہ آپ کا نواں کفر ہے۔

(۱۳) اسمٰعیل دہلوی صاحب نے مکان وزمان وجہت سے اس کی تنزیہ کے اعتقاد کو گمراہی وبدعت بتایا اور دہلوی صاحب کے اس قول پر گنگوہی صاحب نے جب تک یہ نہ جانا تھا کہ یہ امام الطائفہ کا قول ہے صاف حکم ''یہ کفر ہے'' لگایا، اور اسی تکفیر اسمٰعیل پر آپ نے بھی ''الجواب صحیح'' جمایا۔ جب معلوم ہوا کہ ہائے یہ تو ایذاء الحق من الطائفہ کا قول ہے، اسی اپنے اقراری کافر کے ساتھ ہو لیے اور خدا کو چھوڑ دیا، یہ آپ کا دسواں کفر ہے۔

ان تین میں اگلے دو کا بیان حسام الحرمین شریفین میں آپ دیکھ چکے، او[illegible]ے کے بیان میں تو مستقل رسالہ ''دیوبندی مولویوں کا ایمان'' طبع ہوئے تیسرا سال ہے، اور آج تک لاجواب ہے، اور بعونہ تعالیٰ ہمیشہ لاجواب رہے گا، یہ آپ کو خدا سے کام ہے۔ ''تفو بادا ے چرخ گرداں تفو'' نصیحت:

تھانوی صاحب! آپ نے دیکھا کفر کی مدد کرنے والا اور بڑھ کر کفر در کفر بر کفر میں پڑتا ہے۔ تھانوی صاحب ابھی آپ کی سانس کا ڈورا چل رہا ہے، اپنے کلام کو کفر مان چکے، اپنے آپ کو کافر مان چکے، اب ایمان لانے، مسلمان ہونے، اپنے جدید اسلام کا اعلان کرنے، پھر زوجہ شریفہ راضی ہوں تو ان سے جدید نکاح کرنے، میں کیا عذر ہے۔ ہم تمہارے بھلے کی کہتے ہیں:

﴿وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (۱)

لطیفہ: ہم کہیں گے انصاف کی، تھانوی صاحب نے تو یہ رسلیا اپنی تکفیر میں لکھی ہے۔ ص ۷ پر بلا تاویل اپنا کفر مان لیا۔ ص ۳ پر بلاشبہ اپنے آپ کو خارج از اسلام کہہ لیا۔ پھر کیا یہیں اس اقراری ڈبل کفر کو اسلام بنا کر کفر پر اتنے کفر اور اوڑھیں گے۔ تھانوی صاحب کو کیا پاگل سمجھ لیا ہے۔ نہیں نہیں بلکہ ان کی سطروں کا مدعا ہی اور ہے۔ وہ تو ان کا کلام ایسا ہی دقیق ہوتا ہے۔ خفض الایمان کی چند سطری واضح بات کا مطلب تمام حرمین شریفین کے علمائے کرام نہ سمجھے۔ بسط البنان کی ان بستہ پہیلیوں کا مطلب سمجھ لینا کیا آسان ہے۔ ہاں ہم سے شرح سنیے، اپنے ڈبل کفر پر رجسٹری کر کے فرماتے ہیں:

''اہل علم کی یہ سنت مستمرہ ہے کہ علمی گفتگو کی جائے''

یعنی: جس خبیث نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دی ہو اس کی تکفیر کی جائے،

---

(۱) [سورۃ آل عمران: ۹۷]

www.waseemziyai.com

جیسے حسام الحرمین وعلمائے حرمین نے کی۔

گالی دینے والا جب جواب سے عاجز آئے، اور اپنا کفر سمجھ لے، اقرار کردے، جیسا مجھ تھانوی نے ٹھنڈے جی تسلیم کرلیا۔

اس کا کیا افسوس ہوتا، یہ تو خوشی کی بات ہے کہ حق قبول کیا، اور اس کا بھی چنداں افسوس نہیں کہ دس برس کامل ضربات کھاتا اور چپکا رہا کہ یہ سال سمجھنے میں گزرے،

ع نکو گوا گر دیر گوئی چہ غم

''ہاں افسوس تو اس جاہلانہ اور سوقیانہ سب وشتم کا ہے'' جو ناشدنی خفض الایمان میں اللہ واحد قہار کے حبیب مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں مجھ تھانوی بدنصیب کے قلم سے نکلی۔

افسوس تو تلفظ اور رمی بالکفر کا ہے، کہ کیوں اس ناپاک زبان سے ایسا ملعون کفری بول پھینک مارا، رمی ولفظ مترادف ہیں۔

اور پھر بڑا افسوس اپنی ہٹ دھرمی، اور کہہ مکرنی، اور ناحق کھینچ تان کہ خود اپنے اوپر بہتان باندھنے، چپٹے جوڑنے، جیتی مکھیاں نگلنے، کا ہے، کہ صراحۃً تو خفض الایمان میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ یقینی قطعی بڑی گالی دی، اور اپنے یار سے ملی بھگت کا سوال کرا کے وہ بہتان اپنے ہی اوپر باندھے کہ...

''میں نے یہ خبیث مضمون نہ لکھا، میرے قلب میں اس کا خطرہ نہ گزرا، میری کسی عبارت سے لازم بھی نہیں آتا'' میں تھانوی رہ رہ کر اپنے ملعون کو تکون پر پچھتاتا ہوں کہ آپ ڈوبا ہی تھا اپنے اذناب کو بھی گہرے میں ڈبویا، دونوں جہاں سے کھویا، خیر صبح کا بھولا شام کو آیا۔

اور اب خود اپنے کفر کا اقرار کر کے اپنے اذناب کو ہدایت کرتا ہوں کہ خفض الایمان کی اب ہرگز حمایت نہ کریں، وہ کفر ہے اس کی حمایت سے تم بھی کافر ہوئے، لہذا چلتے وقت یہ چند کلمات بطور وصیت نامہ لکھ دیے کہ شاید تمہارا کفر دفع ہو، مقصود اس مقام پر اسی کا دفع کرنا ہے جو بحمداللہ میرے اقراروں سے بوجہ احسن حاصل ہوگیا۔ اور اس پر بھی اگر مجھ تھانوی کے اذناب کو خفض الایمان جیسے کفرنامہ کی حمایت سے زبان اور قلم کو روکنا پسند نہ ہوگا، میں تھانوی صاحب کہ کفر سے نکلنے پر آیا ہوں، پھر خفض الایمانی کفر میں اذناب کا مجھے سانا بند نہ ہوگا، تو اس کا انتقام خدا کے سپرد، وہی مجھ تھانوی کے اذناب کی دم کاٹے، جو مجھ نکلے ہوئے کو پھر گھسیٹے دیتے ہیں، میں تھانوی بہت دنوں سے ان اقراروں کا قصد رکھتا تھا، مگر میرے اذناب بدزبان بدلگام نہایت ناپاک الفاظ سے حسام الحرمین شریف وعلمائے کرام کو یاد کرتے تھے، جن

www.waseemziyai.com

ملعون کلمات کو دیکھتے ہوئے مجھ تھانوی کا کلیجہ ہلتا تھا، کہ ایک تو اللہ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دی، اوپر سے چوری اور سرزوری، جو پاکیزہ کلام اور ان کا غلام ان کی شان اقدس کی حمایت کرے اس پر یوں گالیاں برسیں، اس لیے اب تک میں نے ایسی لغویات، اذناب مخذولین کے جواب کی طرف التفات نہ کیا، کیوں کہ مجھ تھانوی کے اذناب پکے ہٹ دھرم بے ایمان ہیں، مجھے یہ امر تجربہ سے معلوم ہے، میرا ان کا رات دن کا ساتھ ہے، اس پر کوئی معتد بہ نفع مرتب نہ ہونے کی وجہ سے ان کو ہدایت نہ کی، کہ اس کو محض اضاعت وقت سمجھتا ہوں۔ اب جو آپ دربھنگی صاحب مجھ تھانوی کے یارغار، میری بے کسی میں میری ڈھال نامددگار، بے میری توکیل کے میرے وکیل، بے اختیار نے اپنی اس ناپاک فحش بے باک روش سے عدول کر کے بھلے مانسوں کے طریقہ کے موافق حسام الحرمین شریف اور میرے سچے ہادی حقیقی مرشد اعلیٰ حضرت مجدد المائۃ الحاضرہ کا نام پاک ادب سے لے کر مجھ سے پوچھا، میں نے اپنے معلومات ظاہر کر دیے، کہ واقعی خفض الایمان میں یقینی قطعی کفر ہے، اور اس کا مصنف بے شک خارج از اسلام ہے، بلکہ جو خفض الایمان میں صراحۃً اعتقاداً ہے اگر کوئی بلا اعتقاد و بلا تصریح اشارۃً بھی ایسا کہے وہ بھی کافر ہے۔ رہا یہ کہ مجھ تھانوی سے کہیے کہ پھر تم مسلمان کیوں نہیں ہوتے، اس کا جواب کافر شیخ کی طرف سے مومن خان دے گیے ہیں کہ..

عمر ساری تو کٹی عشق بتاں میں مؤمن
آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہوں گے

غرض یہ کہ...ع من نکردم شما حذر بکنید

تھانوی صاحب! دھرم سے کہنا آپ کی ان سطور کی یہ کیا پاکیزہ شرح ہے جس سے بہت سے کفر آپ پر سے اٹھ گئے، بہت سے تناقض مٹ گئے، آپ کی اگلی پچھلی مطابق ہوگئی، اس نفیس تاویل کا احسان تو نہ مانیے گا۔

تمہارے سر پہ جو تاویل کا یہ ٹوپ رکھا ہے
نہ پھیکو اس کو چھیں کہہ کے اگر مانو اچھا ہے

سوال پنجاہ وہشتم:

تھانوی صاحب! رسلیا کی کلابازیاں ملاحظہ ہوں، خصم کے کرّے وار کی گھبراہٹ میں سب کچھ تو ان کہی بول گئی، اپنی کھلی تکفیر پر منہ کھول گئی، اب پیٹ میں چوہے دوڑے کہ ہے ہے لوگ کہیں گے: ہاری جھک ماری اپنے اگلے دھرم کی گردن اتاری، لہذا یہ پیش بندی کرتی ہے: اس سے یہ شبہ بھی نہیں ہوسکتا ہے

www.waseemziyai.com

کہ اب تک کیوں نہیں لکھا، شاید اب رجوع کرلیا ہو۔

تھانوی صاحب! آپ نے دیکھا کہ جو کچھ خفض الایمان میں لکھا تھا اسے صاف کہہ دیا: کفر ہے۔اس کے قائل کو صاف لکھ دیا: اسلام سے خارج ہے۔اس سے بڑھ کر اور کوئی رجوع متصور ہے؟۔ ہاں یہ کہیے کہ ﴿هُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ﴾ (۱)

امر دیگر ہے، مانیں اور مکریں:

﴿وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ﴾ (۲)

میں تو دل وزبان مختلف تھے، یہاں سانپ کی سی زبانیں ہی دو ہیں، ایک سے اقرار، ایک سے انکار۔

خلاصہ یہ کہ ایمان لانا کسی طرح منظور نہیں، تو اتنی بات کے لیے یہ تکلیف کیوں فرمائی، یہ تو پہلے ہی سے معلوم تھا کہ ((ثم لا یعودون)) صادق مصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ دین سے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے، پھر لوٹ کر نہ آئیں گے، رجوع نہ کریں گے۔

یہود کو فرمادیا:

﴿وَلَا يَتَمَنَّوْنَهُ أَبَداً بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ﴾ (۳)

کبھی موت کی تمنا نہ کریں گے۔

یہودی کو کاٹ ڈالو ہرگز آرزوئے مرگ نہ کرے گا۔آپ حضرات کو فرمادیا ہے:

((ثم لا یعودون)) پھر رجوع نہ کریں گے

وہی دیکھیے سب کچھ کہہ کہلا کر پھر آپ کو رجوع سے انکار ہے، العزۃ للہ. ارشاد اقدس میں کہیں فرق پڑ سکتا ہے، کیوں تھانوی صاحب ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم غیب کیسے سچے ہیں: ﴿آمَنَّا بِهِ﴾ (۱) والحمد لله رب العلمين

سوال پنجاہ ونہم:

رسلیا کہتی ہے: ''سو وجہ نہ لکھنے کی یہی تھی کہ کسی نے بھلے مانسوں کی طرح پوچھا ہی نہ تھا''۔

(۱) تھانوی صاحب! بھلے مانس تو کاشی پور میں بستے ہیں، یا تھانہ بھون میں۔ دربھنگی بھی بھلے مانس نہیں کہ انہوں نے بھلے مانسوں کی طرح پوچھا نہ کہ خود بھلے مانس ہوں۔ خیر یہ تو آپ جانیں یا وہ،

---

(۱) [سورة الأنعام: ۲٦] (۲) [سورة النحل: ۱٤]

(۳) [سورة الجمعة: ۷] (٤) [سورة آل عمران: ۷]

www.waseemziyai.com

آپ کی خانگی باتوں میں ہمیں کیا دخل، مگر خدا کو ایک جان کر یہ تو فرمائیے کہ آٹھ سال ہونے آئے، جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ کو جو معززین شہر بیس سوال آپ کی خدمت میں لے کر گئے اور آپ نے ایک نہ ہزار نہ

''معاف کیجیے میں اس فن میں جاہل ہوں اور میرے اساتذہ بھی جاہل ہیں، جو شخص تم سے دریافت کرے اسے ہدایت کرو، طبیب کا کام نسخہ لکھ دینا ہے، یہ نہیں کہ مریض کی گردن پر چھری رکھ دے کہ تو پی، تم اپنی امت میں سب کو داخل کرلو، میں جو کہہ چکا وہی کہوں گا، مجھے مقتول معقول بھی کر دیجیے تو وہی کہے جاؤں گا، مجھے معاف کیجیے آپ جیتے اور میں ہارا''۔

یہ سخت اضطراب کے کلمات کہہ کر پیچھا چھڑایا، دوبارہ رجسٹری کر کے آپ کو بھیجے، آپ نے منکر ہو کر واپس دیے، سہ ماہ رسالہ ''ظفر الدین الجید'' میں چھاپ کر حاضر کیے، آٹھ برس سے لاجواب ہیں، خدا کو ایک مان کر دھرم دھرم سے بتائیے کہ ان میں کون سا لفظ کرّا۔ یا آپ کی ساختہ تہذیب کے خلاف تھا۔

آپ نہ بتائیں تو بطش غیب (۱۳۲۳ھ) طبع ہو کر آٹھ سال سے شائع ہے، اور مکرر طبع ہوا، مسلمان اس میں سوالات مذکورہ کی نقل ملاحظہ فرمائیں کہ ان میں کون سا حرف، کون سا لفظ تھانوی صاحب کی شان میں بٹا لگاتا تھا، جسے فرماتے ہیں: کسی نے بھلے مانسوں کی طرح پوچھا ہی نہ تھا۔

تھانوی صاحب! ایسے عالم آشکار واقعہ میں اتنا سفید جھوٹ، کیا یہ آپ کو اچھا لگتا ہے۔ یا آپ کی گھریلو شریعت میں روا ہے؟۔ یہ کیوں نہیں کہتے کہ جی بھر کر کفر بکا تھا، منہ بھر کر اللہ و رسول کو بے نقط سنائی تھی، اب جو مسلمانوں نے آڑے ہاتھوں لیا، چھکے چھوٹ گئے، سینے ٹوٹ گئے، تیور پھٹ گئے، دم الٹ گئے ''معاف کیجیے، معاف کیجیے، آپ جیتے میں ہارا''۔

ع لب نازک سے صدا آنے لگی بس بس کی

(۲) ہم آپ کی مان لیں یوں ہی سہی کہ دنیا کے پردہ پر نہ وہ سوالات پیدا ہوئے، نہ معززین نے آپ کے ہاتھ میں دیئے، نہ پھر رجسٹری ہو کر گئے، نہ پھر طبع ہو کر شائع ہوئے۔ یا یوں سہی کہ وہ بھی آپ کے یہاں کے اصطلاحی بھلے مانسوں کی طرح نہ تھے، کہ ان میں آپ کی دربھنگی دو ورقیوں کی طرح نٹنیوں منہاریوں کے مہذب بول تھے، نہ آپ کی اجودھیا باشی شہاب ثاقب کی طرح رنڈیوں بھٹیاریوں کے پھکڑ تھے، نہ آپ کی لال کتبیا ''سیف السنقی'' کی طرح غلیظ فحش، ابلیسی فحش، قانونی فحش تھے، یہ سب اس سے بڑھ کر، اور جو چاہو ٹھہرالو۔ ذرا کسی غیرت دار باحیا سے پوچھیے کہ ایک ملا کہلانے والے کی چاند پر دس سال کامل ڈبل تکفیر والا ہر وقت برسے، شرق سے غرب تک، عجم سے عرب تک اس کے کفر کفر کا چرچا پھیلے، اور وہ چپ کا دم سادھے پڑا رہے، کہ کفر کا الزام عظیم قائم ہے ہونے دو، بھلے مانسوں کی طرح کوئی

www.waseemziyai.com

پوچھے تو اپنے اوپر سے کفر اٹھائیں، مسلمانوں کو ایک اچھوتی اسلام ورزی پر الزام کفر کے گناہ عظیم سے بچائیں، نہ اپنے ایمان کا غم، نہ اپنی چاند کی فکر، نہ مسلمانوں کو اس عظیم کبیرہ میں پڑے سے روکنے کی ضرورت، یہ سب اوڑھے پڑے ہیں، اس لیے کہ کسی نے بھلے مانسوں کی طرح نہ پوچھا۔

اُف ری تیری سمائی، اس سے لاکھ درجے ہلکا الزام کسی دنیوی یا خانگی بات پر گرتا تو چیخ پڑتا، کچہری تک پہنچتا، یہاں کچھ جان ہوتی تو یہی سکوت برتا جاتا۔

ع نطق کا حوصلہ معلوم ہے بس جانے دو

(۳) یہ بھی جانے دو، بھل منسی کی پوچھنے والے تو تمہارے گھریلو پالتو تھے، جیسے اب دس برس کی کمیٹی میں یہ سوادوورتی نکالنے کو درجنگی سے پوچھوائی، دس برس پہلے پوچھوا لیتے تو کیا تھا۔

معلوم ہوا کہ سب جھوٹی ملعون بناوٹیں ہیں، دس برس تک تمام طائفہ بھر کی سمجھ میں کچھ آیا ہی نہیں، نا چار اوپر کا سانس اوپر، نیچے کا نیچے، اب دس برس بعد کچھ سوجھی تو اپنے اصطلاحی بھلے مانسوں سے پوچھوا کر سوادوورتی چمکی، جو یوں گلے پر الٹی چھری ہوئی۔ وللہ الحمد

کیوں تھانوی صاحب! دھرم سے کہنا یہ کتنا ٹھیک ہے۔

سوال ششم:

تھانوی صاحب! رسلیا کی چک پھیریاں تو گوہر کو بھی مات کر گئیں، اب مسلمانوں کے چھلنے کو پھر کاوا کاٹتی ہے کہ...

(۱) ''میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ ہمیشہ سے آپ کے افضل المخلوقات فی جمیع الکمالات العلیۃ والعملیۃ ہونے کے باب میں یہ ہے:

ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

تھانوی صاحب! وہ خفض الایمان والے پاگل اور چوپائے کہاں گنوائے جن سب کو معاذ اللہ علم غیب میں (دشمنان) بندگان حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہم سر کر دیا تھا، بسط البنان نے اپنے جواب آخر میں علوم عظیمہ مختصہ کا فرق بھی قطع نظر کی گردش چشم میں اڑا دیا تھا۔

(۲) وہ آپ کے بزرگ گنگوہی والا شیطان کیا انہیں کے ساتھ دفن کر دیا جسے فرمایا تھا:

''شیطان کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے''

خیر اس کا تو یہ جواب دے بھی سکتے ہو کہ گنگوہی صاحب نے اسی عبارت میں ابلیس کو خدا کا شریک مانا ہے، اور خدا کا شریک نہ ہوگا مگر خدا، اور ہم نے حضور کو جدا از خدا بزرگ کہا ہے، تو خدا کے رسول

www.waseemziyai.com

سے ابلیس کا بڑھ جانا موجب اعتراض نہیں بلکہ ضرور ہے، مگر آپ پاگل، چوپائے، بچے سب کو برابر کر چکے، اس کا جواب کیا ہوگا؟ کیا یہ سب بھی آپ کے یہاں خدا ہیں۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم الحمد للہ

مسماۃ ''بسط البنان'' کی سب نزاکتوں کی کامل ناز برداری ہوگئی، بفضلہ تعالی اول تا آخر کوئی حرف نہ بچا سوا ان چند سطروں کے جن میں مسئلہ علم غیب پر کچھ ریز کی ہے کہ اس پر مستقل رسالہ بعونہ تعالیٰ ہدیہ ناظرین ہوگا۔ وباللہ التوفیق

تنبیہ:

یہ بظاہر ساٹھ اور معنیٰ ایک سو بتیس (۱۳۲) سوال: اور حقیقۃً سراشرف جناب تھانوی صاحب پر قہر الٰہی کے ایک سو بتیس (۱۳۲) جبال ہیں کہ اخیر کے بیس سوالوں میں اکثر متعدد نمبروں پر مشتمل زائد نمبروں کی فہرست یہ ہے، سوال ۴۱، زیادت ۴۔ سوال ۴۲، زیادت ۶۔ تو یہ بیس حقیقۃ بانوے ہیں، اور اگلے چالیس مل کر ایک سو بتیس پہلے سوالات میں بھی بعض جگہ متعدد نمبر ہیں مگر یہ خاص اہتمام مسماۃ کی دسویں کیادی نے کرایا کہ اسی پر اس کے حواری جواری خواری کو بڑا ناز تھا پہلا عشرہ ''تحذیر الناس'' کا ستیاناس تھا، اس پر مستقل حشر کتاب مستطاب ''اشد الباس علی عابد الخناس'' ۱۳۲۸ھ۔ پھر کتاب لاجواب ''القشم القاصم للداسم القاسم'' (۱۳۳۰ھ) میں ہے، یہاں اسطراداً سے مختصر سا ذکر کر دیا کہ مدرسہ دیوبند کی آئی تحریر جو اس رسالہ مبارکہ "وقعات السنان الی حلق المسماۃ بسط البنان" (۱۳۳۰ھ) کی محرک ہوئی اس میں ''تحذیر الناس'' کو بھی ذکر کیا تھا، یا یوں سمجھیے کہ وہ عشرہ شروع مقصود کی بسم اللہ سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم کی جگہ ہے۔ نہیں نہیں بلکہ بسط البنان مخزن انجاس گوناگوں ہے، اس میں دخول سے پہلے ''اعوذ باللہ من الخبث والخبائث'' کہنا مسنون ہے۔ بہر حال خاص بسط البنان پر دو اور پر تین اربعین یعنی ایک سو بائیس (۱۲۲) شدید و متین۔ والحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی خاتم النبیین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین والحمد للہ رب العالمین

سچا قطعی فیصلہ اور جناب تھانوی صاحب کو آخری بلاوا

جناب وسیع الالقاب غصہ جانے دیں، اگر کوئی لفظ ہمارا آپ کو برا لگا ہو معاف کریں، یہ خوب سمجھ رکھیے کہ اب آپ کی خاموشی کا پردہ چاک ہوگیا، پہلے تو جاہلوں کے نزدیک آپ کی چپ کا بھرم بنا تھا کہ خدا جانے بولیں تو کیا بولیں، ممکن کہ جواب دے کر خفض الایمان کی قسمت کھولیں، اب جو سوا دو ورقی بسط

www.waseemziyai.com

البنان لکھ کر بول دیے، اپنے دھرتک کے سب پردے کھول دیے، معلوم ہوگیا کہ آپ کے پاس کچھ جواب نہیں، سوااس کے کہ اپنے کفر پر اور رجسٹری کردی، اپنے خارج از اسلام ہونے کی قبولیت لکھ دی، بلکہ ایک کفر پر چھ اور بڑھا کر اپنے کفر کے یکہ میں اپنا چھکڑا جتوا کر اپنے بچاؤ کی گلی اور تنگ کرلی۔

اب آپ کی خاموشی کو کوئی جاہل بھی تغافل کی گدی نہ مانے گا، بلکہ صراحۃً آپ کے عجز کے منہ میں بھاری پتھر کی ڈاٹ جانے گا، کہیے یہ بہتر یا حق کا قبول، جو خلق کو پسند خالق کو مقبول، لہذا اس ایمانی معاہدہ کی طرف آپ کو دعوت ہے جس کی ابتدا ہم خود کریں، ہم سچے دل سے اقرار کرتے ہیں کہ اگر آپ نے ان سب سوالوں کا جدا جدا معقول جواب لکھ دیا جس میں نہ اڑان گھاتی ہو، نہ نمبر کترانا نہ مکابرہ ڈھٹائی ہو، نہ دھوکے دے کر عوام کو چندرانا، تو ہم صاف اعلان کردیں گے کہ خفض الایمان پر تکفیر غلط تھی، اور اگر آپ ایماناً سمجھ لیں کہ الزام لاجواب ہے، تو خدا کو مان کر انصافاً قبول دیں کہ واقعی خفض الایمان میں آپ نے کفر لکھا، اور اب مسلمان ہوتے ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں: اس میں آپ کی کچھ بھد نہ ہوگی بلکہ ہر عاقل کے نزدیک وقعت آپ کی بڑھ جائے گی۔

بس اسی پر مناظرہ خفض الایمان کا خاتمہ ہے

اور یہ بارہا معروض ہو چکا کہ علمائے کرام حرمین شریفین نے آپ پر حکم کفر فرمایا ہے، کفر و اسلام میں وکالت نہیں، آپ خود بولیں کہ ان سوالات کے حکم سے آپ کا کافر ثابت ہوئے یا نہیں؟۔ ہوئے تو قبول دو، اعلان کے ساتھ توبہ چھاپو۔ نہیں ہوئے تو جواب دو، ڈر کاہے کا ہے بے حجاب دو، اور اگر حسب عادت قدیمہ سکوت ہی کی ٹھہرائی، اگرچہ حواری جواری نے چیخ پکار مچائی، اور بے شک آپ کے لچھن یہی کہہ رہے ہیں جس کی گلی یعنی اپنی ابدی ہزیمت کی عزیمت آپ نے پہلے ہی جتادی ہے کہ ''اس پر بھی قلم روکنا نہ ہوگا تو اس کا انتقام خدا کے سپرد کر کے کہوں گا۔

باخدا داریم کار و با خلائق کار نیست''

جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ دو برس کی ضربوں پر طائفہ بھر کے سہارا دیے سے یہ سوا دو ورقی اچھلی، اس پر ضربیں پڑیں تو میں بیک بینی و دو گوش در خواب خرگوش، مدہوش و خاموش شہر خموشان کو گنگو ہی صاحب کی پائینتی چل بسوں گا۔ ع

بعد از سر من کن فیکون شد شدہ باشد

غرض سکوت مبہوت کا عزم بالجزم خود ظاہر کر چکے ہو، تو حضرت اس کے لیے ایک میعاد ضرور، ہم آپ کو رسالہ رجسٹری بھیجتے ہیں، دو دن وصول کے رکھیں، اور جواب کے لیے آپ کا پورا حلہ چھوڑیں، دو

www.waseemziyai.com

دن اُدھر وصول جواب کے اگر روز ارسال سے ۴۵ دن کے اندر آپ نے جواب معقول نہ دیا تو اپنا ڈبل کفر بسط البنان میں صاف صاف قبول ہی کر چکے ہو صرف اپنا نام لے کر کافر کہنا باقی رہا تھا، اب یہ باقی بھی واصل میں داخل ہوگا اور یہ ٹھہرے گا کہ آپ نے یوں لکھ دیا کہ بے شک بے شک اشرفعلی ولد فلاں تھانوی کافر مرتد ہے۔ فرمائیے اس سے زیادہ اور میں کیا کر سکتا ہوں، اللہ ہی آپ کی چپ توڑے اور قبول اسلام کی توفیق بخشے، آمین۔ والحمد لله رب العالمين وافضل الصلاة والسلام على سيد المرسلين سيدنا ومولانا محمدواله وصحبه وابنه وحزبه اجمعين، آمين

موافقوں مخالفوں سب کلمہ گویوں سے اسی کلمہ طیبہ کا واسطہ دے کر معروض

اللہ کے لیے ایک عظیم دینی نزاع کا یہ نہایت سہل وآسان مختصر فیصلہ سچے انصاف کی نگاہ سے اول تا آخر ملاحظہ ہو، بعض نئی تہذیب کے خیالات جن کے نزدیک اللہ ورسول کی جناب میں کوئی کیسی ہی ناپاک بات بک جائے بے تہذیب نہیں، مگر جو مسلمان اسے ''آپ'' کی جگہ ''تم'' کہے وہ پکا نامہذب ہے۔ ان سے گزارش کہ اگر کسی مہذب ونامہذب ہی میں ایک عظیم نزاع امر دین میں ہوا اور ایک نظر دیکھنے میں اس کا سہل فیصلہ ہوتا ہو تو اسے دیکھنا کون سی عقل یا ایمان کے خلاف ہے، نامہذب ہی سمجھ کر اصل مضامین پر تو نظر فرمائیے، اگر جناب تھانوی صاحب کی اسی بسط البنان میں خود انہیں کے اقراروں، انہیں کی سندوں سے ہر جگہ حسام الحرمین کا دعویٰ ثابت نہ ہوا ہو تو شکایت کیجیے، ورنہ اقراروں کے بعد پھر انکار کیوں ہے۔ ذرا خدا کو مان کر دیکھیے تو کہ جناب تھانوی صاحب اسی بسط البنان میں خود اپنے اوپر کس زور کا فتویٰ لگا رہے ہیں کہ اتنا تو حسام الحرمین نے بھی نہ فرمایا تھا۔ وللہ الحمد

تھانوی صاحب کو ۴۵ دن کی مہلت کا اعلان بھی لکھ دیا ہے اور وہ ہمت فرما کر ان تمام سوالوں کے معقول جواب دیں تو اسی پر مناظرہ خفض الایمان کا خاتمہ رکھ دیا ہے، پھر فیصلہ کر لینے میں دیر کیا ہے وحسبنا الله ونعم الوكيل۔

www.waseemziyai.com

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کی کتاب بسط البنان کا دوسرا رد

ادخال السنان

الی

حنك الحلقی بسط البنان

۱۳۳۱ھ

www.waseemziyai.com

ادخال السنان.....ایک مطالعہ

مولانا عبدالسلام رضوی
مدرس جامعہ نوریہ رضویہ، باقر گنج، بریلی شریف

مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی دل آزار اور بدنام زمانہ کتاب ''حفظ الایمان'' کی تصنیف کے دس سال بعد یعنی ھ میں ایک چند صفحاتی کتابچہ بنام ''بسط البنان'' تصنیف کیا۔ جس کو حفظ الایمان کے ساتھ ہی چھپوایا ۔ یہ کتابچہ مولوی مرتضیٰ حسن دیوبندی کے چند استفسارات کے جواب میں لکھا گیا۔

بسط البنان دو بحثوں پر مشتمل ہے۔ بحثِ اول میں تھانوی صاحب نے ''حفظ الایمان'' کی کفری معنی میں صریح و متبین بل کہ متعین عبارت کو درست وصواب ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ ان کی اس کوشش نے ان کو کوئی فائدہ نہیں پہونچایا۔ البتہ ان کے حق میں فتوائے کفر پر مہر تصدیق ضرور ثبت کردی ہے۔

اس لیے حرمین شریفین کے تینتیس اور متحدہ ہندوستان کے دوسو اڑسٹھ علمائے کرام اور مفتیان عظام نے عبارتِ حفظ الایمان کو جس کفری معنیٰ میں صریح و متعین اور نا قابلِ تاویل ٹھہرایا اور اس پر کفر کا فتویٰ دے کر ارشاد فرمایا۔ مَنْ شَکَّ فِیْ کُفْرِہٖ وَعَذَابِہٖ فَقَدْ کَفَرَ یعنی جو قائل کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ اس کفری معنیٰ کو خود تھانوی صاحب نے کفر وارتداد ہی قرار دیا ہے۔ چنان چہ لکھتے ہیں۔

جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے۔ میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں۔ کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی

(بسط البنان ص، ۲۱ نشر کردہ، مسعود پبلشنگ ہاوس، دیوبند)

اور دوسری بحث حضور اعلم المخلوقات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم ما کان وما یکون کی نفی وانکار پر مشتمل ہے۔ راقم کے پاس ''بسط البنان'' کا جو نسخہ ہے وہ مسعود پبلشنگ ہاوس دیوبند کا نشریہ ہے۔ اس نسخہ کے مطابق یہ بحث دو صفحات سے بھی کم میں ہے۔ بل کہ اصل بحث صرف چودہ سطروں میں ہے۔

www.waseemziyai.com

تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے بسط البنان کے رد وابطال میں دو عظیم الشان اور معرکۃ الآرا کتابیں تصنیف فرمائیں۔ اول ''وقعات السنان فی حلق المسماۃ بسط البنان''۔ یہ ۱۳۳۰ھ میں تصنیف کی گئی۔ دوم'' ادخال السنان الی حنک الحلقی بسط البنان''۔ اس کا سال تصنیف ۱۳۳۱ھ ہے۔ ان ہر دو کتب میں بسط البنان کا زبردست رد فرمایا ہے۔ اور تھانوی صاحب پر کثیر سوالات وایرادات قائم فرمائے ہیں۔ یہ دونوں کتابیں بذریعہ رجسٹری تھانوی صاحب کو ارسال کی گئی تھیں لیکن موصوف نے ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم پر عمل کیا اور کوئی جواب نہ دے سکے۔ خود حضور مفتی اعظم فرماتے ہیں:

میرا رسالہ'' ادخال السنان'' رد دوم'' بسط البنان''، جس میں تھانوی صاحب سے ایک سو ساٹھ قاہر سوال نہیں نہیں سروہابیہ پر ایک سو ساٹھ جبال ہیں۔ چھ سال ہوئے کہ تھانوی صاحب کے یہاں رجسٹری شدہ گیا ہے اور آج تک بحمد اللہ لا جواب ہے۔

(الموت الاحمر ص، ۲۱ مطبوعہ مکتبۃ الحبیب، جامعہ حبیبیہ الہ آباد)

وقعات السنان میں بسط البنان کی بحث اول کا رد وابطال ہے اور تھانوی صاحب سے ۱۳۲ قاہر سوالات کیے گئے ہیں۔ اور ادخال السنان میں بحث آخر کا رد ہے اور اس میں جیسا کہ مذکور ہوا پہاڑ جیسے ۱۶۰ سوالات ہیں۔ ادخال السنان کے سوال نمبر کا سلسلہ وقعات السنان ہی سے جوڑا گیا ہے۔ وقعات السنان سوال نمبر ۱۳۲ پر ختم ہوتی ہے اور ادخال السنان کا آغاز سوال نمبر ۱۳۳ سے ہوتا ہے۔ دراصل یہ دونوں کتابیں ایک ہی سلسلہ کی دو کڑیاں ہیں۔ وقعات السنان کو بسط البنان کے رد میں پہلا اور ادخال السنان کو دوسرا حصہ کہنا چاہیے۔ حضور مفتی اعظم ادخال السنان کے آغاز میں بسم اللہ اور حمد وصلاۃ کے بعد تھانوی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الحمد للہ کہ آپ کی جھوٹی بسط البنان نے ادھر کا پورا سچا بسیط بیان دیکھ لیا۔ اب نہ رہیں مگر اس کی چودہ سطریں، جن میں اس نے مسئلہ علم غیب پر کچھ اپنا منہ کھولا ہے۔ یہ مسئلہ بفضلہ تعالیٰ ادھر کے رسائل میں بروجہ اعلیٰ مدت سے طے ہولیا۔ مخالفین کو ایک قرن بلکہ زائد گزرا کہ مہر سکوت بر زبان، وسنگِ صموت در دہان ہیں۔ اور ان شاء اللہ العزیز تا قیام قیامت یونہی رہیں گے۔ (قُلْ جَاءَ الْحَقُّ) وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ۔ مگر یہاں جناب کی رسلیا، اپنے طائفہ بھر کی ساری عمر کی سب سے چمکتی کمائی برسرِ محفل لائی۔ اور بڑے ٹھسّے سے دکھائی۔ اور ہے بھی یہ کہ اس سے بہتر ان کے کیسوں، ہمیانیوں، صندوقچوں میں کچھ بھی نہیں۔ تو اس کی دندان شکنی بقدر حاجت ضرور مناسب۔ پھر مسماۃ کی ساری ادائیں اول تا آخر فرداً فرداً ضربیں کھا چکیں۔ چھٹی کے دودھ کا مزا پا چکیں، یہ چند سطری نزاکت کیوں سسکتی چھوڑ دی جائے۔ کیوں ایں ہم پر علم کی بلندی نہ پائے۔ لہٰذا بعض سوالات اور سنتے جایئے۔ وقعات السنان میں سوال تھے آگے چلیے۔ وباللہ التوفیق (ادخال السنان ص ۲)

www.waseemziyai.com

راقم کو عنوان کے مطابق صرف ادخال السنان سے متعلق چند کلمات عرض کرنا ہیں۔ ادخال السنان بلاشبہہ حضور مفتی اعظم کے تبحر علمی، کثرتِ مطالعہ، وسعتِ فکر، تعمقِ نظر، دقائقِ کلام پر آگاہی، اور استحضار علمی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ کتاب کیا ہے علوم و معارف کا بیش بہا خزانہ اور علم ما کان و ما یکون کے مخالفین کے تابوت میں آخری کیل ہے۔ اس میں تھانوی صاحب کے دلائل کا ایسا ٹھوس اور مضبوط رد کیا گیا ہے کہ بے چارے اکیلے تھانوی صاحب تو کیا اگر اپنی پوری جماعت کو بھی مدد کے لیے بلا لیتے تو بھی اس کا جواب نہیں دے سکتے تھے۔

''بسط البنان'' کی یہ دوسری بحث جس کا ادخال السنان میں رد کیا گیا ہے۔ مندرجہ ذیل امور پر مشتمل ہے۔

(۱) حضور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم ما کان و ما یکون کی نفی پر آیت کریمہ سے استدلال۔

(۲) حدیث شریف سے استدلال۔

(۳) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں علم مذکور کے اعتقاد کا حکم۔

راقم کے پیش نظر ادخال السنان کا جو نسخہ ہے وہ مطبع اہل سنت و جماعت بریلی شریف کا مطبوعہ ہے حضور جیلانی میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زیر اہتمام شائع ہوا ہے۔ اس میں کل ۸۸ (اٹھاسی) صفحات ہیں۔ سات فصلوں پر مشتمل ہے۔

فصل اول میں تھانوی صاحب کے استدلال بالآیۃ کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اور بہ عنوان سوال اس کے بارہ رد کیے گئے ہیں۔ فصل دوم میں استدلال بالحدیث پر کلام کیا گیا ہے اور اس کے دس رد کیے گئے ہیں۔ تھانوی صاحب نے علم ما کان و ما یکون کے اعتقاد کو بعض صورتوں میں بدعت و معصیت اور بعض میں کفر بتایا ہے۔ باقی فصلیں اسی کے رد سے متعلق ہیں۔ ان سات فصلوں میں کل ۱۳۸ رد ہیں۔

یہ کتاب کا اجمالی ذکر تھا۔ اب کتاب کی صرف فصل اول کے مباحث مفصلاً ذکر کیے جاتے ہیں۔ لیکن پہلے علم غیب سے متعلق اہل سنت کا عقیدہ بیان کر دینا مناسب ہے۔

امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: بے شک حضرت عزت نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمامی اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا۔ شرق تا غرب، عرش تا فرش سب انھیں دکھایا۔ ملکوت السموٰت والارض کا انھیں شاہد بنایا۔ روز اول سے روز آخر تک کا سب ما کان و ما یکون انھیں بتایا۔ اشیائے مذکورہ سے کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا۔ علم عظیم حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام والتسلیم ان سب کو محیط ہوا۔ (انباء المصطفیٰ بحال سرواخفیٰ ص ۳، مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت سوداگران، بریلی شریف)

اس عقیدہ کی آپ نے یہ دلیل دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے بارے میں فرمایا:

:(وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ) تِبْيَاناً لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ (سورہ نحل ۱۶/ ۸۹)

www.waseemziyai.com

یعنی ہر شی کا روشن بیان۔ اور فرمایا:

(وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ) تَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ۔(سورہ یوسف ۱۲/ ۱۱۱)

یعنی ہر شی کا صاف صاف جدا جدا بیان۔ جب قرآن مجید ہر شی کا روشن بیان ہے۔ اور روشن بھی کس درجہ کا، مفصل۔ اور اہل سنت کے نزدیک شی ہر موجود کو کہتے ہیں۔ تو عرش تا فرش، تمام کائنات، جملہ موجودات، اس بیان کے احاطہ میں داخل ہوئے۔ اور جملہ موجودات سے کتاب لوح محفوظ بھی ہے تو بالضرورۃ یہ بیان محیط اس کے مکتوبات کو بھی بالتفصیل شامل ہوا۔ تو بحمد اللہ روشن ہوا کہ ہمارے حضور صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام موجودات، جملہ ما کان وما یکون الی یوم القیامۃ اور جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا۔

(انباء المصطفیٰ ص ۵ ملخصاً ومسہلا)

اہل سنت کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ علم جمیع ما کان وما یکون حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یک بارگی حاصل ہو گیا۔ بل کہ یہ عقیدہ ہے کہ یہ علم آپ کو بتدریج حاصل ہوا۔ جیسے جیسے قرآن حکیم نازل ہوتا رہا ویسے ویسے آپ کو علم حاصل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ جب نزول مکمل ہو گیا آپ عالم جمیع ما کان وما یکون ہو گئے۔ سیدنا اعلیٰ حضرت مذکورہ بالا دلیل بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

اور جب یہ علم قرآن عظیم کے تبیاناً لکل شیء ہونے نے دیا اور پھر ظاہر کہ یہ وصف تمام کلام مجید کا ہے نہ ہر آیت، نہ سورت کا تو نزول جمیع قرآن سے پہلے اگر بعض انبیا کی نسبت ارشاد ہو ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ﴾ (سورہ غافر ۸/ ۴۰) یا منافقین کے باب میں فرمایا جائے ﴿وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ، لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ﴾ سورہ توبہ ۹/ ۱۰۱) ہرگز ان آیات کے منافی اور احاطہ علم مصطفیٰ کا نافی نہیں۔ (انباء المصطفیٰ ص ۶)

حضور مفتی اعظم ادخال السنان میں تھانوی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: آپ خود واقف ہیں کہ آپ کے خصم (یعنی اہل سنت) یہ علم (یعنی علم ما کان وما یکون) بتدریج مانتے ہیں کہ تمامی نزول قرآن عظیم پر جس کا اتمام ہوا۔ (ص ۳۶، مطبوعہ اہل سنت وجماعت بریلی شریف)

اہل سنت کے اس عقیدے کی مخالفت میں تھانوی صاحب نے جیسا کہ ماقبل میں مذکور ہوا دو استدلال پیش کیے ہیں۔ پہلا استدلال ایک آیت کریمہ سے ہے اور دوسرا حدیث شریف سے۔

تھانوی صاحب اس خوش فہمی میں مبتلا ہوں گے کہ انھوں نے عقیدہ مذکورہ کے رد میں بڑی بھاری بھرکم دلیلیں دی ہیں۔ اور ایک عظیم مہم سر کر لی ہے اور سطحی نظر رکھنے والے ان کے دلائل سے متاثر بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن حضور مفتی اعظم نے ادخال السنان میں جو ان کا رد فرمایا ہے اس کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دلائل تار عنکبوت سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ اور یہ امور بھی سامنے آتے ہیں کہ زیر بحث مسئلہ میں تھانوی صاحب کا مطالعہ

www.waseemziyai.com

محدود ہے۔ یا پھر استدلال کرتے وقت جان بوجھ کر آنکھیں بند رکھی ہیں ان کی فکر میں سطحیت ہے۔ نظر تعمق سے محروم ہے اور موصوف دولتِ استحضار سے بھی تہی داماں ہیں کہ خود اپنا کہا ہوا بھی ان کو یاد نہیں رہتا۔ یہ دعوے کسی تعصب کا نتیجہ نہیں بل کہ مبنی برصداقت ہیں۔ جو شخص بھی حقیقت پسندانہ نظر سے ادخال السنان کا مطالعہ کرے گا وہ ان باتوں کے اعتراف پر مجبور ہوگا۔

اب تھانوی صاحب کا پہلا استدلال اور اس پر حضور مفتی اعظم کے رد ذکر کیے جاتے ہیں۔ تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں ہے کہ آپ فرمادیجیے۔ ﴿وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ﴾ (سورہ اعراف ۷/۱۸۸) ترجمہ: اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت بھلائی جمع کر لی اور مجھے کوئی برائی نہ پہونچی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمیع غیوب الی یوم القیامۃ کا علم مستلزم ہے دوامِ عافیت وعدم مسِ ضرر کو۔ اور ظاہر ہے کہ عین وقتِ وفات تک مسِ ضرر ضرور ہوا۔ چنان چہ خود مرض بھی اس کی ایک فرد ہے۔ پس عدمِ مسِ آخر عمر تک مرتفع رہا۔ تو علم جمیع غیوب مذکورہ آخر عمر تک بھی منتفی ہوا۔

(حفظ الایمان مع بسط البنان ص ۲۶، مطبوعہ مسعود پبلشنگ ہاوس، دیوبند)

حضور مفتی اعظم نے اس کے بارہ رد فرمائے ہیں۔

پہلا رد:

یہاں تھانوی صاحب نے مکر سے کام لیا ہے۔ ان کی یہ گفتگو آیت کریمہ کے لفظ الغیب میں الف لام برائے استغراق ماننے کی صورت میں ہے۔ دریں صورت آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ اگر مجھے جمیع غیوب کا علم ہوتا کہ غیب کا کوئی بھی فرد میرے علم سے باہر نہ ہوتا۔ تو آیت سے علمِ جمیعِ غیوب بلا استثنا کی نفی ہوئی نہ کہ جمیع غیوب الی یوم القیامۃ کی۔ اور تھانوی صاحب کا مقصود آیت سے جمیع غیوب الی یوم القیامۃ کا انتفا ثابت کرنا ہے۔ لہٰذا جب تھانوی صاحب نے مقصود حاصل ہوتا ہوا نہیں دیکھا تو مکر کا سہارا لے کر اپنی طرف سے الی یوم القیامۃ کا پیوند لگا دیا۔ اور لکھ دیا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمیع غیوب الی یوم القیامۃ کا علم الخ

حضور مفتی اعظم فرماتے ہیں: جناب تھانیت مآب ملاحظہ ہو، رسلیا آیہ کریمہ ﴿وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ سے استدلال کرنے چلی اور جب دیکھا کہ کلام الٰہی میں اس کی گزر نہیں تو قرآن عظیم میں اپنی طرف سے پیوند بڑھا گئی۔ کہیے یہ کونسی حیا، کس دیانت کی ادا، کس ایمان کا تقاضا ہے؟

یہ ذرا سی فتنی سواد و ورقی رسلیائے ملا تھانوی ہے ذی ہوش۔ دیکھا کہ یہاں نہ عہد ہے نہ عہد یا جنس سے کام چلتا ہے۔ کہ کسی غیب خاص یا مطلق کوئی سا غیب جاننے پر اس جزا کا ترتب کہ بہت بھلائی جمع کر لیتا اور کوئی

www.waseemziyai.com

برائی نہ پہونچنے پاتی معقول نہیں۔ مع ہذا جب عہد نہ ہوا تو استغراق آپ ہی متعین۔ لہٰذا اسے ماننا پڑا کہ آیت میں عموم نفی نہیں یعنی یہ معنیٰ نہیں کہ میں اصلاً علم غیب نہیں رکھتا بلکہ صرف نفی عموم ہے یعنی ایسا نہیں کہ جمیع غیوب بلا استثنا مجھے معلوم ہوں۔ یہ بلاشبہ حق تھا۔ اب سوجھی کہ اس کے خصم کب اس کے منکر ہیں؟ وہ تصریحیں فرمارہے ہیں کہ جمیع غیوب غیر متناہیہ بالفعل کا علم کہ اصلاً ازل سے ابدالآباد وغیر متناہی تک کی کوئی شی مخفی نہ ہو مخصوص بہ حضرت عزت ہے۔ حضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کا علم کریم تمام مکتوباتِ لوح ومکنوناتِ قلم یعنی ما کان وما یکون من اول یوم الی آخر الایام کو محیط اور اس سے بدرجہا زائد علوم بے شمار متعلقہ بذات وصفات وآخرت پر مشتمل ہے۔ نہ کہ محیطِ جمیعِ غیوب ومعاذ اللہ مساوی علم الٰہی۔ تو آیت نے رسلیا کو کچھ نفع نہ دیا۔ لہٰذا اس نے سنت یہود پر قائم ہوکر کلام الٰہی میں پیوند کی ٹھہرائی جمیع غیوب الی یوم القیامۃ کی قید اپنی گرہ سے بڑھائی۔ جناب تھانوی صاحب دھرم سے کہنا یہ الیٰ یوم القیامۃ کا لفظ یہاں آیت کریمہ میں کہاں ہے؟ تھانوی صاحب یہ قرآن ہے جس میں نقص وزیادت خارج از امکان ہے۔ (ص۔ ۳، ۴ ملخصاً)

دوسرا رد :

تھانوی صاحب کی زیر بحث عبارت صفحہ کے آخر میں ہے اور صفحہ میں شرح مواقف کی ایک عبارت نقل کی ہے جس میں آیت کے لفظ الغیب کا مطلب جمیع مغیبات ہی بتایا ہے۔ عبارت یہ ہے

''الاطلاع علی جمیع المغیبات لا یجب للنبی ولہٰذا قال سید الانبیاء ﴿وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ﴾۔

اس پر حضور مفتی اعظم فرماتے ہیں:

دیکھیے تو یہ وہی آیت ہے یا کوئی اور؟ اس میں جمیع غیوب کہے یا صرف قیامت تک کے۔ آپ رسلیا والے کو دزد بکف چراغ نہ کہیں گے۔ (ص ۴)

تیسرا رد :

آیت میں ایک پہلو تو یہ تھا کہ آیت میں جمیع غیوب بلا استثنا کی نفی ہے جس میں تھانوی صاحب نے یہ پیوندکاری کی۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ یہاں علم ذاتی کی نفی ہے۔ یعنی میں بذاتِ خود بے خدا کے بتائے غیب جان لیا کرتا تو بہت بھلائی جمع کرلیتا اور مجھے کوئی برائی نہ پہونچتی۔ یہ نہایت صاف معنیٰ تھے۔ لیکن تھانوی صاحب کو اس سے انکار ہے لکھتے ہیں:

اگر کہا جائے یہ منتفی علم بالذات ہے۔ جواب یہ ہے کہ جو تالی اس مقدم پر مرتب کی گئی ہے وہ دلیل ہے مقدم کے عام ہونے کی۔ کیوں کہ استکثارِ خیر وعدم مس سوء مطلق علم کے لوازم سے ہے نہ کہ علم بالذات کے لوازم سے۔ یہ حکم بالکل بداہتِ عقل کے خلاف ہے کہ اگر آیندہ کا واقعہ خود منکشف ہو تو مس سوء نہ ہو اور جو خدا تعالیٰ

www.waseemziyai.com

کے بتلانے سے منکشف ہو تو مس سوء نہ ہو (ص اور) (بسط البنان میں اسی طرح مرقوم ہے لیکن یہ ضرور کتابت کی غلطی ہے یہاں مس سوء ہو ہونا چاہیے۔

حضور مفتی اعظم نے اس کے رد میں پہلے تو تھانوی صاحب کی ایک تعبیری خامی کا ذکر کیا ہے۔ تھانوی صاحب نے کہا ہے وہ دلیل ہے مقدم کے عام ہونے کی۔ یہاں انھیں لفظ عام نہیں بلکہ لفظ مطلق بولنا چاہیے تھا۔ حضور مفتی اعظم فرماتے ہیں : رسلیا کو خود اپنے کہے کی سمجھ نہیں۔ مقدم کو عام لیتی ہے۔ یعنی اپنے جمیع متقاولات ذاتی وعطائی سب کو جامع۔ تو اسی کے طور پر معنی یہ ہوئے کہ اگر جمیع اقسام ذاتی وعطائی کا علم غیب مجھے ہوتا تو یہ لازم آتا۔ اس سے نفی عموم ہوئی نہ عموم نفی۔ (یعنی اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ذاتی وعطائی جملہ اقسام کا علم نہیں۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ آپ کو علم غیب عطائی بھی نہیں یا بالعطا جمیع غیوب الی یوم القیامۃ کا علم نہیں۔ تو مقدم کو عام کہنا خود تھانوی صاحب کے خلاف ہوگا۔ حضور مفتی اعظم فرماتے ہیں) خیر یہ تو اس کی بے تمیزی ہے کہ اطلاق کی جگہ عموم بولی ہے۔

تھانوی صاحب نے اس عبارت میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ آیت میں مطلق علم کی نفی ہے نہ علم بالذات کی۔ اور دلیل یہ دی ہے کہ عدم مس سوء مطلق علم کے لوازم سے ہے نہ کہ علم بالذات کے لوازم سے۔ یعنی عدم مس سوء جس طرح علم بالذات کو لازم ہے اسی طرح علم بالعطاء کو بھی لازم ہے۔ اور یہ بات بداہتِ عقل کے خلاف بتائی ہے کہ خود آئندہ کی بات کا علم ہو جائے تو مس سوء نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے بتائے سے ہو تو مس سوء ہو۔ یعنی عدم مس سوء کے معاملہ میں دونوں حال برابر ہیں۔

حضور مفتی اعظم نے ثابت فرمایا ہے کہ اس صورت میں بھی آیت کریمہ سے علم ذاتی ہی کی نفی ہوگی۔ آپ فرماتے ہیں : بعد اس تسلیم کے کہ مجرد علم غیب مستلزم عدم مس سوء ہے۔ واقعی حصول علم پر ذاتی وعطائی دونوں کا یہی حکم۔ مگر وہ نصیب دشمناں والا نکتہ اور ہے جہاں تک رسلیا والے کی سمجھ نہیں پہونچ سکتی۔ ذاتی وعطائی میں بعد الحصول فرق نہ سہی۔ کیا نفس حصول میں زمین وآسمان کا فرق نہیں؟ کہ ذاتی کا حصول اپنی ذات سے ہے غیر کا محتاج نہیں۔ اور عطائی کا حصول محتاج ودست نگر عطا ہے۔ دیا تو ملا ورنہ نہیں۔ تو جسے علم غیب عطا سے ملتا ہے اور جمیع غیوب الی یوم القیامۃ ابھی منکشف نہ ہوئے اگرچہ آئندہ منکشف ہو جائیں گے، وہ یہ دعویٰ کیوں کر کر سکتا ہے کہ مجھے کوئی برائی نہ پہونچے گی۔ کیا ممکن نہیں کہ بعض ضرر آنے والے ہوں کہ معطی نے ابھی ان کا علم نہ دیا اگرچہ آئندہ جمیع غیوب عطا کر دے گا۔ اس ضرر سے بچنے کا ذریعہ کیا ہے؟ بہ خلاف اس کے جس کا علم اپنی ذات سے ہے۔ کیا اسے کوئی حالت منتظرہ باقی ہے۔ اور رسلیا خود مانتی ہے کہ آیت ایسے ہی علم کی نفی فرماتی ہے جس پر جزائے مذکور کا ترتب ہو سکے۔ نہ اس کی جس پر ترتب ہی نہ ہو۔ اب فرمائیے علم ذاتی مراد ہوا یا نہیں؟ ذرا ڈھونڈیے تو وہ رسلیا کی بداہتِ عقل گھر کے کس کونے میں گھس گئی؟ (ص ۵)

www.waseemziyai.com

چوتھا رد : مذکورہ بالا رد بر سبیل تنزل تھا نوی صاحب کا یہ خانہ زاد نظریہ تسلیم کرنے کی صورت میں تھا کہ استکثار خیر وعدم مس سوء مطلق علم کے لوازم سے ہے۔ اب تھانوی صاحب کے اس نظریہ کا رد فرماتے ہیں اور ثابت فرماتے ہیں کہ مذکورہ لزوم علم ذاتی ہی کے لیے ہے نہ علم عطائی کے لیے۔ اور یہ کہ آیت میں علم بالذات ہی کی نفی ہے نہ کہ مطلق علم کی۔

تھانوی صاحب نے جو دعویٰ کیا ہے کہ آیت میں مطلق علم کی نفی ہے علم بالذات کی نہیں۔ کہ استکثار خیر و عدم مس سوء مطلق علم کے لوازم سے ہے نہ علم بالذات کے۔ اس دعوے کی رو سے معاذ اللہ آیت شریفہ بالکل بے معنی و مہمل ہو جائے گی۔ اس لیے کہ اس صورت میں آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ مجھے غیب کا علم بالذات ہے نہ بالعطاء۔ اگر مجھے غیب کا علم بالذات ہوتا تو میں خیر کثیر جمع کر لیتا اور کوئی برائی مجھے نہ پہونچتی اور اگر غیب کا علم بالعطاء ہوتا تب بھی یوں ہوتا۔ حالاں کہ علم بالعطاء کی صورت میں جزاے مذکور کا ترتب نہ ہوگا جیسا کہ درج ذیل مضمون سے معلوم ہوگا۔

حضور مفتی اعظم فرماتے ہیں:

تھانوی صاحب رسلیا سے پوچھیے کسی امر کا پہلے سے جان لینا اس کے خیر کی تحصیل اور شر کے دفع کو کیوں کر مستلزم ہوگیا۔ جب تک اس تحصیل و دفع پر قدرت نہ ہو۔ اور قدرت کے ساتھ اس کے اسباب بھی مہیا ہوں۔ اور موانع بھی معدوم ہوں۔ ورنہ جانا کیجیے قدرت نہیں تو کیا کر سکتے ہو۔ قحط میں مرنے والے، روٹی پکانا کھانا اور اس طریقہ سے بھوک کا دفع کرنا سب کچھ جانتے ہیں۔ پھر یہ جاننا ان کے کیا کام آتا ہے؟ کیا اب بھی آپ نہ سمجھے کہ واقعی علم بالذات ہی وہ چیز ہے جو اس لزوم کا ضامن ہے۔ علم بالذات کو الوہیت لازم، الوہیت کو قدرت تامہ لازم، اور علم و قدرت تامہ کے اجتماع کو لزوم جزائے مذکور لازم۔ تو حاصل آیت یہ ٹھہرا کہ اے کافرو! تم جو مجھ سے تعیین وقت قیامت پوچھتے ہو، یہ غیب ہے کہ بے خدا کے بتائے میں نہیں جان سکتا۔ اگر بے خدا کے بتائے مجھے غیب کا علم ہوتا تو میری قدرت بھی ضرور تام ہوتی، اور کوئی بات میرے خلاف نہ ہو سکتی۔ حالاں کہ تم دیکھ رہے ہو کہ بعض تکالیف جسمانی مجھے پہونچ جاتی ہیں۔ بعض لڑائیاں میرے اصحاب کے خلاف ختم ہوتی ہیں تو ظاہر ہے کہ میں اپنے رب کے اختیار میں ہوں۔ پھر بے اس کے بتائے کیوں کر جان لوں۔ یا بے اس کے اذن کے کیوں کر بتا دوں۔ اور اس معنی پر خود اس آیت کا صدر دلالت کرتا ہے کہ ﴿ قُلْ لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ ﴾ تم فرما دو کہ میں اپنی جان کے نفع و نقصان کا خود مالک نہیں مگر اس قدر کہ اللہ نے چاہا۔

کیوں تھانوی صاحب آیت کریمہ کے صاف معنی بدل کر معاذ اللہ اسے باطل و مہمل کر دینا کس کا کام ہے؟ (ص ملخصاً)

www.waseemziyai.com

حضور مفتی اعظم کی جولانی فکر ورسائی ذہن کی شان دیکھیں کہ تھانوی صاحب نے جس نظریہ کی روشنی میں آیت سے مطلق علم کی نفی ثابت کی تھی آپ نے اسی نظریہ کے تسلیم کرنے کی صورت میں بھی واضح طور پر یہ ثابت فرمادیا کہ آیت میں بالذات علم غیب ہی کی نفی ہے نہ مطلق علم غیب کی۔ اور تھانوی صاحب کے فکر ونظر کا افلاس دیکھیے کہ انھوں نے آیت کا وہ معنیٰ بتایا کہ آیت معاذ اللہ بے معنی ومہمل ہوکر رہ گئی۔ اسی لیے راقم نے شروع میں کہا تھا کہ تھانوی صاحب نے زیر بحث مسئلہ میں فکری سطحیت کا مظاہرہ کیا ہے۔

پانچواں رد:

تھانوی صاحب نے آیت میں علم بالذات کی نفی کے رد میں یہ کہا کہ استکثار خیر وعدم مس سوء مطلق علم کے لوازم سے ہے نہ علم بالذات کے لوازم سے۔ اور اس کی یہ دلیل دی کہ یہ حکم بالکل بداہت عقل کے خلاف ہے کہ آئندہ کی بات خود معلوم ہو تو مس ضرر نہ ہو اور خدائے تعالیٰ کے بتانے سے معلوم ہو تو مس ضرر ہو۔ اس بات کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ آیت مذکورہ میں علم بالذات کی نفی کا قول بداہت عقل کے خلاف ہے۔ حالاں کہ یہ قول کبارِ علما کا ہے۔

حضور مفتی اعظم نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض کی ایک عبارت پیش فرماتے ہیں جس میں مذکورہ آیت سے علم بالذات ہی کی نفی ثابت فرمائی ہے۔ یہاں ادخال السنان سے صرف ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ علم غیب یقیناً ثابت ہے۔ جس میں کسی عاقل کو انکار یا تردد کی گنجائش نہیں۔ کہ اس میں حدیثیں بہ کثرت آئیں۔ اور ان سب سے بالاتفاق نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے علم غیب ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ ان آیتوں کے کچھ خلاف نہیں جو بتاتی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔ اور اسی طرح آیت کریمہ ﴿وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ﴾ یعنی میں اگر غیب جانتا تو بہت بھلائی جمع کرلیتا۔ ان آیتوں میں بلا واسطہ علم غیب کی نفی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے علم دینے سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب ملنا یقینی بات ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوا اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ (یہ اقتباس نقل کرنے کے بعد حضور مفتی اعظم فرماتے ہیں :) کیوں تھانوی صاحب یہ وہی آیت ہے یا نہیں؟ اسے علمائے کرام نے علم بالذات کی نفی پر محمول کیا یا نہیں؟ علم بالواسطہ یعنی بعطائے الٰہی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت مانا یا نہیں؟ اس آیت میں اس کی نفی نہ ہونا بتایا یا نہیں؟ کہیے آپ کے نزدیک معاذ اللہ علما بداہتِ عقل کے مخالف ہیں یا رسلیا والا پاگل؟

چھٹا رد:

گزر چکا کہ تھانوی صاحب عدم مس سوء کو مطلق علم کے لوازم سے مانتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ حکم بالکل بداہت عقل کے خلاف ہے کہ آئندہ کا واقعہ خود منکشف ہو تو مس سوء نہ ہو اور خدائے تعالیٰ کے بتانے سے

www.waseemziyai.com

منکشف ہوتو اس سے مس سوء ہو۔ اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ ان کے نزدیک علم بالعطا کے لیے بھی یہ لازم ہے کہ اس کے حامل کو ضرر نہ پہونچے اور مرض کو ضرر کا ایک فرد بتایا ہے۔ اس پر حضور مفتی اعظم معارضہ قائم فرماتے ہیں:

رسلیا اسی دلیل میں ابھی ابھی تو لکھ چکی ہے کہ ظاہر ہے کہ عین وقت وفات تک مسِ ضرر رہا۔ چنان چہ مرض بھی اس کی ایک فرد ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرض اقدس کو معاذ اللہ حضور کے حق میں ضرر ٹھہرا کر چنانچہ تو لکھ گئے۔ یہ بھی سمجھے کہ آپ کے نفی علم بالذات کے انکار کو مرض الموت لگ گیا۔ اے جناب یوں تو مرض کیا خود موت ہی کو ضرر نہ کہیے۔ قرآن عظیم میں ﴿اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ ، اَصَابَتْکُمْ مُصِیْبَۃُ الْمَوْتِ﴾ (سورہ مائدہ ۵/۱۰۶) فرمایا۔ مگر یہ تو بولیے کہ وہ کون سا علم عطائی ہے کہ خدا کے بھیجے ہوئے مرض کو نہ آنے دے، اپنے عالم کو موت سے بچالے۔ ہرگز کوئی علم عطائی ایسا نہیں ہوسکتا۔ کیا اب بھی ایمان نہ لاوگے کہ ضرور علم بالذات ہی کی نفی ہے۔ کہ وہی وہ شی ہے کہ جس کے موصوف کو نہ مرض لاحق ہو سکے نہ موت (ص) علم عطائی کے لیے بھی عدم مس سوء کو لازم قرار دینا۔ تھانوی صاحب کی سطحی فکر پر دال ہے۔

ساتواں رد:

اب حضور مفتی اعظم خود تھانوی صاحب کے بیان کردہ ایک کلیہ کی روشنی میں ثابت فرماتے ہیں کہ آیت میں علم بالذات کی ہی نفی ہے نہ کہ مطلق علم کی۔

تھانوی صاحب سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ زید کہتا ہے علم غیب کی دو قسمیں ہیں۔ بالذات، اس معنیٰ کر عالم الغیب خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہوسکتا۔ اور بالواسطہ۔ اس معنیٰ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم الغیب تھے۔ زید کا یہ استدلال وعقیدہ وعمل کیسا ہے؟ تھانوی صاحب حفظ الایمان میں جواب دیتے ہیں: مطلق غیب سے مراد اطلاقاتِ شرعیہ میں وہی غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو۔ اور اس کے ادراک کے لیے کوئی واسطہ اور سبیل نہ ہو۔ اسی بنا پر ﴿لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہ﴾ (سورہ نمل ۲۷/۶۵) اور ﴿وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ﴾ وغیرہ فرمایا گیا ہے۔ اور جو علم بواسطہ ہو اس پر غیب کا اطلاق محتاجِ قرینہ ہے۔ تو بلا قرینہ مخلوق پر علم غیب کا اطلاق موہمِ شرک ہونے کی وجہ سے ممنوع وناجائز ہوگا۔

(حفظ الایمان مع بسط البنان ص ۱۳)

حضور مفتی اعظم فرماتے ہیں:

یہاں تو اپنی نہ بنتی بنانے کو یہ جوش وخروش کہ علم بالذات مراد لینا بداہت عقل کے خلاف ہے اور خفض الایمان میں یوں فرما چکے مطلق غیب سے مراد اور سبیل نہ ہو کیوں تھانوی صاحب آیہ کریمہ ﴿لو کنت اعلم الغیب﴾ اطلاق شرعی ہے یا نہیں؟ یہاں غیب مطلق ہے یا نہیں؟ ضرور ہے۔ اب رسلیا والا حصر کو روئے

www.waseemziyai.com

کہ اس میں وہی غیب مراد ہے جس کے ادراک کے لیے واسطہ نہ ہو۔ بھولی مورت، وہ جو بلا واسطہ ہو اسی کو بالذات کہتے ہیں۔ نسیم الریاض کی عبارت ابھی سن چکے اور خود خفض الایمان میں اپنا ہی ساختہ سوال خانہ ساز دیکھیے۔ کہ علم غیب کی دو قسمیں ہیں۔ بالذات اور بواسطہ اسی کے جواب میں آپ کی وہ عبارت ہے کہ مطلق سے مراد وہی غیب ہے جس کے ادراک کے لیے کوئی واسطہ نہ ہو۔ اور اسی پر آپ کی وہ تفریع کچھ جان رکھے گی کہ تو بلا قرینہ مخلوق پر علم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونے کی وجہ سے ممنوع ہوگا۔ کہ ایہام شرک اسی تقدیر پر ہے کہ اطلاقات شرعیہ میں مطلق علم غیب سے بالذات مراد ہونے میں آپ کی بات مان لی جائے۔ ورنہ ان معنی پر کہ ذاتی وعطائی دونوں کو شامل ہو مخلوق پر اطلاق میں ایہام شرک آپ کس گھر سے لائیں گے؟ تو قطعی طور پر روشن ہوا کہ آپ خفض الایمان میں خود ہی مان چکے ہیں کہ اطلاقاتِ شرعیہ میں مطلق علم غیب سے علم بالذات مراد ہوتا ہے۔ اب اسے بداہتِ عقل کے خلاف بتا کر جنون کیے دیتے ہیں۔

بریں عقل ودانش بباید گریست کہ خود گفتہ خود نداند کہ چیست

آٹھواں رد:

حضور مفتی اعظم فرماتے ہیں کہ اتنا ہی نہیں ہے کہ تھانوی صاحب کے بیان کردہ کلیہ کے تحت آیت کریمہ داخل کر کے اس سے علم بالذات مراد ہونا ثابت کیا۔ بلکہ تھانوی صاحب نے خود آیت مذکورہ میں علم بالذات ہی مانا ہے۔ مگر ان کو خود اپنا کہا یاد نہیں رہتا۔ فرماتے ہیں۔

تھانوی صاحب وہ دیکھیے اپنے اسی کلیہ کی چمکتی تفریع آپ کی خفض الایمان یوں دکھاتی ہے اسی بنا پر ﴿قُل لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہ﴾۔ اور ﴿وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ﴾ وغیرہ فرمایا گیا ہے۔ جناب ارسلیا والے کو اپنے گھر کی بھی خبر نہیں۔ ع

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اب وہ خود ہی ایمان لا چکا کہ آیہ کریمہ وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ میں علم بالذات ہی کی نفی ہے جو بلا واسطہ ہو۔ کہ علم عطائی قطعاً بالواسطہ ہے۔ پھر کس منہ سے اسی خفض الایمان کی حمایتی بہن بسط البنان میں اسے بداہتِ عقل کے خلاف بولتا ہے۔ یعنی کہتا ہے ایں جناب خفض الایمان لکھنے میں نہ فقط عقل بل کہ بداہتِ عقل کے مخالف ہیں۔ یعنی نہ صرف احمق بلکہ نرے پاگل ہیں۔ (ص ۱۰ ملخصا)

نواں رد:

تھانوی صاحب آپ نے یہ بھی دیکھا کہ نہ فقط اسی آیہ کریمہ بلکہ جملہ نصوصِ شرعیہ سے اس مسئلہ پر استدلال میں رسلیا والے نے ہمیشہ کو اپنی اور اپنے طائفہ بھر کی گلی بند کر لی۔ کہ جہاں مطلقِ علم غیب کی نفی ہے خود اس کے منہ وہاں علم بلا واسطہ ہی کی نفی ہے۔ اور یہ اس کے خصم کا تعین مدعا ہے۔ وللہ الحمد

www.waseemziyai.com

ع عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد (ص ۱۰)

تھانوی صاحب کو یہ کلیہ بیان کرتے وقت یہ بھی نہ سوجھا کہ اس کلیہ سے علم غیب کی نفی کے بارے میں ہمارے استدلال کی عمارت ہی منہدم ہو جائے گی۔

دسواں رد :

حضور مفتی اعظم فرماتے ہیں کہ بعض مفسرین متاخرین نے آیت مذکورہ کے لفظ الغیب میں لام جنس مانا ہے۔ اور خیر وسوء سے خاص وہ چیزیں مراد لی ہیں کہ عادۃً ان کے جلب وسلب پر انسان ظاہری اختیار رکھتا ہے۔ اس مسئلہ کا ذکر اس لیے فرمایا کہ کہیں تھانوی صاحب جواب بنانے کو اس تفسیر کا سہارا لیں۔ حالاں کہ ان کے لیے اس کی گنجائش نہیں۔ کہ انھوں نے لام استغراق مانا ہے۔ اور سوء میں مرض الموت تک کو شامل کیا ہے جس کے دفع پر انسان ہرگز قادر نہیں۔

فرماتے ہیں : اگلے سوالات رسلیا ہی کی راہ پر ہوئے۔ مگر اس مسلک کا ذکر اس لیے کر دیا کہ رسلیا والا اپنا لکھا خود نہیں سمجھتا جس کا بارہا تجربہ ہو لیا۔ کہیں جواب بنانے کی بوکھلاہٹ میں ان بعض متاخرین کا سہارا لے۔ اور اتنی تمیز نہ ہو کہ اس کے اور ان کے مسلک میں بعد المشرقین ہے۔ (ص ۱۲ ملخصاً)

گیارہواں رد :

متاخرین کی اس تفسیر پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب آیت میں الف لام جنس کا مانیں گے تو آیت سے سلب کلی ثابت ہوگا۔ یعنی آپ کو کسی غیب کا علم نہیں۔ انھوں نے اس کے جو جوابات دیے ہیں حضور مفتی اعظم نے ان کا ذکر کیا ہے۔ اور انھیں جوابات کی روشنی میں تھانوی صاحب کا رد بھی کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ کیا آپ کو یہ بھی خبر ہے کہ خود اس مسلک والوں نے آیہ کریمہ سے کیا کیا جواب دیے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے علم غیب کی نفی کرنے والوں کے کیا کیا علاج کیے؟ تفسیر لباب التاویل پھر تفسیر جمل میں ہے (ادخال السنان میں عربی عبارت منقول ہے یہاں صرف اس کا ترجمہ دیا جاتا ہے) اگر کسی کو اس آیت ﴿ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ ﴾ سے یہ شبہہ گزرے کہ اس میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی ہے حالاں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہتیرے غیب بتائے جو صحیح حدیثوں میں آئے۔ اور یہ حضور کے نہایت عظیم معجزات سے ہے تو اس میں اور آیت میں تطبیق کیا ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو آیت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نفی علم غیب میں متعین نہیں۔ ممکن ہے کہ یہ نفی حضور نے براہ تواضع وادب فرمائی ہو۔ اور معنیٰ یہ کہ بے خدا کے بتائے مجھے علم غیب نہیں ملتا۔ (دیکھیے وہی علم ذاتی کی نفی آ گئی) ثانیاً ممکن ہے کہ اس وقت تک حضور کو علم غیب نہ ملا ہو۔ بعد کو اللہ تعالیٰ نے حضور کو علم غیب عطا فرمایا۔ جیسا کہ رب عزوجل نے فرمایا ہے : کہ اللہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو۔ تھانوی صاحب آپ نے علما کے جواب دیکھے اور

www.waseemziyai.com

رسلیا کی تو دونوں گلیاں بند ہیں کہ علم ذاتی لینے کو خلاف بداہت عقل کہہ چکی اور نفی علم غیب آخر عمر اقدس تک مستمر مان گئی۔ جانے ان دو احتمالوں کے رد پر اس کے پاس کیا دلیل ہے؟ کوئی برہان رکھتی ہے تو لائے ورنہ استدلال کا نام لیتے شرمائے۔ (ص ۱۳)

تفسیر جمل کے اس اقتباس سے ثابت کہ آیت کریمہ مذکورہ میں علم ذاتی کی نفی ہے۔ نسیم الریاض شرح شفا سے گزرا کہ آیت میں علم ذاتی کی نفی ہے۔ حضرت پیر کرم شاہ ازہری نے اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں تفسیر خازن کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہاں علم ذاتی کی نفی ہے۔ مگر پھر بھی تھانوی صاحب اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ ہی چن رہے ہیں کہ آیت میں علم بالذات کی نہیں بلکہ مطلق علم کی نفی ہے اور یہ کہ آیت سے علم جمیع غیوب الی یوم القیامۃ کی نفی ثابت ہوئی۔ اسی لیے راقم نے کہا تھا کہ زیر بحث مسئلہ میں تھانوی صاحب کا مطالعہ محدود ہے یا پھر جان بوجھ کر اغماض برتا ہے۔

بارہواں رد:

تھانوی صاحب نے بسط البنان میں عقل وخرد سے اس قدر بے گانگی کا ثبوت دیا ہے کہ لاشعوری طور پر خود کو کچھ مخصوص القاب کا مستحق ٹھہرالیا ہے۔ حضور مفتی اعظم فرماتے ہیں: تھانوی صاحب کیا رسلیا والے نے اپنے خصم (یعنی امام احمد رضا قدس سرہ) کا کلام بھی نہ دیکھا۔ اس کے اسی برے دن کے لیے انباء المصطفیٰ میں فرمادیا تھا کہ تاریخ تمامی نزول (قرآن) سے پہلے کی ہوگی یا بعد کی۔ برتقدیر اول مقام سے محض بیگانہ اور مستدل نہ صرف جاہل بل کہ دیوانہ۔ برتقدیر ثانی اگر مدعائے مخالف میں نص صریح نہ ہو تو استناد محض خرط القتاد۔ مخالفین جو کچھ پیش کرتے ہیں سب انھیں اقسام کی ہیں دیکھیے اس نے (رسلیا والے نے) وہ آیت پیش کی کہ تمامی نزول قرآن کریم سے بہت پہلے کی ہے۔ اور پھر اس کے مدعا میں نص بھی نہیں۔ نص ہونا درکنار خود اس کا مدعا نہ بنا جب تک کلام اللہ میں اپنی طرف سے پیوند نہ جوڑا تو وہ دونوں مصیبتوں کی جامع ہوئی۔ افسوس کہ جتانے کے بعد بھی نہ سوجھی۔ سوجھے تو جب کہ عقل کا نام ونشان اگارہ گیا ہو۔ وہ ہمارے اور آپ کے اتفاق سے رسلیا والے سے سلب ہو چکی ہے۔ دیکھیے ادھر سے فرمان ہوا تھا کہ جو ایسی دلیل پیش کرے وہ نہ صرف جاہل بلکہ دیوانہ ہے۔ تو ہمارے نزدیک رسلیا والا عقل سے یکسر برکنار۔ اور آپ نے خفض الایمان میں آیہ کریمہ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ میں علم بالذات مراد لے کر بسط البنان میں اسے نہ صرف عقل بلکہ بداہت عقل کے خلاف بتایا تو خود آپ کے نزدیک رسلیا والے پہ جنون سوار۔ غرض اس کا مجنون ہونا دونوں فریق کا متفق علیہ ہے۔

(ص ۱۴)

یہ ادخال السنان کا اجمالی تعارف اور مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر اس کی فصل اول کے مباحث کا مفصل ذکر تھا جو کتاب کی عظمت ووقعت اور رد دیابنہ میں اس کی جامعیت واہمیت سمجھنے کے لیے کافی ہے۔ اور

www.waseemziyai.com

اسی قدر سے معلوم ہوگیا کہ صاحب کتاب تاجدار اہل سنت، شہزادہ اعلیٰ حضرت سیدنا حضور مفتی اعظم کے فضل و کمال کا یہ عالم ہے کہ دیوبندی جماعت کا وہ عالم جس کو ان کے یہاں حکیم الامت کے بھاری بھرکم لقب سے یاد کیا جاتا ہے آپ کے سامنے طفلِ مکتب بلکہ مخبوط الحواس اور عقل و دانش سے بیگانہ ثابت ہو رہا ہے۔

ضرورت ہے کہ ایسی عظیم و وقیع اور مفید کتاب کو کامل اہتمام کے ساتھ نئے انداز میں شائع کیا جائے۔ سرورق، کاغذ اور طباعت عمدہ ہو۔ خاص طور سے تصحیح کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔

کتاب کا پورا نام ادخال السنان الی حنک الحلقی بسط البنان ہے۔ یعنی سرمنڈی منحوس و موذی بسط البنان کے جبڑے میں نیزہ داخل کرنا۔ یہ تاریخی نام ہے۔ جس سے سال تصنیف ھ نکلتا ہے۔

بعض حضرات نے کتاب کا نام ادخال السنان الی حنک الحلق بسط البنان اور سنِ تصنیف ھ لکھا ہے۔ یہ دونوں باتیں غیر درست ہیں اب میں اس مضمون کو دو اشعار پر ختم کرتا ہوں جو بارگاہِ تاجدار اہل سنت میں بڑا جامع نذرانہ عقیدت ہیں۔

حق نما، حق بین و حق گو، حق پرست و حق پسند
مردِ حق، مشتاقِ حق، حق کی ضیا کا آئینہ

جس کا نصب العین تھا، اعلانِ حق، تبلیغِ حق
زندگی جس کی تھی شرعِ مصطفیٰ کا آئینہ

☆☆☆☆☆

www.waseemziyai.com

مولوی اشرف علی تھانوی وہابی کی

کتاب ''بسط البنان'' کا دوسرا رد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

بخدمت گرامی منش سراپا دانش وسیع المناقب جناب اشرف علی تھانوی صاحب

الحمد للہ کہ آپ کی جھوٹی بسط البنان نے ادھر کا پورا سچا بسیط بیان دیکھ لیا، اب نہ رہیں مگر اس کی ۱۴ سطریں جن میں اس نے مسئلہ علم غیب پر اپنا منھ کھولا ہے، یہ مسئلہ بفضلہ تعالیٰ ادھر کے رسائل میں بروجہ اعلیٰ مدت سے طے ہولیا، مخالفین کو ایک قران پورا بلکہ زائد گزرا کہ مہر سکوت بر زبان وسنگ صموت در دہان۔ اور انشاء اللہ العزیز تا قیام قیامت یوں ہی رہیں گے ﴿وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ﴾ (۱)

مگر یہاں جناب کی رسلیا اپنے طائفے بھر کی ساری عمر کی سب سے چمکتی کمائی برسر محفل لائی، اور بڑے ٹھسے سے دکھائی، اور ہے بھی یہ کہ اس سے بہتر ان کے کیسوں، ہمیانوں، صندوقچیوں میں کچھ بھی نہیں، تو اس کی دنداں شکنی بقدر حاجت ضرور مناسب، پھر مسماۃ کی ساری ادائیں اول تا آخر فرداً فرداً ضربیں کھا چکیں، چھٹی کے دودھ کا مزہ پا چکیں، یہ چند سطری نزاکت کیوں سسکتی چھوڑ دی جائے، کیوں ہم برعلم کی بلندی نہ پائے، لہذا بعض سوالات اور سنتے جایئے، وقعات السنان میں ۱۳۲ سوال تھے، آگے چلیے۔ وبا اللہ التوفیق۔

فصل اول: دربار الٰہی سے تھانوی صاحب کی محرومی

سوال ۱۳۳ جناب تھانیت مآب ملاحظہ ہو، رسلیا آیۂ کریمہ:

﴿وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ (۲)

سے استدلال کرنے چلی، اور جب دیکھا کہ کلام الٰہی میں اس کا گزر نہیں تو قرآن عظیم میں اپنی طرف سے پیوند (۱) بڑھا گئی، کہیے یہ کون سی حیا، کس دیانت کی ادا، کس ایمان کا تقاضا، یہ ذرا سی فتنی سوا

---

(۱) [سورۃ السبا: ۴۹] (۲) [سورۃ الأعراف: ۱۸۸]

www.waseemziyai.com

دوورقی رسلیائے ملا تھانوی ہے، ذی ہوش۔

دیکھا: کہ یہاں نہ عہد ہے نہ عہد یا جنس سے کام چلتا ہے، کہ کسی غیب خاص یا مطلق کوئی سا غیب جاننے پر اس جزا کا ترتب کہ بہت بھلائی جمع کرلیتا، اور کوئی برائی نہ پہنچنے پاتی معقول نہیں، لہذا جب عہد نہ ہوا تو استغراق آپ ہی متعین، لہذا خدا کا دھرا سر پر اسے ماننا پڑا، کہ آیت میں عموم نفی نہیں، یعنی یہ معنی نہیں کہ میں اصلا علم غیب نہیں رکھتا، بلکہ صرف نفی عموم ہے، یعنی ایسا نہیں کہ جمیع غیوب بلا استثنا مجھے معلوم ہوں۔ یہ بلاشبہ حق تھا، اب سوجھی کہ اس کے خصم کب اس کے منکر ہیں، وہ نصر تحسین فرمارہے ہیں کہ جمیع غیوب غیر متناہیہ بالفعل کا علم کہ اصلاً ازل سے ابدالآباد غیر متناہی کی کوئی شے مخفی نہ ہو مخصوص حضرت عزت ہے، حضور سید الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام کا علم کریم تمام مکتوبات لوح ومکنونات قلم یعنی ما کان ومایکون من اول یوم الی آخر الایام کو محیط، اور اس سے بدرجہا زائد علوم بے شمار متعلقہ بذات وصفات وآخرت پر مشتمل ہے نہ کہ محیط جمیع غیوب ومعاذ اللہ مساوی علم الٰہی۔ تو آیت نے رسلیا کو کچھ نفع نہ دیا، لہذا اس نے سنت یہود پر قائم ہوکر کلام الٰہی میں پیوند کی ٹھہرائی، جمیع غیوب میں الی یوم القیامہ کی قید اپنی گرہ سے بڑھائی، جناب تھانوی صاحب ذرا دھرم سے کہنا: یہ الی یوم القیامہ کا لفظ یہاں آیت کریمہ میں کہاں ہے۔ تھانوی صاحب یہ قرآن ہے، جس میں نقص وزیادت خارج از امکان ہے۔

﴿لا یأتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید﴾(۱)

---

(۱) رسلیا کی عبارت یہ ہے: آیت لکھ کر کہتی ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمیع غیوب الی یوم القیامۃ کا علم مستلزم ہے دوام عافیت وعدم مس ضرر کو، اور ظاہر ہے عین وقت وفات تک مس ضرر ہوا چنانچہ خود مرض بھی اس کی ایک فرد ہے، پس عدم مس آخر عمر تک مرتفع رہا تو علم جمیع غیوب آخر عمر تک بھی منتفی ہوا، اگر کہا جائے کہ یہ منتفی علم بالذات ہے۔ جواب یہ ہے کہ تالی الخ۔ بقیہ عبارت صفحہ چار میں آتی ہے۔

تھانوی صاحب رافضی بھی قرآن کریم میں صرف کمی مانتے ہیں، زیادت وہ بھی محال جانتے ہیں، رسلیا تو اس میں زیادت کرنے چلی، افسوس کہ نہ حفاظ کے سینے اس کے اختیار میں ہیں، نہ کاتبوں کے قلم، ورنہ ضرور آیت میں الی یوم القیٰمۃ بڑھوالیتی۔

سوال: (۱۳۴) تھانوی صاحب آپ نے رسلیا والے کا اندھا پن بھی دیکھا، خود ہی اسی رسلیا، ہاں ہاں اسی سوادوورقی میں اس عبارت سے یوں ہی صفحہ بعد شرح مواقف سے نقل کیا کہ

---

(۱) [سورۃ الشوریٰ: ۴۲]

www.waseemziyai.com

"الإطلاع على جميع المغيبات لا يجب للنبي ولهذا قال سيد الأنبياء:
﴿ولو كنت أعلم الغيب لأستكثرت من الخير وما مسني السوء﴾(۱)
دیکھیے تو یہ وہی آیت ہے یا کوئی اور۔اس میں جمیع غیوب کہے، یا صرف قیامت تک کے، کیا آپ رسلیا والے کو دزدبکف چراغ نہ کہیں گے۔

سوال (۱۳۵) آیت میں ایک پہلو تو یہ تھا، جسے رسلیا نے پیوند کاری کر کے بچایا۔دوسرا پہلو علم ذاتی کی نفی ہے، یعنی میں بذات خود بے خدا کے بتائے غیب جان لیا کرتا، تو بہت بھلائی جمع کر لیتا، اور مجھے کوئی برائی نہ پہونچتی، یہ نہایت صاف معنی تھے، رسلیا اسے یوں اڑانا چاہتی ہے کہ:

جو تالی اس مقدم پر مرتب کی گئی ہے وہ دلیل ہے مقدم کے عام ہونے کی، کیوں کہ استکثار خیر وعدم مس سوء مطلق علم کے لوازم سے ہے، نہ کہ علم بالذات کے، یہ حکم بدایت عقل کے خلاف ہے کہ اگر آیندہ کا واقعہ خود منکشف ہوتب تو مس سوء نہ ہو، اور جو خدائے تعالیٰ کے بتلانے سے منکشف ہو تو مس سوء ہو۔

جناب تھانوی صاحب رسلیا والا عقل کا نام ناحق لے، اس سے اور عقل سے تو قدیم دشمنی ہے، وہ تو اس کے لکھے بفضلہ تعالیٰ نصیب دشمنان ہے، رسلیا کو خود اپنے کہے کی سمجھ نہیں، مقدم کو عام لیتی ہے، یعنی اپنے جمیع متناولات ذاتی وعطائی سب کو جامع تو اسی کے طور پر معنی یہ ہوئے کہ..

اگر جمیع اقسام ذاتی وعطائی کا علم غیب مجھے ہوتا تو یہ لازم آتا، اس سے نفی عموم ہوئی نہ عموم نفی، خیر یہ تو اس کی بے تمیزی ہے، اطلاق کی جگہ عموم بولی ہے، اب اس سے کہیے کہ: بعد اس تسلیم کے کہ مجرد علم غیب مستلزم عدم مس سوء ہے، واقعی حصول علم پر ذاتی وعطائی دونوں کا یہی حکم، مگر وہ نصیب دشمنان والا نکتہ اور ہے۔ جہاں تک رسلیا والے کی سمجھ نہیں پہونچ سکتی، ذاتی وعطائی بعد الحصول میں فرق نہ سہی، کیا نفس حصول میں زمین آسمان کا فرق نہیں؟ کیا آپ نہیں جانتے کہ ذاتی کا حصول اپنی ذات سے ہے غیر کا محتاج نہیں، اور عطائی کا حصول محتاج ودست نگر عطا ہے، دیا تو ملا ورنہ نہیں۔تو جسے علم غیب عطا سے ملتا ہے، اور جمیع غیوب الی یوم القیامۃ بالفعل ابھی منکشف نہ ہوئے، اگر چہ آیندہ منکشف ہو جائیں گے، وہ یہ دعویٰ کیوں کر کر سکتا ہے کہ: مجھے کوئی برائی نہ پہونچے گی، کیا ممکن نہیں کہ بعض ضرر آنے والے ہوں کہ معطی نے ابھی ان کا علم نہ دیا، اگر چہ آیندہ جمیع غیوب عطا کر دے گا۔اس ضرر سے بچنے کا ذریعہ کیا ہے، بخلاف اس کے جس کا علم اپنی ذات سے ہے، کیا اسے کوئی حالت منتظرہ باقی ہے۔اور رسلیا خود مانتی

---

(۱) [سورۃ الأعراف: ۱۸۸]

www.waseemziyai.com

ہے کہ آیت ایسے ہی علم کی نفی فرماتی ہے جس پر جزائے مذکور کا ترتب ہو سکے، نہ اس کی جس پر ترتب ہی نہ ہو، اب فرمایئے: علم ذاتی مراد ہوا یا نہیں، ذرا ڈھونڈھیے تو وہ رسلیا کی بداہت عقل گھر کے کس کونے میں گھس گئی۔ شاید رسلیا ہی کے امثال کو کہا ہے کہ.. عقولھم فی.....ھن۔

سوال (۱۳۶) رسلیا کی بداہت بلادت، سب بالائے طاق یہ بھی آپ نے دیکھا کہ: رسلیا آیۂ کریمہ کو بالکل باطل و بے معنی کیے دیتی ہے، کہ استکثار خیر وعدم مس سوء مطلق علم کے لوازم سے ہے۔

تھانوی صاحب! اس سے پوچھیے تو کاہے سے کھائی تھی، فقط کسی امر کا پہلے سے جان لینا اس کے خیر کی تحصیل اور شر کے دفع کو کیوں کر مستلزم ہو گیا، جب تک اس تحصیل و دفع پر قدرت نہ ہو، اور قدرت کے ساتھ اس کے اسباب بھی مہیا ہوں، اور موانع بھی معدوم ہوں، ورنہ جانا کیجیے، قدرت نہیں تو کیا کر سکتے ہو، قحط میں مرنے والے روٹی پکانا، کھانا اور اس طریقہ سے بھوک کا دفع کرنا، سب کچھ جانتے ہیں، پھر یہ جاننا ان کے کیا کام آتا ہے، خفض الایمان نے جس وقت حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں یہ شدید گالی "پاگل، چوپائے" والی لکھی تھی خوب جانتی تھی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام اپنے مولیٰ پر ایسی دشنام دیکھ کر ہرگز خاموش نہ رہیں گے، ضرور رسلیا والے کی تکفیر کریں گے، پھر اس جاننے نے اس کو کیا نجات دی، شدنی تکفیر اور عرب سے عجم تک تفضیح وتشہیر ہو کر رہی، اب عموم مقدم کی خبر لیں۔ کہیے کیا اب بھی آپ نہ سمجھے کہ واقعی علم (۱)

بالذات ہی وہ چیز ہے جو اس لزوم کا ضامن ہے، علم بالذات کو الوہیت لازم، الوہیت کو قدرت تامہ، اور علم وقدرت تامہ کے اجتماع کو لزوم جزائے مذکور لازم، تو حاصل آیت یہ ٹھہرا کہ اے کافرو! تم جو مجھ سے تعیین وقت قیامت پوچھتے ہو یہ غیب ہے کہ بے خدا کے بتائے میں نہیں جان سکتا، اگر بے خدا کے بتائے مجھے غیب کا علم ہوتا تو میری قدرت بھی ضرور تام ہوتی، اور کوئی بات میرے خلاف نہ ہو سکتی، حالاں کہ تم دیکھ رہے ہو کہ بعض تکالیف جسمانی مجھے پہنچ جاتی ہیں، بعض لڑائیاں میرے اصحاب کے خلاف ختم ہوتی ہیں، تو ظاہر ہے کہ میں اپنے رب کے اختیار میں ہوں، پھر بے اس کے بتائے کیوں کر جان لوں، یا بے اس کے اذن کے کیوں کر بتا دوں، اور اس معنی پر خود اس آیت کا صدر دلالت فرماتا ہے۔ کہ:

---

(۱) اسی طرح علم محیط مطلق کہ جمیع غیوب غیر متناہیہ کو تفصیلاً محیط باحاطہ حقیقیہ تامہ ہو خاصۂ الوہیت ہے تو ایسے الوہیت اور الوہیت کو قدرت تامہ لازم۔ ۱۲ منہ۔

www.waseemziyai.com

﴿قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعاً وَلَا ضَرّاً إِلَّا مَا شَاء اللّهُ﴾(۱)

تم فرمادو کہ: میں اپنی جان کے نفع ونقصان کا خود مالک نہیں، مگر اس قدر کا کہ اللہ نے چاہا۔

کیوں تھانوی صاحب! آیہ کریمہ کے صاف معنی بدل کر معاذ اللہ اسے باطل ومہمل کردینا کس کا کام ہے۔

سوال (۱۳۷) تھانوی صاحب! آپ نے کبھی شفائے امام قاضی عیاض اور اس کی شرح نسیم الریاض کا بھی نام سنا ہے، اس میں فرماتے ہیں: ''(هذه المعجزة)في اطلاعه ـ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ـ على الغيب(معلومة على القطع)بحيث لا يمكن الانكار،أو التردد فيها لأحد من العقلاء(لكثرة رواتها وإتفاق معانيها على الإطلاع على الغيب)وهذا لا ينافي الآيات الدالة على أنه لا يعلم الغيب إلا الله .وقوله:﴿ولو كنت أعلم الغيب لأستكثرت من الخير﴾(۲)

فإن المنفي علمه من غير واسطة ، وإما إطلاعه ـ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ـ بإعلام الله تعالىٰ له فأمر محقق لقوله تعالى:﴿فلا يظهر على غيبه أحداً إلا من ارتضى من رسول﴾(۳)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزۂ علم غیب یقیناً ثابت ہے، جس میں کسی عاقل کو انکار یا تردد کی گنجائش نہیں، کہ اس میں حدیثیں بکثرت آئیں، اور ان سب سے بالاتفاق نبی ـ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ـ کے لیے علم غیب ثابت ہے، اور یہ ان آیتوں کے کچھ خلاف نہیں جو بتاتی ہیں کہ: اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔

اور اسی طرح آیت:﴿وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ﴾(۴)

---

(۱) [سورة الأعراف:۱۸۸]

(۲) [نسيم الرياض في شرح شفاء القاضي عياض الباب الرابع ـ الفصل الرابع والعشرون ما اطلع عليه من الغيوب ومايكون. ۳/ ۱۵۰ ناشر: مركز اهل السنة بركات رضا فور بندر]

(۳) [نسيم الرياض في شرح شفاء القاضي عياض الباب الرابع ـ الفصل الرابع والعشرون ما اطلع عليه من الغيوب ومايكون. ۳/ ۱۵۰ ناشر: مركز اهل السنة بركات رضا فور بندر]

(۴) [سورة الأعراف:۱۸۸]

www.waseemziyai.com

میں اگر غیب جانتا تو بہت بھلائی جمع کر لیتا۔

ان آیتوں میں بلا واسطہ علم غیب کی نفی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے علم دینے سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب ملنا تو یقینی بات ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوا اپنے پسندیدہ رسول کے۔ انتہی

ترجمہ:

کیوں تھانوی صاحب! یہ وہی آیت ہے یا نہیں، اسے علمائے کرام نے علم بالذات کی نفی پر محمول کیا یا نہیں؟ علم غیب بالواسطہ یعنی بہ عطائے الٰہی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت مانا یا نہیں؟، اس آیت میں اس کی نفی نہ ہونا بتاتا ہے یا نہیں؟، کہیے آپ کے نزدیک معاذ اللہ علما بداہت عقل کے مخالف ہیں۔ یار سلیا والا پاگل۔

سوال (۱۳۸) تھانوی صاحب! اوروں کا ذکر جانے دیجیے، آپ بیتی لائیے، رسلیا والا قرآن عظیم کو ناحق تکلیف دے، قرآن کی سمجھ اس کے بڑوں کو تو نصیب نہیں۔ اسمٰعیل دہلوی صاحب کی دیکھیے، تفویت الایمان میں آیتوں کی کیا کیا کایا پلٹ کی ہے، قرآن کریم تو قرآن کریم رسلیا تو خود اپنا لکھا تو سمجھتی ہی نہیں، اسی دلیل کی گڑھت میں ابھی ابھی تو لکھ چکی ہے کہ: ظاہر ہے کہ عین وقت وفات تک مس ضرر ہوا، چنانچہ مرض بھی اس کی ایک فرد ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرض اقدس کو معاذ اللہ حضور کے حق میں ضرر ٹھہرا کر "چنانچہ" تو لکھ گئے، یہ بھی سمجھے کہ آپ کی نفی علم بالذات کے انکار کو مرض الموت لگ گیا۔ اے جناب یوں تو مرض کیا خود موت ہی کو نہ ضرر کہیے۔

قرآن عظیم میں فرمایا:

﴿فَأَصَابَتْكُم مُّصِيبَةُ الْمَوْتِ﴾ (۱)

مگر یہ تو بولیے کہ وہ کون سا علم عطائی ہے کہ خدا کے بھیجے ہوئے مرض کو نہ آنے دے، اپنے عالم کو موت سے بچا لے، ہرگز کوئی علم عطائی ایسا نہیں ہو سکتا، کیا اب بھی ایمان نہ لاؤ گے کہ ضرور علم بالذات ہی کی نفی ہے، کہ وہی وہ شے ہے جس کے موصوف کو نہ مرض لاحق ہو سکے نہ موت۔

تھانوی صاحب! مدرسۂ اہل سنت کے کسی طالب علم سے دس بارہ برس کچھ پڑھ لو پھر قرآن عظیم سے استدلال کا نام لینا، اور یہ خیال نہ کرنا کہ بوڑھے ہوتے کیا پڑھیں، یا لوگ ہنسیں گے۔

---

(۱) [سورۃ المائدۃ: ۱۰۶]

www.waseemziyai.com

ع: ہنسنے دو، ہنستے ہی گھر بستے ہیں

سوال (۱۳۹) تھانوی صاحب! رسلیا والے نے یہ بے چاری ''بسط البنان'' اس دکھیاری ''خفض الایمان'' کی مرہم پٹی کو لکھی ہے، یا اس کی سسکتی جان پر اور تیز چھری پھیر دینے کو؟۔ یہاں تو اپنی نہ بنتی بنانے کو یہ جوش وخروش کہ علم بالذات مراد لینا بداہت عقل کے خلاف ہے، اور خفض الایمان میں یوں فرما چکے:

مطلق غیب سے مراد اطلاقات شرعیہ ہیں، وہی غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو، اور اس کے ادراک کے لیے کوئی واسطہ اور سبیل نہ ہو۔

کیوں تھانوی صاحب! آیۂ کریمہ: ﴿وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ﴾(۱) اطلاق شرعی ہے یا نہیں؟۔ یہاں غیب مطلق ہے یا نہیں؟۔ ضرور ہے۔

رسلیا والا اب اپنے حصر کو روئے کہ..

اس میں وہی غیب مراد ہے جس کے ادراک کے لیے واسطہ نہ ہو۔

بھولی صورت! وہ جو بلا واسطہ ہو اسی کو بالذات کہتے ہیں۔

نسیم الریاض کی عبارت ابھی سن چکے، اور خود خفض الایمان میں اپنا ہی ساختہ سوال خانہ ساز دیکھیے کہ...

علم غیب کی دو قسمیں ہیں: بالذات اور بالواسطہ۔ اسی کے جواب میں آپ کی وہ عبارت ہے کہ مطلق سے مراد وہی غیب ہے جس کے ادراک کے لیے کوئی واسطہ نہ ہو، اور اسی پر آپ کی وہ تفریع کچھ جان رکھے گی کہ..

تو بلا قرینہ مخلوق پر علم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونے کی وجہ سے ممنوع ہوگا،

کہ ایہام شرک اسی تقدیر پر ہے کہ اطلاقات شرعیہ میں مطلق علم غیب سے بالذات مراد ہونے میں آپ کی مان لی جاے، ورنہ ان معنی پر کہ ذاتی وعطائی دونوں کو شامل ہوں مخلوق پر اطلاق میں ایہام شرک آپ کس گھر سے لائیں گے، یوں تو کسی کو رشید کہنا بھی ایہام شرک ہوگا کہ رشید اللہ عزوجل کا نام پاک ہے، اور رشید ذاتی اسی سے خاص، مگر علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ: ایسا اطلاق جائز ہے، اللہ عزوجل کے حق میں ان کے معنی اس کی شان کے لائق لیے جائیں گے، اور مخلوق کے لیے اس کے قابل۔

---

(۱) [سورۃ الأعراف: ۱۸۸]

www.waseemziyai.com

درمختار میں ہے:" جاز التسمية بعبي ورشيد وغيرهما من الأسماء المشتركة ويراد في حقنا غيرما يراد في حق الله تعالى "(۱)

تو قطعی طور پر روشن ہوا کہ آپ خفض الایمان میں خود ہی مان چکے ہیں، کہ: اطلاقات شرعیہ میں مطلق علم غیب سے علم بالذات مراد ہوتا ہے، اب اسے بداہت عقل کے خلاف بتا کے جنون کیے دیتے ہیں:

بریں عقل ودانش بباید گریست کہ خود گفتۂ خود نداند کہ چیست

سوال (۱۴۰) تھانوی صاحب! آپ نے غنیمت جانا ہوگا کہ آیت مذکورہ میں علم بالذات مراد ہونا، میں نے خفض الایمان کے ایک کلیہ کے نیچے داخل کیا جس میں شاید براہ مکابرہ کوئی حرکت مذبوحی کر سکو، مگر رسلیا والا خوش نہ ہو، اس کے یہاں کے کلیات جزئیات سب ہمارے زیر نظر ہیں، وہ دیکھیے اپنے اسی کلیہ کی چمکتی تفریع آپ کی خفض الایمان یوں دکھاتی ہے۔

اسی بنا پر ﴿لا يعلم من في السموات والأرض الغيب إلا الله﴾ .اور. ﴿وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ﴾ وغیرہ فرمایا گیا ہے،

جناب رسلیا والے کو اپنے گھر کی بھی خبر نہیں۔ع

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اب وہ خود ہی ایمان لا چکا کہ آیۂ کریمہ:

﴿وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ﴾(۲)

میں علم بالذات ہی کی نفی ہے جو بلا واسطہ ہو کہ علم عطائی قطعاً بالواسطہ ہے، پھر کس منہ سے اسی خفض الایمان کی حمایتی بہن بسط البنان میں (کفرتم بعد ایمانکم) پر عمل کے لیے اس ایمان سے کفر کر کے اسے بداہت عقل کے خلاف بولتا ہے۔

یعنی کہتا ہے: کہ ایں جانب خفض الایمان لکھنے میں نہ فقط عقل بلکہ بداہت عقل کے مخالف ہیں، یعنی نہ صرف احمق بلکہ نرے پاگل ہیں۔

کیوں تھانوی صاحب! کیسی کہی، قسمت کی بدی قسمت میں بدی کہ.. بے چاری خفض الایمان کو تفریع میں بھی خود یہ آیت گنانی پڑی، اگر اور کوئی آیت لکھتی، یا پہلی ہی ایک پر قناعت کرتی تو شامت کی

---

(۱) [درالمختار على تنوير الأبصار: فرع يكره اعطاء سائل المسجد، ٦/٤١٧]

(۲) [سورة الأعراف:١٨٨]

www.waseemziyai.com

ماری بسط البنان کو یہ بُرا دن تو پیش نہ آتا کہ خود اسی کے منہ اس کے خصم کا دعویٰ ثابت، اور اس کی بکواس باطل وساقط۔ مگر کیا کرے ایام کی گردش کا کیا علاج۔

﴿كذلك العذاب ولعذاب الآخرة أكبر لو كانوا يعلمون﴾(۱)

سوال (۱۴۱) تھانوی صاحب! آپ نے یہ بھی دیکھا کہ نہ فقط اسی آیۂ کریمہ بلکہ جملہ نصوص شرعیہ سے اس مسئلہ پر استدلال میں رسلیا والے نے ہمیشہ کو اپنی اور اپنے طائفہ بھر کی گلی بند کرلی کہ جہاں مطلق علم غیب کی نفی ہے، خود اس کے منہ وہاں علم بلا واسطہ ہی کی نفی ہے، یہ اس کے خصم کا عین مدعا ہے۔ وللہ الحمد۔ ع

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

سوال (۱۴۲) اگلے سوالات رسلیا والے کی راہ پر تھے، جو اس نے خود مار لی، آیت میں تیسرا پہلو اور ہے، جو کچھ مفسر ملتؔ آخر چلے کہ کلام خطابی اور استلزام جزئی عادی، اور الغیب میں لام جنس کے لیے ہے، اور خیر وسوء سے خاص، وہ مراد کہ عادۃً انسان جن کے جلب وسلب پر ظاہری اختیار رکھتا ہے۔

عنایۃ القاضی میں ہے: "يكفي مثله في الأمور المسلمة من الخطابات كما يصرح به قوله بعده ﴿ولو كنت أعلم الغيب۔﴾(۲)

اسی میں ہے: "فإن قيل: العلم بالشيء لا يلزم منه القدرة عليه كما لا يخفىٰ قبل استلزام الشرط للجزاء لا يلزم أن يكون عقلياً وكلياً، بل يكفي أن يكون عادياً في البعض كما مر"۔(۳)

تفسیر ابوالسعود میں ہے: ﴿وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ﴾(۴)

أي: جنس الغيب الذي من جملته مابين الأشياء من المناسبات المصححة عادةً للسببية والمسببية من المبانيات المستتبعة للممانعة والمدافعة ﴿لاستكثرت من الخير﴾(۵)

---

(۱) [سورة القلم: ۳۳]

(۲) [عناية القاضي وكفاية الراضي على تفسير البيضاوي: ۲۴۲، سورة الأعراف]

(۳) [عناية القاضي وكفاية الراضي على تفسير البيضاوي: ۲۴۲، سورة الأعراف]

(۴) [سورة الأعراف: ۱۸۸]

(۵) [تفسير أبي السعود: ۳۰۲/۳]

www.waseemziyai.com

أي: لحصلت كثيراً من الخير الذي نيط تحصيله بالأفعال الاختيارية للبشر بترتيب أسبابه ودفع موانعه ﴿وما مسنى السوء﴾(۱)

أي: السوء الذي يمكن التفصي عنه بالتوقي عن موجباته والمدافعة لموانعه، لا سوء ما؛ فإن منه ما لا مدفع له "(۲)

ظاہر ہے کہ رسلیا کی گلی اس مسلک سے الگ چلی کہ اس نے لام استغراق لیا نہ جنس، اور سوء میں مرض الموت تک شامل کیا جس کے دفع پر انسان ہرگز قادر نہیں، اور بدیہی ہے کہ یہ استلزام عادی نہیں، لا جرم استلزام عقلی لیا۔ اور واقعی ہم کو بھی یہی روش پسند ہے، کلام الٰہی عزوجل کو برہانی سے خطابی کی طرف ڈھالنا ہمارے مذاق کے خلاف ہے۔ کریمۂ تمانع میں علامہ تفتازانی پر جو مطارحات ہوئے معلوم ہیں، لہذا اگلے سوالات رسلیا ہی کی راہ پر ہوئے، مگر اس مسلک کا ذکر اس لیے کر دیا کہ رسلیا والا اپنا لکھا خود نہیں سمجھتا، جس کا بارہا تجربہ ہولیا، کہیں جواب بنانے کی بوکھلاہٹ میں ان بعض متأخرین کا سہارا پکڑے، اور اتنی تمیز نہ ہو کہ اس کے اور اُن کے مسلک میں بعد المشرقین ہے، مرض الموت کی دلیل کس گھر سے لائے گا، اور جانے دو، جب لام جنس ٹھہرا تو نفی جنس سلب کلی کرے گی، یہ اولاً بدیہی البطلان۔ ثانیاً خلاف ایمان۔ ثالثاً خفض الایمان کے تو ساتوں کرم کر دے گا۔ رسلیا والا پاگل جانور بچے سب کے تو علم غیب کا قائل ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سلب کلی کر کے کیا پہلے سے بھی اونچی اڑان اڑے گا، خبر شرط ست۔ اگر کہیے: پھر یہ علما نفی جنس کیسے مان گئے، جی! اس کے جواب خود وہی علما دے لیں گے جو رسلیا کے استدلال کو دریا برد کر دکھائیں گے، رسلیا ذرا چھری تلے دم لے۔

سوال (۱۴۳) کیا آپ کو یہ بھی خبر ہے کہ خود اس مسلک والوں نے آیۂ کریمہ سے کیا کیا جواب دیے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے علم غیب کی نفی کرنے والوں کے کیا کیا علاج کیے۔

تفسیر لباب التاویل، پھر تفسیر جمل میں ہے:

"فإن قلت قد أخبر ـ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ـ عن المغيبات، وقد جاءت أحاديث في الصحاح بذلك، وهو من أعظم معجزاته ـ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ـ فكيف الجمع بينه وبين قوله:

---

(۱) [تفسير أبي السعود: ۳۰۲/۳]

(۲) [تفسير أبي السعود: ۳۰۲/۳]

www.waseemziyai.com

﴿وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ﴾(۱)

قلت: يحتمل أن يكون قاله على سبيل التواضع والأدب، والمعنى: لا أعلم الغيب إلا أن يطلعني الله عليه ويقدره لي - ويحمل أن يكون قال ذلك قبل أن يطلعه الله عزوجل على علم الغيب، فلما اطلعه الله تعالى أخبره كما قال: ﴿فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَداً إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِن رَّسُولٍ﴾(۲)

یعنی اگر کسی کو اس آیت سے یہ شبہ گزرے کہ اس میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے علم غیب کی نفی ہے، حالاں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھتیرے غیب بتائے جو صحیح حدیثوں میں آئے، اور یہ حضور کے نہایت عظیم معجزات سے ہے، تو اس میں اور آیت میں توفیق کیا ہو، اس کا جواب یہ ہے کہ: اول تو آیت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نفی علم غیب میں متعین نہیں، ممکن کہ یہ نفی حضور نے براہ تواضع وادب فرمائی ہو، اور معنی یہ کہ بے خدا کے بتائے مجھے علم غیب نہیں ملتا (دیکھیے وہی علم ذاتی کی نفی آگئی)

ثانیاً: آیت میں ہے تو اس وقت تک کی نفی ہے نہ کہ ہمیشہ کی (یہ آیت مکیہ ہے کہ ہجرت شریفہ سے بہت پہلے ابتدائے اسلام میں اتری) ممکن کہ اس وقت تک حضور کو علم غیب نہ ملا ہو، بعد کو اللہ تعالیٰ نے حضور کو علم غیب عطا فرمایا، جیسا کہ رب عزوجل نے فرمایا ہے کہ:

اللہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو۔

تھانوی صاحب! آپ نے علما کے جواب دیکھے۔ اور رسلیا کی تو دونوں گلیاں بند ہیں کہ علم ذاتی لینے کو خلاف بداہت عقل کہہ چکی، اور نفی علم غیب آخر عمر اقدس تک مستمر مان گئی۔ جانے ان دو احتمالوں کے رد پر اس کے پاس کیا دلیل ہے؟ کوئی برہان رکھتی ہے تو لائے، ورنہ استدلال کا نام لیتے شرمائے۔

سوال (۱۴۴) تھانوی صاحب! کیا رسلیا والے نے اپنے خصم کا کلام بھی نہ دیکھا، اس کے اسی برے دن کے لیے ''انباء المصطفیٰ'' میں فرمادیا کہ: تاریخ تمامی نزول سے پہلے کی ہوگی یا بعد کی، بر تقدیر اول مقام سے محض بے گانہ، اور مستدل نہ صرف جاہل بلکہ دیوانہ۔ بر تقدیر ثانی: اگر مدعائے مخالف میں نص صریح نہ ہو تو استثنا محض خرط القتاد۔ مخالفین جو کچھ پیش کرتے ہیں سب انہی اقسام کی ہیں، دیکھیے

---

(۱) [سورۃ الاعراف: ۱۸۸]

(۲) [تفسیر الخازن: لباب التاويل في المعاني التنزيل، ۲/ ۲۸۰][سورة الأعراف: ۱۸۸]

www.waseemziyai.com

اس نے وہ آیت پیش کی کہ: تمامی نزول قرآن کریم سے بہت پہلے کی اور پھر اس کے مدعا میں نص بھی نہیں، نص ہونا درکنار خود اس کا مدعا اس میں نہ بنا جب تک کلام اللہ میں اپنی طرف سے پیوند نہ جوڑا، تو دونوں مصیبتوں کی جامع ہوئی، افسوس کہ جتا دینے کے بعد بھی نہ سوجھی۔ سوجھے تو جب کہ عقل کا نام ونشان لگا رہ گیا ہو، وہ ہمارے اور آپ کے اتفاق سے رسلیا والے سے سلب ہو چکی ہے، دیکھیے ادھر سے فرمان ہوا تھا: جو ایسی دلیل پیش کرے وہ نہ صرف جاہل بلکہ دیوانہ ہے، تو ہمارے نزدیک رسلیا والا عقل سے یکسر برکنار اور اپنی خفض الایمان میں آیۂ کریمہ: ﴿لو کنت أعلم الغیب﴾ میں علم بالذات مراد لے کر بسط البنان میں اسے نہ صرف عقل بلکہ بداہت عقل کے خلاف بتایا، تو خود آپ کے نزدیک رسلیا والے پہ جنون سوار، غرض اس کا مجنون ہونا دونوں فریق کا متفق علیہ ہے، پھر بھی کیا گیا ہے، غیب داں تو رہا کہ اس کے نزدیک ہر پاگل غیب داں ہے۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

جناب تھانوی صاحب! آیت کریمہ سے آپ کے استدلال کو بارہ باٹ تیرہ تین کرنے کے لیے یہ بارہ رد ہیں۔ کیا اس قدر رسلیا کی ہوس کا منہ بھرنے کو آپ کے نزدیک کافی ہوگا۔

چہ قدر بدشت تو سن بہ پیش دواندہ ام من چہ قدر رمیدہ است او چہ قدر رماندہ ام من

فصل دوم

دربار رسالت سے تھانوی صاحب کی نامرادی

رسلیا اب آیت سے گزر کر ایک حدیث سے سند چاہتی ہے، اس میں بھی بعونہ تعالیٰ اس کی خبر لیتا ہوں۔

اللہ عزوجل کے دربار سے تو محروم پھری تھی، وہ دیکھیے نبی کی سرکار سے بھی نامراد واپس ہوتی ہے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ نبیہ وآلہ وبارک وسلم. وباللہ التوفیق۔

سوال (۱۴۵) تھانوی صاحب فرماتے ہیں: حدیث میں ہے کہ: بعض امتیوں کی نسبت قیامت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا جائے گا: ((انک لا تدري ما أحدثوا بعدک))(۱)

معلوم ہوا کہ قیامت کے بعض ازمنہ تک بھی آپ پر بعض کو نیات ظاہر نہیں ہوئے، بالذات نہ بالعطا۔

تھانوی صاحب! کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ حدیث کس کی ہے، اس کی خبر دینے والے کون

---

(۱) [صحیح البخاري: باب في الحوض، ۸/ ۱۲۰]

www.waseemziyai.com

ہیں، خود حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو فرمارہے ہیں کہ: جو حوض کوثر پر میرے حضور حاضر ہوگا وہ پیے گا، اور جو پیے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا، اور کچھ لوگ آئیں گے جنھیں میں پہچانوں گا، اور وہ مجھے پہچانیں گے، پھر مجھ تک پہونچنے سے روک دیے جائیں گے، میں فرماؤں گا: یہ بھی مجھ سے تعلق رکھتے ہیں، اس پر عرض کیا جائے گا: حضور کو خبر نہیں کہ انہوں نے حضور کے بعد کیا کیا۔ میں فرماؤں گا: دور ہو، دور ہو، وہ جس نے میرے بعد تبدیلی کردی۔ انتھی

جب خود حضور ہی اس واقعہ کی آج اطلاع دے رہے ہیں تو علم نہ ہونا کیا معنی، بلکہ قطعاً علم ہے، اور روز قیامت کی اس عظیم مشغولی میں ذہول فرمانا ہوگا، تو حدیث تمہاری مخالف ہے نہ کہ مؤید، اگر کہیے ممکن کہ یہ اجمالی علم دیا گیا ہو کہ بعض لوگوں کے ساتھ ایسا واقع ہوگا، اور تفصیلی نہ بتایا گیا ہو کہ وہ فلاں فلاں لوگ ہوں گے، ولہذا اس احتمال پر کہ جو منع کیے جارہے ہیں شاید ان کے غیر ہوں جن کی ہم کو خبر دی تھی، ان کے روکنے پر انکار فرمائیں گے۔

اقول: بہکنے کی نہیں بدی۔ آپ مستدل ہیں، آپ کو ممکن ومحتمل وعسی ولعل کافی نہیں، جیسا یہ ممکن ہے کیا یہ ممکن نہیں کہ تفصیلی علم عطا ہوا، اور اس مشغولی عظیم میں یاد نہ رہا، تو آپ یہ کس گھر سے لاسکتے ہیں کہ معلوم ہوا کہ آپ پر بعض کو نیات ظاہر نہ ہوئے، نہ بالذات نہ بالعطا۔ ہاں یوں کہیے کہ معلوم ہوا کہ حضور کو بعض اوقات بعض معلومات سے ذہول روا ہے، پھر یہ ہمارے کیا خلاف، اگر کہیے ذہول خلاف ظاہر ہے۔

اقول: اگر تمہیں عرصات محشر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عظیم بے شمار کاموں کی قدر ہو تو جانو کہ اصلاً ذہول نہ ہونا ہی خلاف ظاہر، اور اس کا دعویٰ محض بے اصل وخاسر ہے، مجموعہ ''حسام الحرمین'' شریفین اور خلاصہ فوائد فتویٰ ص: ۱۷ و ۲۷ میں قیامت کا بیان دیکھو تو اس دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظیم مشغولی کے کروڑوں حصوں سے ایک شمہ معلوم ہو۔

العظمۃ للہ۔ اگر اس کے کروڑوں حصے کا کروڑواں حصہ کسی عظیم العقل پر وارد ہو تو اس کے آئے حواس جائیں، ایں وآں درکنار خود گم ہوجائے، یہ تو انہی کا ظرف اعلیٰ ہے کہ باوصف ان بے شمار عظیم مشغولیوں کے تمام جہان کی خبر گیری فرمائیں گے، سنکھوں مہاسنکھوں سے بھی بہت زائد ازدحام اور لاکھوں منزل کروڑوں کوسوں کے فاصلوں پر مقام، اور ہر جگہ بے شمار مختلف کام، اور اس سرے سے اس سرے تک ایک تنہا وہی خبر گیراں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ابھی صراط پر ہیں، گزر کرا رہے ہیں۔ ابھی حوض پر ہیں، جلتوں کو بجھا رہے ہیں۔ ابھی میزان پر ہیں، اعمال تولوا رہے ہیں۔ کروڑوں طرف سے یارسول اللہ، یارسول اللہ کی دردناک صدائیں آرہی ہیں، اور انہیں ہر ایک اس سے زیادہ پیارا جیسے ماں کو اکلوتا

www.waseemziyai.com

بچہ۔ دوسرا کیسا ہی اعلیٰ درجہ کا عقل وحواس والا ہو اس بہت ہلکی سی ہلکی حالت میں سب بھول جاتا ہے۔

اولاً: امام احمد مسند میں امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال اقدس ہوا غم کے سبب بعض صحابہ کے حواس بجا نہ رہے، اور انہیں میں میں تھا، میں بیٹھا ہوا تھا، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزرے اور سلام کیا، مجھے خبر بھی نہ ہوئی، فاروق اعظم نے صدیق اکبر سے اس کی شکایت کی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اب دونوں حضرات کرام نے تشریف لا کر مجھے سلام کیا، اور صدیق نے فرمایا: ''مالک أن لا ترد علیٰ أخیک عمر سلامه'' کیا سبب ہوا کہ تم نے اپنے بھائی عمر کے سلام کا جواب نہ دیا، میں نے کہا: '' ما فعلت '' میں نے تو ایسا نہ کیا۔ فاروق نے فرمایا: ''بلیٰ واللہ لقد فعلت '' ہاں ہاں خدا کی قسم تم نے ایسا کیا۔ میں نے کہا: ''واللہ ما شعرت أنک مررت ولا سلمت '' خدا کی قسم مجھے نہ تمہارے آنے کی خبر، نہ سلام کرنے کی۔ صدیق نے فرمایا: ''صدق عثمان قد شغلک عن ذلک أمر '' عثمان سچے ہیں، کسی عظیم مشغولی کے باعث تمہیں خبر نہ ہوئی۔ پھر عثمان غنی نے اپنی فکر بیان کی کہ میں اس وقت اس سوچ میں تھا۔

دیکھیے ہزاروں برس پہلے کی سنی ہوئی بات درکنار، آنکھوں کے سامنے آدمی آئے اور سلام کرے، اور متفکر انسان نہ اسے دیکھے نہ اس کا سلام سنے۔

ثانیاً: عرصات محشر میں اولین وآخرین، صحابہ وتابعین، علما ومحدثین، رواۃ ومخرجین سبھی ہوں گے، کون سے کان نے حدیث شفاعت نہ سنی کہ لوگ درجہ بدرجہ آدم ونوح وابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ۔ علیہم الصلاۃ والسلام۔ کے حضور حاضر ہوں گے، اور محروم پھریں گے، نفسی نفسی سنیں گے، اخیر میں جب بحضور ختم رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ باریاب ہوں گے، مراد پائیں گے: ''أنا لها أنا لها'' کا مژدۂ جان بخش سنیں گے، کہ میں ہوں شفاعت کے لیے، میں ہوں شفاعت کے لیے۔ کروڑوں سننے سنانے، پڑھنے پڑھانے، روایت کرنے، کتابوں میں لکھنے، وعظوں میں بیان کرنے والوں سے کسی کو یاد نہ آئے گا کہ وہی واقعہ تو ہے جسے ہمارا بچہ بچہ جانتا ہے، اس سخت مصیبت کے وقت کیوں بھٹکتے پھریں، سرے سے وہیں نہ حاضر ہوں جہاں سائل کو مراد ملتی ہے، خیر اس وقت بھولے ہوئے تھے۔ آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے جواب سن کر تو یاد آتا کہ یہ وہی واقعہ ہے، یہاں بھی یاد نہ آیا تو نوح علیہ الصلاۃ والسلام سے مایوس پھر کر یاد آتا، یوں ہی درجہ بدرجہ کہیں تو کسی کو یاد آتا کہ پے در پے جو واقعات گزرے ہیں سب جانے پہچانے ہیں، برسوں ان کے درسوں میں مشغول رہے ہیں، اس قدر عظیم وکثیر یاددہانیوں پر بھی کروڑوں میں ایک کو اصلا یاد نہ آئے گا، یہاں تک کہ جو ترتیب ارشاد ہوئی ہے پوری واقع ہو لے، اور ضرور تھا کہ یاد نہ آئے کہ

www.waseemziyai.com

خبر تو یہ فرمان ہے، کہ یوں ہوگا، اس میں فرق پڑنا محال ہے، یوں ہی یہاں بھی خبر نبی ارشاد فرمارہے ہیں: کہ یوں ہوگا بعض لوگ یوں روکے جائیں گے، میں یوں فرماؤں گا، ملائکہ یوں عرض کریں گے، تو واجب ہے کہ یہ خود بتایا ہوا، خود فرمایا ہوا واقعہ اس وقت ذہن اقدس سے اتر جائے، کہ یاد آنے پر ہرگز انکار نہ فرماتے، نہ ملائکہ وہ جواب دیتے، واقعہ واقع نہ ہوتا، اور خبر کا خلاف محال ہے، تو ذہول واجب ہے۔

﴿لیقضی اللّٰہ أمراً کان مفعولاً﴾(۱)

ثالثاً: انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے زائد کس کی عقل ہوگی، قیامت میں رب عزوجل ان سے پوچھے گا: ﴿ماذا أجبتم﴾(۲)

تم جو ہدایت کے لیے گئے تھے تمہیں کیا جواب ملا؟ عرض کریں گے: ﴿لا علم لنا﴾(۳)

ہمیں کچھ خبر نہیں۔ عالم القرآن سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور امام مجاہد و امام حسن بصری و زید بن اسلم، مولائے امیر المؤمنین فاروق اعظم و سدی کبیر ائمہ تابعین نے فرمایا: کہ ہیبت کے سبب انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کو ذہول ہو جائے گا، یہ تمام ماجرا کہ عمر بھر کفار نابکار کے ساتھ انہیں گزرا اصلاً یاد نہ رہے گا، لہذا عرض کریں گے: ہمیں کچھ خبر نہیں، پھر جب حواس برجا حال ہوں گے ان پر شہادت دیں گے۔

ابن ابی حاتم و ابو شیخ حضرت عالم القرآن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں راوی:

"قال: فرقاً تذهل عقولهم إليهم فيكونون هم الذين يسألون"(٤)

خطیب اسی جناب رفیع سے راوی:

"ينادي كل آدمي يومئذٍ يارب! نفسي نفسي، لا أسألك غيرها حتى إن إبرهيم ليتعلق بساق العرش ينادي: يا رب! نفسي نفسي لا أسألك غيرها، ونبيكم ﷺ يقول: يا رب أمتي أمتي، لاهمّ له غيركم، فعند ذلك يدعى بالأنبياء والرسل فيقال لهم: ماذا أجبتم؟ قالوا: لا علم لنا ـ طاشت الاعلام وذهلت العقول، فإذا رجعت القلوب إلى أماكنها نزعنا من كل أمة شهيداً، فقلنا هاتوا برهانكم، فعلموا إن الحق للّٰه"(٥)

---

(۱) [سورة الأنفال: ٤٢]

(۲) [سورة المائدة: ١٠٩]

(۳) [سورة المائدة: ١٠٩]

(٤) [الدر المنثور في التفسير: ٣/٢٢٧]

(٥) [الدر المنثور في التفسير: ٣/٢٢٨]

www.waseemziyai.com

فریابی وعبدالرزاق وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابوالشیخ حضرت مجاہد سے راوی:

((يفزعون فيقول: ما ذا أجبتم ؟۔فيقولون لا علم لنا ، فيرد إليهم أفئدتهم فيعلمون))(۱)

ابوالشیخ زید بن اسلم سے راوی:

" يأتي على الخلق ساعة يذهل فيها عقل كل ذي عقل ، ثم قرأ: ﴿يوم يجمع الله الرسل﴾(۲)

ابن ابی حاتم وابوالشیخ حضرت حسن بصری سے اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں راوی:

"قالوا لا علم لنا قال: من هول ذلك اليوم "(۳)

ابن جریر وابن ابی حاتم وابوالشیخ سدی سے کریمہ مذکورہ کی تفسیر میں راوی:

"قال ذلك إنهم نزلوا منزلاً ذهلت فيه العقول ، فلما سئلوا قالوا : لا علم لنا ثم نزلوا منزلاً آخر فشهدوا على قومهم"(٤)

ان تمام احادیث وتفاسیر صحابہ وتابعین۔رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔کا خلاصہ یہ ہے کہ: قیامت کے دن ہر شخص اپنی ہی فکر میں غلطاں وپیچاں ہوگا، یہاں تک کہ شیخ الانبیا خلیل کبریا سیدنا ابرہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم ساق عرش سے لپٹ کر عرض کریں گے: اے میرے رب میری اپنی جان، میری اپنی جان، میں اس کے سوا تجھ سے اور کچھ نہیں مانگتا۔ہاں ایک وہ پیارا، وہ نبی ہمارا، وہ بے کسوں کا سہارا، وہ بے یاروں کا یارا، وہ شفاعت کی آنکھ کا تارا، وہ محبوب محشر آرا۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔عرض کرتا ہوگا: اے میرے رب! میری امت، میری امت، انہیں امت کے سوا اور فکر نہ ہوگی، ایسے وقت میں اللہ عزوجل رسولوں سے پوچھے گا: تمہیں کافروں نے کیا جواب دیا، دہشت وہیبت کے سبب کچھ یاد نہ آئے گا، عرض کریں گے: ہمیں کچھ علم نہیں، پھر جب دل ٹھکانے آئیں گے، ہر نبی اپنی قوم پر شہادت دے گا۔صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم۔

للہ انصاف! ایسے عظیم وقت میں اگر سنکھوں مہاسنکھوں میں سے چند اشخاص کے بعض احوال

---

(۱) [فتح البيان في مقاصد القرآن: ٨١/٤]

(۲) [الدر المنثور في التفسير : ٢٢٧/٣]

(۳) [الدر المنثور في التفسير : ٢٢٧/٣]

(٤) [الدر المنثور في التفسير : ٢٢٧/٣]

www.waseemziyai.com

خیال اقدس سے اتر جائیں تو اس کا عجب ہے، یا اصلاً کوئی بات ذہن سے نہ اترنا ہی تعجب وخلاف ظاہر ہے۔ الحق الحق. کروڑہا کروڑ علوم کریمہ ان اشغال جلیلہ عظیمہ میں مستحضر رہنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ اور ایک عظیم خرق عادت بشری ہے، تو نادراً اس کے خلاف یعنی موافقت عادت کو خلاف ظاہر کہنا کیسے احمق جاہل یا ہٹ دھرم معاند کا کام ہے، ان کے غلام اہل اسلام اپنے آقائے کریم ۔علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم ۔کا یہ کرم عظیم تو دیکھیں، دو چار جزئیات سے یہ نادر ذہول بھی ہوا، تو رحمت ہی کی جانب ہوا، ذہن سے اترے تو ان کے بدکام ہی اترے، وہ خود یاد ہی رہے کہ: ''یارب منی ومن أمتي'' اے میرے رب یہ تو میرے ہیں میری امت سے ہیں۔

کمر بستن بکار است خود ایں چنیں باید

ببیں در نام او گنجید ن میم مشد درا

ایسی بندھی نصیب کھلے مشکلیں کھلیں دونوں جہاں میں دھوم تمہاری کمر کی ہے

صلی اللہ تعالیٰ وسلم وبارک علیہ وعلیٰ آلہ قدر نعمہ وافضالہ وجودہ ونوالہ وجاھہ وجلالہ وحسنہ وجمالہ وعزہ وکمالہ آمین۔

تنبیہ: یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ نفی علم جس طرح بحال عدم اصلی ہوسکتی ہے یوں ہی بحال زوال وذہول بھی، کہ حضرات مرسلین کرام ۔علیہم الصلاۃ والسلام ۔نفی ہی فرمائیں گے۔ ''لاعلم لنا'' ہمیں کچھ علم نہیں۔

سوال (۱۴۶) تھانوی صاحب! یہ تو رسلیا کی کانچ کی کلھیا، یعنی بودے پوچ بے معنی استدلال پر احتمال بلکہ ظہور ذہول کا غلہ تھا، اس کے توڑنے کو یہی بہت تھا، آگے سجیل کے بھاری پتھروں کا مینھ لیجیے۔ ایک دوسرے سے بڑھ کر گراں وکلاں تر وباللہ التوفیق۔

تھانوی صاحب! احتمال درکنار، آپ یہ تو بتایئے کہ خود رسلیا والے کو یہاں وقوع ذہول ماننے سے کدھر مفر بحال ذہول تو انکار فرمانا ضرور معقول، مگر جب یاد ہے کہ کچھ لوگ اپنی بدی کے باعث بحکم الٰہی حوض سے قطعاً روکے جائیں گے، جن کے لیے اس باب میں شفاعت بھی قبول نہ ہوگی، بلکہ شفیع ان کا حال سن کر خود انہیں دور دور فرمائے گا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ ثم برسولہ ۔ﷺ۔

تو اگرچہ ان کی تفصیل معلوم نہ ہونا ہی فرض کرلیں، حکم مسلم الوقوع پر انکار کے کیا معنی، اور خلاف مرضی الٰہی شفاعت پر اقدام حضور سے کب متصور، انھیں روکتے ہی خیال اقدس میں آجانا لازم کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کا روکا جانا اللہ عزوجل کی تقدیر نافذ وقضاے مبرم ناممکن الرد ہے، جس کی خبر خود ہم نے ارشاد

www.waseemziyai.com

فرمائی تھی۔اس کے لیے بالتفصیل انہیں نام بنام جاننے کی کیا ضرورت،اوراس احتمال کا کیا منشا کہ اگرچہ اللہ عزوجل نے ہمیں خبر تو ایسوں کے روکنے کی دی ہے،مگر یہ شاید اور ہوں،غایت یہ کہ اگر دریافت فرماتے بھی تو یوں فرماتے: کیا یہ وہی لوگ ہیں، جواب ہوجاتا: ہاں وہی ہیں،قصہ ختم شد۔نہ کہ شفاعت پر اقدام فرماتے کہ:''یا رب منی ومن أمتي ''الٰہی یہ میرے ہیں اور میری امت،اگر بفرض غلط اورلوگ ہونے کا احتمال ضعیف خیال انور میں گزرتا بھی تو ظاہر پہلو پر شفاعت خلاف مرضی تھی،اور ایک احتمال پر شاید مرضی،اور رسول کی شان نہیں کہ ایسے امر پر اقدام فرمائے جس میں غالب پہلو نا مرضی الٰہی کا ہے، بلکہ رسول کے غلاموں کی شان ہے کہ ہر اس امر سے دوری جس میں ضعیف پہلو نا مرضی خدا کا ہو۔''دع ما یریبک إلی ما لا یریبک ''تو بلاشبہ ثابت کہ یہ خود ارشاد فرمائی ہوئی حدیث اس وقت ذہن اقدس میں نہ ہوگی،ورنہ ہرگز ان کے روکنے پر انکار نہ فرماتے،اور جب اجمال سے ذہول ثابت ومتحقق جس کے ماننے سے رسلیا بے چاری کو بھی مفر نہیں تو تفصیل سے ذہول بدرجہ اولیٰ ثابت کہ: وہ اجمال مع شی زائد ہے۔

تھانوی صاحب!اب استدلال کی خبر لیں کہیے:اب رسلیا کی عقلیا کے ناخن لیجیے،کیسی دلیل علم کو عدم علم کی دلیل بنائے لیتی ہے۔

تھانوی صاحب!ذہول منافی علم ہے یا مقتضی علم۔رسلیا والے سے کہیے:عقل دیوبند،گنگوہ ،نانوتہ انبیٹھ،تھانہ بھون کے نجدیوں سے تو پکی دشمنی رکھتی ہے۔ع

یہی بس ہے کہ وطن آپ کا انبیٹھ ہے

کسی اور گاؤں میں کچھ داموں کو یا تھوڑی دیر مانگے کو ملے تو چوپٹ آنکھوں سے سوجھے اور اپنے گلے پر تیز چھری پھیرنے والی حدیث کو اپنی حمایتی نہ سمجھے۔مگر رسلیا تو اسی اوندھی مت پر قائم ہے،کہ شارحان مواقف وطوالع تو اس کی تکفیر کریں،اور وہ ان کے کلام کو اپنی سند جانے۔ کذلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار۔

سوال(۱۴۷)تھانوی صاحب!ہمیں حکم ہے:''إذا ذبحتم فأحسنوا الذبحة''جب ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو۔میں رسلیا کو یوں سسکتی بلکتی نہ چھوڑوں گا، بلکہ پٹھان کا چھرا جب تک اسے ٹھنڈا نہ کردے ہاتھ نہ روکوں گا۔میں ثابت کردوں گا کہ اجمالی درکنار بلاشبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان لوگوں کا تفصیلی علم اس واقعہ سے بہت پہلے عطا ہولیا،اور رسلیا کا بکنا کہ:

قیامت تک بھی آپ پر بعض کو نیات ظاہر نہ ہوئے،

www.waseemziyai.com

محض کذب وافترا وتکذیب احادیث سید الانبیا۔علیہ وعلیہم الصلاۃ والثناء۔

بزار مسند میں بسند صحیح جید حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((حياتي خير لكم ومماتي خير لكم ، تعرض عليّ أعمالكم ، فما كان من حسن حمدت الله عليه ، وما كان من سيء إستغفرت الله لكم))(۱)

میری زندگی تمہارے لیے بہتر، اور میری وفات بھی تمہارے لیے بہتر۔تمہارے اعمال مجھ پر عرض کیے جائیں گے، میں بھلائی پر حمد الٰہی بجالاؤں گا، اور برائی پر اللہ تعالیٰ سے تمہاری بخشش چاہوں گا۔

مسند حارث میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((إذا أنامت كانت وفاتي خيرا لكم تعرض عليّ أعمالكم))(۲)

جب میں انتقال فرماؤں گا تو میری وفات تمہارے لیے خیر ہوگی، تمہارے اعمال میرے حضور پیش کیے جائیں گے، میں نیکیوں پر حمد اور بری بات پر تمہارے لیے استغفار فرماؤں گا۔

ابن سعد طبقات اور حارث مسند میں اور قاضی اسمٰعیل بسند صحیح بکر بن عبداللہ مزنی سے اس کے مثل راوی:

امام ترمذی محمد بن علی ولد عبدالعزیز سے راوی:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((تعرض الأعمال يوم الإثنين والخميس على الله تعالى وتعرض على الأنبياء وعلى الأباء والأمهات يوم الجمعة))(۳)

ہر دوشنبہ وپنج شنبہ کو اعمال اللہ عزوجل کے حضور پیش ہوتے ہیں، اور ہر جمعہ کو انبیا اور ماں باپ کے آگے۔

ابونعیم حلیۃ الاولیا میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((إن أعمال أمتي تعرض عليّ في كل يوم الجمعة۔))(٤)

---

(۱) [مسند البزار: زذان عن عبدالله، ٥/٣٠٨]

(۲) [مسند الحارث باب في حياته ووفاته: ٢/٨٨٤]

(۳) [مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: باب ماينهي عنه من التهاجر، ٨/٣١٥٠]

(٤) [حلية الأولياء وطبقات الأصفياء: ٦/١٧٩]

www.waseemziyai.com

بے شک ہر جمعہ کے دن میری امت کے اعمال مجھ پر پیش ہوں گے۔

امام اجل عبداللہ بن مبارک سیدنا سعید بن المسیب بن حزن رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی:

((لیس من یوم إلا وتعرض علی النبي -ﷺ- اعمال أمته غدوة وعشیاً فیعرفهم بسیما هم وأعمالهم))(۱)

کوئی دن ایسا نہیں جس میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ان کی امت کے اعمال صبح وشام دو وقت پیش نہ ہوتے ہوں، تو حضور ان کو ان کی پیشانی سے بھی پہچانتے ہیں، اور ان کے اعمال سے بھی۔

تیسیر شرح جامع صغیر میں ہے:

"وذلك كل يوم كما ذكره المؤلف وعده من خصوصياته -ﷺ- وتعرض عليه أيضاً مع الأنبياء والأباء يوم الإثنين والخميس "(۲)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور یہ پیشی تو ہر روز ہے، جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی نے ذکر فرمایا، اور اسے حضور کے خصائص سے گنا، اور ہر دوشنبہ و پنج شنبہ کو بھی حضور پر اعمال امت انبیا و آبا کے ساتھ پیش ہوتے ہیں۔

ان احادیث سے روشن ہوا کہ: امت کا ہر عمل بارگاہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تین بار عرض کیا جاتا ہے۔ ہر رات کے عمل صبح کو، اور ہر دن کے شام کو۔ پھر جمعرات سے اتوار تک کے اعمال پیر کو، اور پیر سے بدھ تک کے جمعرات کو۔ پھر ہفتہ بھر کے اعمال جمعہ کو۔ تو جو لوگ اپنی بداعمالیوں کے باعث حوض سے روکے جائیں گے، ان کے وہ اعمال کم از کم تین بار حضور پر پیش ہو لیے، پھر قیامت تک ظاہر نہ ہونا، کیسا صریح جھوٹ، اور حدیثوں کی تکذیب ہے۔

تھانوی صاحب کیا یہ احادیث صحیحہ دوسری دلیل روشن نہیں جو رسلیا والے کو قبول ذہول پر مجبور کریں گی، اور اس کے استدلال کو مردود مقہور۔ ﴿ومن لم یجعل الله له نوراً فما له من نور﴾(۳)

سوال (۱۴۸) تھانوی صاحب! ذرا رسلیا کو تھپک کر رکھیے، چھری کے تلے دم لے، تسمہ لگا رہے تو گلہ کرے، میں یہ بھی ثابت کر دوں گا کہ نہ فقط برزخ میں پیش از قیامت بلکہ دنیا ہی میں حضور کو ان کے

---

(۱) [الزهد والرقائق لابن المبارك : باب في عرض عمل الأحياء على الاموات، ۴۲/۲]

(۲) [التيسير بشرح الجامع الصغير : حرف الحاء، ۵۰۲/۱]

(۳) [سورة النور : ۴۰]

www.waseemziyai.com

اعمال کا مفصل علم دے دیا گیا۔

صحیح مسلم ومسند امام احمد وسنن ابن ماجہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((عرضت عليّ أمتي بأعمالها حسنها وقبيحها))(۱)

مجھ پر میری تمام امت مع اپنے سب اچھے برے اعمال کے پیش کی گئی۔

سنن ابی داؤد وجامع ترمذی میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((عرضت عليّ أجور أمتي حتىٰ القذاة يخرجها الرجل من المسجد، وعرضت عليّ ذنوب أمتي فلم أرى ذنباً أعظم من سورة من القرآن أو آية أوتيها رجل ثم نسيها))(۲)

مجھ پر میری امت کے ثواب کے کام پیش کیے گئے یہاں تک کہ تنکا جسے آدمی مسجد سے نکالے ،اور مجھ پر میری امت کے گناہ پیش ہوئے تو میں نے کوئی گناہ اس سے برا نہ دیکھا کہ کسی شخص کو قرآن عظیم کی کوئی سورت یا آیت دی جائے وہ اسے بھلا دے۔

طبرانی معجم کبیر اور ضیاے مقدسی مختارہ میں بہ سند صحیح حذیفہ بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ،رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: .

((عرضت علىّ أمتي البارحة لدى هذه الحجرة حتى لأنا أعرف بالرجل منهم من أحدكم بصاحبه))(۳)

رات اس حجرہ کے پاس میری امت مجھ پر پیش کی گئی یہاں تک کہ میں ان میں ہر شخص کو اس سے زیادہ پہچانتا ہوں جیسا تم میں کوئی اپنے یار کو۔

تھانوی صاحب! اب حضور پر بعض کو نیات ظاہر نہ ہونے کی خبریں کہیے، کیا آپ نہ کہیں گے کہ :رسلیا کتنی بڑی بدذات بے باک اور احادیث مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب میں چالاک، اور

---

(۱) [صحيح مسلم : باب النهي عن البصاق في المسجد في الصلاة وغرها، ۱/ ۳۹۰]

(۲) [سنن الترمذی : ۲۸/۵]

(۳) [المعجم الكبير للطبراني: ۱۸۱/۳]

www.waseemziyai.com

اسے نفی فضائل مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیسی خوئے ناپاک ہے۔﴿فإنها لا تعمى الأبصار ولكن تعمى القلوب التي في الصدور﴾.(۱)

سوال (۱۴۹) تھانوی صاحب! رسلیا سے کہیے: چلی کہاں، تھوڑا اور لیتی جا کہ دنیا ہی میں خاص یہ واقعہ بھی اور وہ لوگ اور ان کے حال سب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ فقط بتانا بلکہ آنکھوں دکھا دیے گئے۔

صحیح بخاری شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((بينا أنا نائم فإذاً زمرة حتى إذا عرفتهم خرج رجل من بيني وبينهم فقال: هلم، قلت: اين ؟قال: إلى النار والله، قلت: وما شانهم قال: إنهم إرتدوا بعدك على أدبارهم القهقرى))(۲)

میں سو رہا تھا ناگاہ ایک گروہ گزرا یہاں تک کہ جب میں نے انہیں پہچان لیا، ایک شخص نے میرے اور ان کے بیچ میں سے نکل کر ان سے کہا: آؤ میں نے فرمایا: کہاں؟ کہا: خدا کی قسم دوزخ کی طرف، میں نے فرمایا: ان کا کیا حال ہے، عرض کی: یہ حضور کے بعد الٹے پاؤں اپنے پیچھے پلٹ گئے تھے۔ اکثر کی روایت "نائم" ہے، اور روایت بعض "قائم" اس کے منافی نہیں، اور اس کی توجیہ روشن ہے کہ:

"إنه رأى في المنام ماسيقع له في الآخرة كما في العمدة والفتح وغيرهما"

یعنی جو واقعہ آخرت میں ہونے والا ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہلے ہی خواب میں دکھایا گیا۔

اور انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والثنا کا خواب وحی ہے، تو روایت اکثر کی نفی ناممکن، اور عمدہ وغیرہ کا قاف کو واو کہنا نون کا انکار نہیں، نہ اس کے وحی ہونے کے منافی، بلکہ انصافاً اسے اوجہ کہنا خود محل نظر ومحتاج وجہ ہے۔

تھانوی صاحب! کہیے اب تو تمام عمومات واحتمالات سمٹ کر اخص الخصاص نفس واقعہ کے وقوع پر آ گئے، اب رسلیا کی نبض دیکھیے، موت کے بعد کی گرمی بھی ہے یا وہ بھی رخصت ہوئی۔

---

(۱) [سورة الحج: ٤٦]

(۲) [صحيح البخاري: باب في الحوض، ۱۲۱/۸]

www.waseemziyai.com

تھانوی صاحب! ڈوبتا سوار پکڑے اور موج کا لجبال کے متواتر تماچے جو آنے والے ہیں، ان سے آنکھ میچ لے تو کیا ''إنهم مغرقون'' سے بچ جائے گا، مگر آپ رسلیا کی پیٹھ ''مقامع من حديد'' لوہے کہ گرزوں سے ٹھوکیے کہ اتنی سی جان اور شیروں کا میدان اور اس میں اس کے کرشموں کی یہ آن بان شان، شاباش تیرے جگرے کو۔

سوال (۱۵۰) تھانوی صاحب! اب رسلیا کو دوسری کروٹ لٹایے۔

یہی حدیث صحیح مسلم شریف میں حضرت اسما بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عالیٰ عنہما کی روایت سے یوں ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((سيؤخذ أناس دوني فأقول :يا رب! مني ومن أمتي ، فيقال: أما شعرت ما عملوا بعدك))(۱)

کچھ لوگ مجھ تک پہونچنے سے پہلے پکڑ لیے جائیں گے، میں عرض کروں گا: اے میرے رب! میرے ہیں، اور میرے امتی، اس پر کہا جائے گا: کیا حضور کو معلوم نہیں کہ انہوں نے حضور کے بعد کیا کیا۔

اس کے صاف معنی یہی ہیں کہ: حضور کو معلوم ہے، یہ استفہام انکاری ہے، اور نفی کی نفی اثبات۔

تفسیر اتقان میں ہے:

"إنه إستفهام والإنكار نفي ، وقد دخل على النفى ونفي النفي إثبات ، ومن أمثلته.(۲)

﴿أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَه﴾(۳)

﴿أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ﴾(۴)

اور دوسری حدیث صحیح مسلم بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((فيجيئني ملك فيقول:وهل تدري ما أحدثوا بعدك))(۵)

---

(۱) [صحيح مسلم : باب اثبات حوض نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم، ٤/١٧٩٤]

(۲) [الاتفاق في علوم القرآن:النوع السابع والخمسون في الخبر والانشاء: ٣/٢٧٠]

(۳) [سورة الزمر:٣٦]

(٤) [سورة الاعراف:١٧٢]

(۵) [صحيح مسلم : باب استحباء اطالة الغرة والتحجيل في الوضوء، ١/٢١٧]

www.waseemziyai.com

بھی بلاوقف اس کے موافق ہے، کہ کلمۂ "ھل" اثبات میں بکثرت اخبار وتقریر کے لیے آتا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ:

﴿هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾(۱)

وقال اللہ تعالیٰ:

﴿ هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئاً مَّذْكُوراً ﴾(۲)

وقال تعالیٰ: ﴿هَلْ فِي ذَٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ ﴾(۳)

یہی حدیث اسماء صحیح بخاری میں بلفظ: ((**هل شعرت ما عملوا بعد**))(۴)

ہے، معلوم ہوا کہ یہاں "**ھل**" کا وہی معنی ہے، جو استفہام انکاری "**أما شعرت**" کا، یعنی اثبات علم، یوں ہی صحیح بخاری میں احادیث انس وابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما ((**فيقول لا تدري ما أحدثوا بعدك**))(۵)

کہ تقدیر ہمزہ شائع وذائع ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿قَالَ هَٰذَا رَبِّي﴾(۶)

تین جگہ **أي: أهذا ربي**۔

وقال تعالیٰ: ﴿وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا﴾(۷)

اور قرأت ابن محیص میں ہے: ﴿سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنذَرْتَهُمْ﴾(۱)

أي أو تلك۔

---

(۱) [سورۃ المطففین: ۳۶]

(۲) [سورۃ الدھر: ۱]

(۳) [سورۃ الفجر: ۵]

(٤) [صحيح البخاري : باب في الحوض، ۱۲۱/۸]

(٥) [صحيح البخاري : باب في الحوض، ۱۲۱/۸]

(٦) [سورۃ الأنعام: ۸٦]

(۷) [سورۃ الشعراء: ۲۲]

(۸) []

www.waseemziyai.com

بلکہ علامہ طیبی شارح مشکوٰۃ نے حدیث: ''الھر سبع'' کو بخلاف ہمزۂ استفہام انکاری پر محمول کیا۔ حالاں کہ ایک روایت: ''إن الھر'' ہے، اور شک نہیں کہ تحقیق منافی استفہام انکاری نہیں۔

قال تعالیٰ:

﴿ءَ اِذَا مِتْنَا كُنَّا عِظَاماً وَرُفَاتاً ءَ إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ﴾ (۱)

دوہری تاکیدوں کے ساتھ ہمزہ انکار آیا۔

معالم میں ہے: ''قالوا ذلک علی طریق الإنکار والتعجب'' (۲)

یوں تمام حدیثیں متطابق اور اثبات علم پر متفق ہو جائیں گی، اب سب حدیثوں کا مطلب یہ ہو گیا کہ: فرشتہ عرض کرے گا: حضور کو تو خود معلوم ہے کہ: انہوں نے حضور کے بعد کیا کیا۔

تھانوی صاحب! اب حضور پر ظاہر نہ ہونے کی خبریں کہیے۔ تھانوی صاحب! حدیث حضرت اسما اور اس تقریر منیر واسمی کی خبر تھی۔ تھانوی صاحب! اس کا کیا جواب ہے۔

سوال (۱۵۱) جانے دیجیے تطابق نہ سہی، بعض حدیثیں اثبات علم کریں گی اور بعض نفی، اب تطبیق کیا ہے۔ وہ دیکھو ذہول اس کا کافی ضامن۔ علم حاصل اور اس وقت اس سے ذہن ذاہل بنظر اول اثبات ہے اور بنظر ثانی نفی۔ اب استدلال کی نبض دیکھیے۔

تھانوی صاحب! رسلیا سے کہیے: نازک نازنینوں کو معرکۂ مرداں میں آنا کس نے مانا۔

ترا کہ گفت کہ اے نازنیں ز پردہ برآ — بہ غمزہ برصف مردان شیر افگن زن

سوال (۱۵۲) آپ نے دیدۂ ودانستہ رسلیا والے کی کوری دیکھی، وہ گنگو ہی بن گیا تو آپ کی تو پٹ نہیں، کیا آپ نے بھی رسلیا کو نہ سوجھائی کہ ہیے کی پھوٹی وہ دیکھ تیرا خصم اکبر آج سے بارہ برس پہلے ''انباء المصطفیٰ'' میں فرما چکا ہے کہ:

ہاں ہاں تمام نجدیہ دہلوی و گنگوہی و جنگلی و کوہی سب کو دعوت عام ہے۔ أجمعوا شرکاء کم۔ چھوٹے بڑے سب اکٹھے ہو کر ایک آیت قطعی الدلالۃ۔ یا ایک حدیث متواتر یقینی الافادۃ چھانٹ لائیں جس سے صاف وصریح طور پر ثابت ہو کہ تمامی نزول قرآن عظیم کے بعد بھی اشیاے مذکورہ ما کان ومایکون سے فلاں امر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مخفی رہا، جس کا علم حضور کو دیا ہی نہ گیا۔

---

(۱) [سورۃ الاسراء: ٤٩]

(۲) [مختصر تفسیر البغوي المسمی بمعالم التنزیل: قولہ تعالیٰ ولو رحمناھم وکشفنا، ٥/٦٣٨]

www.waseemziyai.com

﴿فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا﴾(۱)

﴿لَمْ أَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ﴾(۲)

اگر ایسا نص نہ لاسکو، اور ہم کہے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لاسکو گے، تو خوب جان لو کہ اللہ راہ نہیں دیتا دغابازوں کے مکر کو" والحمد للہ رب العلمین " کچھ سمجھے کہ یہ جملہ جس کا علم حضور کو دیا ہی نہ گیا، تمہارے ایسے ہی وہموں کی دارو کو بڑھا دیا تھا، کہ ذہول خود علم دیا جانا چاہتا ہے، نہ کہ علم دیا ہی نہ گیا۔ کیوں تھانوی صاحب! اتنے شدید کوڑے کے بعد بھی رسلیا وہی اوندھی لائے، اور کیوں نہ ہوتا کہ وہ تو فرما دیا تھا: ہم کہے دیتے ہیں کہ: نہ لاسکو گے۔ اللہ عزوجل اپنے ایمان والے بندوں کا قول سچا کرتا ہے۔

﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾(۳)

والحمد للہ رب العلمین

سوال (۱۵۳) تھانوی صاحب سب جانے دو، " انباء المصطفیٰ " میں قرآن عظیم کی آیات قطعیۃ الدلالات سے روشن ثبوت دیا کہ: روز اول سے روز آخر تک کے تمام ما کان ومایکون کا مفصل وروشن وواضح علم اللہ عزوجل نے اپنے حبیب اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا کیا، پھر فرمایا: نہ حدیث احاد اگرچہ کیسے ہی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہو عموم قرآن کی تخصیص کر سکے بلکہ اس کے حضور مضمحل ہو جائے گی، پھر اور کھول کر دکھا دیا کہ: مخالفین ان آیات کے خلاف پر اصلاً ایک دلیل صحیح صریح قطعی الافادۃ نہیں دکھا سکتے، اور اگر بفرض غلط تسلیم ہی کر لیں تو ایک یہی جواب کافی کہ عموم آیات قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبار آحاد سے استناد محض ہرزہ بافی، پھر اس پر تین تصریحیں تمہارے پیر مغاں گنگوہی جی کی سنا دی تھیں کہ...

(۱) خبر واحد یہاں مفید نہیں۔

(۲) قطعیات کا اعتبار ہے نہ ظنیات صحاح کا۔

(۳) آحاد صحاح معتبر نہیں۔

پھر تمہارے طائفہ بھر کو دعوت عام میں صاف سنا دیا تھا، کہ ایک حدیث متواتر یقینی الافادہ

---

(۱) [سورۃ البقرۃ: ۲٤]

(۲) [سورۃ یوسف: ٥۲]

(۳) [سورۃ ابراھیم: ۲۷]

www.waseemziyai.com

چھانٹ لائیں اور رسلیا اس قدر تنبیہات قاہرہ کے بعد بھی وہی ایک حدیث آحاد لے کر چلی، اف رے بے حیا، تھانوی صاحب دھرم دھرم سے کہیے، رسلیا اندھی ہے یا پگلی، یا مکارہ، ناواقفوں کو چھلنے کے لیے دیدہ ودانستہ اندھی، پگلی بن کر نکلی، آدمی کوصورت کبھی بن کر کچھ بول دو، جی کڑا کر کے آنکھیں بند کر کے اپنے منہ کی ٹٹی کھول دو، تمہاری چپ نے تمہارے حواری جواری خواری پواری کی اور بھی راہ ماری۔ مجھے تو کوئی ایسا رقیہ بھی یاد نہیں کہ چپ کا بھوت تمہارے سر سے اتار دوں۔

تھانوی صاحب!

آنکھیں تو ملاؤ دم کہاں ہے ہت تری خاموشی کی

خصم کا قول نہ مانا ہوتا اپنے بزرگ گنگوہی جی کے تینوں قول تو دیکھے ہوتے، یا وہ بھی تینوں ہضم کر لیے۔ جب وہ صاف لفظوں میں بار بار بتا گئے کہ یہاں حدیث آحاد اگرچہ کیسی ہی صحیح ہو ہرگز قابل اعتبار نہیں، تو قرآن عظیم کے رد میں اپنی اوندھی سمجھ سے یہ حدیث آحاد کس منہ سے لے کر چلے۔ ہمیں تو اس کا جواب دینا ہی نہ تھا، وہی گنگوہی تثلیث کے ثلاثہ پیش کر دیتے تھے، مگر الحمد للہ ہم اس سے پہلے بعد بعد دابواب جہنم سات جواب کا کامل عذاب اتار چکے، اس کے بعد آٹھواں یہ بھی دکھا دیا کہ رسلیا جو آٹھوں گانٹھ کمیت ہے اس کی ہر گانٹھ کھول دی جائے، مگر ہاں مجھی کو سہو ہوا، مثل مشہور ہے: ماں بیٹی کی لڑائی دودھ کی ملائی، آپ نے حضرت گنگوہیت مآب کا جو خلاف کیا، انھیں کی سنت پر قائم ہو کر کیا، وہ جناب تناقض نصاب اپنی اسی براہین میں، ہاں ہاں اسی بحث میں جہاں قول اول لکھ کر احادیث علم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو باطل و بے کار کر دیا تھا، اگرچہ صحاح بخاری ومسلم سے بھی اعلیٰ درجہ کی ہوں، وہیں وہیں اسی منہ میں جب علم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نفی پر آئے ایک حکایت بے اصل نقل کر لائے کہ:

شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ: مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں،

اب صحاح آحاد بالائے طاق ایک بے اصل حکایت پر اوقات رہ گئی، اور وہ بھی اس ڈھٹائی سے کہ شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں، حالاں کہ شیخ قدس سرہ تو یہ فرماتے ہیں کہ: ایں سخن اصلے ندارد.

گنگوہی صاحب کی دادنہ فریاد، اور انھیں کی سنت پر تمہیں اعتماد، بلکہ انصافاً تم ان پر چڑھ کر رہے کہ:

اولاً: حدیث صحیح تو ہے، نہ ان کی سی بے اصل حکایت اگرچہ آحاد ہونے کے باعث قرآن عظیم کے حضور ضرور مضمحل۔

ثانیاً: ان کی سی جرأت آپ نے نہ کی کہ جو عالم اس روایت کو صاف بے اصل بتا رہا ہے، اسی کے

www.waseemziyai.com

سر اس کی سند باندھ دی، مگر خوش نہ ہونا ٹھیرے ٹھیرے بدلائی ہے، یوں ہی دو طرح وہ بھی تم پر چڑھ کر رہے:

اولاً: گنگوہی جو روایت لائے ظاہراً نفی علم تو کرتی ہے۔ اور آپ کی لائی ہوئی تو اور اثبات علم فرمارہی ہے، جس کا بیان ابھی کر چکا۔

ثانیاً: گنگوہی صاحب نے کاٹی تو اپنی ہی بات کاٹی، اور رسلیا نے تو اپنے خصم کے اتنے صریح ڈنڈوں کو بھلا کر پھر وہی خاک چاٹی۔ ''براہین'' اگر اپنی ناقضہ ہے تو ''بسط البنان'' اپنے خصم سے ناشزہ۔ آپ نے سنا ہوگا: ''العروس تحتفل وتختضب وتكتحل وكل شيء تفتعل غير أن لا تعصي الرجل''(۱)

سوال (۱۵۴) آپ کو تو نہ سوجھی مگر آپ کے کسی رڑکی والے کو سوجھی کہ قرآن عظیم واحادیث جلیلہ ناطق عموم ما كان ومايكون ہیں، ان سے جان کیوں کر بچے گی، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم عظیم کو گھٹانے کی راہ کیسے کھلے گی، لہذا رڑکی والے نے آپ سے پوچھا اور آپ نے جواب میں خط لکھایا شاید آپ خود ہی سائل ومجیب ہوں۔ ع

ان لم تجد عارما تعترم(۲)

بہر حال وہ خطائی خط سراپا خطا ہمہ تن غلط، اس مقام کے حاشیہ میں رسلیا پر چڑھا، اس میں آپ نے طویلے کی بلا بے چاری خفض الایمان کے سر ڈالی ہے کہ اس کا جواب خود حفظ الایمان میں کافی طور پر موجود ہے، اسی کو پشت پر نقل کیے دیتا ہوں۔ موقع تو تھا کہ یہیں خفض الایمان کی ان پسینہ نزاکتوں کے پرخچے کر دکھاتا، مگر اس مبحث خفض الایمان کے رد میں بفضلہٖ عزوجل مستقل رسالہ ''الحسام الشانوی لكلية التانوی'' موجود، اب قصد کرتا ہوں مولیٰ عزوجل اپنے کرم سے راست لائے کہ اسے انہیں سلسلہ سوالات میں مسلسل کروں اور جو مضامین آچکے اختصار کر دوں کہ آپ کو ضرب مکرر کی شکایت نہ ہو، اور اس انتخاب کا نام باذنہ تعالیٰ ''انهاء السنان الىٰ طرة أخيّة بسط البنان'' رکھوں، خفض الایمانی کرشموں کی ناز برداری تو انشاء اللہ الواحد القہار اس میں دیکھیے، یہاں جو آپ نے ایک تازی اور اس پر زیادہ کی اسی کو موت کا مزہ چکھاؤں۔ عذاب برگردن رڑکوی راوی، اگر یہ خطائی خط آپ ہی کا ہے

---

(۱) [حياة الحيوان الكبرىٰ للدميرى: فوائد، ۲/۲، ۵۰]

(۲) [مجمع الأمثال: ۱/۶۷]

www.waseemziyai.com

اور کچھ وجہ نہیں کہ آپ کا نہ ہو آپ اس میں فرماتے ہیں:

اس پر اتنا اضافہ اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جواب مذکور (خفض الایمان) کی ضرورت ان عبارتوں میں ہے جو قواعد شرعیہ سے حجت ہیں، اور جو عبارات حجت نہیں وہ نصوص نافیہ علم محیط کے ساتھ خود معارض ہیں کہ شرائط تعارض سے تساوی فی القوۃ ہے، پس جواب میں اتنا کافی ہے کہ راجح کے سامنے مرجوح ساقط ومتروک ہے۔

جناب علم محیط غیر خدا کے لیے آپ کے خصم بھی نہیں مانتے، نہ ہرگز ان کا کوئی استدلال اس کے منافی ہے کہ آپ کا معارضہ لے کر چلیں، ہاں خدا کا شکر کہ چلتے چلاتے آپ کے منہ سے پھر حق نکل گیا، کہ نصوص علم محیط کی نفی فرماتے ہیں۔ اب اپنی وہ ''إلی یوم القیامة'' ساختہ قید خود بھول گئے، حق برزباں جاری شود۔

خیر یہ تو آپ کے زعمی بہشتی زیور میں عمر گنوانے کا نتیجہ ہے، ایسوں کی بحث صاف اپنے ہی خلاف ہوتی ہے: ﴿أَوَمَن يُنَشَّأُ فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ﴾ (۱)

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد قتادہ نے اسی آیت کریمہ کے تحت میں کہا: ''قل ما تتكلم امرأة تريد أن تتكلم بحجتها إلا تكلمت بالحجة عليها'' (۲)

مگر عرض یہ ہے کہ ''انباء المصطفیٰ'' کے اقوال بالائے سر، گنگوہی صاحب کی تصریحات فی النار وسقر۔ یہ تو رسلیا والے کی خود اپنی جائی اپنی گائی ہے، اس سے کیوں آنکھ چرائی ہے، اس سے پوچھیے کہ تیرے دھرم میں قرآن عظیم کی آیات قطعیۃ الدلالات راجح ہیں۔ یا حدیث آحاد ظنی الروایہ ظنی الدرایہ ؟۔ پھر کس منہ سے اپنے زعم باطل میں قرآن عظیم کے رد کے لیے اس کو پیش کرتا ہے، جو روایۃً بھی مرجوح درایۃً بھی مرجوح۔ روایت تجھے نہ سوجھی تو روایت کی مرجوحیت تو بدیہی تھی۔ پھر آیات قرآنیہ کو کیوں رد کیا، مرجوح کو ساقط ومتروک کیوں نہ کیا، ہاں یہ کہیے کہ:

یہ قاعدہ تو فضائل محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رد کے لیے ہے، جو نصوص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل علیہ کا اثبات کرتے ہوں وہی ساقط ومتروک ہیں، اگرچہ آیات صریحہ قرآن عظیم ہوں۔ اور اپنے زعم شیطانی میں جو روایت رد فضائل میں مل جائے، وہ معمول وماخوذ ہے اگرچہ

---

(۱) [سورۃ الزخرف: ۱۸]

(۲) [تفسیر عبد الرزاق: سورۃ الزخرف، ۳/۱۶۶]

www.waseemziyai.com

روایۃً ودرایۃً ہر طرح مرجوح ہو۔

گنگوہی جی کی نہ دیکھی کہ رد فضائل اقدس کے لیے کیسی بے اصل حکایت پر ایمان لائے، اور اثبات فضائل علیہ میں صحیح بخاری وصحیح مسلم کے نصوص مردود ٹھہرائے، یہ دھرم ہے یہ ملائی ہے۔ ''قاتلھم اللہ أنیٰ یؤفکون''

سوال (۱۵۵) اس کے بعد آپ کا خطائی خط کہتا ہے: اور ادب یہ ہے کہ مرجوح میں تاویل مناسب کی جائے سو اس کی ذمہ داری میں سب برابر ہیں، صرف ہماری ہی ذمہ داری نہیں۔ اشرف علی از تھانہ بھون

جناب آپ ہی کے منہ کھل گیا کہ اگر حدیث میں وہ دلائل قاہرہ اثبات ذہول کہ ہم نے آپ پر القا فرمائے، نہ بھی ہوتے جب بھی براہ ادب اس میں بھی مناسب تاویل فرض وواجب تھی، پھر کس منہ سے اسے قرآن عظیم کے رد کے لیے لے دوڑے۔ مگر یہ کہیئے کہ یہ تو ادب کی بات ہے، اور رسلیا والا ادب سے محروم ازلی، ولہذا اگر وہ بے ادباں میں سب سے اشرف وعلی، جناب یہ آیت سے استدلال کے بارہ رد اور حدیث سے تمسک کے دس رد ہیں: کیا رسلیا والے کی ہوس خبیث پر عذاب بئیس کو یہ بائیس کافی سمجھتے ہیں، ارقام بینات میں بائیس الب ہے، اور کب اوندھانا اس الب سے رسلیا کا کب نہ ہوا، تو کب ہونا جانیے گا۔

فصل سوم

علم ما کان ومایکون پر حکم کفر وبدعت لگانے میں خبر تھانوی صاحب کی لینی

سوال (۱۵۶) تھانوی صاحب ملاحظہ ہو، یہ تھی آپ کے طائفہ بھر کی سب سے چمکتی کمائی جو یوں اوندھی گری یوں منہ کی کھائی اور اس پر رسلیا کو یہ جوش بے حیائی کہ آگے یہ راگ لے کر آئی:

رہا یہ کہ اس کا اعتقاد بطلان کے کس درجہ میں ہے سو مقام اس کی تفصیل کا متحمل نہیں [کچھ نہ بنتی دیکھے تو یوں ہی ٹال جا] مجمل یہ ہے کہ: اس اعتقاد کی صورتیں مختلف ہیں، بعض درجۂ بدعت ومعصیت میں ہیں جن میں انکار قطعی کا نہیں، اور بعض درجۂ کفر میں ہیں جن میں انکار قطعی کا ہے۔

تھانوی صاحب! ذرا کبھی تو کلمہ گوئی کے نام اور ملا مولوی شاہ جی کہلانے کی شرم کر کے سچ بھی بول دو، انباء المصطفیٰ نے تمام (ما کان وما یکون میں اول یوم الی الیوم الآخر) کا علم حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا ہونا عمومات قطعیہ آیات قرآن عظیم سے ثابت کر دیا یا نہیں؟، کہو ہاں

www.waseemziyai.com

کر دیا اور ضرور کر دیا۔ اس کے آپ منکر ہوئے یا نہیں؟۔ کہو ہوئے، اور بے شک ہوئے۔ اس پر ہم نے تو نہ کہا تھا، مگر آپ اپنے منہ کہتے ہیں کہ قطعی کا انکار مطلقا کفر ہے، تو اپنے منہ خود کافر ہوئے یا نہیں؟۔ کہو ہوئے اور بھر پیٹ ہوئے۔

سوال (۱۵۷) تھانوی صاحب! رسلیا آپ تو کوئی دلیل نہ لاسکی جو دکھائے، اس پر بائیس کوڑے کرّے کھا کر اوندھی ہو جائے، اور اپنے کفر و بدعت کی مالا اپنے خصموں کو پہنانے لائے، کہو یہ کون دھرم ہے۔

سوال (۱۵۸) تھانوی صاحب! آپ کافر مبتدع عاصی کاہے پر کہہ رہے ہیں، اس پر کہ جمیع حوادث الی یوم القیامۃ کا علم حضور عالم ما کان و ما یکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا ہونا مانا جائے، بعطائے الٰہی ما کان و ما یکون معنی مذکور کا علم حضور کے لیے ثابت جانا جائے، آپ رسلیا کے انہیں جملوں میں جا بجا اپنے اعتقاد میں لفظ ''اس کا'' مشار الیہ تلاش کر لیجیے، تحریف آیت پر نتیجہ دیتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمیع غیوب کونیہ الی یوم القیامۃ کا علم منتفی۔ تحریف حدیث پر نتیجہ لاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ قیامت تک بھی کہ آخر عمر سے متاخر ہے، آپ پر بعض کونیات ظاہر نہ ہوئے نہ بالذات نہ بالعطا۔ پھر دونوں ملا کر تو اُم نتیجہ دکھاتی ہے، دونوں سے معلوم ہوا کہ آخر عمر تک بھی بعض کونیات آپ پر مخفی رہیں، پھر اپنی پچھلی ''پس'' یوں پیش کرتی ہے، مخالف کا دعویٰ کہ آپ کو آخر عمر میں تمام واقعات الی یوم الآخرہ میں سے کسی قسم کا علم مخفی نہ رہا تھا منتفی ہو گیا، اس پر وہ راگ گاتی ہے، کہ اس کا اعتقاد بطلان کے کس درجہ میں ہے الخ۔

انباء المصطفیٰ و خالص الاعتقاد برسوں سے شائع ہیں، اور آپ خوب جانتے ہیں کہ آپ کے خصم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم بعطائے الٰہی مانتے ہیں نہ کہ معاذ اللہ بالذات۔ خود خفض الایمان میں آپ کا خانہ ساز سوال یہ تھا کہ:

زید کہتا ہے علم غیب دو قسم ہے، بالذات، اس معنی کر عالم الغیب خدا کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔

اور اس رسلیا میں بھی اپنے خصم کی طرف سے سوال وارد کیا کہ اگر کہا جائے، یہ منتفی علم بالذات ہے۔ نیز انبا المصطفیٰ و خالص الاعتقاد وغیرہما شاہد امر، آپ خود واقف کہ آپ کے خصم یہ علم بتدریج مانتے ہیں کہ تمامی نزول قرآن عظیم پر جس کا اتمام ہوا، ولہذا خود آپ نے اپنی ان عبارات میں جن کو ہم ابھی ذکر کر آئے جا بجا آخر عمر کی تصریح کی، اور صراحۃً اپنے مخالف کے دعویٰ میں آخر عمر کا لفظ لائے، اب یہ تینوں مضبوط دانتوں سے تھامے رہو۔

(۱) احاطہ صرف علم حوادث الی یوم القیامۃ کا۔

www.waseemziyai.com

(۲) وہ بھی بالعطا۔

(۳) وہ بھی بتدریج۔

یہ تو تمہارے خصم کا دعویٰ ہے، جو ان کی تصانیف میں روشن طرح پر مبین، اور خود تمہاری عبارتیں ان کے چھلکتے فواروں سے قطرہ زن، آگے چلیے، رسلیا نے اگر چہ اپنی تفصیل نہ سنائی اور مجمل کے گھونگھٹ میں نہایت گول مول دکھائی، مگر اس کی انگلیوں کے گھونگھٹ کھل چکے ہیں، اپنی سب سے بڑی تفویت الایمان کی سنیے جس میں گروئے طائفہ اسماعیل جی یوں بول چکے ہیں:

پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے، خواہ اللہ کے دینے سے، غرض اس عقیدہ سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے،

نئی رسلیا کب اس پرانی سے جدا ہوگی، آخر اسی کی نسل ہے:

"وهل انت الا من غوية اذ غوت غويت ولو ترشد غوية ترشدى."(۲،۱)

تھانوی صاحب! کیا آپ کوئی برہان دے سکتے ہیں کہ علم مذکور بعطائے الٰہی ماننے میں کون سے قطعی کا انکار ہے، ورنہ مانو کہ اللہ کے دینے سے ماننے کو مشرک کہنے والا خود ہی مشرک مردود نابکار ہے۔

سوال (۱۵۹) جانے دو تم کافر مبتدع کوئی سا لو، ان عالی کلاموں پر نظر ڈالو، اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿قُل لَّآ أَقُولُ لَكُمْ عِندِى خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ أَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾(۱)

اے نبی تم ان کافروں سے فرمادو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں۔

علامہ نظام الدین حسن نیشاپوری تفسیر "رغائب الفرقان" میں اس آیہ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں:

﴿قُل لَّآ أَقُولُ لَكُمْ﴾(۱)

لم يقل ليس عندي خزائن الله ليعلم أن خزائن الله وهي العلم بحقائق الأشياء وماهياتها عنده صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔ ولكنه يكلم الناس على قدر عقولهم ، ولا

---

(۱) [جمهرة الأمثال: التفسير، ۱/۱۹۵]

(۲) [شرح ديوان الحماسة: ۱/۵۷۷]

(۳) [سورة الأنعام: ۵۰]

(٤) [سورة الأنعام: ۵۰]

www.waseemziyai.com

أعلم الغيب أي: لا أقول لكم هذا ، مع أنه كان يخبرهم عما مضى وعماسيكون باعلام الحق .وقد قال: ـصلى الله تعالىٰ عليه وسلمـ:في قصة ليلة المعراج علمت ماكان وما سيكون"(۱)

یعنی اللہ عزوجل نے حکم دیا کہ اے نبی فرمادو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، یہ نہیں فرمایا کہ اللہ کے خزانے میرے پاس نہیں، بلکہ یہ فرمایا کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس ہیں تاکہ معلوم ہوجائے کہ اللہ کے خزانے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ہیں، مگر حضور لوگوں سے ان کی سمجھ کے قابل باتیں بیان فرماتے ہیں، اور وہ خزانے تمام چیزوں کی حقیقت وماہیت کا علم ہے، پھر فرمایا:

اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں یعنی میں تم سے نہیں کہتا کہ مجھے غیب کا علم ہے، ورنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو خود فرماتے ہیں کہ جو کچھ ہوگزرا، اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کا علم مجھے ملا۔

(۱۶۰) صحیح بخاری شریف میں امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

((قام فينا النبي ـصلى الله تعالىٰ عليه وسلمـ مقاماً فأخبرنا عن بدء الخلق حتى دخل أهل الجنة منازلهم وأهل النار منازلهم))(۲)

ایک بار سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہوکر ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ جانے تک کا حال ہم سے بیان فرمادیا۔

سوال (۱۶۱) امام اجل محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

"فيه دلالة على أنه أخبر في المجلس الواحد بجميع أحوال المخلوقات من إبتدائها إلى إنتهائها ـ وفي إيراد ذلك كله في مجلس واحد أمر عظيم من خوارق العادة "(۳)

یہ حدیث دلیل ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں اول سے آخر تک کی تمام مخلوقات کے تمام احوال بیان فرمادیے، اور اس سب بیان کا ایک مجلس میں فرمادینا نہایت عظیم معجزہ ہے۔

---

(۱) [تفسیر رغائب الفرقان: ۳/۸۳]

(۲) [صحيح البخاري كتاب بدء الخلق، حديث: ۳۱۹۲ـ۲/۷۸۳، ۷۸٤]

(۳) [عمدةالقاري كتاب بدء الخلق، ۱۰/٥٤٤]

www.waseemziyai.com

سوال (۱۶۲) حافظ الحدیث عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اسی حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں:

"دل ذلك على أنه أخبر في المجلس الواحد بجميع أحوال المخلوقات منذ إبتدئت إلى أن تفنى إلى أن تبعث فشمل ذلك الاخبار عن المبدأ والمعاش والمعاد، وفي تيسر ذلك كله في مجلس واحد من خوارق العادة أمر عظيم "(۱)

یہ حدیث دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں تمام مخلوقات کے احوال جب سے خلقت شروع ہوئی جب تک فنا ہوگی جب تک اٹھائی جائے گی، سب بیان فرمادیے، تو یہ بیان اقدس شروع آفرینش و دنیا و محشر سب کو محیط تھا۔ اور یہ سب کا ایک مجلس میں بیان فرمادینا نہایت عظیم معجزہ ہے۔

سوال (۱۶۳) امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری اور:

سوال (۱۶۴) علامہ طیبی شرح مشکاۃ میں اسی حدیث میں فرماتے ہیں:

"أي أخبرنا مبتدئاً من بدء الخلق حتى إنتهى إلى دخول أهل الجنة الجنة دل ذلك على أنه ـ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ـ أخبر بجميع أحوال المخلوقات منذ ابدئت إلى أن تفنى إلى أن تبعث وهذا من خوارق العادات ففيه تيسير القول الكثير في الزمن القليل"(۱)

یہ حدیث دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام مخلوقات کے احوال جب سے خلقت پیدا ہوئی جب تک فنا ہوگی جب تک پھر زندہ کی جائے گی سب بیان فرمادیے، اور یہ معجزہ ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور کے لیے اتنا کثیر کلام اتنے قلیل زمانے میں آسان فرمادیا۔ وللہ الحمد۔

سوال (۱۶۵) اسی طرح علامہ علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکاۃ میں فرمایا:

سوال (۱۶۶) صحیح مسلم شریف میں ابوزید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

((صلى بنا رسول الله ـ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ـ الفجر وصعد المنبر

---

(۱) [فتح الباري بدء الخلق باب جاء في قول الله تعالىٰ ،۳/۴۳۱]

(۲)[ارشاد الساری کتاب بدء الخلق: ۷/۱۲]

(۳) [وشرح الطيبي كتاب أحوال القيامة باب بدء الخلق: ۱۰/۳۱۲]

www.waseemziyai.com

فخطبنا حتى حضرت الظهر ، فنزل فصلى ، ثم صعد المنبر فخطبنا حتى حضرت العصر ، ثم نزل فصلى ، ثم صعد المنبر فخطبنا حتى غربت الشمس ، فأخبرنا بما كان وبما هو كائن فاعلمنا أحفظنا))(۱)

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز صبح پڑھا کر منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ فرماتے رہے یہاں تک کہ ظہر کا وقت آ گیا، اتر کر نماز پڑھی، پھر منبر پر تشریف لے گئے، اور خطبہ فرماتے رہے یہاں تک کہ عصر کا وقت آ گیا، اتر کر نماز پڑھی، پھر منبر پر تشریف لے گئے، اور خطبہ فرماتے رہے یہاں تک کہ آفتاب ڈوب گیا۔ اس دن حضور نے ما کان و ما یکون بتا دیا، ہم میں زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ یاد رہا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سوال (۱۶۷) امام محمد بوصیری قصیدہ بردہ شریف میں عرض کرتے ہیں:

فإن من جودک الدنيا وضرتها ومن علومک علم اللوح والقلم'

یا رسول اللہ! دنیا و آخرت دونوں حضور کی بخشش سے ایک حصہ ہیں اور لوح وقلم کا علم (جس میں تمام ما کان و ما یکون ہے) حضور کے علوم سے ایک ٹکڑا ہے۔

سوال (۱۶۸) ملا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

"علمها إنما يكون سطر من سطور علمه ثم مع هذا من بركته وجوده ـصلى الله تعالى عليه وسلم۔"(۲)

لوح وقلم کا تمام علم (جس میں ما کان و ما یکون سب بالتفصیل مندرج ہے) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دفتر علم سے ایک سطر ہی تو ہے، پھر بایں ہمہ وہ حضور ہی کی برکت سے ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سوال (۱۶۹) ام القری شریف میں فرمایا:

"وسع العلمين علماً وحلماً"(۳)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم تمام جہان کو محیط ہے۔

---

(۱) [صحيح مسلم كتاب الفتن باب اخبار النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بما يكون من الفتن، ۸۳۷۰ـ۵۴۷/۴]

(۲) [شرح القصيدة]

(۳) [ام القرى]

www.waseemziyai.com

سوال (۱۷۰) امام ابن حجر مکی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

"لأن الله تعالى أطلعه على العالم فعلم علم الأولين والآخرين ما كان ومايكون"(۱)

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو تمام ماسوی اللہ پر اطلاع دی، تو اولین وآخرین ما کان وما یکون سب کا علم حضور کو حاصل ہوا۔

سوال (۱۷۱) امام زین الدین عراقی استاذ امام حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی شرح مہذب اور

سوال (۱۷۲) علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

"إنه ﷺ عرضت عليه الخلائق من لدن آدم - عليه الصلاة والسلام - إلى قيام الساعة فعرفهم كلهم كما علم آدم الأسماء"(۲)

اللہ عزوجل کی جتنی مخلوق ہے آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے لے کر قیام قیامت تک سب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پیش کی گئی، تو حضور نے سب کو پہچان لیا، جس طرح آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو تمام نام تعلیم ہوئے تھے۔

سوال (۱۷۳) مدارج شریف میں ہے:

"ہر چہ در دنیا است از زمان آدم تا اوان نفخۂ اولیٰ بروے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منکشف ساختند تا ہمہ احوال او را از اول تا آخر معلوم گردید یاران خود را نیز از بعضے از ان احوال خبر داد"

سوال (۱۷۴) نیز فرماتے ہیں، قدس سرہ: "هو بكل شيء عليم ووے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دانا ست بہمہ چیز از شیونات واحکام الٰہی واحکام صفات حق واسماء وافعال وآثار بجمیع علوم ظاہر وباطن واول وآخر احاطہ نمودہ ومصداق فوق كل ذي علم عليم شدہ۔ عليه من الصلوات أفضلها ومن التحيات أتمها وأكملها"(۳)

سوال (۱۷۵) تفسیر نیشاپوری میں ہے:

﴿مَن ذَا الَّذِىْ يَشْفَعُ عِنْدَهُ﴾(۴)

هذا الاستثناء راجع إلى النبي - صلى الله تعالىٰ عليه وسلم - كأنه قيل: من ذا

---

(۱) [شرح القصيدة] (۲) [نسيم الرياض:]

(۳) [مدارج النبوة] (٤) [سورة البقرة: ۲۵۵]

www.waseemziyai.com

الذي يشفع عنده يوم القيامة إلا عبده محمد ـ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ـ يعلم محمد ـ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ـ ما بين أيديهم من أوليات الأمر قبل خلق الخلائق وما خلفهم من أحوال القيامة "(۱)

کون ہے جو اللہ عزوجل کے حضور شفاعت کرے، مگر اس کے اذن سے۔ یہ استثنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے، گویا ارشاد ہوتا ہے کہ: کون ہے کہ قیامت میں اس کے حضور شفاعت کرے سوا اس کے بندے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے۔ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانتے ہیں جو کچھ ان کے آگے ہے، ان ابتدائی باتوں سے جو پیدائش مخلوقات سے بھی پہلے تھیں، اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے احوال قیامت سے۔

تفسیر کی پوری عبارت طابع مصر جلد سوم صفحہ ۲۴ میں دیکھیے اور اس کی نفیس وجاں فزا وایمان افروز شیطاں سوز شرح کتاب مستطاب "الفيوض الملكية لمحب الدولة المكية" میں ملاحظہ کیجیے، اور ایمان سنبھالنے کی توفیق نہ ملے تو پٹ ہو کر چوپٹ ہو جایئے۔

سوال (۱۷۶) تفسیر روح البیان میں ہے:

"ما أنت بنعمة ربك بمجنون بمستور عما كان من الأزل وما سيكون إلى الأبد ؛لأن الجن هو الستر وما سمي الجن جناً الا لاستتاره من الانس بل أنت عالم بما كان خبير بما سيكون"(۲)

یعنی رب عزوجل اپنے حبیب اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتا ہے: کہ روز ازل سے جو کچھ ہوا، اور روز آخر تک جو کچھ ہوگا تمہارے رب کے فضل سے تم پر کچھ پوشیدہ نہیں، تم ماکان ومایکون کے عالم ہو۔

تھانوی صاحب علم ماکان ومایکون کے ثبوت میں فی الحال اتنے ہی اقوال پر بس کروں۔

یہاں اس سے بحث نہیں کہ آپ ان پر ایمان لائیں یا ان سے کفر کریں۔

قرآن عظیم نے صاف فرمایا:

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾(۳)

---

(۱) [تفسير النيسابوري: ۱۹/۲]

(۲) [روح البيان، ۱۰۴/۱۰]

(۳) [سورة النحل: ۸۹]

www.waseemziyai.com

اے محبوب ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا ہر شی کا روشن بیان کردینے کو۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صراحۃً فرمایا:

((علمت مابين المشرق والمغرب))(۱)

((علمت مافي السموات والأرض))(۲)

((تجلى لي كل شيء وعرفت))(۳)

میں نے جان لیا جو کچھ مشرق سے مغرب تک ہے،

مجھے معلوم ہوگیا جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے،

ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی، اور میں نے پہچان لی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اللہ ورسول کی تو آپ نے مانی نہیں، اور وہی گائی کہ اس اعتقاد کی صورتیں بعض درجۂ بدعت میں ہیں، بعض درجۂ کفر میں، پھر آپ صحابہ وائمہ سے کیا ڈرے جاتے ہیں، ان کے ارشادات کو آپ پہلے ہی ''حجت نہیں'' کا حکم سناتے ہیں، یہاں اس سے بحث نہیں آپ صحابہ وائمہ کو حجت مانیں یا نہیں، کلام اس میں ہے کہ ان صحابہ وائمہ واولیا وعلما کو آپ کافر ومبتدع، کیا فرماتے ہیں۔ **بینوا توجروا**

فصل چہارم

اب فقط ما یکون کے علم میں پوری خبر تھانوی کی لیتا ہوں۔ وبا للہ التوفیق

کیوں جناب تھانوی صاحب! آپ نے یہاں جمیع غیوب کونیہ الی یوم القیامۃ کا لفظ محض اس بنا پر لکھا کہ آپ کا خصم اکبر کا یہی مدعا ہے، نہ یہ کہ آپ کے کفر وبدعت کے احکام اس مجموع کے ماننے پر مقصور ہوں، یا واقع میں آپ کے دھرم میں کفر وبدعت ومعصیت اسی پر مقتصر، اس کا احاطہ تامہ نہ مانے تو اسلام وسنت وجواز ہے۔ احتمال ثانی آپ کو کیوں منظور ہوگا، بھلا کس دل سے صرف دو ایک بات کے استثنا سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم اقدس روز ازل سے روز آخر تک کے ایک ایک ذرہ کو محیط مان سکتے ہو۔ ع

---

(۱) [سنن الترمذی: باب ومن سورۃ ص، ۵/۲۲۰]

(۲) [سنن الدارمي: باب في رؤية الرب تعالىٰ في النوم، ۲/۱۳۶۵]

(۳) [التوحيد لابن خزيمه: اخبار عبد الله ابن مسعود، ۲/۵۴۳]

www.waseemziyai.com

نگاہیں صاف کہتی ہیں کہ دیکھو یوں مکرتے ہیں

اور اگر خصم کی قوت اور آپ کی بے بسی آپ کو منوا بھی چھوڑے تو آپ کی برادری کی مدد آپ کو کب ماننے دے۔

﴿وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّونَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ﴾(۱)

وہ دیکھیے گنگوہی صاحب لکھ رہے ہیں کہ:

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (کے بدگویوں) کو دیوار پیچھے کا بھی علم نہیں،

اور اگر نہ مانو تو جی کڑا کر کے لکھ دو کہ ہاں ہاں جو شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے روز اول سے روز آخر تک جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا سب کے ذرے ذرے کا تفصیلی علم مانے، صرف دو ایک بات مثلاً عین وقت قیامت کا استثنا کرے وہ مسلمان سنی صحیح العقیدہ متقی ہے، ان کے ذمے کفر و بدعت معصیت کچھ نہیں، یہ بھی جانے دو، صرف اتنا لکھ بھا گو کہ فقط حضور کو جملہ ما یکون الی آخر الایام کا علم محیط تھا، اب تو اس مقدار کا کوئی (۱) ساتواں ہی حصہ رہ گیا، دیکھیے تو ابھی ابھی دیوبند، گنگوہ، انبیٹھہ، نانوتہ، دلی، پنجاب وغیرہ وغیرہ کی کواگہار برادری میں کیا کیا کاؤں کاؤں مچتی، اور ان سب بستیوں اور خود آپ کی تھان کے بھون میں آپ کی کیا کیا گت بنتی، کیسی کیسی درگت ہوتی ہے، حکیم الامت النجدیہ سے مریض النفاق والکفر یہ لقب ہو جائے تو سہی۔ لاجرم اگلا احتمال لوگے اور صرف علم ما یکون ماننے پر بھی وہی اپنے کفر و بدعت کے احکام لے کر چلو گے، اب کان پھٹپھٹا کر یہ سوالات سن لیجیے، اور زبان کی فصد کھلوا کر جواب دیجیے۔

سوال (۱۷۷) صحیحین بخاری و مسلم میں صاحب سر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا حذیفہ رضی اللہ عالیٰ عنہ سے ہے:

((قام فينا رسول الله ـ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ـ مقاماً ما ترك شيئا يكون في مقامه ذلك إلى قيام الساعة إلا حدث به، حفظه من حفظه، ونسيه من نسيه))(۲)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار ہم میں کھڑے ہو کر اس وقت سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب بیان فرما دیا، جسے یاد رہا یاد رہا، جو بھول گیا بھول گیا۔

---

(۱) [سورۃ الأعراف: ۲۰۲]

(۲) [صحیح مسلم کتاب الفتن باب اخبار النبي بما يكون من الفتن، ۸۳۶۶ـ۴/۵۴۶]

www.waseemziyai.com

سوال (۱۷۸) جامع ترمذی شریف میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

((صلى بنا رسول الله - صلى الله تعالىٰ عليه وسلم - يوما صلاة العصر بنهار ثم قام خطيبا فلم يدع شيئا يكون إلى قيام الساعة ألا أخبرنا به حفظه من حفظه ونسيه من نسيه))(۱)

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عصر کی نماز دن سے پڑھی، یعنی خوب اول وقت۔ پھر خطبہ فرمانے کھڑے ہوئے، تو جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اس میں سے کوئی چیز بیان سے نہ چھوڑی۔ یادرکھا جس نے یادرکھا، اور بھولا جو بھولا۔

سوال (۱۷۹) امام احمد ''مسند'' اور بخاری ''تاریخ'' اور طبرانی ''معجم کبیر'' میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

((قال: قام فينا رسول الله -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- مقاماً فأخبرنا بما يكون في أمته إلى يوم القيامة ، وعاه من وعاه ، ونسيه من نسيه))(۲)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار ہم میں کھڑے ہوکر ان کی امت میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب بتادیا، یادرہا جسے یادرہا۔ اور بھول گیا جو بھول گیا۔

سوال (۱۸۰) حدیث ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام ترمذی نے فرمایا:

"هذا حديث حسن وفي الباب عن المغيرة بن شعبة وأبي زيد بن أخطب وحذيفة وأبي مريم ذكروا أن النبي -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- حدثهم بما هو كائن إلى أن تقوم الساعة"(۳)

یہ حدیث حسن ہے، اور اس باب میں اور حدیثیں ہیں، مغیرہ بن شعبہ اور ابوزید بن اخطب اور حذیفہ اور ابومریم۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ سے۔ ان سب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے ان سے بیان فرمادیا۔

سوال (۱۸۱) طبرانی ''معجم کبیر'' اور نعیم بن حماد استاذ امام بخاری ''کتاب الفتن'' اور ابونعیم

---

(۱) [سنن الترمذی : باب ماجاء اخبر النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : ۵۳/۴]

(۲) [مسند أحمد : حديث المغيره بن شعبة، ۱۶۲/۳۰]

(۳) [سنن الترمذی : باب ماجاء اخبر النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : ۵۴/۴]

www.waseemziyai.com

''حلیۃ الاولیا'' میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"إن الله قد رفع لي الدنيا فأنا أنظر إليها وإلى ما هو كائن فيها إلى يوم القيامة كأنما أنظر إلى كفي هذه ، جليانا من أمر الله جلاه لنبيه كما جلى للنبيين قبله"(۱)

بے شک اللہ عزوجل نے میرے سامنے دنیا اٹھالی ہے، تو میں اسے اور جو کچھ قیامت تک اس میں ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسا اپنی اس ہتھیلی کو۔ اس روشنی کے سبب جو اللہ نے اپنے نبی کے لیے روشن کی، جیسی مجھ سے پہلے انبیا کے لیے روشن کی تھی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم،

یہ حدیث اجلۂ ائمہ کرام مثل امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی مصنف خصائص کبریٰ، وامام احمد قسطلانی صاحب مواہب لدنیہ، وامام ابن حجر مکی صاحب افضل القری، وعلامہ شہاب مصری خفاجی صاحب نسیم الریاض، وعلامہ محمد زرقانی شارح مواہب، وغیرہم۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ نے اپنی کتب میں استناداً ذکر کی اور مقبول ومسلم رکھی۔ والحمد للہ رب العلمین۔

سوال (۱۸۲) امام ابن حجر مکی ''فتح المبین شرح اربعین امام نووی'' میں زیر حدیث عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور

سوال (۱۸۳) علامہ احمد بن حجازی فشنی ''المجالس السنیہ'' میں فرماتے ہیں:

"هذا من معجزاته ـ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ـ إذ كان عالماً بما يقع بعده جملة وتفصيلاً ، لما صح أنه كشف له عما يكون إلى أن يدخل أهل الجنة والنار منازلهم"(۲)

یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات سے ہے کہ جو کچھ حضور کے بعد ہونے والا ہے سب کا اجمالی وتفصیلی علم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تھا کہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ تمام مایکون حضور پر ظاہر فرمادیا گیا، یہاں تک کہ بہشتی ودوزخی اپنے اپنے ٹھکانوں میں داخل ہوں۔

سوال (۱۸۴) علامہ فاکہانی۔ پھر

سوال (۱۸۵) حسن بن علی مدابغی ''حاشیہ فتح المبین'' اور

---

(۱) [حلية الأولياء: ۱۰۱/٦]

(۲) [المجالس السنية:]

www.waseemziyai.com

سوال (۱۸۶) ابن عطیہ ''فتوحات الٰہیہ'' میں فرماتے ہیں:

''إنه ـ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ـ كشف له عما يكون إلى أن يدخل أهل الجنة وأهل النار كماصح في حديث أبي سعيد وغيره''(۱)

بے شک جو کچھ ہونے والا ہے سب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ظاہر فرما دیا گیا، یہاں تک کہ جنتی جنت اور دوزخی دوزخ میں جائیں، جیسا کہ ابو سعید خدری وغیرہ ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ کی صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔

سوال (۱۸۷) ابن الانباری ''کتاب المصاحف'' اور امام ابو عمر بن عبد البر ''کتاب العلم'' میں ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے میرے سامنے خطبہ میں فرمایا:

''سلوني فوالله لا تسألوني عن شيء يكون إلى يوم القيامة أحدثكم به''

مجھ سے پوچھو کہ خدا کی قسم قیامت تک جو چیز ہونے والی ہے مجھ سے جو کچھ پوچھو میں بتادوں گا۔ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم۔

سوال (۱۸۸) ابن قتیبہ ۔ پھر

سوال (۱۸۹) ابن خلکان ۔ پھر

سوال (۱۹۰) امام کمال الدین دمیری ۔ پھر

سوال (۱۹۱) علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

''الجفر جلد كتبه جعفر الصادق ، كتب فيه لأهل البيت كل ما يحتاجون إلى علمه ، وكل مايكون إلى يوم القيامة''(۲)

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''کتاب الجفر'' میں اہل بیت کرام کے لیے جس چیز کے علم کی ان کو حاجت پڑے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب تحریر فرما دیا۔

سوال (۱۹۲) علامہ سید شریف شرح مواقف میں فرماتے ہیں:

''الجفر والجامعة كتابان لعلي ـ رضى الله تعالىٰ عنه ـ ذكر فيهما على طريقة

---

(۱) [فيض القدير: حرف القاف، ٤/٥٠٦]

(۲) [شرح الزرقاني على المواهب اللدنيه: المدخل، ١/٩٩]

www.waseemziyai.com

علم الحروف الحوادث التي تحدث إلى انقراض العالم ، وكانت الأئمة المعروفون من أولاده يعرفونهما ويحكمون بهما ، كتب على موسى الرضا رضى الله تعالى عنهما إلى المأمون قبلت مثل عهدك إلا أن الجفر والجامعة يدلان على أنه لايتم ، ورأيت أنا بالشام نظما اشيرفيه بالرموز إلى أحوال ملوك مصر وسمعت أنه مستخرج من دينك الكتابين "

جفر و جامعہ امیر المؤمنین مولیٰ علی کی دو کتابیں ہیں، بے شک امیر المؤمنین نے ان دونوں میں علم الحروف کی روش پر ختم دنیا تک جتنے وقائع ہونے والے ہیں سب ذکر فرما دیئے، اوران کی اولاد امجاد سے ائمہ مشہورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کتابوں کے رموز پہچانتے اوران سے احکام لگاتے تھے۔ اورامام علی بن موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مامون رشید کو تحریر فرما بھیجا کہ:

تمہاری ولی عہدی قبول کرتا ہوں مگر جفر و جامعہ بتارہی ہیں کہ: یہ کام پورا نہ ہوگا (چناں چہ ایسا ہی ہوا)

سید شریف فرماتے ہیں:

اور میں نے ملک شام میں ایک نظم دیکھی جس میں شاہان مصر کے احوال کی طرف رمزوں میں اشارہ کیا ہے، میں نے سنا کہ وہ احکام انہیں دونوں کتابوں سے نکالے ہیں۔

سوال (۱۹۳) سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب "**الدر المكنون والجواهر المصون**" میں فرماتے ہیں:

"قال بعض العلماء: علم الحروف من معجزات إبراهيم ـ عليه الصلاة والسلام ـ ثم الإمام على رضى الله تعالىٰ عنه ورث علم الحروف عن سيدنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وإليه الإشارة بقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: أنا مدينة العلم وعليٌّ بابها "

بعض علما نے فرمایا: علم جفر سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کے معجزات سے ہے پھر یہ علم حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم سے وراثۃً مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو پہونچا ،رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ، اسی طرف اشارہ ہے۔

اسی کتاب مستطاب میں ہے:

"وقد صنف الجفر الجامع في أسرار الحروف وفيه ماجرىٰ للأولين وما

www.waseemziyai.com

یجری للأخرین"

مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے کتاب جفر الجامع اسرار حروف میں تصنیف فرمائی، اور اسی میں ہے جو کچھ اگلوں پر ہوگزرا، اور جو کچھ پچھلوں پر آنے والا ہے۔

اسی میں ہے:

"وكانت الأئمة الراسخون من أولاده يعرفون أسرار هذا الكتاب الرباني"

مولیٰ علی کی اولاد امجاد سے ائمہ اہل بیت اطہار اس ربانی کتاب کے اسرار جانتے تھے۔

اسی میں ہے:

"ثم الإمام الحسين رضى الله تعالى عنه ورث علم الحروف عن أبيه علي كرّم الله تعالى وجهه، ثم ورثه زين العابدين رضى الله تعالىٰ عنه، ثم الإمام الباقر رضى الله تعالى عنه، ثم الإمام الجعفر الصادق رضى الله تعالىٰ عنه، وهو الذي غاص في أعماق أغواره، واستخرج درره من أصداف أسراره، وحل معاقد رموزه وفك طلاسم كنوزه وصنف "الخافية في علم الجفر"۔"

پھر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے اس علم کے وارث ہوئے، پھر امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ پھر امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ پھر امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور یہی اس کے گہراؤ کی تہوں میں غوطہ زن ہوئے، اور اس کے اسرار کی سیپوں سے موتی نکالے، اور اس کے رموز کی گرہیں کھولیں، اور اس کے خزانوں کے طلسم فتح کیے، اور علم جفر میں کتاب "خافیہ" تصنیف فرمائی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وأفاض علينا من فيوض بركاتهم بجاههم عندک يا معطي أسرارهم آمين۔

یہ قول مبارک فصل سوم کے لائق تھا کہ بوجہ مناسبت یہاں مذکور ہوا، وباللہ التوفیق وللہ الحمد۔

کیوں جناب تھانوی صاحب! ان تمام صحابۂ کرام واہل بیت عظام وائمہ واولیا وعلما کو آپ کافر۔ مبتدع کیا جانتے ہیں؟۔ بینوا توجروا

فصل پنجم

اب جملہ ما کان وما یکون در کنار فقط عرش تا فرش موجودات حال کے علم میں اس سے بدرجہا زائد خبر تھانوی وگنگوہی دونوں صاحبوں کی لیتا ہوں، وباللہ التوفیق۔

www.waseemziyai.com

تھانوی صاحب! ماکان ومایکون کل یا ان میں کا ایک توشی عظیم وجلیل ہے، اگر چہ علوم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور ایک حصہ قلیل ہے، آپ انھیں بھی جانے دیجیے، فقط عرش تا فرش موجودات وقت کا علم محیط لیجیے۔ اب تو یہ ماکان ومایکون کے سمندر سے ایک نہر بلکہ نہر کی بھی ایک لہر رہ گیا، اس کے بھی کروڑویں حصے صرف زمین کے علم محیط کو آپ کے پیروں گنگوہی شیطان کے لیے ثابت مان کر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ماننا شرک بتاتے ہیں جس میں کوئی حصہ ایمان کا نہیں، اپنی قاطعہ براہین میں فرماتے ہیں:

شیطان کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا حصہ ایمان کا ہے، شیطان کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

یعنی شیطان تو تمام زمین کا علم محیط رکھتا ہے، اس کی وسعت علم پر خدا نے نصوص قطعیہ اتارے ہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وسعت علم پر ایک نص بھی نہ اتاری، بلکہ ان کی تنگی علم وکمی دانش پر نصوص قطعیہ اتارے، لہذا ان کے لیے زمین کا علم محیط ماننا شرک وکفر خالص ہے، جس میں ایمان کا لگاؤ نہیں۔

خلاصہ یہ کہ شیطان تو ان کے خدا کا شریک ہے، کہ وہ ان کے خدا کی خاص صفت علم محیط سے موصوف ہے، مگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو تو خدا نے گھٹایا، وہ دیوار پیچھے تک کی تو سنتے نہیں، شیطان کے برابر علم محیط زمین ہونا بڑی بات ہے، ان کے لیے جو اسے ثابت کرو گے تو یہ خدا کی خاص صفت اس کے غیر کے لیے ثابت کرنا ہوگا، اور نری نرا شرک ہو جائے گا۔ حاصل یہ کہ ابلیس ان کا خدا ہے، جب صفت خاصۂ خدا سے موصوف ہے، مسلمان ان گنگوہی آنکھوں سے اتنا دیکھیں کہ اگر زمین کا علم محیط صفت خاصۂ خدا نہیں، تو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے اس کا اثبات کیوں شرک ہو گیا، لاجرم وہ آپ کے دھرم میں خاص خدا کی صفت ہے، کہ اس کے غیر میں ہرگز موجود نہیں ہو سکتی، لیکن آپ کے اقرار سے شیطان میں یقیناً پائی جاتی ہے، تو قطعاً شیطان غیر خدائے گنگوہی نہیں، عین خدائے گنگوہی ہے۔ الا لعنة الله على الظٰلمين۔

خیر یہ تو ''حسام الحرمین'' وغیرہ میں مجملاً سن چکے اور انشا اللہ العزیز ''الکاوی فی العاوی والغاوی'' میں مفصلا سنو گے۔

یہاں یہ کہنا ہے کہ پیر مغاں کے دھرم میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فقط چھوٹے سے مٹی کے ڈھیلے کا جس کا نام زمین ہے، علم محیط ماننا خالص کفر، پھر عرش تا فرش جملہ موجودات وقت تو اس

www.waseemziyai.com

سے کروڑوں بلکہ سنکھوں مہاسنکھوں بڑے ہیں، اس کا احاطہ ماننا ضرور کفر، بلکہ مہاسنکھوں کفر کے برابر ہوگا۔

اگر آپ کے دھرم میں ایسا نہیں تو پہلے تو اتنی لکھ دو کہ گرو جی... ہیں پھر اپنے دھرم کی کہوا گروہ جمیع غیوب کونیہ کی قید فی الواقع غلط تھی تو لکھ دو کہ....

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواہ کسی نبی یا ولی کے لیے بہ عطاے الٰہی تمام موجودات زمانہ کا علم محیط مانے کہ ایک ایک ذرے کا حال ان کو معلوم ہے، شرق سے غرب تک جنوب سے شمال تک فرش سے عرش تک بلا استثنا ایک ایک ذرے کو ان کا علم محیط ہے، ایسا کہنے والا سنی صحیح العقیدہ متقی صالح ہے، جس پر معاذ اللہ کفر و بدعت معصیت کسی کا الزام نہیں آ سکتا، کیا آپ ایسا لکھ سکھیں گے، حاش للہ، اگر چہ ریزہ ریزہ کر دیئے جاؤ تو بھی ہرگز ایسی ان کہی زبان پر نہ لاؤ گے، اور اگر اپنی بات کی پچ کر کے کلیجے پر سل رکھ کر ہاں بول بھی دو کہ آخر یہ جو کچھ ہے ما کان و ما یکون کے ہزاروں سمندر چھوڑ کر صرف موجودات ہی کا تو علم محیط ہے، تو وہ دیکھو برادری کی کاؤں کاؤں بستی بستی گاؤں گاؤں جائے گی، اور تمہیں مجبور کر کے پھر اسی گنگو ہی دھرم پر لوٹائے گی، غرض تمہیں اس کہنے سے مفر نہیں، کہ فقط موجودات زمانہ کا علم محیط ماننا بھی قطعاً کفر ہے، اب سوالات کا جواب دو، اور ان ائمہ و علما و اولیا در کنار خود اللہ واحد قہار پر معاذ اللہ اپنے اور گنگو ہی جی والے کفر کا فتوی دو ﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ﴾ (۱)

تنبیہ: حقیقت امر یہ ہے کہ عرش تا فرش جملہ موجودات وقت کا علم محیط یقیناً جمیع ما کان و ما یکون بمعنی مذکور کا علم محیط ہے کہ موجودات وقت میں مکنونات قلم و مکتوبات لوح بھی ہیں، اور وہ بلاشبہ جملہ ما کان و ما یکون کو محیط ولہذا ''انباء المصطفیٰ شریف'' میں انہیں آیات کریمہ سے کہ ہم یہاں لکھیں گے حضور اقدس عالم ما کان و ما یکون کے علم محیط جمیع ما کان و ما یکون من اول یوم الی آخر الأیام پر وہ دلائل قطعیہ قائم فرمائے کہ: تمام وہابیت کے گھروں میں اندر باہر صف ماتم بچھی ہے، کہرام مچا ہے، پٹاوا پڑا ہے، چوٹ کا پسینہ ایڑی تک بہا ہے، دانتوں میں پسینے آ رہے ہیں، اور انکے ایک حرف کو جنبش نہیں دے سکتے۔ والحمد للہ رب العالمین. وقیل بعداً للقوم الظٰلمین۔

مگر ہم یہاں اس نکتۂ جلیلہ سے تنزل کر کے جناب تھانوی صاحب اینڈ کو کمپنی کے مبلغ عقول ناقصہ پر اترتے اور احاطۂ مکنونات و مکتوبات لوح و قلم کے علاوہ باقی ہی جملہ موجودات وقت عرش تا فرش

---

(۱) [سورۃ الشعراء: ۲۲۷]

www.waseemziyai.com

کے احاطہ پر اقتصار کرتے ہیں، اسی میں گنگوہی وتھانوی صاحبان صحابہ وائمہ درکنار خود اللہ ورسول پر اپنا کفر لے کر دوڑیں۔ جل وعلا و صلی اللہ تعالی علیہ و علیھم وسلم. آمین

سوال (۱۹۴) اللہ واحد قہار عز جلالہ قرآن عظیم وفرقان کریم میں فرماتا ہے:

﴿ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ﴾(۱)

اے محبوب ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا تمام موجودات کا روشن بیان فرمادینے کو۔

اس آیہ کریمہ سے حجت ساطعہ کی اقامت ''انباالمصطفی'' میں دیکھیے۔

سوال (۱۹۵) ابن جریر وابن ابی حاتم اپنی تفسیروں میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی:

"قال: إن الله تعالى أنزل هذا الكتاب تبياناً لكل شيء ولقد علمنا بعضاً مما بين لنا القرآن ثم تلا ﴿ونزلنا عليك الكتاب تبياناً لكل شيء﴾(۲)

اللہ تعالی نے یہ کتاب جملہ موجودات کے روشن بیان کردینے کو اتاری، اور ہم قرآن میں سے جتنا قرآن نے ہمارے لیے فرمایا اس میں سے بھی بعض ہی جانتے ہیں، پھر یہ آیت پڑھی کہ: اللہ عزوجل فرماتا ہے: ہم نے تم پر یہ کتاب جملہ موجودات کا روشن بیان فرمادینے کو اتاری،

یعنی قرآن عظیم نے ﴿لَنَا﴾ یعنی امت کے لیے جتنا بیان فرمایا اس کا بھی کل ہم نہیں جانتے، چہ جائے کہ جو اپنے حبیب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے لیے بیان فرمایا، یہ اس لیے کہ خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالی عنہم کا علم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کے علم سے زائد تھا۔

سوال (۱۹۶) اللہ واحد قہار جل جلالہ فرماتا ہے:

﴿ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلَّ شَيْءٍ ﴾(۳)

قرآن بناوٹ کی بات نہیں، بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق اور جملہ موجودات کی تفصیل ہے۔

سوال (۱۹۷) ابن سراقہ ''کتاب الاعجاز'' میں امام ابوبکر بن مجاہد سے راوی:

''قال: ما من شيء في العالم إلا وهو في كتاب الله تعالى''

---

(۱) [سورۃ النحل: ۸۹]

(۲) [تفسیر ابن أبي حاتم: ۷/ ۲۲۹۷۔ سورۃ النحل: ۹۰]

(۳) [سورۃ یوسف: ۱۱۱]

www.waseemziyai.com

تمام عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں جو قرآن میں نہ ہو۔

سوال (۱۹۸) اللہ واحد قہار فرماتا ہے:

﴿مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِن شَيْءٍ﴾ (۱)

ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز اٹھا نہ رکھی۔

(سوال ۱۹۹) امام جلیل سمین اپنی تفسیر میں۔ پھر

سوال (۲۰۰) علامہ سلیمان جمل ''فتوحات الٰہیہ'' میں اسی آیت کریمہ کے تحت میں فرماتے ہیں:

"إختلفوا في الكتاب ما المراد به فقيل اللوح المحفوظ وعلىٰ هذا فالعموم ظاهر لأن الله تعالىٰ أثبت ما كان ومايكون فيه وقيل القرآن وعلى هذا فهل العموم باق منهم من قال نعم وإن جميع الأشياء مثبت في القرآن إما بالتصريح وأما بالإيماء ومنهم من قال: إنه يراد به الخصوص والمعنىٰ من شيء يحتاج إليه المكلفون" (۲)

آیت میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ کتاب سے لوح محفوظ مراد ہے، یوں تو عموم ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں تمام ما کان و ما یکون تحریر فرما دیا۔ دوسرا یہ کہ: قرآن کریم مراد ہے۔ آیا اب بھی عموم باقی ؟۔ ائمہ میں سے ایک فریق فرماتا ہے: ہاں اب بھی عموم ہے، اور فرماتا ہے: کہ جمیع موجودات قرآن مجید میں مذکور ہیں، خواہ صاف صریح، خواہ بہ اشارہ، اور دوسرا فریق خصوص لیتا ہے، کہ جتنی اشیا کی مکلفوں کو حاجت ہے۔

سوال (۲۰۱) آیت میں یہی قول ائمہ تفسیر خازن میں یوں مفسر فرمایا: یعنی

"أن القرآن مشتمل على جميع الأحوال" (۱)

قرآن مجید میں تمام احوال کا بیان ہے۔ تھانوی صاحب! کلام اس میں ہے کہ: یہ فریق ائمہ آپ کے دھرم میں کافر ہیں، مبتدع ہیں، کیا ہیں؟۔ باقی دوسرے قول کی نسبت بیان ''خالص الاعتقاد صفحہ ۶۳'' میں دیکھیے۔

سوال (۲۰۲) امام شعرانی ''طبقات الکبری شریف'' میں حضرت سیدی ابراہیم دسوقی رضی اللہ

---

(۱) [سورۃ الأنعام: ۳۸]

(۲) [المدر المصون في علوم الكتاب: ٤/٦١٢]

(۳) [تفسير الخازن: ۲/۱۱۱]

www.waseemziyai.com

تعالیٰ عنہ سے ناقل کہ فرماتے ہیں:

"لوفتح الحق تعالى عن قلوبكم أقفال السد لا طلعتم على ما في القرآن من العلوم واستغنيتم عن النظر في سواه ، فإن فيه جميع ما رقم في صفحات الوجود وقال تعالى: ﴿مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِن شَيْءٍ﴾(۱)

اگر حق تعالیٰ تمہارے دلوں کے قفل کھول دے تو قرآن میں جو علوم ہیں تمہیں نظر آئیں، اور پھر اس کے سوا کسی چیز کو دیکھنے کی تمہیں حاجت نہ رہے۔ کہ تمام صفحات وجود میں جو کچھ مرقوم ہے یعنی جملہ موجودات عالم سب کا بیان قرآن عظیم میں موجود ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز چھوڑ نہ دی۔

سوال (۲۰۳) واحد قہار جل وعلا فرماتا ہے:

﴿وَتَفْصِيلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيهِ﴾(۲)

یہ قرآن لوح محفوظ کی تفصیل ہے، اس میں کچھ شک نہیں۔

سوال (۲۰۴) جلالین میں ہے:

﴿تفصيل الكتب﴾تبيين ما كتب الله تعالى من الأحكام وغيرها اه.قال: الجمل أي: في اللوح المحفوظ "(۳)

یعنی آیت کے معنی یہ ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے احکام وغیر احکام جو کچھ لوح محفوظ میں لکھا ہے قرآن عظیم میں ان سب کا بیان ہے۔

سوال (۲۰۵) اللہ واحد قہار جل مجدہ فرماتا ہے:

﴿وَكَذٰلِكَ نُرِيٓ إِبْرٰهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ﴾(۱)

اور اسی طرح ہم ابراہیم کو تمام آسمانوں اور زمینوں کی سلطنت دکھاتے ہیں، اور اسی لیے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو۔

گنگوہی وتھانوی واسمعیل دہلوی صاحبو! اللہ واحد قہار کو کیا کہو گے، وہ تمام آسمانوں اور زمینوں میں اپنی سلطنت کا اپنے خلیل علیہ الصلاۃ والتسلیم کے لیے فقط علم محیط ہی نہیں بلکہ بصر محیط ثابت فرما رہا

---

(۱) [الطبقات الكبرى للشعراني: ۱/۱٤٦] (۲) [سورة يونس: ۳۷]

(۳) [تفسير الجلالين: ۱/۲۷۲] (٤) [سورة الأنعام: ۷۵]

www.waseemziyai.com

ہے۔ کہیے تو اللہ کی سلطنت سے آسمانوں اور زمینوں کا کونسا ذرہ خارج ہے۔ کہیے وہ آپ کا ابلیس جسے صرف زمین کے علم محیط پر خدا کا شریک کر دیا تھا، اب جہنم کے کون سے کونے میں چھپے گا، یا خلیل اللہ کو اس سے بھی لاکھوں درجے زیادہ خدا کا شریک مانو گے، مگر اللہ فرماتا ہے:

﴿ وَلَكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴾(۱)

ہے یہ کہ ظالم لوگ اللہ کی آیتیں ہی نہیں مانتے۔

سوال (۲۰۶) ابن جریر وابن ابی حاتم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی آیہ کریمہ کی تفسیر میں راوی:

"إنه جلى له الأمر سره وعلانيته ، فلم يخف عليه شيء من أعمال الخلائق"(۲)

بے شک ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم پر آسمانوں اور زمین کے سب غیب وشہادت کھول دیے گئے، تو جملہ مخلوقات کے اعمال سے کوئی چیز ان پر چھپی نہ رہی۔

سوال (۲۰۷) آدم ابن ابی ایاس وابن المنذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ اپنی "تفاسیر" اور بیہقی "کتاب الاسماء والصفات" میں امام مجاہد تلمیذ خاص سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی آیہ کریمہ کی تفسیر میں راوی:

"فرجت له السموات السبع ، فنظر إلى ما فيهن حتى انتهى بصره إلى العرش ، وفرجت له الأرضون السبع فنظر إلى ما فيهن "(۳)

ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے لیے ساتوں آسمان کھول دیے گئے، تو جو کچھ ان میں ہے سب ملاحظہ فرمایا، یہاں تک کہ ان کی نگاہ عرش پر جا کر ٹھہری، اور ان کے لیے ساتوں زمینیں کھول دی گئیں، کہ جو کچھ ان میں ہے سب دیکھ لیا۔

سوال (۲۰۸) سعید بن منصور استاذ امام بخاری ومسلم اپنی "سنن" اور ابن المنذر وابن ابی حاتم "تفاسیر" میں اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن سدی کبیر تلمیذ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی کی تفسیر میں راوی:

---

(۱) [ایضاً: ۳۳]

(۲) [تفسیر ابن أبي حاتم: ۱۳۲۷/٤]

(۳) [الدر المنثور فی التفسیر: ۳۰۱/۳]

www.waseemziyai.com

"فرجت له السموات السبع حتى نظر إلى العرش وإلى منزله من الجنة ، ثم فرجت له الأرضون السبع حتى نظر إلى الصخرة التي عليها الأرضون"(۱)

ان کے لیے ساتوں آسمان کھول دیے گئے، کہ عرش تک دیکھا اور جنت میں اپنا محل ملاحظہ فرمایا، پھر ساتوں زمینیں ان کے لیے کھولی گئیں، کہ ان چٹانوں تک دیکھا جس پر زمینیں قائم ہیں۔

سوال (۲۰۹) اسی آیۂ کریمہ کے نیچے "تفسیر کبیر" امام فخر الدین رازی، اور

سوال (۲۱۰) تفسیر نیشاپوری میں ہے:

"واللفظ له الإطلاع على تفاصيل آثار حكمة الله تعالى في كل أحد من مخلوقات هذه العوالم بحسب أجناسها وأنواعها وأصنافها وأشخاصها وعوارضها ولواحقها كما هي ،لا يحصل إلا لأكابر الأنبياء ، ولهذا قال: - صلى الله تعالى عليه وسلم - ((أرى الأشياء كما هي)) "(۲)

ان تمام عالم ہائے ارضی وسماوی میں ہر ہر مخلوق کے جنس ونوع وصنف وشخص وعوارض ولواحق میں آثار حکمت الٰہیہ کا مفصل علم مطابق واقع انہیں اکابر کو ملتا ہے جو انبیا ہیں۔ علیہم الصلاۃ والسلام۔ اسی لیے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ: الٰہی ہم کو تمام چیزیں جیسی وہ ہیں دکھادے۔

سوال (۲۱۱) سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((رأيته عزوجل وضع كفه بين كتفي فوجدت برداً بين ثدي فتجلى لي كل شيء وعرفت)).(۳)

میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا کہ اس نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے بیچ میں رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینہ مبارک میں پائی تو جملہ موجودات مجھ پر روشن ہوگئے، اور میں نے پہچان لیے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

یہ حدیث کریم وجلیل وعظیم وایمان افروز وکافر سوز بکثرت ائمہ عظام ومحدثین اعلام نے سیدنا معاذ بن جبل انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمائی، ازاں جملہ امام السنہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ

---

(۱) [الدر المنثور في التفسير: ۳۰۱/۳]

(۲) [تفسير النيسابوري: ۱۰۵/۳]

(۳) [سنن الترمذي من سورة ص ... ۲۲۱]

www.waseemziyai.com

تعالیٰ عنہ نے ''مسند'' اور امام ترمذی نے ''صحیح جامع'' اور امام الائمہ ابن خزیمہ نے اپنی ''صحیح'' اور امام رویانی نے اپنی ''سنن'' اور امام دار قطنی وابن عدی وطبرانی ومحمد بن نصر مروزی وحاکم وابن مردویہ وغیرہم نے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: ''هذا حديث حسن صحيح '' یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ پھر کہا: ''سألت محمد بن إسمعيل عن هذا الحديث فقال: هذا صحيح '' میں نے امام بخاری سے اس حدیث کا مرتبہ پوچھا فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

سوال (۲۱۲) سید العالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی واقعہ میں فرماتے ہیں:

((وضع يده بين كتفي حتى وجدت بردها بين ثدي ، فعلمت ما في السموات وما في الأرض))(۱)

رب عزوجل نے اپنا دست قدرت میری پیٹھ پر رکھا جس کی خنکی مجھے اپنے سینہ منور میں محسوس ہوئی، تو شرق سے غرب تک جو کچھ ہے سب میں نے جان لیا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

یہ حدیث ترمذی وابو یعلی نے بطریق ابو قلابہ عن خالد بن الحلاج عن ابن عباس، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن ہے۔ نیز امام احمد وترمذی نے بسند صحیح اسے بطریق عبد الرزاق عن معمر عن ایوب ابو قلابہ عن ابن عباس۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ روایت کیا، اور اس کے لفظ ہیں:

((فعلمت ما في السموات وما في الأرض))(۲)

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رب عزوجل نے اپنا دست قدرت میری پشت مبارک پر رکھا تو جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب میں نے جان لیا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سوال (۲۱۳) سید الکونین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((فوضع كفه بين كتفي فوجدت بردها بين ثدي ، فعلمت ما في السموات والأرض ﴿وكذلك نرى إبرهيم ملكوت السموات والأرض﴾(۳)

---

(۱) [مسند الامام احمد بن حنبل، ۳۴۸۳-۱/۹۱۶]

(۲) [سنن الترمذی من سورة ص: ۵/۲۲۱]

(۳) [مسند الامام احمد بن حنبل، ۱/۹۱۶]

www.waseemziyai.com

رب عزوجل نے اپنا دست قدرت میرے شانوں کے بیچ میں رکھا جس کی سردی میں نے اپنے سینہ اقدس میں پائی، تو فوراً جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے سب مجھے معلوم ہوگیا، اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اور یوں ہی ہم ابراہیم کو تمام آسمانوں اور زمین کی سلطنت دکھاتے ہیں۔

یہ حدیث امام دارمی وامام ابن خزیمہ وامام ابن السکن وحاکم نے اپنی ''صحاح'' اور امام دارقطنی نے ''کتاب الرویۃ'' اور امام بغوی نے ''شرح السنۃ'' و''تفسیر معالم'' اور ہیثم بن کلیب نے ''مسند'' اور بیہقی نے ''کتاب الاسما'' اور ابن بطہ وابونعیم وابن مندہ وغیرہم نے عبدالرحمٰن بن عائش حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

ابن عبدالرحمٰن کا صحابی ہونا امام بخاری وامام محمد بن سعید وابوزرعہ دمشقی وابوالحسن بن سمیع وابو القاسم بغوی وابوعروبہ حرانی وغیرہم نے ثابت فرمایا۔

سوال (۲۱۴) یہی مضمون امام احمد وطبرانی وابن جریر وابن مردویہ وبیہقی وغیرہم نے بطریق عبد الرحمٰن المذکور عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، بعض صحابہ کرام سے روایت کیا، اس میں امام احمد کے لفظ یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تجلى لي ما في السموات وما في الأرض))(۱)

جو کچھ آسمانوں میں ہے، اور جو کچھ زمین میں سب مجھ پر روشن ہوگیا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سوال (۲۱۵) نیز یہ مضمون حدیث ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طبرانی نے ''کتاب السنہ'' اور محمد بن نصر مروزی وبزار نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فتجلى لي ما بين السماء والأرض))(۲)

جو کچھ آسمان وزمین کے اندر ہے سب مجھ پر روشن ہوگیا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سوال (۲۱۶) یہ حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دارقطنی اور ابوبکر نیشاپوری نے ''زیادات'' اور طبرانی نے ''سنت'' اور شیرازی نے ''القاب'' اور ابن مردویہ نے ''تفسیر'' میں روایت کی، اور اس میں لفظ یہ ہیں: "فعلمني كل شيء" رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اللہ تعالیٰ نے جملہ

---

(۱) [المسند للامام أحمد]

(۲) [رؤية الله للدارقطني: ذكر الرؤية عن ثوبان، ۱/۳٤۰]

www.waseemziyai.com

موجودات کا علم مجھے عطا فرمادیا، اور ایک لفظ میں ہے: ''فعلمت کل شیء'' اس کے دست قدرت رکھتے ہی جملہ موجودات میں نے جان لیے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سوال (۲۱۷) شیخ محقق نے ''شرح مشکوٰۃ'' میں اسی حدیث کے نیچے فرمایا:

دانستم ہر چہ در آسمان ہا و ہر چہ در زمین ہا بود، عبارت ست از حصول تمامہ علوم جزئی وکلی واحاطۂ آں۔

سوال (۲۱۸) امام ابن حجر مکی نے ''شرح مشکوٰۃ'' میں اسی حدیث کے تحت میں فرمایا:

((فعلمت ما في السموات والأرض ، أي: جميع الكائنات التي في السموات بل وما فوقها ، وجميع ما في الأرضين السبع بل وما تحتها))(۱)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ جو ارشاد فرمایا کہ: میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جس قدر موجودات ساتوں آسمانوں میں ہیں بلکہ وہ بھی جو ان سے اوپر ہیں، اور جس قدر کائنات ساتوں زمینوں میں ہیں بلکہ وہ بھی جو ان سے نیچے ہیں سب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم میں آگئیں۔ والحمد للہ رب العلمین۔

سوال (۲۱۹) صحیح بخاری میں حضرت اسما بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز کسوف کے بعد فرمایا:

((ما من شيء كنت لم أره إلا قد رأيته في مقامي هذا حتى الجنة والنار))(۲)

تمام موجودات میں جو کچھ میں نے نہ دیکھا تھا وہ سب اپنے اس قیام میں دیکھ لیا، یہاں تک کہ جنت ودوزخ۔

سوال (۲۲۰) ابن النجار ابو المعتمر مسلم بن اوس وجاریہ بن قدامہ سعدی سے راوی کہ: امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا:

((سلوني قبل أن تفقدوني ،فإني لا أسأل عن شيء دون العرش إلا أخبرت عنه))(۳)

مجھ سے پوچھو قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ کہ عرش کے نیچے جس چیز کو مجھ سے پوچھو میں بتادوں گا۔

---

(۱) [مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح : باب المساجد ومواضع الصلاة، ۲/۶۰۹]

(۲) [صحيح البخاري: باب من لم يتوضأ الا من الغشى، ۱/۴۸]

(۳) [كنز العمال : فضائل على رضى الله تعالى عنه، ۱۳/۱۶۵]

www.waseemziyai.com

فائدہ: امیر المؤمنین کا یہاں یہ ارشاد ہے اور سوال ۱۸۷ میں حضرت مولیٰ کا ارشاد گزرا کہ قیامت تک جو چیز ہونے والی ہے مجھ سے پوچھو میں بتادوں گا۔

مسلمانو! کیا ان ارشادات عالیات کا یہ صاف مطلب نہیں کہ مولیٰ علی فرماتے ہیں: میں جنت ونار، کرسی، ہفت آسمان و ہفت زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے تحت الثری تک اور اب سے قیامت تک کے تمام احوال تمام کائنات کو میرا علم محیط ہے، جب تو فرماتے ہیں کہ: ان جمیع اشیا سے جو کچھ پوچھو میں بتادوں گا۔

ناقدرو، بے ادبو، محرومو! یہ علم ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ درس کریم۔

﴿یعلّمهم الکتب و الحکمة﴾(۱)

کے ایک تعلیم یافتہ کا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

آخر یہ علم مولیٰ علی کو کس نے دیا؟ قرآن فرماتا ہے کہ: محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

﴿وَیُعَلِّمُکُم مَّا لَمْ تَکُونُوا تَعْلَمُونَ﴾(۲)

پھر حضور کے علم عظیم واعظم کا کیا حصر وشمار ہو سکے۔

﴿قُلْ مُوتُوا بِغَیْظِکُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَلِیمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾(۳)

فائدہ جلیلہ: بعض اہل سنت نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم ما کان وما یکون پر آیۂ کریمہ:

﴿وعلّمک مالم تکن تعلم و کان فضل الله علیک عظیماً﴾(۴)

سے استدلال کیا کہ: رب عزوجل اپنے محبوب اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتا ہے: اللہ نے تمہیں سکھادیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے، اور اللہ کا فضل تم پر بہت بڑا ہے۔

کلمۂ ''ما'' عموم کے لیے آتا ہے، تو جملہ موجودات کو علم نبوی کا شامل ہونا ثابت ہوا۔ اس دلیل کی نفیس تحقیق وتقریر تو انشاء اللہ العزیز القدیر ''الدولۃ المکیہ'' میں دیکھیے گا، جاہل نجدیوں نے کہ شاید جناب تھا نوی صاحب بھی انہیں میں ہیں، اس پر اعتراض کیا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

---

(۱) [سورۃ البقرۃ: ۱۲۹] (۲) [سورۃ البقرۃ: ۱۵۱]

(۳) [سورۃ آل عمران: ۱۱۹]

(٤) [سورۃ النسا: ۱۱۳]

www.waseemziyai.com

﴿وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾(۱)

یہ نبی تم کو سکھاتے ہیں جو کچھ تم نہیں جانتے تھے۔

تو اس سے صحابہ کے لیے بھی یہ علم شامل ثابت ہو جائے گا، اس کا جواب عاقل پر خود ہی آسان تھا، صحابہ کو یہ علم شامل اصلاً عطا نہ ہونا کسی دلیل شرعی سے ثابت ہے، یا نہیں؟، اگر ہے تو صحابہ میں دلیل تخصیص قائم ہونے سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تخصیص کیوں ہونے لگی، اور اگر نہیں تو بد کنا کس لیے، سہی اور لاکھ بار سہی بحمد اللہ ہمارے سرکار ابد قرار کی عظمت شان ہی ثابت ہوتی ہے کہ اپنے غلاموں کو ایسے عظیم علم عطا فرما دیے، موت تو وہابیت کی ہے، وہ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے اس کا کروڑواں حصہ ثابت کرتے مری جاتی تھی، ان کے غلاموں کے لیے ثابت دیکھ کر کیا لاکھ لاکھ دفعہ آریوں کا جنم لے کر لاکھوں موت مرے گی، مگر ارشادات امیر المؤمنین فاروق اعظم و دیگر صحابۂ کرام و امیر المؤمنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تو شامت کی ناری، خدا کی پھٹکاری، نبی کی دھتکاری، عمر کی للکاری، علی کی پھٹکاری، وہابیت بیچاری کی آخری ہی بول دی، فاروق اعظم، وابو زید انصاری، وحذیفہ بن الیمان، وابو سعید خدری، ومغیرہ بن شعبہ، وابی مریم۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ نے بتا دیا کہ ہاں ہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ما کان وما یکون ہمارے سامنے بیان فرما دیا، آگے یاد رہنا نہ رہنا، نہ تعلیم کی شرط، نہ تعلیم کے منافی، اور اللہ کے غالب شیر علی مرتضیٰ نے اپنی یاد کی مقدار بھی بتا دی کہ عرش سے فرش تک، آج سے قیامت تک کی جو بات مجھ سے پوچھو میں بتا دوں گا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

سوال (۱۲۱) مولوی معنوی قدس سرہ القوی دفتر سوم مثنوی شریف میں حدیث ذکر فرماتے ہیں، جس میں موزہ وعقاب کا ذکر ہے، اس حدیث میں ہے، حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

گر چہ ہر غیبے خدا مارا نمود　　دل دراں لحظہ بخود مشغول بود

سوال (۲۲۲) مولانا بحر العلوم ملک العلما قدس سرہ ''شرح'' میں نقل فرماتے ہیں:

از جہت استغراق بعضے مغیبات بر انبیا مستور شوند۔

پھر فرمایا:

معنی بیت چنیں است کہ بسبب استغراق توجہ باکوان نبود پس بعض اکوان مغفول عنہ ماند وایں وجہ وجیہ است۔

---

(۱) [سورۃ البقرۃ: ۱۵۱]

www.waseemziyai.com

سوال (۲۲۳) امام اجل قاضی عیاض ''شفا شریف'' میں فرماتے ہیں:

''لكنه ـ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ـ أوتى علم كل شيء''(۱)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر چیز کا علم عطا ہوا۔

سوال (۲۲۴) ثعلب، پھر

سوال (۲۲۵) علامہ سیف الدین آمدی، پھر

سوال (۲۲۶) علامہ زرقانی شرح مواہب میں، کریمہ

﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا﴾(۲)

کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''المراد أصحاب الأسماء وهي المسميات لقوله :ثم عرضهم ، ولو اراد الأسماء لقال :ثم عرضها''(۳)

آیۂ کریمہ میں ناموں سے مسمی مراد ہیں۔یعنی اللہ عزوجل نے آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو تمام موجودات کا علم عطا فرمایا، اجناس انواع، اشخاص جملہ اصحاب اسما، کہ ضمیر ذوی العقول سے ﴿عرضهم﴾ فرمایا ہے، خالی نام ذوی العقول نہیں، وہ مراد ہوتے تو ''عرضها'' فرمایا جاتا۔

اقول: اس سے صریح تر یہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿فَقَالَ أَنبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ﴾(۴)

مولیٰ تعالیٰ نے فرشتوں پر انہیں پیش کر کے فرمایا مجھے ان اشیا کے نام بتاؤ تو قطعاً مسمی ہی پیش کیے گئے۔اور ملائکہ نے نہ پہچانے، نہ ان کے نام بتا سکے۔

﴿قَالَ يَا آدَمُ أَنبِئْهُم بِأَسْمَائِهِمْ﴾(۵)

مولیٰ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم تو ان سب کے نام بتا دے تو ضرور اشارہ اصحاب اسما کی طرف تھا۔

---

(۱) [الشفا بتعريف حقوق المصطفى: الفصل السادس والعشرون معارفه، ۱/۷۰۱]

(۲) [سورة البقرة: ۳۱]

(۳) [شرح الزرقاني على المواهب اللدنية: النوع الأول في ذكر آيات تنضمن، ۸/۳۰۲]

(۴) [سورة البقرة: ۳۱]

(۵) [سورة البقرة: ۳۳]

www.waseemziyai.com

﴿فَلَمَّا أَنبَأَهُم بِأَسْمَآئِهِمْ﴾(۱)

آدم علیہ الصلاۃ والسلام نے ان سب کے نام بتادیے کہ یہ چیز وہ ہے، یہ وہ ہے، تو نام بھی جانے اور مسمّٰی بھی پہچانے کہ جو خالی نام کسی شی کا جانتا ہو اور شی کو نہ پہچانتا ہو، وہ اسے دیکھ کر یہ نہیں بتا سکتا کہ یہ اس شی کا نام ہے، تو یقیناً اسماء و مسمّٰی سب کا علم سیدنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو تھا۔ **فلله الحجة البالغة، أفاده في الفيوض الملكية۔**

سوال (۲۲۷) حافظ الحدیث سیدی احمد سجلماسی قدس سرہ اپنے شیخ کریم حضرت سیدی سید عبد العزیز مسعود دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کتاب مستطاب ابریز میں راوی کہ انہوں نے اسی کریمہ

﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا﴾(۲)

کی تفسیر میں فرمایا:

"المراد بالأسماء كلها الأسماء من كل مخلوق تحت العرش إلى ماتحت الأرض، فيدخل في ذلك الجنة والنار، والسموات السبع وما فيهن وما بينهن، وما بين السماء والأرض، وما في الأرض من البراري والقفار والأودية والبحار والأشجار، فكل مخلوق في ذلك ناطق أو جامد آدم يعرف أصله وفائدته وكيفيته وترتيبه ووضع شكله، فهذه علوم آدم وأولاده من الأنبياء۔ عليهم الصلاة والسلام۔ والأولياء الكاملين۔ رضي الله تعالى عنهم أجمعين۔"

تمام ناموں سے مراد اس تمام مخلوق کے ملکوتی نام ہیں جو زیر عرش سے زیر زمین تک ہے، اس میں جنت و دوزخ، ہفت آسمان اور جو کچھ ہر آسمان میں ہے، اور جو کچھ زمین میں ہے، جنگل اور صحرا اور وادی اور دریا، اور درخت غرض ان تمام مکانات میں اللہ کی جتنی مخلوق ہے جان دار خواہ بے جان آدم علیہ الصلاۃ والسلام اس کی اصل اور اس کے فائدے اور اس کی ترتیب کی کیفیت اور اس کی صورت کی وضع سب کچھ جانتے ہیں، یہ علوم تنہا آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے نہیں بلکہ ان کی اولاد میں سب انبیا علیہم الصلاۃ والسلام واکابر اولیا رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب ان تمام اشیا کو جانتے ہیں، پوری مفصل عبارت خالص الاعتقاد میں دیکھیے۔ **والحمد لله رب العالمين۔**

سوال (۲۲۸) حضرت سیدی شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ "فتوحات مکیہ" باب دہم میں فرماتے ہیں:

---

(۱) [سورة البقرة: ۳۳] (۲) [سورة البقرة: ۳۱]

www.waseemziyai.com

"أول نائب كان له ـصلى الله تعالىٰ عليه وسلمـ وخليفته آدم ـ عليه الصلاة والسلام ـ ثم ولد واتصل بالنسل وعين في كل زمان خلفاء إلى أن وصل زمان نشأة الجسم الظاهر المحمدي ـصلى الله تعالىٰ عليه وسلمـ ، فظهر مثل الشمس الباهرة فاندرج كل نور في نوره الساطع، وغاب كل حكم في حكمه ، وانقادت جميع الشرائع إليه ، وظهرت سيادته التي كانت باطنة ، فهو الأول والآخر والظاهر والباطن وهو بكل شيء عليم، فإنه قال: ((أوتيت جوامع الكلم)) وقال عن ربه ((ضرب بيده بين كتفي فوجدت برد أنامله بين ثدي فعلمت علم الأولين والآخرين))فحصل له التخلق والنسب الالهي من قوله تعالى عن نفسه ﴿هو الأول والآخر والظاهر والباطن وهو بكل شيء عليم﴾ـوجاء ت هذه الآيات في سورة الحديد الذي فيه باس شديد ومنافع للناس فلذلك بعث بالسيف وأرسل رحمة للعلمين ـ"

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلے خلیفہ ونائب آدم علیہ الصلاۃ والسلام ہوے پھران کے اولاد ہوئی اور نسل مسلسل چلی اور ہر وقت میں انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نائب مقرر ہوتے رہے، یہاں تک کہ بدن محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آفرینش کا وقت آگیا ،تو حضور نے نگاہیں خیرہ کرتے سورج کی طرح ظہور فرمایا،تو ہر نور حضور کے نور میں گم ہوگیا،اور سب حکومتیں حضور کی حکومت میں چھپ گئیں،اور تمام شریعتیں حضور کی طرف کھینچ آئیں،اور حضور کی سرداری مطلق کہ اب تک باطن تھی اب علانیہ ظاہر ہوگئی،تو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی اول وآخر وظاہر وباطن ہیں،اور ان کا علم ہر شی کو محیط ہے،اسی لیے انہوں نے فرمایا: میں جامع کلمے عطا فرمایا گیا،اور اپنے رب عزوجل سے روایت فرمائی کہ اس نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے بیچ میں رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینہ میں پائی،تو مجھے سب اگلوں پچھلوں کا علم آگیا،تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان صفات الٰہیہ سے نصیب وبہرہ اور ربانی علاقہ ملا جو اللہ عزوجل نے اپنی شان میں فرمائیں: کہ وہی اول وآخر وظاہر وباطن ہے،اور اس کا علم ہر شی کو محیط ۔اور یہ صفات سورۂ حدید میں مذکور ہوئیں اس لیے کہ: لوہے میں سخت آنچ ہے،اور لوگوں کے فائدے،لہذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تلوار لے کر مبعوث ہوے،اور تمام جہان کے لیے رحمت بھیجے گئے۔صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

مسلمان اس نورانی کلام کو دیکھے،اس کا ایمان گواہی دے گا کہ: واللہ میرے آقاے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہی شان ہے،اور بیمار دل جلیں گے،اللہ ان کا جلنا زیادہ کرے۔

www.waseemziyai.com

﴿فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضاً﴾(۱)
آتش غیظ میں بھنیں گے اللہ انہیں ہمیشہ بھنتا رکھے۔
﴿قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾(۲)
وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی محمد وآله وصحبه وسلم۔

یہی مضمون یعنی آیۂ کریمہ کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تطبیق سوال (۱۷۴) میں حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی سے گزرا۔ اور اس سے بھی زیادہ دل دشمنان پر خار وہ تھا کہ تفسیر جلیل نیشاپوری سے سوال (۱۷۵) میں گزرا کہ: ﴿یعلم ما بین أیدیهم وما خلفهم سے ولا یؤده حفظهما ﴾تک کے اوصاف عظیمہ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر منطبق فرمایا، اور یوں ہی دل اعدا پر آگ وہ ہے جو اس سوال آئندہ میں آتا ہے۔

سوال (۲۲۹) مولانا ملک العلما بحر العلوم عبدالعلی قدس سرہ ''خطبہ حواشی میر زاہد رسالہ'' میں فرماتے ہیں:

"علمه علوما بعضها ما احتوى عليه القلم الأعلى وما استطاع على إحاطتها اللوح الأوفى ، لم يلد الدهر مثله من الأزل ولم يولد إلى الأبد فليس له من في السموات والأرض كفواً أحد"(۳)

اللہ عزوجل نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ علوم تعلیم فرمائے کہ قلم اعلیٰ (جس نے تمام کان وما یکون لکھا) اس کے بعض ہی پر مشتمل ہو، اور لوح محفوظ جس نے جمیع ما کان وما یکون کو پورا لے لیا، ان کا احاطہ نہ کرسکی، زمانے میں ازل سے ابد تک ان کا مثل نہ ہوا نہ ہو، تو تمام آسمانوں اور زمین میں ان کے جوڑ کا کوئی نہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

یہ قول مبارک فصل سوم میں لکھنا تھا کہ بوجہ مناسبت یہاں مذکور ہوا۔

سوال (۲۳۰) عارف باللہ سیدی علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ پھر

سوال (۲۳۱) امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی ''کتاب الجواہر والدرر'' نیز ''کتاب درۃ الغواص'' دونوں میں فرماتے ہیں:

---

(۱) [سورة البقرة: ۱۰] (۲) [سورة آل عمران: ۱۱۹]
(۳) [حواشی علی المیر زاهد]

www.waseemziyai.com

"محمد ـ صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ـ هو الأول والآخر والظاهر والباطن قد ولج حين أسرى به عالم السماء ، أولها مركز الأرض وآخرها السماء الدنيا بجميع أحكامها وتعلقاتها ، ثم ولج البرزخ إلى إنتهائه وهو السماء السابعة ، ثم ولج عالم العرش إلى مالا نهاية له وفتح في برزخيته صور العوالم الهيه والكونيته"

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی اول وآخر وظاہر وباطن ہیں، وہ شب معراج عالم آسماں میں داخل ہوئے جس کی ابتدا مرکز زمین اور انتہا پہلا آسمان ہے اپنے تمام احکام ومتعلقات کے ساتھ، پھر عالم برزخ میں اس کی انتہا تک تشریف فرما ہوے، اس کا منتہی ساتواں آسمان ہے۔ پھر عالم عرش میں جلوہ افروز ہوئے وہاں تک جس کی انتہا ہی نہیں، اور حضور کے باطن میں الٰہی عالموں اور حادث عالموں کی صورتیں منکشف ہوگئیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سوال (۲۳۲) علامہ شنوانی "جمع النہایہ" میں فرماتے ہیں:

"قد ورد أن الله تعالىٰ لم يخرج النبي ـ ﷺ ـ حتى أطلعه على كل شيء"

بے شک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دنیا سے نہ لے گیا جب تک حضور کو جمیع موجودات کا علم عطا نہ فرمادیا۔

سوال (۲۳۳) علامہ حسین بن علی مدابغی "حاشیہ فتح المبین" امام ابن حجر مکی، اور

سوال (۲۳۴) فاضل ابن عطیہ "فتوحات وہبیہ شرح اربعین امام نووی" میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم قیامت عطا ہونے کے باب میں فرماتے ہیں:

"الحق كما قال جمع: ان الله سبحنه وتعالىٰ لم يقبض نبينا ـ ﷺ ـ حتى أطلعه على كل ما أبهمه عنه إلا أنه أمر بكتم بعض والاعلام ببعض"

حق وہ قول ہے جو ایک جماعت علما نے فرمایا کہ: اللہ عزوجل ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دنیا سے نہ لے گیا یہاں تک کہ جو کچھ حضور سے مخفی رہا تھا سب کا علم حضور کو عطا فرمادیا۔

تنبیہ: یہ دونوں قول بھی فصل سوم کے ہیں کہ بوجہ مناسبت یہاں تحریر ہوے۔ والحمد لله رب العالمين۔

غلامان سرکار محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو (فصل سوم میں وہی احادیث صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم) علم ما کان وما یکون تعلیم ہونے کا ثبوت تھیں جس پر سوال (۱۱) میں تنبیہ کردی، اور فصل چہارم میں سوال (۱۸۷) سے آخر فصل تک اہل بیت کرام کو قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب کا علم ملنے کا بیان

www.waseemziyai.com

تھا،اس فصل سے جو اقوال غلامان سرکار محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق ہیں جدا متمیز کریں۔وباللہ التوفیق۔

سوال (۲۳۵) صحیح بخاری شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے،رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ عزجلالہ فرماتا ہے:

﴿من عادى لي ولياً فقد أذنته للحرب ، وما تقرب إلي عبدي بشيء أحب إلي مما أفترضته عليه ، لا يزال عبدي يتقرب إلي بالنوافل حتى أحبه ، فإذا أحببته كنت سمعه الذي يسمع به ، وبصره الذي يبصر به ، ويده التي يبطش بها﴾ الحدیث۔(۱)

جو میرے کسی دوست سے دشمنی رکھے میں نے اسے لڑائی کا اعلان دے دیا،اور میرا بندہ کسی چیز سے میرا قرب نہیں چاہتا جو مجھے اپنے فرائض سے زیادہ پیاری ہو، جو میں نے اس بندہ پر رکھے ہیں اور ہمیشہ بندہ نفل عبادتوں سے میرا قرب چاہتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میرا محبوب ہو جاتا ہے، پھر جب میں اسے اپنا محبوب کر لیتا ہوں تو میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے،اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے،اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ گرفت کرتا ہے۔

امام فخر الدین رازی ''تفسیر کبیر'' میں کرامات اولیائے کرام پر اقامت دلائل کی حجت ششم میں اسی حدیث کریم سے فرماتے ہیں:

"العبد إذا واظب على الطاعات بلغ إلى المقام الذي يقول الله تعالى: كنت له سمعاً وبصراً ، فإذا صار نور جلال الله تعالى سمعاً له سمع القريب والبعيد ، وإذا صار ذلك النور بصراً له رأى القريب والبعيد ، وإذا صار ذلك النور يداً له قدر على التصرف في الصعب والسهل والبعيد والقريب "(۲)

بندہ جب ہمیشہ طاعت میں لگا رہتا ہے تو اس مقام تک پہونچتا ہے جس کی نسبت اللہ عزوجل فرماتا ہے: کہ میں خود اس کے کان، آنکھ ہو جاتا ہوں،تو جب جلال الٰہی کا نور اس کا کان ہو جاتا ہے، بندہ نزدیک ودور سب سنتا ہے،اور جب وہ نور آنکھ ہو جاتا ہے تو بندہ نزدیک ودور سب کچھ دیکھتا ہے،اور جب وہ نور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے، بندہ سہل ودشوار دور ونزدیک میں تصرف کرتا ہے۔

---

(۱) [صحيح البخاري باب التواضع: ۸/۱۰۵]

(۲) [تفسير الرازي: ۲۱/۴۳۶۔ سورة الكهف: ۹]

www.waseemziyai.com

سوال (۲۳۶) بخاری ''تاریخ'' اور ترمذی ''جامع'' میں حضرت ابوسعید خدری اور امام ترمذی کبیر حکیم محمد بن علی ''نوادر الاصول'' اور سمویہ ''فوائد'' اور طبرانی ''کبیر'' اور ابن عدی ''کامل'' میں حضرت ابو امامہ باہلی اور ابن جریر حضرت عبد اللہ بن عمر، نیز حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((إتقوا فراسة المؤمن فإنه ينظر بنور الله))(۱،۲۰)

مومن کامل کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

"زاد في حديث ثوبان وينطق بتوفيق الله"

اور اللہ کی توفیق سے بات کرتا ہے۔

امام ابن الحاج مکی ''مدخل'' میں فرماتے ہیں: ؎

"كفى في هذا بياناً قوله ـصلى الله تعالىٰ عليه وسلم: المؤمن ينظر بنور الله إنتهى، ونور الله لا يحجبه شيء هذا في حق الأحياء من المؤمنين، فكيف من كان منهم في الدار الآخرة"(۳)

اس کے بیان کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہی کافی ہے کہ مومن کامل اللہ کے نور سے دیکھتا ہے، اور اللہ کے نور کے لیے کوئی چیز پردہ نہیں ہوسکتی، یہ ان مومنوں کے حق میں ہے جو دنیا میں ہیں، پھر ان کا کیا کہنا جو دنیا سے انتقال فرما کر اُس گھر میں پہونچ گئے۔

سوال (۲۳۷) امام علامہ قاضی، پھر

سوال (۲۳۸) فاضل علی قاری، پھر

سوال (۲۳۹) علامہ عبد الرؤف مناوی ''تیسیر شرح جامع صغیر امام سیوطی'' میں لکھتے ہیں:

"النفوس القدسية إذا تجردت عن العلائق البدنية اتصلت بالملأ الأعلى، ولم يبق لها حجاب فترى وتسمع الكل كالشاهد"(٤)

---

(۱) [كنز العمال كتاب الفراسة، حديث: ۳۹۷۲۷]

(۲) [سنن الترمذي: باب ومن سورة الحجر، ۵/۱٤۹]

(۳) [المدخل لابن الحجاج: فصل زيارة سيد الأولين والآخرين، ۱/۲۵۹]

(٤) [التيسير بشرح الجامع الصغير: حرف الحاء، ۱/۵۰۲]

www.waseemziyai.com

پاک جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہوتی ہیں عالم بالا سے مل جاتی ہیں، اور ان کے سامنے کچھ پردہ نہیں رہتا، تو سب کچھ ایسا دیکھتی سنتی ہیں جیسے یہیں حاضر ہیں۔

سوال (۲۴۰) عارف باللہ حضرت سیدی ارسلان دمشقی: پھر

سوال (۲۴۱) امام شعرانی ''طبقات کبریٰ'' میں فرماتے ہیں:

"العارف من جعل الله تعالى في قلبه لوحاً منقوشاً بأسرار الموجودات، فلا تتحرك حركته ظاهرة ولا باطنة في الملك والملكوت إلا ويشهدها علماً وكشفاً"(۱)

عارف وہ ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایک لوح رکھی کہ جملہ اسرار موجودات اس میں منقوش ہیں، تو ظاہری یا باطنی کوئی حرکت ملک یا ملکوت میں نہیں ہوتی جسے وہ اپنے علم وکشف سے دیکھتا نہ ہو۔

سوال (۲۴۲) امام اجل سیدی علی وفا رضی اللہ تعالیٰ عنہ: پھر

سوال (۲۴۳) امام عبد الوہاب عقائد اولیائے کرام کی کتاب مستطاب ''الیواقیت والجواہر'' میں فرماتے ہیں:

"ليس الرجل من يقيده العرش وما حواه من الأفلاك والجنة والنار، وإنما الرجل من نفذ بصره إلى خارج هذا الوجود كله، وهناك يعرف قدر عظمة موجده سبحانه وتعالى"

مرد وہ نہیں جسے عرش اور جو کچھ اس کے احاطہ میں ہے آسمان، جنت اور نار یہی چیزیں متید کرلیں، مرد وہ ہے جس کی نگاہ اس تمام عالم کے پار گزر جائے، وہاں اسے موجد عالم جل جلالہ کی عظمت کی قدر کھلے گی۔

سوال (۲۴۴) سیدی علی خواص عارف باللہ قدس سرہ: پھر

سوال (۲۴۵) امام شعرانی ''الجواہر والدرر'' میں فرماتے ہیں:

"الكامل قلبه مرأة الوجود العلوي والسفلي كله على التفصيل"

کامل کا دل تمام عالم علوی وسفلی کا بروجہ تفصیل آئینہ ہے۔

سوال (۲۴۶) مکاشف کبیر سید شریف عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پھر

---

(۱) [الطبقات الكبرى للشعراني: ۱/ ۱۳۰]

www.waseemziyai.com

سوال (۲۴۷) حافظ الحدیث سجلماسی کتاب مستطاب ''ابریز'' میں فرماتے ہیں:

"ما السموات السبع والأرضون السبع في نظر العبد المؤمن إلا كحلقة تلقاه في فلاة من الأرض"

ساتوں آسمان ساتوں زمینیں مومن کامل کی وسعت نگاہ میں ایسے ہیں جیسے کسی میدان لق ودق میں ایک چھلا پڑا ہو۔

سوال (۲۴۸) اسی کتاب مستطاب میں:

سوال (۲۴۹) امام ممدوح سے ہے

"إن للروح سمعين: سمعها الذي ينسب إليها قبل حجبهما في الذات وهو الذي يبلغ مشارق الأرض ومغاربها، وسمعها بعد حجبها وهو من الأذن فقط وبصرين، أحدهما قبل الحجب وهو الذي يبلغ الى مشارق الأرض ومغاربها، ويخرق السبع الطباق، وثانيهما بعد الحجب وهو من العين فقط"(۱)

روح کی دو شنوائیاں ہیں، ایک وہ کہ بدن میں آنے سے پہلے اصالۃً اس کی ہے، وہ وہ ہے کہ زمین کے مشرقوں مغربوں تک پہونچتی ہے۔ دوسری: بدن میں آنے کے بعد، وہ جو کان کے ذریعہ سے ہے، یوں ہی دو نگاہیں ہیں، ایک خود اس کی کہ زمین کے سب مشرقوں مغربوں تک پہونچتی ہے، اور ساتوں آسمانوں میں نفوذ کرتی ہے۔ دوسری وہ کہ اس آنکھ سے ہے۔

سوال (۲۵۰) محدث موصوف:

سوال (۲۵۱) امام ممدوح سے راوی:

"يشاهد صاحب هذا الفتح الأرضين السبع وما فيهن، والسموات السبع وما فيهن، ويشاهد أفعال العباد في دورهم وقصورهم ببصيرته التي لا يحجبها ستر، وكذا يشاهد الأمور المستقبلة"

اس کشف عظیم والا ساتوں زمینوں کو دیکھتا ہے، اور جو کچھ اس میں ہے، اور ساتوں آسمانوں کو اور جو کچھ ان میں ہے، اور لوگ جو کچھ اپنے گھروں اور محلوں میں کرتے ہیں اسے اپنے دل کی آنکھوں سے دیکھتا ہے جس پر کوئی چیز پردہ نہیں ہوسکتی، یوں ہی آئندہ کی بات کا مشاہدہ کرتا ہے۔

---

(۱) [کتاب الابریز:]

www.waseemziyai.com

سوال (۲۵۲) یہی حافظ الحدیث:

سوال (۲۵۳) انھیں امام عارف سے راوی، وہ مالکی المذہب ہیں، ان کے یہاں نماز عید میں پہلی رکعت میں سات تکبیریں ہیں، اور دوسری میں چھ۔

فرماتے ہیں: حضرت سے میں نے اس کا سبب پوچھا ارشاد فرمایا:

"سببه أن التكبير الأولى يشاهد فيها العبد المكبر ولا سيما سيد الوجود۔ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔ المكنونات التي في الأرض الأولى والتي في السماء الأولى (وهكذا ذكر إلى أن قال) والسابعة يشاهد فيها المكنونات التي في الأرض السابعة، والتي في السماء السابعة، هذا في الركعة الأولىٰ. وأما الثانية فالتكبيرة الأولىٰ فيها يشاهد فيها ما خلق في اليوم الأول وهو يوم الأحد (وهكذا ذكر إلى قوله) والسادسة يشاهد فيها ما خلق في اليوم السادس وهو يوم الجمعة"

اس کا سبب یہ ہے کہ کامل بندے خصوصاً سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تو کیا ذکر پہلی تکبیر میں جس قدر مخلوقات پہلی زمین اور پہلے آسمان میں ہیں ان سب کا مشاہدہ کرتے ہیں، اور دوسری میں دوسری زمین اور دوسرے آسمان کی اور اسی طرح یہاں تک کہ ساتویں تکبیر میں ساتویں زمین اور ساتویں آسمان کی مخلوقات کا مشاہدہ کرتے ہیں، یہ پہلی رکعت میں ہوا۔ اور دوسری رکعت میں پہلی تکبیر میں وہ سب ان کو نظر آتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش میں پہلے دن یعنی اتوار کو بنایا، اور دوسری میں وہ جو پیر کو بنایا، اور اسی طرح یہاں تک کہ چھٹی تکبیر میں وہ مشاہدہ کرتے ہیں جو چھٹے دن یعنی جمعہ کو بنایا۔

آگے ارشاد فرمایا کہ: تکبیروں کا حکم اگرچہ سب پر ہے، اور عوام میں یہ مشاہدہ کہاں مگر ان کو چاہیے ہر عید میں تکبیر کہتے وقت اس کا اجمالی طور پر خیال کرتے جائیں۔ اور اپنے رب کے کرم پر خوش ہوں، اور اس کی مداومت رکھیں، اللہ جواد کریم ہے، مرنے سے پہلے تفصیلاً بھی یہ سب کچھ دکھا دے گا۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

سوال (۲۵۴) یہی علامہ محدث۔

سوال (۲۵۵) انہیں امام مکاشف سے راوی:

"المفتوح عليه يفتح في بصره فيرى به السموات والأرضين، وفي سمعه فيسمع به النملة اذا حركت رجلها من ميسرة عام، ولا يشغله سمع عن سمع حتى أنه يسمع ويفهم ما يقول في آن واحد آلاف من الناس"

www.waseemziyai.com

صاحب فتح کی نظر کھول دی جاتی ہے تو اس سے سب آسمانوں اور سب زمینوں کو دیکھتا ہے، اور اس کے کان کھول دیے جاتے ہیں کہ: سال بھر کی راہ سے چیونٹی کی پچکل سنتا ہے، اور اسے ایک آواز دوسری سے مشغول نہیں کرتی، یہاں تک کہ ایک آن میں ہزار ہا آدمی جو کچھ کہہ رہے ہوں سب کی سنتا، اور سب کی سمجھتا ہے۔

سوال (۲۵۶) یہی حافظ نبیل:

سوال (۲۵۷) انہیں امام جلیل سے راوی:

"من عرف السريانية وأسرار الحروف أعانه ذلك على فهم باطن القرآن عوناً كثيراً وعلم ما في عوالم الأرواح، وما في هذه الدار، وما في الدار الآخرة وما في السموات، وما في الأرضين، وما في العرش، وغير ذلك. وعلم أن معاني القرآن العزيز التي يشير إليها لا نهاية لها، فعلم معنى قوله تعالى:

﴿مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِن شَيْءٍ﴾ (۱)

جو سریانی اور اسرار حروف پہچان لے اس سے قرآن عظیم کا باطن سمجھنے پر بڑی مدد ملتی ہے، وہ شخص جان لیتا ہے جو کچھ عالم الارواح میں ہے، اور جو کچھ اس گھر میں اور جو کچھ آخرت کے گھر میں، اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمینوں میں، اور جو کچھ عرش میں ہے، اور ان کے سوا اور علوم، اور جان لیتا ہے کہ قرآن کریم کے معانی جن کی طرف وہ اشارہ فرماتا ہے، بے حد و پایاں ہیں، اور اس وقت اسے اس آیت کا مطلب روشن ہوتا ہے کہ: ہم نے قرآن میں کوئی چیز اٹھا نہ رکھی۔

سوال (۲۵۸) یہی حافظ حدیث:

سوال (۲۵۹) انہیں امام رفیع سے راوی کہ فرماتے ہیں:

"رأيت ولياً بلغ مقاماً عظيماً وهو أنه يشاهد المخلوقات الناطقة والصامتة والوحوش والحشرات والسموات ونجومها والأرضين وما فيها، وكرة العالم بأسرها تستمد منه، ويسمع أصواتها وكلامها في لحظة واحدة، ويمد كل واحد يحتاجه ويطيعه ما يصلحه من غير أن يشغله هذا عن هذا، بل أعلى العالم وأسفله بمنزلة هو في حيز واحد عنده، ثم يرحم هذا الولي فينظر فيرى مدده من غيره وهو النبي - صلى

---

(۱) [سورۃ الانعام: ۳۸]

www.waseemziyai.com

الله تعالیٰ علیه وسلم۔ ویری مدد النبي ۔ صلی الله تعالیٰ علیه وسلم۔ من الحق سبحانه فیری الکل منه تعالیٰ"

ہم نے ایک ولی کو دیکھا کہ بہت عظیم مقام پر تھے، وہ یہ کہ وہ تمام مخلوقات گویا وحوش وحشرات الارض اور آسمانوں اور ان کے ستاروں اور زمینوں کو اور جو کچھ ان میں ہے اور عالم کے سارے کرے کو دیکھتے تھے، کہ: ہر چیز ان سے مدد مانگ رہی ہے، اور یہ ان سب کی آوازیں ان سب کا کلام ایک لحظہ میں سنتے اور ہر ایک کی حاجت روا کرتے، اور ہر ایک کو جو اس کے لائق ہے عطا فرماتے، اور انہیں ایک کام دوسرے سے غافل نہ کرتا، بلکہ تمام عالم بالا وعالم زیریں سب ان کے سامنے ایسا تھا کہ گویا ایک ہی مکان میں جمع ہے (اس پر اگر ان ولی کو خیال آتا کہ میں تمام جہان کا حاجت روا ہوں تو معاذ اللہ باعث ہلاک تھا لہذا) مولیٰ تعالیٰ ان پر رحم فرماتا کہ یہ غور کرتے تو دیکھتے کہ ان کی مدد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما رہے ہیں (تو تمام جہان کو دینے والے تمام عالم کی حاجتیں روا فرمانے والے حضور ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اور یہ حضور کی نعمت بانٹنے والے) اور حضور کی مدد اللہ عزوجل سے ہے، تو آنکھوں دیکھتے کہ سب کچھ اللہ عزوجل کی طرف سے ہے۔ ﴿إن إلى ربك المنتهىٰ﴾ (۱)

والحمد لله رب العالمين.

سوال (۲۶۰) امام اجل سیدی صدر الدین قونوی قدس سرہ القوی "اعجاز البیان تفسیر سورہ فاتحہ شریف" میں فرماتے ہیں:

"الإنسان نسخة جامعة فليس شيء من الأشياء إلا وهو أمر تسمّ في جمعية ، فما لم يتخلص من قيود الصفات الجزئية يكون ادراكه مقيداً بحسب الصفة الحاكمة عليه ، فإذا تجردوانتهىٰ إلى المقام الجمعي الوسطي قام كحال النقطة مع كل جزء من المحيط وقابل كل حقيقة بما فيه منها ، فأدرك بكل فرد من فرد نسخة وجوده ما يقابلها من الحقائق ، فحصل له العلم المحقق بحقائق الأشياء وأصولها ومباديها اه مختصراً."

آدمی نسخہ جامعہ ہے، تمام موجودات عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی جمعیت میں منقوش نہ ہو، مگر جب تک سب قیود جزئیہ سے آزاد نہ ہو جائے، جو صفت جزئی اس پر حاکم ہے، اس کا علم اسی کے

---

(۱) [سورة النجم: ۴۲]

مقتضی تک محدود رہتا ہے، اور جب مجرد ہوکر مقام جمعیت تک پہونچتا، جو وسط میں ہے اس وقت اس کا حال ایسا ہوجاتا ہے جیسے مرکز کہ تمام اجزائے محیط سے اسے ایک نسبت ہوتی ہے، اور ہر حقیقت کا جو نقش خود اس کی ذات میں موجود ہے، وہ اس حقیقت کے مقابل ہوکر اپنے نسخہ وجود کے ہر ہر فرد سے اس کے مقابل کی حقیقت کا ادراک کرتا ہے، یوں اسے جملہ موجودات کی حقیقتوں اور اصلوں اور مبادی کا علم تحقیقی حاصل ہوجاتا ہے۔

سوال (۲۶۱) شاہ ولی اللہ صاحب ''فیوض الحرمین'' میں لکھتے ہیں:

"فاض علي من جنابه المقدس -ﷺ- كيفة ترقي العبد من حيزه إلى حيز القدس ، فتجلى له كل شيء كما أخبر عن هذا المشهد في قصة المعراج المنامي"

مجھ پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ سے اس کا علم فائض ہوا کہ بندہ کیوں کر اپنی جگہ سے مقام قدس تک ترقی کرتا ہے کہ: ہر شی اس پر روشن ہوجاتی ہے جیسا کہ قصہ معراج میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مقام سے خبر دی یعنی وہی حدیث جس میں فرمایا: مجھ پر ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔

سوال (۲۶۲) اسی میں ہے:

"العارف يتجذب إلى حيز الحق فيصير عبد الله ، فيتجلى له كل شيء"

عارف مقام حق تک کھنچ کر بارگاہ قرب میں باریاب ہوتا ہے، وہاں ہر چیز اس پر روشن ہوجاتی ہے۔

سوال (۲۶۳) اس میں ولی فرد کے خصائص سے لکھا کہ وہ زمین سے آسمان تک تمام مخلوقات عنصری پر حاکم ہوتا ہے، پھر لکھا کہ یہ تسلط انبیا علیہم الصلاۃ والسلام میں تو ظاہر ہے۔

"أما في غيرهم فمناصب وراثة الأنبياء كالمجددية والقطبية وظهور آثارها وأحكامها والبلوغ إلى حقيقة كل علم وحال"

رہے غیر انبیا ان میں وراثت انبیا کے منصب ہیں، جیسے مجدد ہونا، قطب ہونا، اور ان کے آثار واحکام کا ظاہر ہونا، اور ہر علم وحال کی حقیقت کو پہنچ جانا۔

کیوں تھانوی صاحب! ان تمام صحابہ، ائمہ، واولیا وعلما، بلکہ انبیا بلکہ خود حضرت کبریا بلکہ اپنے دھرم میں سب سے سخت تر جناب شاہ ولی اللہ صاحب کو آپ کافر مبتدع، کیا ٹھہراتے ہیں؟۔ بینوا توجروا۔

www.waseemziyai.com

فصل ششم

اب صرف زمین کے علم محیط میں خبر تھانوی وگنگوہی صاحبان کی لیتا ہوں۔ وباللہ التوفیق

تھانوی صاحب! اب تو فقط یہ مٹی کا ذرا سا ڈھیر رہ گیا، اسی کے علم محیط پر گنگوہی صاحب بالتصریح کفر بک گئے ہیں جس میں کوئی حصہ ایمان کا نہیں، آپ کے دھرم میں وہ آپ کی قید احترازی تھی تو لکھ دیجیے کہ: گنگوہی صاحب جھوٹے کذاب تھے، اور ایک خاص تحریر اپنی مہری دیجیے کہ جو شخص محبوبان خدا خصوصاً سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے تمام زمین کا علم محیط مانے کہ زمین میں شرق تا غرب جنوب تا شمال جو پتا ہریالی پاتا ہے، جو پھول کھلتا ہے، جو دانہ کہیں سات اندھیریوں میں پڑا ہے، جو چیونٹی اندھیری رات میں کہیں چلتی ہے، جو نبض ملتی ہے، جو پلک چمکتی ہے، جو خطرہ کسی دل میں گزرتا ہے، بلا استثنا سب کو ان کا علم محیط ہے۔ کیا آپ ایسا لکھ دیں گے، حاشہ قیمہ ہو جاؤ کبھی نہ لکھو گے، اور کہے کی شرم لکھ بھا گو، تو برادری کی مدد سے اس زمین میں تو کہیں رہ نہ سکو گے، ناچار تمہیں وہی گنگوہی مالا چپنی ہے۔ اب اپنی علم دانی کھولیے اور ان سوالوں کے جواب بولیے:

سوال (۲۶۴) صحیح مسلم شریف میں ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولائے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((إن الله جمع لي الأرض فرأيت مشارقها ومغاربها))(۱)

بے شک اللہ عزوجل نے میرے لیے زمین جمع فرمادی کہ میں نے اس کے جس جس ٹکڑے میں آفتاب چمکتا اور جس جس ٹکڑے میں آفتاب ڈوبتا ہے سب ملاحظہ فرمائے۔

ظاہر ہے کہ زمین کے ہر ٹکڑے پر آفتاب طلوع وغروب کرتا ہے، تو معنی یہ ہوئے کہ: تمام زمین کا ایک ایک ذرہ میرے پیش نظر اقدس ہوا، اور بے شک مشارق ومغارب تمام زمین سے کنایہ ہے۔

قال تعالیٰ: ﴿رَبُّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ﴾(۲)

أي رب الأرض كلها.

پھر فقیر نے ''نسیم الریاض'' میں اس حدیث کے تحت میں دیکھا:

---

(۱) [صحيح مسلم، كتاب الفتن. باب هلاك هذه الأمة بعضهم ببعض، ۷۳۶۱-۷۳۶۴/۵۴۴]

(۲) [سورة الصفت: ۵]

www.waseemziyai.com

"المشارق والمغارب كناية عن الجميع كما في قوله تعالى:(١)

﴿رَبُّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ﴾(٢)

سوال(۲۶۵)علامہ علی قاری "شرح شفا شریف" میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

"أي جمعها لي وطوّاها بتقريب بعيدها إلى قريبها حتى طلعت على ما فيها جميعها ومستفتحها أمتي جزء فجزأ حتى تملك جميع أجزائها اه مختصراً"(٣)

اقول:"وذلك في زمن سيدنا مسيح ـ عليه الصلاة والسلام ـ حيث تهلك الملل كلها إلا الملة الإسلامية"

سوال(۲۶۶)نسیم الریاض میں ہے:

"أي: جمعت وضم بعضها لبعض حتى يطلع لي جميعها"(٤)

ان دونوں عبارتوں کا حاصل وہی ہے کہ: حدیث میں جمیع زمین کا ملاحظہ فرمانا مراد ہے، تمام زمین اور جو کچھ اس میں ہے سب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا۔

سوال(۲۶۷)نسیم الریاض کی اسی جلد سوم کے آخر میں ہے:

"الأنبياء صلاة الله وسلامه عليهم أجمعين من جهة الأجسام والظواهر مع البشر" وبواطنهم وقواهم الروحانية ملكية ، ولذا ترى مشارق الأرض ومغاربها وتسمع أطيط السماء وتشم رائحة جبرئيل ـ عليه الصلاة والسلام ـ إذا أراد النزول إليهم"(٥)

تمام انبیا علیہم الصلاۃ والسلام ظاہری جسموں کی نظر سے بشر کے ساتھ ہیں، اور ان کے باطن اور

---

(١) [نسيم الرياض في شرح القاضي عياض: الفصل الرابع والعشرون ما اطلع عليه من الغيوب، ناشر مركز اهل السنة بركات رضا فوربندر، ١٥٨/٣]

(٢) [سورة الصفت:٥]

(٣) [شرح الشفاء: فصل ومن ذلك ما أطلع عليه من الغيوب، ٦٨٣/١]

(٤) [نسيم الرياض في شرح القاضي عياض: الفصل الرابع والعشرون ما اطلع عليه من الغيوب، ناشر مركز اهل السنة بركات رضا فوربندر، ١٥٨/٣]

(٥) [نسيم الرياض: ٥٤٤/٣]

www.waseemziyai.com

ان کی روحانی قوتیں ملائکہ کی مانند ہیں، اسی لیے شرق سے غرب تک تمام زمین ان کی نظر میں ہوتی ہے، اور آسمان (کہ فرشتوں کے بوجھ سے چرچراتا ہے اس میں کہیں چار انگل جگہ نہیں جہاں کوئی فرشتہ قیام یا رکوع یا سجود میں نہیں، انبیاے کرام یہاں بیٹھے پانچ سو برس کی راہ کے فاصلہ سے اس) کا چرچرانا سنتے ہیں۔ للہ انصاف! (پھر یہاں سے مدینہ طیبہ تو بہت نزدیک ہے) اور جبرئیل امین علیہ الصلاۃ والسلام جب سدرۃ المنتہیٰ سے (کہ یہاں سے سات ہزار برس کی راہ دور ہے) انبیاے کرام کی طرف اترنا چاہتے ہیں، انبیا اسی وقت ان کی خوش بو سونگھ لیتے ہیں۔ علیہم الصلاۃ والسلام)

غلامان سرکار محمدی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سوال (۲۶۸) عارف کبیر احد الاقطاب الاربعہ سیدنا حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

سوال (۲۶۹) پھر امام شعرانی قدس سرہ النورانی ''طبقات کبریٰ شریف'' میں ترقیات بندۂ کامل کے بارے میں فرماتے ہیں:

"أطلعه على غيبه حتى لا تنبت شجرة ولا تخفر ورقة إلا بنظره "(۱)

اللہ عزوجل اسے اپنے غیب کا علم دیتا ہے یہاں تک کہ کوئی پیڑ نہیں اگتا اور کوئی پتا نہیں ہریالی پاتا، مگر اس کی نظر کے سامنے۔

سوال (۲۷۰) حضرت مولانا جامی قدس سرہ السامی ''نفحات الانس شریف'' میں فرماتے ہیں:

سوال (۲۷۱) سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے امام حضرت عزیزان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے:

''زمین درنظر ایں طائفہ چوں سفرہ ایست''

سوال (۲۷۲) اسی میں ہے:

حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کلام پاک نقل کر کے فرماتے:

ومامی گویم چوں روی ناخنے است ہیچ چیز از نظر ایشاں غائب نیست۔

گنگوہی صاحب! اپنے کفر اور شیطانی شرک براہین کی خبریں کہیے مگر جب اللہ ورسول تک تمہارے اور تمہارے طائفے اور تمہارے پیر مغاں اسمٰعیل جی دہلوی کے کفر وشرک کے چھینٹوں سے نہ چھوٹے، تو حضرات اولیاے کرام کا کیا ذکر: ﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ﴾ (۲)

---

(۱) [الطبقات الكبرىٰ للشعراني: ۱/۱۲۲]

(۲) [سورۃ الشعراء: ۲۲۷]

www.waseemziyai.com

سوال (۲۷۳) حقیقۃً یہ جتنے اقوال اولیائے کرام سے منقول ہوئے ہر محبوب اپنے حال ومقام کریم سے مطلع فرماتا ہے، حضرت عزیزان نے اپنی نظر کے سامنے تمام زمین کو دستر خوان کے مثل بتایا، حضرت خواجہ بہاء الحق والدین نے ناخن کے برابر اور حضور سید الاولیا سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رائی کے دانے کی مانند فرماتے، حضور کے قصیدہ خمریہ میں ہے:

نظرت إلى بلاد الله جمعا كخردلة على حكم إتصال (۱)

میں نے اللہ عزوجل کے تمام شہروں کو ایسا دیکھا جیسے رائی کا دانہ، اس بنا پر میری وسعت نظر انور کے سامنے مجموعہ مل کر اتنی ہی مقدار ہے۔

تنبیہ: اقول: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث مذکور سوال (۱۸۱) میں جو کف دست سے تشبیہ فرمائی، وہاں نہ فقط زمین بلکہ تمام دنیا کا ذکر ہے، جس میں ہفت آسمان و ہفت زمین سب داخل، اور وہ صرف زمین سے سنکھوں مرتبے اعظم ہے، اور پھر نہ صرف دنیا کو بلکہ قیامت تک کے تمام آئندہ حوادث ومخلوقات کو کہ وہ اس سنکھوں درجے اعظم سے بھی لاکھوں درجے اعظم ہے۔ پھر وہاں تشبیہ اس مرئی کی نہ تھی کہ وہ کف دست کے برابر ہے، بلکہ نظر کی کہ اس تمام کو ایسا دیکھتا ہوں جیسا کہ اپنی اس ہتھیلی کو جس کے دیکھنے میں کوئی شبہ وخفا نہیں۔ ورنہ وسعت نظر محمدی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ کے حضور نہ زمین بلکہ یہ تمام سموات وارض ایک دانہ خردل کے ہزارویں حصے کی بھی قدر نہیں۔ والحمد لله رب العالمين۔

کیوں تھانوی وگنگوہی صاحبان! ان ائمہ واولیا اور خود حضور سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت آپ کافر، مبتدع کیا حکم لگاتے ہیں؟۔ بینوا توجروا۔

فصل ہفتم

اب علم محیط میں سے بھی بہت کم مقدار میں قاہر خبر دہلوی وگنگوہی وتھانوی سب کی لیتا ہوں۔ وبا اللہ التوفیق۔

تھانوی صاحب! یہ تو آپ کے پیر مغاں گنگوہی صاحب نے قوی منہ زوری سے علم محیط زمین کا نام کرلیا کلام اتنی بات میں تھا کہ:

مجالس طیبہ میلاد مبارک میں حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تشریف لانا۔ اور

---

(۱) [أرشيف ملتقى أهل الحديث: رسالة الى شيخ الطريقة القادرية: ۱۷/۱۰٤]

www.waseemziyai.com

جناب مولانا مولوی محمد عبدالسمیع صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ جیسوں کی بلادت دیکھ کر سمجھا بھی دی تھی، کہ زمین سے صرف چوتھائی پانی سے باہر، اس حصہ میں بھی جنگل، دریا، پہاڑ اکثر اور جتنی آبادی ہے اس میں کفار بیش تر اور مسلمانوں میں مجلس مبارک کرنے والے کس قدر اسی کو دیکھ کر سمجھ سکتے تھے کہ: تشریف آوری مجالس کو زمین کا علم محیط کہنا نئے اندھے کا بھی کام نہیں ہوسکتا جس کی پھوٹنے سے پہلے کچھ دنوں کھلی رہی ہوں، مگر گنگوہی صاحب کو تو دوسرے نشے چڑھے ہوئے تھے، ایک اس قلیل علم مجالس کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت کرنے کو شرک وکفر ٹھہرانا جس میں کوئی حصہ ایمان کا نہیں۔ دوسرے شرعاً قلوب ناس میں وسوسہ ڈالنے کو احاطہ علم بنا کر ابلیس کو خدا کا شریک ماننا۔

غرض دونوں جگہ تھوڑی بات کو زمین کا علم محیط بنالیا، مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس لیے کہ حضور کے واسطے یہ قلیل علم ماننا بھی کفر وشرک ٹھہرے۔ اور ابلیس لعین میں اسی لیے کہ اس کے واسطے یہ ذلیل ناقص علم خدا کی صفت خاصہ ٹھہرا کر وہ اللہ کا شریک بنے، تو کھل گیا کہ:

گنگوہی کفر وشرک کو زمین کا علم محیط ضرور نہیں، اس کا کروڑواں حصہ بلکہ اس سے بھی بہت کم ان کے کفر کو بس، بشرطے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے مانو۔

ہاں ابلیس کے لیے کہو تو اس سے کروڑوں درجے بڑھ کر کلیجے سکھ، آنکھوں ٹھنڈک۔ آخر نہ دیکھا کہ شیخ قدس سرہ پر افترا کر کے ایک بے اصل بے سند حکایت حدیث جلیل صحیح متواتر مفید عقائد بنالی کہ: مجھ کو دیوار پیچھے کا بھی علم نہیں، اور براہ کمال خیانت وبددیانتی جملہ کتب کا نام بک دیا، کہ فقط مجلس نکاح کے حضور ہی کو شرک لکھ دیا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ علم محیط زمین کا نام لینا محض ابلیسی چال بھی تھی کہ: اپنی تنگ خیالی کے زعم میں ایک موٹا سا بھاری لفظ منہ سے نکالیں جس سے کچھ اپنے شرک وکفر کی ساکھ بندھالیں، ورنہ وہاں تو نبی کی حقیقت تو اتنی ہے کہ دیوار کے پیچھے تک کا علم نہیں۔ اور ابلیس کی وہ عزت کہ خدا کی صفت خاصہ سے موصوف۔ ﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ﴾ (۱)

اور کیوں نہ ہو ہر شخص دنیا وآخرت میں اپنے امام کا متبع ہے۔

﴿يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ﴾ (۲)

---

(۱) [سورۃ الشعراء: ۲۲۷]

(۲) [سورۃ الاسراء: ۷۱]

www.waseemziyai.com

وہابیۂ ہند کے امام الائمہ جناب اسمٰعیل دہلوی صاحب آں جہانی اپنی تقویت الایمان میں فرما گئے ہیں:

جو اللہ کی شان ہے اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں سو اس میں اللہ کے ساتھ کسی مخلوق کو نہ ملا دے گو کہ کیسا ہی بڑا ہو اور کیسا ہی مقرب، مثلاً کوئی شخص کسی سے کہے کہ: فلانے درخت میں کتنے پتے ہیں، تو اسکے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ و رسول ہی جانیں، کیوں کہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے، رسول کو کیا خبر۔ تو یہاں تو ایک درخت کے پتے جاننے پر خدائی رہ گئی، یہ خاص اللہ کی شان ہے، اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں۔

اگر چہ ڈھاک کے تین ہی پات ہوں، اور وہاں ابلیس کو ساری زمین کا علم محیط ہے، یہ اسی لیے کہ اس شان میں دخل تو مخلوق کو نہ تھا، گنگوہی دھرم میں ابلیس خدا کا مخلوق ہی نہیں، بلکہ وہ ان کا خدا یا کم از کم ان کے خدا کا شریک ہے۔

مسلمانو! ان مدعیان اسلام کے ادعائے اسلام کی حقیقت دیکھتے جاؤ:

﴿كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ﴾(۱)

بالجملہ یہ محیط محیط کا راگ نری ٹٹی کی لاگ ہے، ورنہ حقیقۃً حضور کے نام علم سے دلوں میں آگ ہے، ایک پیڑ کے جاننے میں بھی وہی کفر کا بھاگ ہے، تھانوی صاحب! یہ تو آپ کے اماموں کی رہی۔ اب آپ بیتی لائیے، آپ کے دھرم میں ایسا نہیں، تو لکھ دیجیے کہ اسمٰعیل جی اور گنگوہی جی دونوں جھوٹے کذاب ہیں، مسلمانوں کو کافر مشرک کہہ کر مستحق اشد العذاب ہیں، ورنہ اپنی مت کا گھونگھٹ اٹھائیے، ان سوالوں کے جواب لائیے:

سوال (۲۷۴) اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا﴾(۲)

اے نبی! تم کو ہم ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے۔

''تفسیر نیشاپوری'' میں اسی آیت کے نیچے ہے:

"لأن روحه ـ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ـ شاهد على جميع الأرواح

---

(۱) [سورة غافر: ۳۵]

(۲) [سورة النساء: ۴۱]

www.waseemziyai.com

والقلوب والنفوس لقوله :۔ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔ أول ما خلق اللّٰه روحي "(۱)

یعنی حضور کا سب پر گواہ ہونا اسی لیے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح انور تمام جہاں میں ہر ایک کی روح، ہر ایک کے دل، ہر ایک کے نفس، کا مشاہدہ فرماتی ہے، اسی لیے کہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میری روح کریم کو پیدا فرمایا (تو عالم میں جو کچھ ہوا سب حضور کے سامنے ہی ہوا، اور ہوتا ہے۔ اور ہوگا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس نفیس تقریر پر یہ آیت عبارت فصل سوم کی ہے کہ تھانوی کی مقدار عقل پر لحاظ کر کے یہاں رکھی)

سوال (۲۷۵) امام ابن حاج مکی "مدخل"، پھر

سوال (۲۷۶) امام احمد قسطلانی "مواہب لدنیہ" شریف میں فرماتے ہیں:

"قد قال علماء نا ۔ رحمهم اللّٰه تعالىٰ ۔: لا فرق بين موته وحياته ۔ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ۔ في مشاهدته لأمته ، ومعرفته بأحوالهم ونياتهم وعزائمهم وخواطرهم ، وذلك عنده جلي لاخفاء به"(۲)

بے شک ہمارے علمائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ووفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ: اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں، اور ان کی حالتوں، نیتوں، ارادوں اور دل کے خطروں کو پہچانتے ہیں، اور یہ سب حضور پر روشن ہے، جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں۔

سوال (۲۷۷) اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتاً فَسَلِّمُوا عَلَى أَنفُسِكُمْ﴾(۳)

جب تم گھروں میں جاؤ تو اپنوں کو سلام کرو۔

امام قاضی عیاض "شفا شریف" میں فرماتے ہیں:

امام اجل عمرو بن دینار شاگرد حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

---

(۱) [تفسير النيسابوري : ٤/٣٠٤]

(۲) [المواهب اللدنيه: الفصل الثاني في زيارة قبره، ٣/٥٩٥]

(۳) [سورة النور: ٦١]

www.waseemziyai.com

"إن لم يكن في البيت أحد فقل :السلام على النبي ورحمة الله وبركاته"(۱)

اگر گھر میں کوئی نہ ہوتو کہہ: نبیں لی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔

فائدہ جلیلہ: یہیں "نسیم الریاض" میں ہے، حضرت سہل بن سعد انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راویت ہے کہ ایک شخص خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوکر اپنے فقر وتنگی معاش کے شاکی ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إذا دخلت منزلك فسلم إن كان فيه أحد أ ولم يكن ، ثم سلم عليّ ، ثم أقرأ:قل هو الله أحد مرة واحدة))(۲)

جب تو اپنے گھر میں جائے تو سلام کر، خواہ وہاں کوئی ہو یا نہ ہو، پھر مجھے سلام کر، پھر قل ھو اللہ شریف ایک بار پڑھ۔ ان صاحب نے ایسا ہی کیا، اللہ عزوجل نے ان کو بہت وسیع رزق دیا کہ اس کی خوبیاں ان پر بہہ نکلیں۔

بالجملہ یہ جو حدیثوں میں ارشاد ہوا کہ: جو کوئی مسلمان اپنے گھر میں جائے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام کرے۔ علامہ علی قاری "شرح شفا شریف" میں اس کی دلیل بیان کرتے ہیں:

"لأن روحه ـ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ـ حاضرة في بيوت أهل الإسلام"(۳)

یعنی یہ اسی لیے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح تمام جہاں میں ہر مسلمان کے گھر میں تشریف فرما ہے۔

.....

(۱) حاشیہ: مسلمانو! اس نفیس روشن عبارت پر گنگوہی جی کا اندھا دھند دیکھیے جس کی داد نہ فریاد، فرماتے ہیں: "لأن" نہیں (لا إن) ہوگا، الف کاتب کے قلم سے رہ گیا،

گنگوہی صاحب! شیخ محقق کی عبارت میں یہ پورا کلام کہ...

جوابش آنست کہ ایں سخن اصلی ندارد ورواىت بداں صحیح نشدہ است۔

آپ کی نظر سے رہ گیا، کاتب کو ایک الف نہ سوجھا، اور آپ نے ٹٹول کر دیکھ لیا، تو کیا تعجب ہے، مگر

---

(۱) [الشفاء مع النسيم،فصل المواطن التى ۳/٤٦٤]

(۲) [الشفاء مع النسيم،فصل المواطن التى يستحب فيها الصلاة والسلام۳/٤٦٤]

(۳) [الشفاء مع النسيم،فصل المواطن التى الخ۳/٤٦٤]

www.waseemziyai.com

ایسے ایک ایک حرف بہت جگہ رہ جائیں گے، اور عبارات علما سے اعتماد اٹھ جائے گا، جہاں جس کا جی چاہے گا کوئی حرف گھٹا بڑھا دے گا، کہ اتنا کاتب سے رہ گیا، یا زیادہ نکل گیا ہوگا۔

پھر ذرا سوق کلام بھی سوچیے، "أي" کہہ کر "قل: السلام علی النبي" کی تفسیر کی ہے۔ تو مطلب ٹھہرا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام کرنے کے یہ معنی ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح مسلمانوں کے گھر میں حاضر نہیں۔

اے سبحان اللہ! کیا کہنا ہے اس اندھے کا، سچ ہے: آپ کی دادنہ فریاد۔

مثلاً نانوتوی صاحب لکھتے ہیں: اسمعل دہلوی سے "سلام علیک" جائز تھی، آپ اس کی شرح کرتے: أي لأنه مسلم، یعنی اسی لیے کہ وہ مسلمان تھا۔ تو یہاں بھی الف رہ جاتا "أي لا إنه مسلم" یعنی اس سے سلام علیک جائز ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ مسلمان نہ تھا، پھر اگر نفی منظور ہوتی تو بیوت اہل اسلام کی قید کس لیے کہ روح اقدس مسلمانوں کے گھر میں حاضر نہیں۔ کیا معاذ اللہ صرف کافروں کے گھر حاضر ہے، یوں بھی تم پر قیامت ہزار گنی ہو جائے گی، دنیا میں مسلمانوں سے کافروں کے گھر بہت کثیر واکثر ہیں۔ ولاحول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم. ۱۲ منه

سوال (۲۷۸) حضرت شیخ محقق محدث دہلوی قدس سرہ مجمع البرکات میں فرماتے ہیں:

وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر احوال واعمال امت مطلع است وبر مقربان درگاہ خود ممد ومفیض وحاضر وناظر ست۔

سوال (۲۷۹) نیز رسالۂ ہیزدہم مسمی بہ "اقرب السبل بالتوجه إلى سيد الرسل" صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ میں فرماتے ہیں:

باچندیں اختلافات وکثرت مذاہب کہ در علمائے امت ست یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ: آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ حقیقت حیات بے شائبہ مجاز وتوہم تاویل دائم وباقی ست، وبر اعمال امت حاضر وناظر ومر طالبان حقیقت راومتوجہان آں حضرت را مفیض ومربی۔

الحمدللہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دائم وباقی، مفیض ومربی اور حاضر وناظر ہونے پر تمام علمائے امت کا اجماع نقل فرمایا ہے: والحمد لله رب العالمين۔

سوال (۲۸۰) امام قرطبی شارح صحیح مسلم، پھر

سوال (۲۸۱) امام عینی بدر محمود، پھر

سوال (۲۸۲) امام احمد قسطلانی، شروح صحیح بخاری پھر

www.waseemziyai.com

سوال (۲۸۳) علامہ علی قاری ''مرقاۃ شرح مشکاۃ'' حدیث: ((خمس لا یعلمهن إلا الله)) کی شرح میں فرماتے ہیں:

"فمن ادعى علم شيء منها غير مسند الى رسول الله ـ صلى الله تعالى عليه وسلم ـ كان كاذباً في دعواه "(۱)

تو جو کوئی قیامت وغیرہ پانچ غیبوں میں کسی غیب کو بے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بتائے جان لینے کا ادعا کرے، وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

اس کا صریح مفاد ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتانے سے ان غیبوں کے علم کا دعوی کرے تو اس کی تکذیب نہ ہوگی، تو صاف روشن ہوا کہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان پانچوں غیبوں کو جانتے ہیں، اور اپنے غلاموں میں سے جسے چاہیں بتا سکتے ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

سوال (۲۸۴) علامہ ابراہیم بے جوری شرح بردہ شریف میں فرماتے ہیں: ''لم يخرج ـ صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ـ من الدنيا إلا بعد أن أعلمه الله تعالىٰ بهذه الأمور''

(۱) [مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح: كتاب الايمان، ۱/٦٦]

www.waseemziyai.com

فہرست عنوانات

جلد ششم

کتاب الردوالمناظرہ

رسالہ"وقایۃ اھل السنۃ عن مکر دیوبند والفتنۃ(۱۳۳۲ھ).....۶
مسئلہ اذان ثانی میں دیوبندی جہالتوں کا رد
مفتی اعظم کا محدثانہ منصب وقایۃ اہل السنہ کی روشنی میں.....۷
علمی بحث کی ایک عظیم تاریخ.....۷
نتیجہ استدلال.....۱۰
بحث کا دوسرا رخ.....۱۲
بحث کا دوسرا مرحلہ.....۱۳
(۱) میزان الاعتدال، جلد دوم کے اقتباسات.....۱۳
فائدہ.....۱۴
فائدہ.....۱۵
(۲) تہذیب التہذیب.....۱۶
(۳) کتاب الترغیب والترہیب.....۲۰
(۴) جوہر النقی.....۲۱
بحث کا تیسرا مرحلہ.....۲۱
وجوہِ طعن کی بحث.....۲۲
باقی حضرات کا تنقیدی جائزہ.....۲۳
ابن اسحاق کے خلاف دوسرا طعن.....۲۷
ابن اسحاق پر تیسرا طعن.....۲۸
ابن اسحاق پر چوتھا طعن.....۲۹

www.waseemziyai.com

اتمام حجت ۳۰
مسئلہ اذان ثانی میں دیوبندی جہالتوں کا رد
وقایۃ اھل السنۃ عن مکر دیوبند والفتنۃ ۳۱
حصہ اول ۳۲
میزان الاعتدال میں دیوبندی خیانتیں ۳۹
تہذیب التہذیب میں دیوبندی خیانتیں ۴۳
کتاب الترغیب والترہیب میں دیوبندی خیانتیں ۵۰
جوہر النقی میں دیوبندی خیانتیں ۵۲
حصہ دوم "الھی ضرب بہ أھل الحرب" (۱۳۳۲ھ) ۱۲۵
رسالہ "النکتہ علی مراء کلکتہ" (۱۳۳۲ھ)
اذان ثانی سے متعلق علمائے کلکتہ کے شبہات کا ازالہ ۱۳۹
تحریر کلکتہ پر تنقیدی نظر ۱۴۲
سوالات ۱۴۳
وہابیہ کی تقیہ بازی ۱۴۹
رسالہ "طرق الھدیٰ والارشاد الی احکام الامارۃ والجھاد" (۱۳۴۱ھ) ۱۵۵
پیش لفظ ۱۵۶
اب کمیٹی مسمی بہ جمعیۃ العلما اور ہر خلافت کمیٹی سے ضروری سوال ہے ۱۸۰
تحریک خلافت وگاؤکشی کا شرعی حکم ۱۸۵
تصدیقات علمائے کرام ومفتیان عظام ۱۹۶
رسالہ "شفاء العي في سوال بمبئي" ۱۹۹
رد غیر مقلدین ۲۰۰
اصول شرع چار ہیں ۲۰۰
جواب کا دوسرا رخ ۲۶۰
رسالہ "ادخال السنان الی حنک الحلقی بسط البنان" ۲۶۲
ادخال السنان ..... ایک مطالعہ ۲۶۳
رسالہ "وقعات السنان الی حلق المسماۃ بسط البنان" ۳۵۶

www.waseemziyai.com

فہرست مسائل

جلد ششم

کتاب الرد والمناظرہ

مسئلہ اذان ثانی میں دیوبندی جہالتوں کا رد ۷
حضور مفتی اعظم کا محدثانہ منصب ''تقدیم رسالہ'' ۷
علمی بحث کی عظیم تاریخ ۷
نتیجہ استدلال ۱۰
بحث کا دوسرا رخ ۱۲
بحث کا دوسرا مرحلہ ۱۳
میزان الاعتدال کے اقتباسات ۱۴
بحث کا تیسرا مرحلہ ۲۱
وجوہ طعن کی بحث ۲۲
ابن اسحاق پر دوسرا طعن ۲۷
ابن اسحاق پر تیسرا طعن ۲۸
ابن اسحاق پر چوتھا طعن ۲۹
اتمام حجت ۲۹
رسالہ ''وقایہ اھل السنہ'' ۳۱
حصہ اول ۳۲
وہابی تحریر میں پانچ ضلالتیں ۳۶
میزان الاعتدال میں بیس خیانتیں ۳۹

www.waseemziyai.com

تہذیب التہذیب میں اڑتیس خیانتیں ۴۳
الترغیب والترھیب میں نو خیانتیں ۵۰
جواہر النقی میں تین خیانتیں ۵۲
ابن اسحاق پر طعن کے دو رد ۵۳
ابن اسحاق پر دوسرے طعن کے مزید دس رد ۵۵
ابن اسحاق پر دوسرے طعن و دجل کے چھ رد ۵۸
تھانوی صاحب پر اٹھارہ رد کے بعد دو مزید تا کہ کامل بیس ہو جائیں ۶۱
دیوبندی تحریر نے تمام مذہب حنفی باطل کر دیا ۶۳
دیوبندی تحریر نے صحیحین کو بھی رد کر دیا ۶۵
رجال صحیحین میں دیوبندی تحریر کی بنا پر احمد بن عیسیٰ، اسماعیل بن ابی اویس، شجاع بن الولید، عبدالرزاق بن ہمام، عکرمہ مولیٰ ابن عباس وغیرہ آٹھ راوی کذاب ہیں ۶۵
رجال بخاری میں سے مزید چھ اور رجال مسلم سے چار بھی ایسے ہی ہیں ۶۸
ابن اسحاق پر تشیع کے طعن کا رد ۷۱
ابن اسحاق پر عنعنہ کا الزام رکھا اور کہا مدلس ہیں، اس کی تردید ۷۵
دیوبندی تحریر نے مذاہب اربعہ کے جملہ علما کو اپنی تنقید کی زد میں لے لیا ۸۲
ابن اسحاق پر ثقات کی روایت کے خلاف کا الزام ۸۳
اس سلسلہ میں سات وجود سے رد ۸۳
''بین یدی'' کے معنی کی وضاحت آیات سے ۸۵
محاورات کے ذریعہ وضاحت ۸۷
عند کے معنی کی وضاحت محاورات سے ۸۸
عند کے معنی کی وضاحت چھ آیات سے ۹۰
عند کے معنی نہایت قرب لینے پر ایرادات ۹۳
اذان اول اور اذان ثانی کی تحقیق ۹۶
مسجد کے اندر اذان دربار الٰہی کی بے ادبی ہے ۹۸
ائمہ اربعہ کے زمانہ میں اذان کا مسجد کے اندر بتانا جھوٹ ہے ۱۰۲
ہشام بن عبدالملک کی اس بدعت کو ائمہ نے قبول کر لیا یہ سراسر غلط ہے ۱۱۰

www.waseemziyai.com

رواج سے سند پکڑنا خود وہابیت کے لیے زہر قاتل ہے ۱۱۲
اذان خطبہ بھی اذان نماز ہی ہے ۱۱۳
درازہ کے معنی کی وضاحت ۱۱۵
ننانوے خیانتوں کے بعد خیانت نمبر (۱۰۰) ۱۲۰
حصہ دوم ''الٰہی ضرب بہ اہل حرب'' ۱۲۵
تعدیل کے مقابل جرح مبہم مردود ۱۲۶
ابن اسحاق پر الزامات کا جائزہ ۱۳۰
''النکتہ علی مراء کلکتہ'' ۱۳۹
اذان ثانی سے متعلق علمائے کلکتہ کے شبہات کا ازالہ ۱۳۹
تحریر کلکتہ پر تنقیدی نظر ۱۴۲
چالیس سوالات ۱۴۳
وہابیہ کی تقیہ بازی ۱۴۹
تھانوی صاحب نے کانپور میں تقیہ کیا ۱۵۰
مسئلہ علم غیب میں وہابیہ کا تقیہ ۱۵۱
رسالہ ''طرق الہدیٰ والارشاد'' ۱۵۵
پیش لفظ ۱۵۶
اللہ تعالیٰ کسی ایسی بات کا حکم نہیں دیتا جو بشری طاقت سے باہر ہو ۱۷۲
شریعت بے فائدہ عبث چیز کا حکم نہیں فرماتی ۱۷۲
جان کی حفاظت اہم فرائض سے ہے ۱۷۳
فتنہ وفساد سخت شنیع ہے ۱۷۳
ہر کام کا ایک وقت ہے ۱۷۳
جہاد تین قسم ہے۔ سنانی، لسانی، جنانی ۱۷۶
جمعیۃ العلما اور خلافت کمیٹی سے ضروری سوال ۱۸۰
تحریک خلافت اور گاؤکشی کا شرعی حکم ۱۸۵
خلافت کا مستحق وہ ہے جو سات شرائط کا جامع ہو ۱۸۵
ان شرائط کی تحقیق ۱۸۱

www.waseemziyai.com

موالات ومعاملات میں فرق عظیم وبعید ہے..... ۱۹۲
قربانی کا بیان..... ۱۹۴
تصدیقات علمائے کرام..... ۱۹۶
رد غیر مقلدین..... ۱۹۹
رسالہ شفاء العی فی سوال بمبئی..... ۱۹۹
اصول شرع چار ہیں..... ۲۰۰
اصل الاصول کتاب اللہ ہے..... ۲۰۱
باقی اصول من وجہ اصل اور من وجہ فرع ہیں..... ۲۰۱
اپنے آپ کو اہل حدیث کہنے والے کو حلال نہیں کہ وہ قرآن وحدیث پر اقتصار کرے، اور اجماع وقیاس کا انکار..... ۲۰۶
سنت کو جب تک ائمہ دین متین حضرات مجتہدین کے ارشادات کی روشنی میں نہ دیکھے گا اندھیرے میں رہے گا..... ۲۱۰
صحابہ کی پیروی وتقلید کا حکم ہوا..... ۲۱۳
فقہائے صحابہ کی اقتدا صحابہ غیر مجتہدین وتابعین پر لازم ہوئی..... ۲۱۴
غیر مقلدین زمانہ پر جو حکم کفر ہے اور وجوہ سے ہے نہ بوجہ ترک تقلید..... ۲۱۷
سرکار کا جمیع علم قرآن سے حاصل شدہ ہے لیکن نبوت کے توسط سے..... ۲۲۵
حدیث، اجماع، اور قیاس جو کہ کتاب اللہ کے تابع ہیں وہ بھی کتاب اللہ سے ہی ماخوذ ہیں..... ۲۴۳
رسالہ ''وقعات السنان الی حلق المسماۃ بسط البنان''..... ۲۶۲
تھانوی صاحب سے ساٹھ سوال..... ۲۶۴
یہ بظاہر ساٹھ اور معنیٰ ایک سو بتیس (۱۳۲) سوال: اور حقیقۃً سراشرف جناب تھانوی صاحب پر قہر الٰہی کے ایک سو بتیس (۱۳۲) جبال ہیں..... ۳۳۰
مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کی کتاب بسط البنان کا دوسرا رد
ادخال السنان الی حنك الحلقی بسط البنان ۱۳۳۱ھ..... ۳۳۳
ادخال السنان.....ایک مطالعہ..... ۳۳۴

www.waseemziyai.com

فتاویٰ اجملیہ
مفتی شاہ محمد اجمل قادری رضوی
مکمل 4 جلدیں

فتاویٰ فقیہ ملت
علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمۃ اللہ علیہ
2 جلدیں

فتاویٰ حامدیہ
مفتی محمد حامد رضا خان

فتاویٰ بریلی شریف
محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی / محمد یونس رضا اویسی

فتاویٰ مصطفویہ
مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان رحمۃ اللہ علیہ

فتاویٰ فیض الرسول
حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی رحمۃ اللہ علیہ
3 جلدیں مکمل

فتاویٰ رضویہ
امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
33 جلدیں

فتاویٰ صدر الافاضل
مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ

فتاویٰ افریقہ
امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ

فتاویٰ یورپ
مفتی عبدالواحد قادری

حبیب الفتاویٰ
مفتی محمد حبیب اللہ اشرفی نعیمی

فتاویٰ ملک العلماء
مولانا شاہ محمد ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ

فتاویٰ شارح بخاری
حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی قدس سرہ
3 جلدیں مکمل

فتاویٰ بحر العلوم
بقیۃ السلف حجۃ الخلف بحر العلوم
حضرت علامہ مفتی عبدالمنان اعظمی رحمۃ اللہ علیہ
6 جلدیں

فتاویٰ شرعیہ
استاذ العلماء مفتی محمد فضل کریم رضوی حامدی
3 جلدیں مکمل

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006
Shabbirbrother786@gmail.com

www.waseemziyai.com